ہندوستان

سلطنت اسلامیہ کا بیان

جلد دوم

جسمیں مضامین مفصلہ ذیل ہیں:

(۱) سلاطین خلجیہ کی تاریخ
(۲) سلاطین تغلق کی تاریخ
(۳) سلاطین خاندان لودھی اور سلاطین سیدوں کی تاریخ

مصنفہ

خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی مرحوم

باہتمام [illegible] علی خاں شروانی

مطبع [illegible] علی آرٹ پریس دہلی ۱۹۱۶ء

قیمت [illegible] .... بار سوم ایک ہزار

فہرست کتب موجودہ یک

تاریخ ہندوستان (مصنفہ خان بہادر مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب شمس العلماء مرحوم دہلوی یعنی مسلمانوں کے عہد سلطنت کی تاریخ ۱۰ جلدوں میں جس میں سے جلد دوم کتاب ہذا ہے قیمت [illegible]

جلد اوّل صفحہ ۴۱۲ جس میں یہ مضامین ہیں (۱) تمہید (۲) مقدمہ تاریخ کے باب ہیں (۳) عرب جاہلیت (۴) ایک سو اٹھارہ خاندان سلاطین اسلامیہ کا بیان (۵) تاریخ سندھ (۶) خاندان غزنی (۷) خاندان غوری قیمت [illegible]

جلد سوم (۱) بابر نامہ (۲) شگرف نامہ ہمایوں (۳) رزم نامہ شیر شاہی (۵۰۳ صفحے) قیمت [illegible]

جلد چہارم اس کے دو حصے ہیں حصہ اوّل میں (۱) تاریخ سندھ (۲) تاریخ کشمیر (۳) تاریخ گجرات (۴) تاریخ مالوہ (۵) تاریخ خاندیس (۶) تاریخ سلاطین بنگال (۷) تاریخ سلاطین جونپور حصہ دوم میں (۱) تاریخ سلاطین بہمنیہ دکن (۲) تاریخ سلاطین عادل شاہیہ بیجاپور (۳) تاریخ سلاطین نظام شاہیہ گولکنڈہ (۴) تاریخ سلاطین عمادیہ ملک برار (۵) تاریخ سلاطین بریدشاہیہ ملک بیدر (۶) ضمیمہ تاریخ دکن و پرتگیزوں کی تاریخ (۷) تاریخ دکن کا ریویو قیمت [illegible]

جلد پنجم اقبال نامہ اکبری: جس میں شہنشاہ اکبر کا حال تمام و کمال لکھا ہے قیمت [illegible]

جلد ششم کارنامہ جہانگیری جس میں شہنشاہ جہانگیر کا کل حال لکھا ہے قیمت [illegible]

جلد ہفتم ظفر نامہ شاہجہاں جس میں شہنشاہ شاہجہاں کا حال از اوّل تا آخر مندرج ہے قیمت [illegible]

جلد ہشتم بادشاہ نامہ عالمگیر یعنی شہنشاہ عالمگیر کا حال اوّل سے آخر تک درج ہے قیمت [illegible]

جلد نہم و دہم زوال سلطنت تیموریہ۔ عالمگیر کے عہد سے آخر بادشاہ بہادر شاہ تک اور خاتمہ مسلمانوں کی سلطنتیں ایشیا میں کہاں کہاں تھیں اور بالفعل انکا کیا حال ہے۔ ہندوستان و ہندؤں کو مسلمانوں کی سلطنت سے فائدہ پہنچا یا نقصان دہلی میں پایہ تخت کا بدلنا اور اس کی عمارات کی مفصل کیفیت قیمت ہر دو جلد یعنی نہم و دہم [illegible]

کل تاریخ کی قیمت چودہ روپیہ چار آنہ ہوئی مگر ہر ایک حصہ بجائے خود تاریخ ہے پچھلے حصوں پر موقوف نہیں ہے اگر علیحدہ کوئی خریدیگا تو تفصیل بالا انکے ہاتھ بیچے جائینگے یک مشت دس حصونکے خریدار کو انکی قیمت بلا جلد [illegible] علاوہ محصول

جلد دوم

اس جلد کے تین باب ہیں۔ باب اوّل میں سلاطین خلجیہ کا بیان ہے۔ باب دوم میں سلاطین خاندان تغلق کا ذکر ہے۔ باب سوم میں سیّدوں اور لودھیوں کے بادشاہوں کا حال ہے۔ باب اوّل میں تاریخ فیروز شاہی ضیاء الدین برنی سے۔ اور باب دوم میں سلطان فیروز شاہ تغلق کا بیان تاریخ فیروز شاہی سراج عفیف سے جو مخصوص اسی بادشاہ کے عہد سے ہے اور باب سوم میں تاریخ مبارک شاہی یحییٰ بن احمد سے جو مخصوص سیّدوں کے عہد سے ہے زیادہ تر مضامین لیے گئے ہیں باقی تواریخ مفصلۂ ذیل سے مضامین کا اضافہ ہوا ہے۔

(۱) تاریخ روضۃ الصفا (۲) حبیب السیر (۳) تاریخ فیروز شاہی ضیاء الدین برنی (۴) سفرنامہ ابن بطوطہ (۵) تاریخ سلاطین افغان مصنفہ احمد یادگار (۶) تزک افغانی (۷) تاریخ خانجہانی مصنفہ نعمت اللہ (۸) تاریخ داودی مصنفہ عبداللہ (۹) انگریزی تواریخ ہند۔

فہرست مضامین جلد دوم
باب اوّل خاندان خلجی

سلطان جلال الدین کی وفات اور سلطان علاء الدین کا بادشاہ ہونا

ذکر شہاب الدین عمر و قطب الدین مبارک ۔۔۔ ۹۹

ذکر سلطنت فیروز شاہ تغلق ۷۵۲ھ سے ۷۹۰ھ تک

(جلد ۲ و ۴)

سلطنت محمد شاہ بن فرید خاں بن ظفر خاں ۲۲۲ - ۳۲۸ تک

سلطنت بہلول لودھی ۳۳۰ - ۳۵۲

سلطنت سلطان سکندر لودہی ۳۵۲ سے ۳۷۹ تک

سلطان ابراہیم لودہی ۳۷۹ - ۳۹۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد دوم

باب اول

خاندان خلجی

سنہ ۶۸۹ - ۷۲۰ ہجری — سنہ ۱۲۹۰ - ۱۳۲۰ عیسوی

تاریخ فرشتہ میں خلجیوں کی اصل کا حال بحوالہ نظام الدین احمد بخشی یہ لکھا ہے کہ چنگیز خاں کا داماد قالیج خاں تھا اور وہ اپنی بیوی سے کہ چنگیز خاں کی بیٹی تھی ملال رکھتا تھا اور چنگیز خاں سے سوا مدارا و ملائمت کے کچھ علاج نہ تھا اسلئے وہ ہمیشہ اپنے مفر کی تلاش میں رہتا تھا۔ جب چنگیز خاں نے دریاے سندھ کو عبور کر کے سلطان جلال الدین خوارزمی کو مغلوب کیا اور مہمات ایران اور توران سے اسکو فراغت ملی اور اُسنے اپنے وطن کو مراجعت کی تو قالیج کو چنگیز خاں سے جدا ہونے کی فرصت ملی۔ اور وہ اپنے ایل و الوس کو جنمیں تیس ہزار خانوار تھے ہمراہ لیکر کوہستان غور و غرجستان کے درمیان آن بسا۔ جب چنگیز خان مرگیا تو اسکی اولاد نے قالیج کی کچھ پروا نہیں کی کہ کہاں گیا۔ اس نے یہیں توطن اختیار کیا اور اسکی نسل یہیں بڑھتی گئی جب سلاطین غور نے اور انکے تابعین نے ہندوستان کو تسخیر کیا تو خلجی تھوڑے تھوڑے قرب و جوار کے حدود سے ہندوستان میں آنے شروع ہوئے۔ اور سلاطین و امرا کی ملازمت اختیار کر کے صاحب اقتدار ہوتے گئے۔ بادشاہ جلال الدین خلجی دہلوی اور سلطان محمود خلجی مندوی دونوں قلیج خاں کے پوتے ہیں۔ قالیج کی تحرلیف ... قلیج تھا اور کثرت استعمال سے الف ساقط ہو کر قلیج رہ گیا۔ اور صاحب تاریخ سلجوقیان یہ لکھتا ہے کہ ترک

ابن یافث کے گیارہ بیٹے تھے جنمیں ایک کا نام خلج تھا اُسکی اولاد کو خلجی کہتے ہیں یہ قول صحیح اس سبب سے معلوم ہوتا ہی کہ کتب تاریخ غزنویہ میں بہت جگہ یہ ذکر ہوتا ہی کہ امیر ناصر الدین سبکتگین اور سلطان محمود غزنوی کے امرا میں سے قوم خلج کے بھی امیر تھے جس سے معلوم ہوتا ہی کہ انکا عہد چنگیز خاں کے عہد پر مقدم تھا۔ یہ ہوسکتا ہی کہ قلیج قوم خلج سے ہو اور جلال الدین فیروز شاہ دہلوی و سلطان محمود مالوے اُسکی اولاد میں سے ہوں۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ خلجی ایک تاتاری قوم ہی جس کا ایک گروہ دریا سیحون کے منبع کے پاس دسویں صدی میں بستا تھا اور انھیں دنوں میں ان کا ایک گروہ سیستان اور ہندوستان کے درمیان یعنی افغانستان میں مدت سے آباد تھا اور دسویں صدی تک وہ ترکی زبان بولتے تھے۔۔ مگر افغانوں کے ساتھ وہ ایسے مل جُلکر رہے کہ وہ بھی افغان شمار ہونے لگے

ذکر سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی

۶۸۸ھ میں سلطان جلال الدین فیروز خلجی کوشک کیلوکھڑی میں تخت شاہی پر بیٹھا یہ فرشتہ امیر خسرو نے جو مفتاح الفتوح میں اشعار لکھے ہیں اُنسے یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ ۶۸۹ھ میں تخت پر بیٹھا۔ **اشعار**

جمادی دوہمیں راسو مہیں روز ۔۔۔ سوم ساعت ترا در عالم افروز

پگاہ چاشت با فیروزی فال ۔۔۔ زہجرت شش صد وہشتاد و نہ سال

ہمنے پہلے لکھا ہی کہ کیقباد کے شیرخوار بچے شمس الدین کو جلال الدین پاس اُسکے بیٹوں نے پہنچا دیا تھا۔ اب کوئی لکھتا ہی کہ جلال الدین نے کچھ دنوں اسکی نیابت میں کام کیا اور پھر اُسکو قید خانہ میں بھیجدیا کوئی اُسپر تہمت تھوپتا ہی کہ اس شیرخوار بچے کا خون گردن پر لیا۔ اور آپ بوڑھا ستر برس کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ دلی میں بڑے بڑے قدیمی خاندان کے امرا اور ہر قوم کے سردار موجود تھے۔ وہ اسی برس ترکوں کی سلطنت دیکھ چکے تھے۔ اُنکی نظر میں خلجی بے قدر تھے۔ اس بوڑھے خلجی کو تخت شاہی پر بیٹھا نہ دیکھ سکتے تھے دل ہی دل میں جلتے تھے اور اُسکی اطاعت کو ننگ و عار جانتے تھے۔ اس سبب سے بادشاہ بھی انکی طرف سے اطمینان نہیں رکھتا تھا۔ دلی میں رہنے کو خطرہ سے خالی نہ جانتا تھا کیلوکھڑی میں اُن عمارتوں کو کہ کیقباد کے زمانہ میں ادھوری پڑی ہوئی تھیں پورا بنوایا اور جمنا کے کنارہ پر ایک باغ لگوایا اور گچ اور سنگ کا ایک حصار بنوایا اور اُسکے ساتھ امرا اور رعیت کو بھی مکان بنانے کا حکم دیا

تیار کرائے۔ اس حصار کی تعریف میں حضرت امیر خسرو نے یہ شعر لکھا ہے کہ ؎

شہا در شہر نو کردی حصارے — کہ رفت از کنگرا و تا قمر سنگ

اور اس نے اپنے امراء کو حکم دیدیا کہ وہ یہاں اپنے مکانات بنائیں۔ گو انکو اپنا پرانا مکان چھوڑنا اور یہاں نیا بنوانا ناگوار خاطر تھا۔ مگر حکم سلطانی سے مجبور تھے۔ ضرور تھا کہ جہاں بادشاہ کا مکان ہو وہیں اُسکے ہمسایہ میں اُنکا مسکن ہو۔ یہاں بادشاہ نے بازار بھی تیار کرایا اور بازاریوں کو شہر سے بلوایا اور مسجد عالیشان بنائی۔ غرض اس بادشاہ کی توجہ سے پرانی دلّی اُجڑ کر نئی دلّی آباد ہوگئی۔ اور ایسی بارونق ہوگئی کہ پرانی کی اصل اُسکے آگے کچھ نہ رہی۔ اس بادشاہ نے تاج شاہی سر پر رکھتے ہی تاج کا رنگ بدلا سُرخ سے سفید کیا۔ اپنے قہر و غضب کو مہر و حلم سے بدل دیا۔ اور وہ رحم دلی اختیار کی کہ پاؤں کے تلے کی چیونٹی کے آزار کو روادار نہ تھا وہ یہ سمجھتا تھا ؎

تیغ حلم از تیغ آہن تیز تر — بل ز صد لشکر ظفر انگیز تر

دربار عام میں جو اُسنے کیلوکھڑی میں کیا تھا اُس میں اُمراء اکابر دہلی حاضر ہوئے تھے۔ اور حیرت اور تعجب سے کہتے تھے کہ یہ خدا کی قدرت ہے کہ ترکوں کی نسل سے سلطنت خلجیوں میں منتقل ہو۔ جب سلطان جلال الدین کے مکارم اخلاق و عدل و احسان و دینداری اہل شہر پر روشن ہوئی تو تنفر کلّی لوگوں کے دلوں سے دور ہوا۔ جو امیر اسیر تیر انتقام تھے وہ طوعاً و کرہاً اقطاعات و ولایات کی اُمید میں بادشاہ کے مخلص بنگئے۔ سلطان نے اپنے بڑے بیٹے کو اختیار الدین خان خاناں کا اور منجھلے بیٹے کو ارکلی خاں کا اور چھوٹے بیٹے کو قدر خاں کا خطاب دیا اور ہر ایک کا جلوس مقرر کیا۔ اپنے بھائی کو یغرش خاں کا خطاب دیا اور عرض ممالک کا عہدہ تفویض کیا۔ علاء الدین کو امیر تزک مقرر کیا۔ اور الماس بیگ کو اولغ بیگ کا خطاب اور آخور بیگی کا عہدہ دیا۔ یہ دونوں اُسکے سگے بھتیجے تھے۔ بہت سے اور امراء کو خطاب اور اقطاع عنایت کئے اور خواجہ خطیر کو جو سب سے زیادہ بزرگ تھے وزیر مقرر کیا۔ غرض سلطان کے وہ اعوان اور انصار ہوئے جو بڑے بڑے تجربہ کار بتدریج مراتب بزرگی پر پہنچے تھے اور شہیر و مشہور نیک نام تھے۔ اسنے اول سال میں عہدہ داروں کا ایسا انتظام کیا کہ خواص اور عوام کو سب طرح کا آرام حاصل ہوا۔

جب اس طرح سے اطمینان حاصل ہوا تو ایک دن نئے شہر سے اپنے ارکان سلطنت کو لیکر

شہر کے اندر گیا اور دولت خانہ پر اُترا اور دو رکعت نماز شکرانہ کی ادا کی۔ اور سلاطین ماضیہ کے تخت پر جلوس کیا اور امرا کو اپنے نزدیک بلاکر آواز بلند یہ ارشاد فرمایا کہ میں اپنے خدا کا شکر کس زبان سے ادا کروں اس نے آج میرا پاؤں اس تخت پر رکھا یا ہے کہ جس کے سامنے میں برسوں سر جھکا یا ہے۔ جو دوست میرے برابر کے یا مجھ سے برتر تھے اُن کو میرے سامنے دست بستہ کھڑا کرایا ہے۔ پھر وہ دولت خانہ سے سوار ہو کر کوشک اول میں کہ سلطان بلبن کا محل خاص تھا آیا۔ یہاں قدیمی دستور کے موافق گھوڑے سے اُترا۔ احمد حبیب چپ نائب باربک نے کہ عاید میں سے تھا اور عجب دماغ رکھتا تھا۔ عرض کی کہ یہ ایوان شاہی حضور کا ہے یہاں گھوڑے سے اُترنا کیا ضرور ہے۔ سلطان نے کہا کہ اے احمد اگر یہ کوشک میرے باپ دادا کا بنوایا ہوتا تو میری ملک سے ہوتا۔ مگر یہ تو سلطان بلبن میرے ولی نعمت نے اپنے عہد خانی میں بنوایا تھا۔ یہ اُسکے فرزندوں کی ملک ہے میں نے تغلب سے تصرف کیا ہی۔ پھر احمد حبیب نے عرض کی کہ مصالح ملکی میں مناسب نہیں ہی کہ بادشاہان گذشتہ کی ملک کے موروثی اور غیر موروثی ہونیکا ذکر کیا جائے۔ اسپر بادشاہ نے فرمایا کہ تو جو کہتا ہی وہ میں بھی جانتا ہوں کیا تو یہ چاہتا ہی کہ چند روز کی مصلحت کے لئے میں قواعد اسلام کے دائرہ سے خارج ہوں اور نفس الامر کے خلاف کلام یا کام کروں ؎

کجا عقل یا شرع فتوے دہد　　　کہ اہل خرد دین بہ دنیا دہد

تو خوب جانتا ہی کہ میرے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ نہیں ہوا کہ نخوت و کبر بادشاہی مجھے ورثے میں ملتی۔ مجھے اسوقت یہ وہم ہوا ہی کہ اس کوشک میں جسمیں میں نے بہت سی خدمتیں کی ہیں بلبن تخت پر بیٹھا ہی اور میں اُسکے دربار میں جاتا ہوں۔ میرے دل میں اُسکی ہیبت اور حشمت اثر کر رہی ہیں۔ غرض وہ اس کوشک میں پا پیادہ گیا۔ اور جن مقامات پر کہ وہ سلطان بلبن کی تعظیم خدمت کرتا اور اُسکے سامنے کھڑا رہتا وہاں نہیں بیٹھا۔ ملوک خانہ میں آیا اور اُسکے صفہ پر بیٹھا پہلے اس سے کہ وہ کسی سے بات کرے رومال منہ پر ڈال کر زار زار رویا اور ملوک سے یہ کہنے لگا کہ بادشاہی ایک خیالی نمایش اور دھوکہ کی چیز ہے کہ باہر سے خوب منقش و نگارین ہی لیکن اندر سے اسکا حال بالکل زار و نزار ہے ایتمر کچھن وایتمر سرخہ کا خدا خانہ خراب کرے کہ اُنھوں نے ناحق میرے مارنیکا قصد کیا اور میں نے جان کے خوف نے اس بادشاہی اختیار کرنے پر مجبور کیا ورنہ میں کہاں اور یہ بادشاہی کہاں۔ ساری عمر خانی و ملکی

میں راحت و چین سے گذری اور باقی زندگی بھی اسی طرح گذر جاتی۔ اب چار روز کی زندگی کے لئے یہ سلطنت کا جنجال اور جھگڑا جو میں نے اپنی گردن پر لیا ہے دیکھئے کیا انجام ہوتا ہے اور میری اولاد پر کیا گذرتی ہے۔ سلطان بلبن جسکی شان و شوکت و عظمت بڑی تھی اُسکا یہ حال ہوا کہ اُسکی اولاد میراث سلطنت سے اسکے اصحاب امارت و ثروت سے محروم ہوئی۔ ہم تو اُسکے نوکر چاکر ہیں اس سے بدتر حال ہماری اولاد کا ہوگا جب سلطان نے آبدیدہ ہوکر یہ تقریر کی تو اس محل میں جو عاقل تجربہ کار تھے وہ روتے تھے اور نودولت مدمغ نوجوان بیباک کھڑے ہنستے تھے اور آپسمیں کہتے تھے کہ اس بڈھے کی عقل جاتی رہی ہے۔ قہر و سطوت و دعوی انا و لاغیری کو سلطنت کہتے ہیں یہ اسمیں مطلق نہیں ہے۔ اُس نے اول ہی بادشاہی کاموں کے بوجھ سے کندھا ڈال دیا ہے۔ آخرکار یہ سلطنت اُس سے چھن جائیگی۔ کب وہ اپنی سیاست و سطوت سے خون کی ندی بہا سکے گا کہ جس سے سلطنت کو بقا ہوتی ہے۔ لیکن جو بزرگ عاقل تھے اُنھوں نے سلطان کی زبان سے یہ انصاف کے کلمے سُنے اور محافظت آداب دیکھے تو اُسکے نیک خواہ اور مخلص ہوگئے اور وہ تحسین و آفریں کرنے لگے

سلطان جلال الدین اُسی دن پُرانی دہلی سے نئی دہلی میں آیا اور ایک اپنی بیٹی کا بیاہ اپنے بھتیجے علاء الدین سے اور دوسری بیٹی کا نکاح دوسرے بھتیجے الماس بیگ الغ خاں سے بہت دھوم دھام اور جشن شاہانہ کے ساتھ کیا۔ علاء الدین کی بیوی حُسن و جمال و کمال رکھتی تھی۔

ملک چھجّو کی بغاوت

سلطان جلال الدین کا اول سنہ جلوس کیلوکھڑی کی دار السلطنت بنانے اور اپنے اعوان و انصار و ملوک کے اقطاع اور حشم دینے میں صرف ہوا۔ اب دوسرے سال جلوس کا حال یہ ہے کہ ملک چھجو جو سلطان بلبن کا سگا بھتیجا تھا اور سلطان نے اُسکو کڑہ مانک پور اقطاع میں دیا تھا اُسنے چتر شاہی سر پر رکھا اور خطبہ اپنے نام کا پڑھوایا اور سلطان مغیث الدین اپنا لقب رکھا۔ امیر علی جامدار مولی زادہ سلطان بلبن جو اقطاع اودھ رکھتا تھا اُسکا یار و مددگار رہا اور امراء بلبنی بھی جو اس نواح میں جاگیردار اور زمیندار تھے اور ہندو راجہ اُسکے ساتھ ملگئے اور بہت پیادہ و سوار اس پاس جمع ہوگئے اور وہ اس لاؤ لشکر کیساتھ دہلی کی طرف اپنے چچا کے ملک لینے کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ اور اُسکو یہ زعم تھا کہ شہر کی خلق اُسکے ساتھ ہوگی۔ بہت سے دلی کے اور اُسکے نواح کے رہنے والے جو خاندان بلبنی کے پرورش یافتہ تھے

اُس کے آنے کی خبر سنکر دل میں اُسکے طرفدار ہوگئے اُنکے نزدیک سلطنت کا مستحق یہی بلبن کا سگا بھتیجا
ملک چھجو کشلیخاں تھا۔ اُسکے آگے خلجیوں کا کوئی استحقاق سلطنت نہ تھا۔ کسی وقت میں کوئی خلجی
بادشاہ نہ ہوا تھا وہ جلال الدین غاصب سلطنت جانتے تھے۔ سلطان جلال الدین بھی اپنے مختصر
لشکر کے ساتھ ملک چھجو کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ بداؤں کی حدود میں آیا تو اپنے منجھلے بیٹے
ارکلی خاں کو جو پہلوان اور صفدر تھا آگے بھیجا اور اپنے بڑے بیٹے خانخاناں کو اپنا نائب دہلی
میں مقرر کرکے روانہ کیا۔ ارکلی خاں کا لشکر سلطان جلال الدین کے لشکر سے دس بارہ کوس آگے
جاتا تھا۔ سلطان جلال الدین نے بداؤں میں آب کالا نُب گنگ سے عبور کیا اور اس طرف سے
ملک چھجو کا بھی لشکر بڑھا۔ اس لشکر میں ہندوستان کے پایک و راوت بہت جمع ہوگئے تھے اور انمیں
سے بعض مشہور اور نامور راوتوں نے ملک چھجو کے آگے پان کا بیڑا اُٹھاکے دعویٰ کیا تھا کہ اُس کو
سلطان جلال الدین کے تاج پر مارینگے۔ مگر جب لشکر مقابل ہوئے اور سلطان کا لشکر اس لشکر پر
تیراندازی کرتا تھا۔ تو یہ سست مزاج مچھلی اور بھاٹ کے کھابولے شور و شغب کرتے تھے اور لشکر
سلطانی کے شیر و شیر افگن تلواریں سونت کر حملہ کرتے تھے اور اُن کا گلا کاٹتے تھے۔ آخر کو ملک چھجو
کے لشکر کو شکست فاحش ہوئی۔ اور اُنکی جمعیت پریشان ہوئی اور ملک چھجو بھاگ کر موضع مواہی
میں چھپا۔ چند روز بعد یہاں کے مقدم نے اُسے گرفتار کرکے سلطان جلال الدین پاس بھیجا۔
ارکلیخاں نے ملک چھجو اور اُسکے امرا کو جو فساد کے خمیر مایہ تھے پکڑ کر سلطان پاس بھیجدیا۔ سلطان بھی
یہاں آگیا تھا۔ تاریخ فیروزشاہی میں یہ لکھا ہی کہ حضرت امیر خسرو جو سلطان کے بڑے مقرب تھے
اُنھوں نے تاریخ کے مصنف سے یہ حال اپنا دیکھا ہوا بیان کیا ہو کہ سلطان جلال الدین کا دربار عام
تھا ایک مونڈھے پر وہ بیٹھا ہوا تھا اور سلطان کے سامنے میں کھڑا تھا کہ اُسکے سامنے یہ باغی ملک اور امرا
بلبنی آئے جنمیں ملک امیر علی خاصہ جامدار و ملک الغجی پسر ملک حاجی و ملک تاجو رد و ملک اہمن اور اور امرا
بزرگ تھے اُنکی حالت ایسی مصیبت ناک تھی گردنوں میں دوشاخے پڑے ہوئے۔ ہاتھ پس پشت بندھے
ہوئے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے سامنے گرد و خاک میں [illegible]
ان قیدیوں کی ایسی حالت میں لشکر کے اندر [illegible] سلطان [illegible]
پڑی تو وہ حال سے آنکھوں کو ڈھانک کر [illegible]

معارف کو اونٹوں سے اُتارو اور گردن سے شاخیں نکالو اور ہاتھ کھولو اور جو ان اسیروں میں سلطان بلبن کے عہد میں معزز تھے اُن کو قیدیوں میں سے نکال کر جدا کر دو اور اُن کو خالی خیمے میں لے جاؤ۔ حسب الحکم بادشاہ کے طشت داروں اور جامہ داروں نے اُنکا منہ ہاتھ دُھلایا۔ نفیس کپڑے پہنائے عطر لگائے۔ بارگاہ خاص میں لائے۔ مجلس شراب آراستہ ہوئی۔ چند قیدی ملوک کو سلطان نے اس مجلس میں طلب کیا اور اُن کے ساتھ ہم پیالہ وہم نوالہ ہوا۔ سلطان جتنی باتیں لطف و کرم کی اُن سے زیادہ کرتا اُتنے ہی وہ شرم و خجالت کے مارے سرنگوں ہوتے جاتے۔

بدی را بدی سہل باشد جزا　　اگر مردی احسن الیٰ من اسا

سلطان نے ان کی تسلی اور تسکین کے لئے کہا کہ تم نے نمک حرامی نہیں کی میں تمہارا بادشاہ نہ تھا میں کیوں کہوں کہ تم نے میرے ساتھ نمک حرامی کی بلکہ تم نے اپنے ولی نعمت کی دولت خواہی کی ہے کہ سلطان غیاث الدین بلبن کے خاندان کے لئے سلطنت حاصل کرنے کے واسطے تلوار چلائی۔ مگر خدا کی مرضی یوں تھی کہ اس خاندان سے سلطنت زائل ہو جائے اور مجھے اس بڑھاپے میں ملجائے اور تمہاری کوشش برباد جائے۔ ملک چھجو جب اس پاس آیا تو اسکو محفہ میں بٹھا کے ملتان بھیج دیا۔ اور لکھ بھیجا کہ وہ ایک عمدہ مکان میں رہے اور اُسکے عیش و طرب و راحت کا سامان ہمیشہ مہیا رہے۔ ان واجب القتل قیدی امیروں پر سلطان کا یہ نوازش و شفقت کرنا امرائے خلجی کو خوش نہ آیا۔ وہ آپس میں کہنے لگے کہ سلطان کو بادشاہی کرنی نہیں آتی اور جن باغیوں کی گردن اُڑانی چاہیئے تھی اُنپر یہ عنایت اور اُس عنایت پر یہ ضیافت کا اضافہ کہ لاحول ولاقوت۔ اگر دشمنوں کو ہم پر فتح نصیب ہوتی تو وہ ہم خلجیوں کا نام تک باقی نہ رکھتے۔ ملک احمد چپ کہ سلطان کا قریب کا رشتہ دار اور بڑا اصحاب رائے اور نائب امیر حاجب تھا اُس روز سلطان سے کہنے لگا کہ اگر آپ کو جہانداری چاہیئے تو جہانداری کی رسوم کا اتباع چاہیئے۔ اور اگر یہ نہیں ہے تو آپ کو اپنے ملکی ہی پر کہ جسمیں سالہا گذرے ہیں قناعت کرنی چاہیئے آپنے ان واجب القتل اسیروں پر یہ مہربانی کی۔ ملک چھجو کو جس نے اپنے تئیں سلطان بنایا اور خطبہ پڑھوایا اور سکہ چلایا اسطرح ملتان بھیجا۔ اب آپکی کونسی سیاست باقی رہی کہ جس کے خوف سے اور آدمیوں کو سرکشی اور فتنہ پردازی کا حوصلہ نہ بڑھے کیسے ہو سکتا ہے کہ اور سرکشی نکریں۔

سلطان غیاث الدین کو آپنے نہیں دیکھا کہ وہ باغیوں کی کیسی سیاست کرتا تھا سلطان جلال الدین نے جواب

نے احمد چپ کو یہ جواب دیا کہ تو مجھے کیا باغیوں کی سیاست بتاتا ہے۔ میں نے کہیں تجھ سے زیادہ ان سیاستوں کو دیکھا ہے مگر میں کیا کروں میں مسلمانی میں بوڑھا ہوا ہوں۔ مجھے کسی مسلمان کے خون کرنے کی عادت نہیں ہے میں نے ساری عمر میں ایک مسلمان کا خون نہیں کیا۔ اب ستر برس سے زیادہ عمر ہونے کو آئی کیوں کسی مسلمان کے خون میں اپنے ہاتھ کو سان کر اپنی گردن پر عذاب لوں اور احکام شریعت سے سرتابی کروں۔ قیامت کے دن خدا کو جواب دینا ہے۔ اگر ہم دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوتے اور وہ ہم کو مارتے تو مسلمانوں کا خون اُنکی گردن پر ہوتا وہ اس عذاب کے سبب سے دوزخ میں پڑتے۔ میں نے جو اُنکی اس بغاوت پر جان لینے کا قصد نہیں کیا۔ میں جانتا ہوں کہ وہ مسلمان ہیں میرے اس احسان کے ممنون ہونگے۔ اور خدا اور خلقِ خدا سے شرما کے پھر ملک لینے کا قصد نہیں کرینگے۔ ای احمد چپ تو اپنے گریبان میں منہ ڈال اور سوچ یہ کل کی بات ہے کہ میں اور میرا بھائی شہاب الدین سلطان بلبن کے چاکر تھے اُسکے احسان اور حق ہماری گردن پر بہت سے ہیں یہ کیا انصاف ہے کہ میں اُسکا ملک بھی لوں اور اُسکے اعوان اور انصار و امرا اور عزیز و اقربا کو بھی سیاست کروں تو تو ابھی نوجوان ہی تو نے کیا دیکھا ہے تیرے باپ نے جو مجھ سے قرابت قریبہ رکھتا تھا دیکھا تھا کہ جن ملوک اور امرا کی گردن میں سے میں نے دو شاخے اتروا کر اپنا مہمان بنایا ہے سلطان بلبن کے عہد میں ایسے با جاہ و حشم تھے کہ ہم دونوں بھائیوں کو آرزو رہتی تھی کہ امیر علی چاہدار ہمارے سلام کے جواب میں علیک کہے۔ بعض انھیں ہمارے دوست تھے جنکے ہاں ہم مہمان ہوتے تھے اور وہ ہمارے ہاں اب خدا تعالیٰ نے ہمکو اس بلند مرتبہ پر پہنچایا اور اُنکو بند و زنجیر میں پھنسایا تو کیا میں سابق کی صحبتوں اور مجلسوں کو یاد نہ کروں اور ان پر جبر و قہر کروں۔ مجھ سے تو یہ کبھی بے شرمی و ناخدا ترسی ہوگی نہیں کہ جبر و قہر کروں سب بیٹوں میں سے اور تم برادر زادوں میں سے کسی کو آرزو بادشاہی اور تمنا قہاری و جباری کی ہو تو میں بادشاہی کو ترک کرتا ہوں وہ قبول کرلے اور ناحق خونریزی کرے میں مغلوں سے شیر خاں کی طرح جہاد کرنے ملتان جاتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کے ملک میں نہ آسکیں۔ مجھے بادشاہی چھوڑنا آسان ہے مگر خدا کے غضب اُٹھانے کی طاقت نہیں۔ اسی طرح کی اور صوفیانہ اور درویشانہ باتیں کہیں۔ جب ملک چھجو کا جھگڑا فیصل ہو چکا تو سلطان بداؤں سے ہوکر دلی میں آیا۔ اور علاء الدین خلجی کو ولایت کڑہ سپرد کی۔ تربیت سپاہ اور رعایا و آبادانی ولایت میں مصروف ہوا۔

انتظام ملکی میں خلل وبغاوتیں

حکما کا قول ہے کہ بادشاہی کے دو رکن ہیں ایک مہر دوسرا قہر جب ان میں سے ایک میں خلل پڑتا ہے تو سلطنت زوال آتا ہی۔ بیت

تحمل دلکش است اما نہ چنداں
شکیبائی خوش است اما نہ چنداں

جب سلطان نے قہر سے کہ لازمہ بادشاہی ہے بالکل ہاتھ کھینچ لیا اور حلم اور بے آزاری کی صفت کو کمال پر پہنچایا تو اس کم آزادی کی خبر چاروں طرف پھیلی۔ سارے ملک میں چوروں اور رہزنوں نے سر اٹھایا اور فتنہ و فساد مچایا۔ جب اُسکے سامنے رہزن اور چور پکڑے آتے تو اُنسے قول و قسم لیکر چھوڑ دیتا ایک دفعہ شہر میں ایک شخص نے ہزار ٹھگ گرفتار کیے سلطان نے اُن میں سے ایک کو بھی مارنے کا حکم نہیں دیا بلکہ یہ حکم دیا کہ کشتیوں میں سوار کر کے لکھنوتی میں چھوڑ دو اور کہدو کہ وہ ہمارے ملک میں پھر نہ آئیں۔ ایسی رحمدلیوں سے کہ بادشاہ ایک چیونٹی کے آزار دینے کا روادار نہ تھا جہانداری کا کام کیسے چل سکتا تھا۔ ملوک و وزرائے اکابر و معتمد سلطانی کفران نعمت کر کے کہتے تھے کہ سلطان بادشاہی کے لایق نہیں۔ اس میں سطوت و قہر شاہی نہیں ہے اُسکی ساری عمر ملکی اور رحمت میں گذری ہے مغلوں سے جہاد کرنا خوب جانتا ہے اور اُنکی صف شکنی میں شجاعت دکھاتا ہے مگر ملک رانی اور جہانبانی نہیں جانتا۔ عاقل و دانا یہ کہتے تھے کہ سلطان میں وہ دو صفتیں نہیں ہیں جنکے بغیر سلطنت نہیں ہوسکتی اول صفت خرچ فاخرہ اور عطاء وافر۔ دوم قہر و سطوت سیاست۔ انعام بادشاہانہ دینے وہ نہیں جانتا تھا کارخانوں کے خرچ سے تنگ ہوتا اور ہاتھیوں کے دانہ چارہ دینے کے لیے کہتا تھا کہ یہ ہاتھی کس کام کے ہیں۔ وہ مرد کیا ہے جو ہاتھیوں کی قوت کے بھروسے لڑائی لڑے سیاست کا حال یہ تھا کہ وہ ٹھگوں تک تو سزا نہ دیتا تھا۔ جو ناحق شناس ورندہ اوباش تھے وہ مجالس و محافل میں سلطان پر زبان طعن دراز کرتے تھے اور مجلس شراب میں سلطان کے مارنے کی مشورت کرتے اور جو کچھ زبان پر آتا بادشاہ کو سناتے۔ جب سلطان کے کان میں یہ خبریں پہنچیں تو وہ کہتا کہ بدمستی کی حالت میں آدمی ایسا بہت جھک مارا کرتے ہیں اور بیہودہ بکا کرتے ہیں وہ مواخذہ کے لایق نہیں ہوتے لیکن بادشاہ کے حکم کے سبب سے اب اس حد پہ نوبت پہنچی کہ مقربان سلطانی نے اپنی کافر نعمتی سے

یہ قرار دیا کہ سلطان اگرچہ شجاع وصف شکن ہی مگر فی الحال بوڑھا ہو گیا ہی۔ سوا بذلہ سنجی اور شعر کہنے اور سننے کے اور شطرنج اور چوسر کھیلنے کے کوئی اور کام نہیں ہوتا مناسب یوں ہی کہ سب متفق ہو کر سلطان کا کام تمام کریں۔ ملک تاج الدین کوچی سب میں زیادہ بزرگ تھا اُس نے اپنے گھر میں مجلس کی اور امرا کو اُس میں مہمان بلایا جب یہ مہمان شراب پی پی کر بدمست ہوئے تو ملک تاج کو کہنے لگے کہ بادشاہی کے لائق تو ہے سلطان نہیں ہی۔ بعض مستوں نے کہا کہ خلجی بادشاہی کے لایق نہیں ہیں اور اگر کوئی ہے تو احمد چپ ہی نہ سلطان جلال الدین اور اسی طرح کی لغو اور بیہودہ باتیں کیں اور کل امرا نے جو مجلس میں حاضر تھے ملک تاج الدین کی بادشاہی پر بیعت کی۔ ایک نے کہا کہ میں ابھی سلطان کو اپنے نیم شکار سے شکار کرتا ہوں دوسرے نے تلوار ہاتھ میں لیکر کہا کہ میں ابھی سلطان کا سر تلوار سے کھیرے کی طرح دو ٹکڑے کرتا ہوں۔ غرض اُس روز مجلس میں بیہودہ گوئی اپنی حد سے گذر گئی۔ اس مجلس میں سے ایک شخص اُٹھ کر بے تامل سلطان کی خدمت میں پہونچا اور صورت حال کو بالتفصیل سلطان سے عرض کیا اگرچہ سلطان اب بھی اس دشنام دہی اور ہرزہ گوئی سے رنجیدہ ہوا۔ مگر اہل مجلس کے ارادہ سے وہ لال پیلا ہوا اور اُسیوقت سب اہل مجلس کو پکڑوا بلوایا جب یہ امیرزادے سامنے آئے تو میان سے اپنی تلوار نکال کر اُنکے سامنے ڈال دی اور کہا آؤ دیکھوں کہ تم میں کونسا ایسا جوانمرد ہے جو مجھے قتل کرتا ہے میں نہتا بیٹھا ہوں۔ بادشاہ کا چہرہ غصے میں لال تھا یہ امیر کافر نعمت اُسکے سر جھکائے کھڑے تھے۔ مُنہ سے بات نہیں نکلتی تھی جب بادشاہ کا غصہ فرو ہوا تو ملک نصرت صباح دوات دار کہ نہایت ظریف تھا اور اُسی نے بادشاہ کو سب سے زیادہ گالیاں دی تھیں۔ سلطان کو جواب دیا کہ خداوند عالم جانتے ہیں کہ بدمست مستی میں جھک مارا ہی کرتے ہیں۔ اگر ہم حضور کو ماریں تو ایسا بادشاہ کہاں سے لائینگے جو ہماری پرورش اس طرح کرے جیسے کہ باپ بیٹے کی پرورش کرتا ہے اور اگر ہم بدمستوں اور یاوہ گویوں کو مستی کے جرم میں حضور قتل کر ڈالیں تو ایسے مخلص ملک اور ملک زادے حضور کو پھر کہاں سے میسر ہوں۔ اس جواب پر بادشاہ کا غصہ دُور ہو گیا اور وہ مُسکرانے لگا اور ملک نصرت کو ایک پیالہ شراب کا دیا۔ اور ان امرا بدگو بد اندیش کا قصور معاف کر کے سب کو اپنے اقطاع پر جانے کا حکم دیا کہ وہاں ایک سال تک رہیں اور شہر میں نہ آئیں۔ سلطان جلال الدین ان بدگو بد اندیشوں کو کہا کرتا تھا کہ جب تم مجلس شراب میں ہوتے ہو تو جو کچھ زبان پر آتا ہے بکتے ہو اور نشہ میں یہ نہیں جانتے

ہو کہ ہم کیا کہتے ہیں اور ذرا خوف نہیں کرتے ہو جو کچھ مجھے کہتے ہو اگر کسی اور بادشاہ کو کہتے تو اُس نے ابتک تمہارا سر بھٹا سا اُڑا دیا ہوتا۔ میں مسلمان ہوں جبر و قہر میرے مزاج میں نہیں ہے کہ کسی کو ماروں مگر میں نامردوں سے بھی نہیں ڈرتا ہوں کہ تم شکار کو مار سکتے نہیں۔ تم سے سوا لونڈی اور رنڈی و رات دن شراب پینے اور شاہد بازی اور جُوا کھیلنے اور بے سر دیا کام کرنے اور بکنے کے کچھ اور نہیں ہوسکتا۔ تمہارا یہ دل اور زہرہ کہاں ہے کہ میرے ساتھ تلوار لیکر کھڑے ہو اگر میں تلوار ہاتھ میں لوں تو دو سو آدمیوں کے سر اُڑا دوں اور میدان جنگ میں تنہا کھڑا لڑا کروں تم خالی باتیں بناتے ہو کہ تلوار سے ہم سلطان کا یہ حال کریں۔ تم سب ہتیار باندھ کر میرے سامنے کھڑے ہو تو دیکھوں کہ میں تمہارا کیا حال کرتا ہوں اور تم میرا کیا حال کرتے ہو۔ تم بادشاہی جانتے ہو اور مجھے کہتے ہو کہ بادشاہی کرنی نہیں جانتا۔ اگر بادشاہی کشتن و بستن و برانداختن کا نام ہے تو وہ مجھ سے نہیں ہوسکتی اور نہ میں اُسکو کبھی کروں گا۔ میں ہر روز ایک سپارہ قرآن کا پڑھتا ہوں پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہوں میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ زبان سے کہتا ہوں بھلا میں اپنے پیغمبر کی شریعت کے خلاف کوئی نامعقول کام کرسکتا ہوں۔ میرے پیغمبر کی شریعت میں سوائے ان آدمیوں کا مارنا جائز نہیں قاتل کا۔ مرتد کا۔ اور اُس کا جو جورو کے ہوتے دوسرے کی جورو سے زنا کرے میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے نہیں ڈرتے اور میری نسبت پریشان کلمات کہنے سے باز نہیں آتے مگر میرے منجھلے بیٹے ارکلی خاں سے تو ڈرو اگر وہ سُن لیگا کہ تم مجھکو ایسی باتیں کہتے ہو تو وہ تم کو جیتا نہ چھوڑے گا گو میں ہزار منع کروں مگر وہ تمھیں سو طرح سے سزا دے گا۔ میرا حال یہ ہے

زخلق ارچہ آزار بینم بسے ‌‌ نخواہم کہ آزردہ گردد کسے

سلطان جلال الدین کی اور خلاق کی باتیں اور حکایتیں

سلطان جلال الدین میں مکارم اخلاق کی عادت نہایت پسندیدہ تھی۔ اپنے ملوک اور امراء اور کارداروں اور برآوردوں کو کبھی بُرا نہ کہتا اور نہ اُنکے ساتھ بدی کرتا۔ وہ کیسے ہی جرم کرتے نہ اُن کو کبھی پٹواتا نہ قید میں ڈالتا نہ زنجیروں میں پھنساتا۔ وہ اُن پر گرم ہو اچلنے کا روادار نہ تھا ماں باپ کی طرح اُن پر مہربانی کرتا عزیز فرزندوں کی طرح پالتا۔ اگر اپنے اعوان و انصار و متفرقین سے

ناراض ہوتا تو اپنے تند مزاج منجھلے بیٹے کا خوف دلاتا اپنے عہد ملکی اور عصر بادشاہی میں کسی اپنے برآوردہ سے نہ مصادرہ لیا نہ اُس اقطاع کو ضبط کیا نہ کبھی عہدہ سے معزول کیا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ مجھے اس سے شرم آتی ہے کہ میں آج کسی کو جاگیر دوں کل اُس سے چھینوں اور کسی کو عہدہ پر مقرر کروں پھر اُسے معزول کروں اگر میں اپنے متعلقین کے ساتھ بدی کروں تو کوئی اور مجھ پر کیا اعتبار کرے گا۔ مگر ملوک و امراء کارداروں نے سلطان کے اس اخلاق کی قدر نہ کی اور اسکے حق نعمت کو نہ پہچانا اور اس کا شکریہ نہ ادا کیا بلکہ اُس کو بُرا کہتے رہے اُسکا معاوضہ یہ ملا کہ اُس کے بعد اُن کو سلطان علاء الدین سے پالا پڑا جو نہایت درشت مزاج تھا اور جس نے اُن میں سے ایک کو جیتا نہ چھوڑا۔

سلطان جلال الدین کے اخلاق کی حکایت یہ سب سے زیادہ مشہور ہے کہ جب وہ شاہ بلبن کا میر جاندار تھا اور کیتھل اُسکے اقطاع میں تھی اور سمانہ میں نیابت کا کام کرتا تھا۔ مولانا سراج الدین سادجی مشہور شاعر تھا اور ایک گاؤں وجہ معاش سمانہ میں رکھتا تھا۔ جلال الدین نے جیسے اور وظیفہ داروں سے خراج لیتا تھا مولانا سے بھی خراج طلب کیا۔ مولانا نے ملول ہوکر ایک مثنوی سلطان کی تعریف میں لکھی اور اُس میں عمال کی شکایت کی۔ سلطان کثرت مشاغل کے سبب سے بظاہر اس مثنوی پر متوجہ نہ ہوا۔ اور کارکنوں کو اُسے ایذا دینے سے منع نہیں کیا۔ پھر مولانا نے جلال الدین کی ہجو میں ایک مثنوی کہی اور اُس کا نام خلجی نامہ رکھا۔ اور وہ اُس پاس بھیجو مولانا نے اس خوف سے کہ وہ کہیں انسے انتقام نہ لے سمانہ کا رہنا چھوڑا اور دوسری جگہ توطن اختیار کیا۔ اور انھیں دنوں میں کیتھل کے منڈاہروں کے دیہات جلال الدین لوٹتا تھا کہ ایک منڈاہر نے سامنے آکر اُسکے مُنہ پر تلوار ماری جسکے زخم کا نشان اُسکے چہرہ پر آخر عمر تک رہا جب جلال الدین بادشاہ ہوگیا اور ایک سال اُس پر گذر گیا تو مولانا سراج الدین سادجی اور منڈاہر کیتھل اپنے تمام داد وستد کے معاملے چکا کر اپنی جانوں سے ہاتھ دھوکر اپنے تئیں قتل کرانے کے لئے گلے میں رسّیاں ڈالے ہوئے دربار میں آئے سلطان کو اسکی خبر ہوئی دونوں کو اپنے سامنے بلایا۔ اول مولانا سراج الدین کو کھڑے ہوکر گلے لگایا اور جامۂ انعام دیا اور اپنے ندیموں میں داخل کیا اور وہی گاؤں اسکو بوجہ انعام دیا اور اُسپر ایک گانؤں اور اضافہ کیا اور منڈاہر مجرم کو طلب کیا اور جامہ و اسپ عنایت کیا اور حاضرین مجلس سے کہا

کہ اپنی عمر میں کیا۔ لڑا ہے نہیں کیا غارت گریوں تمہیں ہیں نے تلوار چلائی ہے کوئی اس منڈا ہر جیسا مرد نہیں دیکھا ایک لاکھ جیتیل اُسکا وظیفہ مقرر کیا اور ملک خورم کا وکیل در مقرر کیا۔ اس ماجرے کو سنکر اکابر و معارف دہلی نے سلطان کو دعا دی اور یہ عفو کی حکایت یادگار روزگار ہی جو تاریخ میں لکھی جاتی ہی۔

ایک اور حکایت اُسکی راست بازی کی یہ مشہور ہی کہ ایام بادشاہی میں اُس کو یہ خیال آیا کہ میں نے مغلوں سے برسوں جہاد کیا ہی اگر جمعہ کو خطبہ میں میرا نام المجاہد فی سبیل اللہ پڑھا جایا کرے تو مناسب و برمحل ہی۔ سلطان نے اپنی بیوی ملکہ جہاں سے کہا کہ جب قاضی و صدور شہر کسی کار خیر کی تہنیت کی تقریب میں حرم میں آئیں تو تُو اُنسے کہنا کہ وہ مجھ سے درخواست کریں کہ خطبہ میں میرا نام المجاہد فی سبیل اللہ پڑھا جائے یہ اتفاق کی بات ہی کہ انھیں دنوں میں سلطان معز الدین کی دختر سے قدر خاں کا نکاح ہوا اُسکی مبارکباد دینے کے لئے حرم سرا میں تمام قضات و صدور آئے۔ ملکہ جہاں نے یہ پیغام اُن پاس بھیجا کہ سلطان سے التماس کرو کہ اسکا نام خطبہ میں المجاہد فی سبیل اللہ پڑھا جائے۔ اُنھوں نے ملکہ جہاں کے پیغام کو پسند کیا اور کہا کہ بادشاہ مدتوں تک مغلوں سے لڑا ہی وہ سب طرح سے اس خطاب کا مستحق ہی۔ جب یہ سب بادشاہ کو مبارکباد دینے آئے تو سرآمد علما قاضی فخر الدین نے عرض کیا کہ صدور و قضات و جمیع علما کی سلطان سے یہ التماس ہی کہ اس سبب سے کہ کفار مغل کے ساتھ سلطان نے بار بار جہاد کیا ہی آپکے نام نامی کے ساتھ المجاہد فی سبیل اللہ کا لقب منبروں پر پڑھا جائے۔ سلطان اس درخواست کو سنکر رونے لگا اور بولا کہ اے قاضی فخر الدین یہ بات ملکہ جہاں نے اس سبب سے تم سے کہی ہی کہ میں نے اُسکو یہ پیغام دیا تھا۔ لیکن یہ پیغام دیکر میں پشیمان ہوا۔ اور اپنے دل میں سوچا کہ مغلوں کے ساتھ میرا لڑنا محض خدا عز و جل کیلئے اور شہادت کی طمع کے واسطے اور اعلام دین اسلام کے بلند کرنے کیلئے نہ تھا۔ بلکہ ہمیشہ اُس سے غرض یہ تھی کہ میری نام آوری اور بلند آوازگی ہو اور آقا غیاث الدین بلبن کی نظر میں میرا اعتبار زیادہ ہو۔ ہر چند سلطان کے اس دغدغہ کے دُور کرنے کے لئے وجوہ و تاویلات علما نے بیان کیں مگر کسی وجہ کو اس نے قبول نہیں کیا۔

سلطان کی ہنر پروری و ہنر شناسی

جلال الدین بڑا ہنر پرور و ہنر شناس بادشاہ تھا۔ طبیعت موزوں رکھتا تھا غزلیں کہتا تھا

اسکی ہنر شناسی پر اس سے زیادہ کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ حضرت امیر خسرو کہ شعرائے اولین و آخرین کے سر دفتر تھے اس عہد میں کہ وہ خود عرض ممالک تھا۔ سلطان نے اُنکو اپنا ندیم جلیس بنا رکھا تھا۔ بارہ سو تنکہ جو اُنکے باپ کی تنخواہ تھی وہ اُن کو بھی دیتا تھا۔ اسپ و جامہ و انعام خاصہ عنایت کرتا تھا جب بادشاہ ہوگیا تو امیر خسرو کو اپنا مقرب بنایا مصحف داری کا عہدہ دیا اور جو ملوک کبار کا جامہ تھا وہ مرحمت کیا دوسرا صاحب کمال ملک سعد الدین منطقی تھا اُسکو قلندری جامہ سے نکال کر امیر کبیر بنا دیا تھا۔ حُسن خلق و صاف دلی کی بات تھی کہ وہ اپنی مجالس شراب میں اہل مجلس سے مصاحبانہ بے تکلف اختلاط کرتا اور نسبت مساوات مرعی رکھتا اور اسکی مجلس شراب کے حریف ملک تاج الدین کوچی و ملک فخر الدین کوچی و ملک اعز الدین غوری و ملک قرابیگ نعیق مقتول و ملک نصرت صباح و ملک احمد حبیب و ملک کمال الدین ابو المعانی و ملک نصیر الدین کہرامی و ملک سعد الدین منطقی تھے کہ انمیں سے ہر ایک لطف طبع حسن اختلاط و شجاعت و مردانگی میں اپنے زمانہ میں عدیل و نظیر نہیں رکھتا تھا۔ تاج الدین عراقی و امیر خسرو و خواجہ حسن و جاجرمی و موئد دیوانہ و امیر ارسلان کلامی و اختیار الدین باغ و تاج خطیب سلک ندما میں منتظم تھے اور ہر ایک علم اشعار و تاریخ دانی میں ممتاز تھا۔ شاہ کی مجلس ہمیشہ غزل سرایان جاں نواز مثل امیر خاں و حمید راجہ و ساقیان دلربا مثل پسران ہیبت خاں و نظام خریطہ و مطربان بے بدل مثل محمد سہ چنگی و فتوحات و نصیر جان سے ہر روز آراستہ ہوتی تھی حضرت امیر خسرو ہر روز مجلس میں تازہ غزلیں کہہ کر لاتے اور انعام سے بہرہ مند ہوتے۔ سلطان بے تکلف شطرنج و گنجفہ اہل مجلس سے کھیلتا تھا۔

سید مولہ کا قتل

اس بادشاہ کے عہد میں سید مولہ کے قتل کا ایک عجیب و غریب واقعہ ہے وہ سلطان جلال الدین کے رحم و رافت کے بھی خلاف ہے۔ اس سے اہل ایشیا کا بھولا پن بھی ایسے زمانہ میں کہ مسلمان توہمات باطلہ میں مبتلا نہیں ہوئے تھے ظاہر ہوتا ہے۔ سید مولہ ایک فقیر جہاندیدہ و گرم و سرد روزگار چشیدہ جرجان سے مغرب کیطرف گیا اور اہل دل کی صحبت میں مدتوں رہا اور اُنکا منظور نظر ہوا پھر جرجان میں آیا اور یہاں کچھ دنوں ٹھہر کر شیخ فرید الدین شکر گنج کی زیارت کے لئے ہندوستان میں آیا اجودھن میں اُنسے ملاقات ہوئی کچھ دنوں اُنکی صحبت سے فیض یاب ہوا۔ بادشاہ غیاث الدین بلبن کے عہد میں اُسکو دہلی کی سیر

کی ہوس ہوئی۔ اور حضرت شیخ سے رخصت لیکر دہلی کو روانہ ہوا۔ جب اُس نے دہلی آنیکا قصد کیا ہے تو ایک روز حضرت شیخ نے اُس سے کہا کہ اب تم دہلی جاتے ہو اور خلق کی آمد و رفت کا دروازہ وہاں کھولنا اور ہر طرف کے مسافروں کے لئے اپنا دستر خوان بچھانا چاہتے ہو۔ اس باب میں تم سے کچھ کہتا نہیں مگر اس میں اپنے لئے صلاح و صواب تم خود دیکھ لو مگر ایک نصیحت کرتا ہوں اُس کو یاد رکھو کہ وہاں امرا و ملوک سے اختلاط نہ کرنا اور انکی آمد و شد میں اپنی ہلاکت جاننا۔ ملوک و امرا کے ساتھ فقرا کا اختلاط کرنا جان کے خطرہ سے خالی نہوتا۔ سید مولہ دہلی میں آنکر متوطن ہوئے۔ عظیم الشان خانقاہ بنائی۔ فقرا اور مسافر و مجاور جتنے خانقاہ میں آتے دونوں وقت سید مولہ کے دستر خوان پر پُر تکلف کھانا کھاتے۔ یہ کھانے کا تکلف اوروں کے ساتھ تھا وہ خود چانول کی روٹی کھاتا۔ ایک چادر اوڑھتا۔ کوئی لونڈی غلام و خدمتگار پاس نہ رکھتا۔ جامع مسجد میں جمعہ کو نماز پڑھنے نہ جاتا لیکن گھر میں تنہا نماز کبھی قضا نہ کرتا۔ اگرچہ جماعت کی نماز کی شرائط کو جو بزرگان دین نے مقرر کیں بجا نہ لاتا لیکن عبادت میں ریاضت بہت کرتا۔ اور کسی ہوائے نفسانی کے پاس نہ جاتا۔ کسی آدمی سے کچھ نہ لیتا۔ نہ کوئی اور آمدنی کا صیغہ بظاہر رکھتا۔ مگر خرچ اسقدر رکھتا کہ آدمی حیرت زدہ ہو کر کہتے تھے کہ وہ کیمیا بناتا ہے یا سنگ پارس رکھتا ہے۔ اُسکے دستر خوان پر وہ دو وقتہ طرح طرح کے کھانے چنے جاتے تھے۔ کہ بادشاہوں کو بھی میسر نہ ہوتے۔ ہزار ہندوستانی من میدہ اور پانچ سو من گوشت دو تین سو من شکر تری و سو دو سو من نبات اور کئی من گھی اُسکے ہاں مطبخ میں پکتا اور خانقاہ میں خرچ ہو جاتا۔ اُسکا قاعدہ یہ تھا کہ وہ جب کسی شخص کو کوئی چیز عطا کرتا یا کوئی چیز مول لیتا تو وہ دونوں سے یہ کہتا کہ اُس پتھر یا اینٹ یا بوریہ کے نیچے جاؤ اور اتنا روپیہ اشرفی لیلو۔ جب لینے والے اُس کو اُٹھاتے تو اُتنے ہی روپے اشرفی جتنے وہ کہتا وہاں پاتے اور یہ اُنکو معلوم ہوتا کہ وہ ابھی ٹکسال سے ڈھلے ہوئے تازہ بتازہ نو بہ نو آئے ہیں۔ سلطان بلبن کے عہد میں ملک کا انتظام تھا اس میں تو انکا دربار اور خرچ لبیار اس حد کو نہیں پہونچا جو سلطان کے قیاد کے عہد میں ہوا۔ اس بادشاہ کا عہد بیں الاہمند تھا۔ سید مولہ خاطر خواہ خرچ کرنے لگا۔ اور اُسکے پاس آمد و شد ہونے لگی پھر عہد جلالی آیا تو اور بھی امرا کی آمد و رفت اس پاس زیادہ ہوئی سلطان جلال الدین کا بڑا بیٹا خانخاناں اُسکا معتقد ہوا اور وہ اخلاص پیدا کیا کہ سید نے اُس کو اپنا مُنہ بولا بیٹا بنایا۔ سوائے

(۱۹۹۵ء)

اسکے ملک الامرا ملک فخر الدین کوتوال جسکا بارہا ذکر کیا گیا ہے اس عہد میں مرگیا تھا۔ اور بارہ ہزار
آدمی جو ہر روز ہزار قرآن کا ختم اُسکے ہاں پڑھا کرتے تھے۔ اور کئی ہزار سپاہی کہ اُسکے نوکر تھے سب
بیکار اور پریشان حال ہوگئے تھے۔ اور اورامرا بلبن جو پہلے لکھ پتی تھے اب روٹیوں کو محتاج تھے وہ
سب سید مولہ کی خانقاہ میں پڑے رہتے تھے اور عیش و عشرت سے گذرانتے تھے۔ لوگ اس دربارداری
کو بتر گا جانتے تھے مگر وہاں اور ہی گُل کھِلا کہ قاضی جلال الدین کاشانی جیسے بڑے قاضی تھے ایسی
بڑے فتنہ انگیز تھے وہ سید مولہ کی خدمت میں پہنچے اور اپنی چرب زبانی سے کہ سحر ثانی تھی سید مولہ
کے دل میں ایسی جگہہ کی کہ وہ اُسکو اپنا سچّا دوست اور خیر خواہ جاننے لگا۔ قاضی صاحب نے اتحاد و
خصوصیت کی نوبت یہانتک پہنچائی کہ تین تین چار چار روز تک خانقاہ میں رہتے اور سید کو سلطنت
ترغیب دیتے اور کہتے کہ قادر علی الاطلاق نے اس قدر قدرت جناب کو محض اسلئے کرامت کی ہے کہ
ظالموں کے ہاتھ سے بادشاہی نکال کر خود اس عہدہ جلیل کے کفیل ہو اور شریعت رسول اللہ کی پیروی
کرکے خلق کو عدل و داد کے عہد میں امن و امان دو۔ اگر اسمیں آپ کاہلی کرینگے تو کل قیامت کے دن
خدا کو کیا مُنہ دکھائینگے۔ ہر بشر کو بشریت لازم ہے یہ سادہ سید اُن کے فریب میں آگیا اور اپنی بادشاہی
کی مقدمات کی تمہید کرنے لگا۔ ہر مرید کو پوشیدہ خطاب دیئے۔ کوتوال برنجتن و ہتیا پائک اُسکے متکفل
ہوئے کہ روز جمعہ کو بوقت سواری سلطان جلال الدین کے پاس فدائیوں کی طرح پہنچکر اُسکا کام
تمام کرینگے اور دس ہزار آدمیوں نے سید سے مخفی بیعت کی تھی کہ وہ اس وقت ظاہر ہوگی کہ سید کو
بادشاہ بنائینگے اور سلطان ناصر الدین کی بیٹی سے اُسکا نکاح پڑھوائیں گے۔ قاضی جلال کو اقطاع
ملتان ملے گی اور بلبنی خان زادوں اور ملک زادوں کو حسب حیثیت اُنکے جاگیریں اور جاہ و منصب
ملیں گے۔ ایک شخص جو اس مشورہ میں شریک تھا وہ اتفاقاً ناراض ہوگیا اور اُس نے سلطان کے
کانوں تک اس فتنہ انگیزی کا کُل حال پہونچا دیا۔ سلطان بھیس بدل کر اُسے دیکھنے گیا تو جو حال
سُنا تھا اُس سے بھی زیادہ پایا تو سلطان نے سید مولہ اور اُسکی بادشاہی کے لئے جو مہتمم تھے سب کو
بُلوایا اُنسے صورت حال کا ہر چند استفسار کیا سبنے بالاتفاق یک زبان ہوکر کانوں پہ ہاتھ دھرے
کہ ہمکو کچھ اسکی خبر نہیں۔ اس زمانہ میں یہ رسم نہ تھی کہ منکر سے لات گھونسے اور لکڑی سے اقرار کرا لیتے
گو خلق پر اور بادشاہ پر اُنکی سازش روشن ہوگئی لیکن ان کا انکار حد سے گذرا اور مدعی اثبات سے

عاجز ہوا تو بادشاہ نے فرمایا کہ بہار پور میں آگ روشن کیجائے کہ جس کے شعلے بہت اونچے اُٹھیں اور ملوک و خانان و علماء مشائخ کو بُلایا اور خود ایک کوشک خاص نصب کرا کے بیٹھا۔ تماشائیوں کا انبوہ ہوگیا۔ اُس نے حکم دیا کہ اس دہکتی آگ میں سید صاحب مع اپنے رفقا کے کود کر نکلیں اگر سچے ہوں گے تو آگ سے نہ جلیں گے اور جھوٹے ہونگے تو جل بھن کر خاک ہونگے یوں جھوٹ سچ معلوم ہوجائیگا جس وقت ان ملزموں نے کلمہ شہادت پڑھکر آگ میں گرنے کا ارادہ کیا تو بادشاہ کو رحم آیا۔ علماء حاضرین سے استفسار کیا ان دین داروں نے کہا کہ اسلام میں درب جائز نہیں۔ آگ کا کام جلانا ہے جھوٹ سچ بتلانا نہیں وہ سوکھی گیلی دونوں کو جلاتی ہے۔ جھوٹے سچے اسکے اندر دونوں برابر ہیں۔ اور جو شخص اُن کی فتنہ پردازی بیان کرتا ہی وہ ایک شخص ہی۔ شرع میں ایک شخص کی گواہی ایسے جرم میں مسموع نہیں۔ اسپر بادشاہ نے درب کو موقوف کیا۔ قاضی جلال کو تو بداؤں کا قاضی بنا کر وہاں بھیجا اور خان زادوں اور ملک زادوں کو اور اطراف میں جلاوطن کیا اور کوتوال برنجتن اور ہتیا پایک کو سیاست کے لئے قتل کرایا اور اپنے کوشک میں آیا اور سید مولہ کو دست نیچے کھڑا کیا اور خود اُس سے مباحثہ شروع کیا۔ اس مجمع میں شیخ ابوبکر طوسی حیدری بھی حیدری درویشوں کی جماعت کو لئے ہوئے موجود تھا بادشاہ نے اُنکی طرف مُنہ کرکے کہا کہ اے درویشو تم دیکھو کہ اس شخص نے مجھ پر کیا ظلم کیا تم ہی انصاف کرو یہ سُنکر بحری ایک بے باک قلندر تھا اور بادشاہ کے احسانوں میں غرق تھا اسلئے اس نے یہ اپنا حق ادا کیا کہ اُسترا لیکر سید مولہ کو زخمی کرنا شروع کیا جس سے اُسکو ایسی اذیت پہنچی کہ وہ چلّا اُٹھا کہ تم مجھے جلد ایک دفعہ مار ڈالو مجھے اپنے مرنے کا غم نہیں بلکہ خوشی ہی مگر یاد رکھو کہ درویشوں کو آزار دینا شوم و نامبارک ہوتا ہی۔ عنقریب تم اسکی مکافات دیکھوگے۔ بادشاہ قتل کے صاف حکم دینے میں متردد تھا کہ اُسکے بیٹے ارکلی خان نے فیلبان کو اشارہ کیا وہ پیل مست کو پیل کر سید پر لیگیا اور اُسکا کام تمام کیا۔ یہ سید مولہ کا خون کیا گرا سلطان جلال الدین ہی لپنے اوج اقبال سے گرا۔ اسی سال یعنی ۶۹۰ھ میں دہلی میں ایسا کال پڑا کہ اناج ایک جیتل سیر بکا۔ سوالک میں بڑی گرانی ہوئی۔ وہاں کے ہندو مع کنبے کے بیس بیس تیس تیس کوس سے آتے اور بھوک کی سختی سے جمنا میں ڈوب ڈوب کر مرجاتے بادشاہ

اور امرا نے حتی الوسع اس مصیبت کے رفع کرنے میں کوشش کی۔ اسی سال میں بادشاہ کا بڑا بیٹا اختیار الدین خانخاناں بیمار ہو کر مر گیا۔ اس شاہزادہ کی پیشانی پر بادشاہی اور زندگی کے آثار نمایاں تھے۔ کہتے ہیں کہ سیدمولہ کے مرنے پر ایک ایسی کالی گھٹا اٹھی کہ دن کی رات ہو گئی۔ عوام الناس کا یہ یقین تھا کہ ایک درویش کے مارے جانے سے تھوڑے عرصہ میں یہ ساری شامتیں آئیں اور منتقم حقیقی نے اسکا خوب انتقام لیا۔ یہ سادہ لوحی کی باتیں ہیں کہ ان سب باتوں کو سیدمولہ کے قتل سے منسوب کریں جو عادات الٰہی سے واقف ہیں وہ کب کسی خون ناحق کے ساتھ ایسی باتوں کو لازمی سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے پہلے سیدمولہ یہ رباعی پڑھا کرتا تھا اور ہنسا کرتا تھا ؎

در مسلخ عشق جز نکو را نکشند ۔ لاغر صفتاں زشت خو را نکشند

گر عاشق صادقی ز کشتن مگریز ۔ مردار بود ہر چہ او را نکشند

سلطان کی لشکر کشی رنتھنبور پر

سیدمولہ کے قتل کے بعد ہی مالوہ میں بڑی بغاوت ہوئی ۶۹۱ھ ۱۲۹۲ء میں سلطان جلال الدین نے رنتھنبور پر لشکر کشی کی۔ ان دنوں میں بڑا بیٹا مر چکا تھا اسلئے منجھلے بیٹے ارکلی خان کو کیلوگڑھی میں اپنی جگہ اپنا نائب مقرر کیا اور خود مالوہ کو روانہ ہوا۔ جاتے ہی جھاین و اجین کو فتح کر لیا۔ اور وہاں کے بتخانوں کو خراب کیا۔ اور بتوں کو توڑا اور جلایا۔ اور جھاین اور مالوہ کو خوب تاخت و تاراج کیا اور بہت سی غنیمت حاصل کی۔ پھر لشکر کو آرام دیا۔ رنتھنبور کا راجہ مع اپنی راتوں و مقدموں و اہل و عیال کے قلعہ میں چلا گیا۔ سلطان نے چاہا کہ اس قلعہ کو فتح کرے منجنیق لگائے اور ساباط اور گرگچ بنائے اس حصار کی تسخیر کے سامان ہو رہے تھے کہ سلطان جھاین سے آیا اور حصار کو دیکھا اور بہت فکر کی اور پھر دوسرے روز جھاین چلا آیا۔ اور ارکان دولت و سران لشکر کو طلب کر کے فرمایا کہ اس حصار کے محاصرہ کرنیکا ارادہ کیا اور ایک اور لشکر کے بلانیکا مگر جب میں نے اس کو دیکھا اور فکر درست سے سوچا تو معلوم ہوا کہ یہ حصار جب تک ہاتھ میں نہیں آئیگا کہ کئی ہزار مسلمان کی جانیں نہ جائیں اسلئے میں نے اس کی تسخیر کا ارادہ ترک کیا ؎

بہر دی کہ ملک سراسر زمیں ÷ نیرزد کہ خونے چکد بر زمیں

سلطان کوچ بکوچ اپنے دارالملک کو آیا۔ جب امرا و ملوک سے اپنے واپس چلے آنے میں اپنی دانائی کو ظاہر کیا تو احمد چپ نے عرض کی کہ جہانگیر کسی مہم کا عزم کرتے ہیں تو جب تک وہ پوری نہ ہو کوئی اندیشہ اُسکا مانع نہیں ہوتا کہ وہ اُسکو ادھورا چھوڑیں۔ حضور جو اس حصار کو بغیر فتح کیے چھوڑ آئے ہیں تو وہاں کے راجہ کو زیادہ سرکشی کا حوصلہ ہوگا اور اور ہوسیں اُسکے دل میں پیدا ہونگیں اور بادشاہ کی ملک گیری کا رعب لوگوں کے دلوں میں کم ہوگا۔ یہ سنکر سلطان نے جواب دیا کہ اے میرے احمد میں بھی جانتا ہوں کہ بادشاہ جہانگیر اس واسطے کہ اُنکا مقصد دلی بر آئے اور اُنکی ملک گیری کی شہرت ہو اور ملکوں میں اُنکا سکہ اور حکم جاری ہو۔ ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے مرنیکا ذرا غم نہیں کرتے اقالیم اور دشت میں چلے جاتے ہیں اور ملک گیری کی دُھن میں آدمیوں کے ہلاک ہونیکا ذرا خیال نہیں کرتے اور اپنے عزم مہم کے پورا کرنے میں آدمیوں پر خواہ کیسی ہی سختی پیش آئے اور ایک خلق اسمیں ابتر اور آوارہ ہو کچھ پروا نہیں کرتے اور مدتوں اپنی مہم کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور آدمیوں کی ہلاکت اُنکے عزم کے مانع نہیں ہوتی۔ میں ان باتوں کو خوب جانتا ہوں اور روز تاریخ میں پڑھتا ہوں۔ تجھکو میں اپنے فرزند کی برابر جانتا ہوں اور تو اپنی رائے زنی اسطرح کرتا ہے کہ مجھے نادان جانتا ہے۔ مگر میں تجھ سے کہتا ہوں کہ مسلمانی اور خدا اور رسول کا فرمانا کچھ اور ہے اور فرعونی اور جباری کچھ اور ہے میں پیغمبروں کے کہنے پر چلتا ہوں۔ تو مجھے فرعون کی راہ چلنے کیلئے بتاتا ہے پیغمبروں کا ارشاد ہے کہ قیامت قائم ہوگی اور نیک و بد کام جو دنیا میں کیے ہیں خدا تعالی کے سامنے اُن کا جواب دینا پڑیگا۔ اور جو جباروں و قہاروں نے دنیا ناپائدار کی چند روزہ آبرو کیلیے کیا ہے اور اُسپر مغرور ہوئے ہیں وہ عذاب دوزخ میں گرفتار ہونگے۔ ایسے بادشاہوں کے اقتدار سے اگر رعیت اور خلق میں رُعب پیدا کیا تو میں مسلمانی سے ایسا جُدا نکلجاؤنگا جیسا کہ صابن سے تار۔ میں مسلمانی کی باتیں کرتا ہوں اور مسلمانی ہی ڈھونڈھتا ہوں تو بادشاہوں کے قول و فعل کے دلائل لاتا ہے اور اُنکے موافق مجھ میں عیب بتاتا ہے۔ تو ابھی لڑکا میرے بیٹے کی برابر ہے بادشاہی کی باتوں کو تو کیا جانتا ہے جو میں جانتا ہوں یہ سنکر احمد چپ نے عرض کی کہ [illegible] اس دفعہ قلعہ رنتھنبور کو بغیر فتح کیے حضور چھوڑ آئے ہیں میرے نزدیک اُس سے بادشاہی کے رُعب میں خلل پڑیگا اس سے میرا دل جلتا ہے اور میرے دل میں جو آتا ہے وہ میں عرض کرتا ہوں۔ خداوند عالم میرے صوابدید کو ان بادشاہوں کے

قول وفعل پر عمل کرتے ہیں جنھوں نے دعویٰ خدائی کیا تھا۔ خداوند عالم سلطان محمود وسلطان سنجر کی رسم رسوم وطور طریق پر کیوں نہیں چلتے۔ یہ بادشاہ دین محمدی کے پناہ تھے۔ اُنکے عزم وملک گیری کی پیروی کیجیے۔ احمد چپ کی یہ بات سنکر سلطان ہنسا اور کہا کہ ابھی تو نوجوان دولت سے مست ہو رہا ہی اے لڑکے سلطان محمود وسلطان سنجر کے سلاح دار ورکابدار ہم سے صدہا درجے بہتر تھے اور شرف رکھتے تھے۔ ہمکو یہ بادشاہی چند روزہ عاریت مشکل سے ملی ہی۔ تیرا دماغ چل گیا ہے کہ تو جو کہتا ہی کہ ان دین پرور دیں پناہ جہاں بانوں اور جہانگیروں کی اقتدا کریں۔ کہاں یہ کہاں ہم چہ نسبت خاک را با عالم پاک ٭ میں نے تجھ سے بارہا کہا ہی کہ مجھے اس بڑھاپے میں مناسب نہیں ہے کہ افعال فرعونی کروں کہ لاکھوں مسلمانوں کے زن وفرزند کو بیوہ ویتیم بناؤں۔ احمد چپ یہ سنکر بادشاہ کے پاؤں میں گر پڑا اور کہنے لگا کہ حضور کا ارشاد درست ہی۔

مغلوں کا حملہ

سنہ ۶۹۱ یا ۶۹۲ میں عبداللہ بنیرہ ہلاکو خاں نے دس پندرہ تمن مغلوں کے ساتھ لیکر ہندوستان کا قصد کیا (تمن میں دس ہزار سوار ہوتے ہیں) سلطان جلال الدین نے بھی لشکر اسلام جمع کیا۔ بڑی شان وشوکت کیساتھ لشکر لیکر دارالملک سے باہر آیا۔ جب وہ برام پہنچے تو سامنے مغلوں کا لشکر نظر آیا یہاں لشکر اسلام ولشکر مغل کے درمیان صرف دریا حائل تھا۔ چند روز تک دونوں لشکروں کے قراولوں میں لڑائیاں ہوتی رہیں جنمیں مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ پھر مسلمانوں کے لشکر کے مقدمہ نے دریا کو عبور کیا اور مغلوں پر حملہ کیا۔ دونوں لشکروں میں سخت لڑائی ہوئی اور لشکر اسلام کو فتح ہوئی اور بہت سے مغل مارے گئے اور ایک دو امیر ہزارہ یعنے جو ہزار سوار کے سردار تھے اور دو امیر صدہ یعنے جو سو سوار کے سردار تھے گرفتار ہوئے۔ اُس کے بعد اہل صلاح کی ایک جماعت نے درمیان میں پڑکر مقدمات صلح کو مرتب کیا۔ سلطان اور عبداللہ بنیرہ ہلاکو خاں میں ملاقات ہوئی سلطان نے اُسکو بیٹا بنایا اس نے سلطان کو باپ بنایا۔ لڑائی موقوف ہوئی طرفین سی تحفے تحائف بھیجے گئے۔ دونوں لشکروں میں آپسمیں خرید وفروخت ہونے لگی مغلوں کے لشکر کو لیکر عبداللہ واپس چلا گیا اور الغو خاں نبیرہ چنگیز خاں کئی امرا ہزارہ اور امرا صدہ مغل نے ساتھ سلطان پاس

چلا آیا یہ سارے مغل کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے۔ سلطان نے الغو کو اپنی دامادی سے مشرف کیا۔ الغو کے ساتھ جو مغل آئے تھے وہ اپنے جورو بچوں کو دہلی میں لائے اور سلطان نے اُنکے مواجب مقرر کیے اور کیلوکھڑی اور غیاث پور و اندرپت و تلوکہ میں انھوں نے اپنے گھر بنائے وہ خود نو مسلم اور جن محلوں میں وہ آباد ہوئے اُنکے نام مغل پورے مشہور ہوئے۔ سلطان نے ایک دو سال تک اُنکو مواجب دیئے۔ بعض کو یہاں کی آب و ہوا اور حوالی شہر کی سکونت موافق نہیں ہوئی وہ اپنی ولایت کو بیوی بچوں کو ساتھ لیکر چلے گئے اور بعض یہیں بس رہ گئے اُن کو دیہات دیئے گئے۔ مواجب اُنکے مقرر ہوئے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ مل جل گئے اُنسے ناطے رشتے قرابتیں کرلیں۔

علاء الدین کی مہمات بھیلسہ وغیرہ

اسی سال کے آخر میں سلطان مندور میں گیا اور اُسکے گرد و نواح کو تاخت و تاراج کر کے بہت سی غنائم کے ساتھ مراجعت کی اور دوسری دفعہ پھر جھائن پر لشکر کشی کی اور اس دفعہ بھی اُس کو تاخت و تاراج کر کے بازگشت کی لشکر کو بہت غنیمت ہاتھ لگی۔

بادشاہ میں جو ضعیفی اور پیری کا عیب پیدا ہو گیا تھا اُسکی مکافات بھتیجے و داماد علاء الدین کی نوجوانی شجاعت و لیاقت نے کر دی وہ بڑا ہونہار اور لائق تھا۔ سلطان خلجی کے سے اسکے خیالات نہ تھے کہ جس سے سلطنت کے کام ناتمام پڑے رہیں۔ وہ اسوقت کڑہ میں بادشاہ کی طرف سے جاگیردار تھا۔ اُس نے سلطان جلال الدین سے جب وہ مندور میں تھا فرمان طلب کیا کہ بھیلسہ میں جا کر اسکی حدود کو تاخت و تاراج کرے۔ جب یہ فرمان آگیا تو اُس نے کڑہ سے بھیلسہ پر لشکر کشی کی۔ اسکو بہت غنیمت ہاتھ لگی اور بُت روئیں کہ اس دیار کے ہندوؤں کا معبود تھا اُسکو چھکڑوں میں لدوا کر اور طرح طرح کی بہت سی غنائم لیکر دہلی میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ بت بداؤں کے دروازہ پر ڈالا گیا کہ پے سپر خلائق ہو۔ سلطان جلال الدین نے ان غنائم کے پیشکش سے علاء الدین پر کہ بھتیجا اور داماد اور پروردہ اسکا تھا بہت نوازش کی اور عرض ممالک مقرر کیا اور اقطاع کڑہ پر اقطاع اودھ کا اضافہ کیا۔ جب علاء الدین بھیلسہ میں گیا تھا تو وہاں اُس نے یہ خبر سنی تھی کہ دیوگیر [illegible] ہاتھیوں سے مالامال ہے تو اُس نے وہاں اُسکے جانے کی راہ پوچھی اور یہ ارادہ کیا کہ دیوگیر جا کر سوار و پیادہ [illegible]

زیادہ نوکر رکھے اور سلطان جلال الدین کو خبر نہ کرے اور دیوگڑھ کی طرف لشکر لیکر چلے۔ جب دہلی میں سلطان کو اپنے اوپر بہت مہربان اور باشفقت پایا اور دیکھا کہ اقطاع کڑہ اور اقطاع اودھ کا مطالبہ بھی نہیں ہے تو اُس نے سلطان سے عرض کی کہ چندیری اور اُسکے گرد و لا تبیں لشکر دہلی سے بالکل بیخبر و آسودہ ہیں اگر حکم ہو تو میں اپنے اقطاعات کی فاضلات سے نئے سوار اور پیادے نوکر رکھلوں اور اُن کو چندیری لیجاؤں اور وہاں کے راجاؤں سے غنائم بے اندازہ لاؤں اور غنائم اور اقطاعات کی فاضلات ایک ہی دفعہ سلطان کے خزانہ عامرہ میں داخل کروں سلطان جلال الدین نے اپنی صفائی دل اور اپنے حسن ظن سے بالکل اس درخواست کی تہ کو نہ پایا کہ علاء الدین اپنی ساس ملکہ جہاں کے جفاؤں سے اور اپنی بیوی سے ایسا آزردہ ہے کہ وہ کسی اقلیم دور دست میں جاکر رہنا چاہتا ہے اور یہاں پھر آنا نہیں چاہتا سلطان نے ان پیادوں اور سواروں کے بڑھانے کی اجازت اور دونوں اقطاع کے فاضلات کے ادا کرنے کے لئے مہلت دیدی اور غنائم کی طمع کے سبب سے اُسکو کڑہ جانے کی اجازت دیدی سنہ ۶۹۲ھ میں علاء الدین یوں اپنے مقاصد کو حاصل کرکے کڑہ میں آیا۔

علاء الدین کی مہم۔ دکن پر

علاء الدین نے دیکھا کہ چچا بوڑھا ہے اپنے اختیار میں نہیں۔ ملکہ جہاں اسکی مختار ہے۔ جو وہ چاہتی ہے سو کرتی ہے۔ مجھ سے پرخاش کرتی ہے اور بیوی بھی اُسکو ہمیشہ آزردہ رکھتی ہے۔ سلطان کی حشمت و عظمت کے سبب سے میں بیوی کی شکایت کچھ نہیں کرسکتا۔ اور کسی اور سے بھی فضیحت و رسوائی کے خوف سے یہ درد اپنا بیان نہیں کرسکتا۔ مثل مشہور ہے کہ اپنی ٹانگیں کھولئے آپ ہی لاجوں مریئے۔ اس رنجش کے سبب سے کڑہ میں آنکر تین چار ہزار سواروں اور دو ہزار پایکوں کو مال بہت کچھ دیا اور اُنکو مستعد کیا اور کڑہ سے دیوگیر کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ مگر یہ ارادہ زبان سے ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ ظاہر میں یہ کہا کہ میں چندیری کو تاخت و تاراج کرنے جاتا ہوں۔ کڑہ میں اپنا نائب علاء الملک کو مقرر کیا سلطان جلال الدین کو اسکی خبر کچھ نہ تھی۔ واہی تباہی خبریں سنکر سلطان اپنی تشفی کرلیتا تھا علاء الملک کی متواتر عرضداشتیں اس پاس پہنچتی تھیں کہ علاء الدین متمردوں کے سزا دینے میں مصروف ہے اور جلد حضور کو عرضداشت بھیجے گا۔ علاء الدین کی طرف سے سلطان ایسا صاف تھا کہ کبھی اُس سے بدگمان نہ ہو

مگر اور بزرگ دانشمندوں کو علاء الدین کی غیبت پر یہ گمان ہوتا تھا کہ وہ ساس اور بیوی سے ناراض و رنجیدہ ہو گیا کسی بلاد دور دست کو چلا گیا ہے۔ کڑہ مانک پور اور برار کے درمیان جو جنگل ہیں اس نے اُن کو طے کیا جو راجہ سر راہ اُس سے دوچار ہوئے اُن سے کچھ نہ بولا۔ دو مہینے بعد ایلچ پور میں پہنچا۔ وہاں سے گھٹی لاجورہ میں آیا بطور یلغار کے دو دو تین تین دن کے سفر کو ایکدن طے کرتا ہوا دیوگیر میں پہنچا۔ رام دیو اسکا راجہ تھا مسلمان اسی کو سارے دکن کا راجہ سمجھتے تھے۔ مگر حقیقت میں وہ مہاراشٹر یعنے مرہٹوں کے ملک کا راجہ تھا۔ اکثر راجپوت راجہ ہمت ہارے اور دبیے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے پر اچانک دھاوا کرنیکو بڑی بات سمجھتے ہیں جب مسلمان ہندو راجاؤں پر اچانک جا پڑتے تھے تو اُنکو جنگ و جدال کیلئے آمادہ نہیں پاتے تھے راجہ رام دیو کے تصور میں بھی یہ بات نہ تھی کہ علاء الدین یوں دفعۃً دولت گڈہ پر آن چڑھے گا۔ جب علاء الدین لاجورہ میں پہونچا ہی تو رام دیو کا لشکر اُسکے بیٹے کے ساتھ کہیں دور گیا ہوا تھا۔ جب علاء الدین شہر کے قریب پہنچا تو رام دیو نے دو تین ہزار آدمی جمع کرکے اُس سے لڑنے کو بھیجے۔ دیوگڈہ سے دو کوس کے فاصلہ پر ملک علاء الدین کے لشکر کے قراولوں سے وہ لڑے۔ مگر دکنیوں نے کبھی مسلمانوں کو دیکھا نہ تھا۔ اُنکی ضرب شمشیر اور تیر سینہ شگاف سے واقف نہ تھے اُن کے حملہ کی تاب نہ لاسکے۔ نوک دم دیوگڈہ کو بھاگے۔ سپاہ اسلام کے تعاقب سے رام دیو سراسیمہ و حیران ہوا اور قلعہ دیوگڈہ میں کہ نہ جسکی خندق تھی نہ کوئی اور استحکام تھا جاکر پناہ گیر ہوا۔ دو تین ہزار گونیں نمک سے بھری ہوئی تھیں اُن کو تجار کوکن کی طرف سے لائے تھے۔ اسی روز خوف کے مارے قلعہ و شہر کے پاس چھوڑ کر بھاگ گئے تھے راجہ کے متعلقین گونوں کو غلہ سے بھرا ہوا سمجھ کر قلعہ میں لے گئے۔ ملک علاء الدین نے اکابر و تجار و رعیت کو گریز کی فرصت نہ دی۔ شہر دیوگڈہ میں آگیا اور وہاں کے مہاجنوں اور برہمنوں اور بزرگوں کو پکڑ کر خوب لوٹا۔ چالیس زنجیر فیل اور رام دیو کے خاصہ طویلے کے ہزار گھوڑے ہاتھ آئے۔ علاء الدین نے یہ بھی مشہور کر رکھا تھا کہ فلاں راہ سے بیس ہزار مسلمانوں کا لشکر آتا ہے۔ اس شہر کو جو صدہا برس سے بیگانوں کے حملے سے ناآشنا تھا خوب لوٹ کر قلعہ کے محاصرہ میں مصروف ہوا۔ رام دیو نے اس خبر کو کہ پیچھے مسلمانوں کا لشکر جرار آتا ہے صحیح جانا اور سمجھا کہ مسلمانوں نے یہ حملہ سوچ سمجھ ہی کر کیا ہوگا ضرور اُن کی فوج پیچھے ہوگی۔ اس لئے بہتر ہے کہ اس فوج کے آنے تک علاء الدین سے صلح کر لیجے اس لئے اپنے چند

معتبر دولت خواہ برہمن علاء الدین پاس بھیجے اور یہ پیغام کہلا بھیجا کہ تمہارا یہاں آنا مصلحت و دوراندیشی سے خالی تھا۔ شہر پہ جو تم مسلط ہوگئے اس کا سبب یہ تھا کہ وہ لشکر سے خالی تھا جو تم نے چاہا اُس کا حال کیا۔ مگر اُس پر تم کو غرور کرنا نہیں چاہیئے۔ عنقریب یہاں کے اطراف کے بڑے بڑے راجہ جو بہت سے ہیں وہ آئیں گے۔ اور تم میں سے ایک کو زندہ سلامت نہیں جانے دینگے اور اگر زندہ نکل بھی جاؤ گے تو راجہ مالوہ کہ جس پاس چالیس ہزار سوار اور پیادے ہیں اور راجہ خاندیس اور گوندواڑہ کہ بہت سے سوار و پیادے رکھتے ہیں وہ تمہاری سدِّراہ ہونگے اور قید حیات میں کسی کو نہ چھوڑینگے۔ بہتر یہی ہے کہ پہلے اس سے کہ اطراف کے راجاؤں کو خبر ہو مہاجنوں اور رعایا کو تمہارے قید میں ہیں نعل بہا لیکر چھوڑ دو۔ ملک علاء الدین نے دوربینی اور احتیاط کے سبب سے صلح قبول کر لی اور پچاس من سونا اور کئی من موتی اور اقمشہ نفیسہ لیکر اقرار کیا کہ پندرھویں روز قیدیوں کو چھوڑ دونگا اور یہاں سے چلا جاؤنگا۔ جب اُس کی خبر رام دیو کے پسر سنگھ دیو کو ہوئی تو وہ لشکر لیکر اس وقت کہ ملک علاء الدین کوچ کرنے کو تھا دیوگڈھ سے تین کوس پر آیا۔ رام دیو نے اپنے بیٹے کو کہلا بھجوایا کہ تقدیر و نصیبہ میں جو ہونا تھا وہ ہوا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمکو کوئی آسیب و نقصان نہیں پہنچا۔ رعایا پر اگر جفا ہوئی ہے تو اُس کی تلافی اچھی طرح کر دیجائیگی۔ بہتر ہوگا کہ قتال و جدال نہ کرو یہ ترک (مسلمان) عجب لوگ ہیں ان سے ستیز و آویز مصلحت نہیں ہے۔ مگر بیٹے نے دیکھا کہ دشمن کے لشکر سے میرے پاس دوچند لشکر ہے اور آس پاس کے راجہ میری کمک کو آتے ہیں۔ کا نزار پر اصرار کیا اور علاء الدین کو پیغام دیا کہ اگر تمکو اپنی جان عزیز ہے اور اس مہلکہ سے سلامت نکلنا چاہتے ہو تو جو کچھ رعیت شہر سے لیا ہے واپس دو اور اپنے دلیس کی راہ لو۔ اسپر علاء الدین کو بہت غصّہ آیا۔ اور پسر رام دیو کے ایلچیوں کا مُنہ کالا کرکے تمام لشکر میں پھرایا اور ملک نصرت کو ایک ہزار سوار دیکر قلعہ کا محاصرہ سپُرد کیا اور آپ لشکر لیکر پسر رام دیو سے لڑنا شروع کیا۔ قریب تھا کہ میدان جنگ سے مسلمانوں کے پیر اُکھڑ جاتے مگر اس وقت ملک نصرت نے بے حکم کے قلعہ کے محاصرہ کو چھوڑ دیا اور علاء الدین کے لشکر کی طرف دوڑا کہ دکنیوں کی نظر جو ملک نصرت کے لشکر پر پڑی تو وہ یہ سمجھے کہ یہ وہی موعود ۲۰ ہزار سپاہ اسلام ہے۔ اس دہلکہ سے انکے دل چھوٹ گئے اور میدان معرکہ سے اُسی گھڑی بھاگ گئے ملک علاء الدین مظفر منصور ہوکر اُسی وقت بدستور

سابق قلعہ کے محاصرہ مین مشغول ہوا۔ اور شدت اور خشونت شروع کی مہاجنون اور برہمنون کی ایک جماعت کو قتل کیا اور رام دیو کے عزیز و اقارب جو قید ہوے تہے اُنکے گلے مین طوق اور پاؤن مین زنجیرین ڈالکر قلعہ کے سامنے کہڑا کیا۔ رام دیو نے صلاح و مشورہ کر کے گلبرگہ و تلنگانہ مالوہ و خاندیس کے راجاؤن سے استعانت چاہی مگر اس اثنا مین معلوم ہوا کہ قلعہ مین ذخیرہ غلہ مطلق نہین ہے گونین اور بورے جو قلعہ مین لے گئے تہے اُن مین نمک بہرا ہوا ہی غلہ نہین ہی خلجیون کے لشکر کی سطوت و صلابت ایسی تہی کہ دکن کا ایک آدمی بہی قلعہ مین نہین داخل ہوسکتا غلہ کے پہونچنے کا ذکر تو کیا ہی۔ رام دیو حیران پریشان تہا اور غلہ اور آذوقہ کے نہ ہونیکو چہپاتا تہا۔ ملک علاء الدین سے رسل و رسایل شروع کی اور یہ عرض کیا کہ خداوند پر ظاہر و روشن ہی کہ مجہہ دولت خواہ کو اس لڑائی مین کچہہ دخل نہ تہا میرا لڑکا جہل و غرور جوانی مین آنکر آپ سے لڑا ہے اُس کے عوض مین آپ مجہے مواخذہ و معاتب فرمائین اور ایلچیون سے مخفی یہ کہدیا کہ ذخیرہ قلعہ مین نہین ہے اگر دو تین دن یہی حال رہا کہ ملک علاء الدین یہان سے نہ ہٹا تو تمام آدمی بہوکے مرجائین گے اور قلعہ اور ملک اسکے ہاتہہ آجائیگا ایسی کوشش کرو کہ یہ بات کہلنے نہین لیکن رام دیو کے اضطراب سے ملک علاء الدین سمجہہ گیا کہ سرمایہ معاش قلعہ مین مفقود ہے۔ صلح مین مضایقہ نہیں کیا کہ ایلچیون نے بعد بہت سی منت سماجت کے ان شرائط پر صلح کرائی کہ چہہ سو من سونا اور ستائیس من لی دو من جواہر لعل یاقوت الماس زمرد اور ایک ہزار من چاندی اور چار ہزار جامہ ابریشمی اور اجناس جنکی تفصیل بہی مشکل ہے اور عقل بہی اُس کے یقین کرنے سے انکار کرتی ہی علاء الدین کے خزانہ مین داخل کئے جائین اور ایلچپور معہ توابع و مضافات خواہ علاء الدین اپنے متعلقین کے حوالہ کرے خواہ راجہ پاس رہنے دے وہ اُسکے محاصل کو ہر سال کڑہ بہیجا کرے ملک علاء الدین سب قیدیون کو چہوڑ دے اور لشکر جو دہلی سے دکن کے لئے متعین ہوا ہے اُسے واپس کرے اور اس کے اور سلطان جلال الدین کے درمیان ایسا واسطہ ہی کہ ہمیشہ راجہ اور اُسکے درمیان موافقت رہے علاء الدین نے ان سب غنایم کو لیکر قیدیونکو رہائی دی اور پچیسوین دن محاصرہ سے مظفر و منصور ہوکر کڑہ کو روانہ ہوا اُس کو جواہر و اموال و ہاتہی گہوڑے لوٹنے ہاتہہ لگے کہ ابتک کبہی شاہان دہلی کو وہ کبہی نصیب نہ ہوئے تہے روشن ضمیر کہ کیفیت عالم پر اطلاع رکہتے ہین اور اولین اور آخرین کی تاریخ پر مطلع ہین وہ جانتے ہین کہ جہان مین لطائف غیبی ہزارون ہین منجملہ اُنکے علاء الدین کا یہ کام تہا کہ کڑہ مانکپور سے ایلگار

تک سات سو میل کا سفر اور پہر اس سفر کا بڑا حصہ بندہیاچل کے پہاڑون اور جنگلون مین جن سے کہ ہندوستان خاص اور دکن جدا ہوتا ہے پہر رستون کی تنگی ذخیرونکی کم یابی۔ پہاڑیونکی تیر افشانی مالوہ و خاندیس گونڈواری کے بڑے بڑے راجاؤنکے ملک کا بہ سر راہ ہونا۔ پہر اسقدر کم سپاہ دکن جیسے ملک وسیع پر حملہ۔ وہان یہ خدا ساز سامان کہ شہر شکر سے خالی غلہ کے بورے جن مین دشمن غلہ سمجہین وہ نمک سے بہری نکلین پہر وہان سے یہ ملک و زر و دولت ہاتہ لگی جو پہلے کسی بادشاہ دہلی کو نہ ملی ہو۔ پہر ایک ہی سال مین غنیمت سمیت اپنے ملک کو صحیح سالم آنا۔ ان سب کامون مین علاء الدین کی جو تائید غیبی ہوئی وہ کسی انسان کو کمتر میسر ہوتی ہے اس مہم سے علاء الدین کی جوانمردی اور مردانگی سب پر روشن ہوگئی۔ اس مہم مین اسکی نسبت یہ بات جو مشہور کر رکہی ہے کہ راہ مین اسنے یہ مشہور کیا کہ مین چچا سے خفا ہو کر راجہ مندری کی نوکری کیواسطے جاتا ہون اور جس سے مسلمانون پر یہ انگریزی مورخ الزام لگاتے ہین کہ مسلمان ایسے اپنے ایمان مین سست ہوگئے تہے کہ لڑائیون کے لئے ایسے جہوٹے بہانے بنا لیتے تہے بالکل پایۂ اعتبار سے ساقط ہے یہ واقعہ تاریخ فرشتہ مین طبقات ناصری کے حوالہ سے لکہا ہے اور طبقات ناصری کو معاصر اس مہم کا بنایا ہے۔ مگر طبقات ناصری کی تاریخ ۶۵۸ھ تک ختم ہوتی ہے اور یہ مہم ۶۹۳ھ مین ہوئی ہے علاء الدین کا معاصر کسی حساب سے مصنف طبقات نہین ہوسکتا دوسری بات البتہ مسلمانون کی تاریخ مین پہلی ہی دفعہ دیکہنے مین آئی ہے کہ سوداگرون اور مہاجنون کو تکلیفین پہونچائی گئین کہ وہ اپنی دولت کا پتہ بتائین مسلمان اسکو دہنیا حرکت سمجہتے ہین اس مہم کے بیان مین ابن بطوطہ نے لکہا ہے کہ ایک جگہ علاء الدین کے گہوڑے نے ٹہوکر کہائی جس سے وہ گر پڑا اور وہان سے جہنکار کی بہی آواز آئی۔ اس جگہ کو کہودا تو وہان سے بہت دولت نکلی۔

سلطان جلال الدین کی وفات اور سلطان علاء الدین کا بادشاہ ہونا

۶۹۵ھ مین گوالیار کو سلطان لشکر سمیت شکار کہیلنے گیا یہان کچہ دنون توقف کیا اور ایک عمارت عالیشان یہان بنائی اور یہ رباعی تصنیف کر کے اسکے گنبد پر لکہوائی ~~ رباعی

ما راکہ قدم بر سر گردون سایہ ~~ از تودۂ سنگ و گل چہ قدر افزاید

این سنگ شکستہ زان نہادیم زدست باشد کہ شکستہ در و آسا یہ

لشکر سلطانی مین افواہاً سُنا گیا کہ ملک علاء الدین نے دیوگڈھ فتح کرلیا اور خزانہ اور ہاتھی گھوڑے اس قدر اسکو ہاتھ لگے ہین کہ کبھی کسی بادشاہ دہلی کو نصیب نہین ہوئے اور اب وہ بڑی شان سے کڑہ مین آتا ہے۔ اس خبر کو سنکر بادشاہ خوشی کے مارے پھولا نہ سماتا تھا اُسکی فتح اور غنیمت کو اپنی رفعت اور دولت سمجھتا تھا جب یہ خبر متواتر آئی اور متحقق ہوئی تو سلطان جلال الدین نے خلوت مین اپنے معتمدین ملک احمد چپ اور ملک فخر الدین کو چک کو اور اور صاحب الرائے امرا کو جمع کرکے پوچھا کہ علاء الدین بہت دولت لیکر کڑہ کو چلا آتا ہے اب مین کیا کرون مین ٹھیرا رہون یا اُسکے استقبال کے لئے چلون یا دہلی کو واپس چلا جاؤن سب سے پہلے ملک احمد چپ کہ درست رائے اور استقامت فہم مین مشہور تھا بولا کہ پیل و مال تو سرکشی اور فتنہ کے سبب اکثر ہوتے ہین وہ جس کسی کو ہاتھ آتے ہین وہ ایسا مست و مغرور ہوتا ہے کہ دست از پا نے خود نشناسد کڑہ کے سارے مفسد و متفنن جنہون نے ملک چھجو کو تباہ کیا تھا اُس پاس جمع ہین حضور کے بغیر حکم کے اُس کو دیوگڈھ لے گئے۔ اور جانبازی کرکے انہون نے یہ دولت حاصل کی ہے پُرانے قدیمی بادشاہ کہہ گئے ہین کہ مال و فتنہ لازم ملزوم ہین خدا معلوم کہ اس دولت کے ہاتھ آنے سے علاء الدین کے دل مین کیا فتنہ پردازی آئی ہوگی میرے نزدیک مصلحت یہ ہے کہ حضور جسقدر جلد ممکن ہو چندیری مین جو اُسکی اثناء راہ مین ہے خیمے ڈیرے ڈال دیجئے۔ اس مین بہت فائدہ ہین جب وہ سُنیگا کہ بادشاہ کا لشکر نزدیک ہے تو اسلئے کہ اُسکی فوج کوہ و دشت کی مصیبتین اور آفتین اُٹھائے چلی آتی ہے غنیمت کے مال سے لدی ہوئی ہے اپنے گھر جانے کے شایق ہوگی اور جنگ کے لئے تیار نہین ہوگی۔ سرعت سیر و توقف دونون ہاتھیون اور بار برداری کی کثرت سے ممکن نہین ناچار خواہ علاء الدین کا دل چاہے گا نہ چاہیگا جو کچھ لایا ہے حضور کے تخت کے روبرو رکھ دیگا بادشاہ نقود اور زر و جواہر و مروارید پیل و اسپ جو فتنہ انگیزی کے سبب ہوتے ہین اُس سے لے لین اور باقی ساری غنیمت اُسکو اور اُسکے لشکر کو دیدین اور علاء الدین کو بہت سا لشکر دیکر خوش کردین خواہ پھر اُسکو اپنے ساتھ دہلی لے چلئے یا کڑہ مین جانے کی اجازت دیدیجئے اور کڑہ کے فتنہ انگیز جو اُس کے ساتھ ہین اُنکو اپنے علاقون پر بھیجدیجئے۔

اگر خداوند عالم اُسکی مہم کو مہم نہین جانتے اور اُسکی فرزندی دامادی پرورش پر اعتماد کرتے ہین اور قدیمی بادشاہون کے تجربون کو ہیچ جانتے ہین اور بغیر نقود وپیل لئے خود مراجعت فرماتے ہین اور علاء الدین کو اور اُس کے لشکر کو جس پاس سرمایہ دولت دس بادشاہون کی برابر ہے کڑہ جانے دیتے ہین تو اپنی دولت پر آپ لات مارتے ہین اور ہمکو گرداب بلامین ڈالتے ہین مجھے خوب معلوم ہے کہ برسون سے علاء الدین ملکہ جہان اور اپنی بیوی سے آزار رسیدہ ہے حضور سے کسی نے ملکہ جہان کے خوف سے یہ بات نہین کہی خاطر آزردہ ملازم دشمن کی برابر ہوتا ہے۔ غرض مین نے جو صلاح ملک سے مین عرض کیا فرمان بادشاہ راست۔ سلطان جلال الدین کے سر پر اجل کھیل رہی تھی سے

بے بلگام دل دشمنان بود آنکس
کہ نشنود سخن دوستان خیر اندیش

احمد چپ کی رائے سلطان کو ناگوار گذری اُس نے کہا کہ تو میرے بچہ کو میری نظر مین شیر بنا کے دکھاتا ہے مین نے علاء الدین سے کیا برائی کی ہے کہ وہ میرے ساتھ برائی کریگا اور مال دیل نہ دیگا پھر اور صلاح اندیشون کی طرف مخاطب ہوا اور اُن سے مصلحت پوچھی ملک فخر الدین کوچی خدا ناترس اگرچہ جانتا تھا کہ ملک احمد چپ کی رائے صواب پر ہے لیکن یہ دیکھکر کہ بادشاہ کو وہ پسند نہین ہے اُس نے کہا کہ ابتک علاء الدین کی عرضداشت نہین آئی ہے کہ جس سے یہ تحقیق نہین معلوم ہوا کہ وہ مال اور پیل سمیت بازگشت کر رہا ہے کوئی اس کے لشکر کا ثقہ آدمی بھی ایسا نہین آیا کہ جس نے یہ بیان کیا ہو کہ اُس کے قول پر اعتماد کلی ہو یون ہی بازاری خبرین ہین سچ بھی ہوسکتی ہین جھوٹ بھی مثل مشہور ہے کہ پیش از آب دیدن موزہ نتوان کشید۔ اگر ہم لشکر لے کر اُس کی سدِ راہ ہون گے تو علاء الدین کے دل مین اس سبب سے کہ بے فرمان اس مہم کے لئے وہ کیا تھا خوف وہراس پیدا ہوگا وہ واپس چلا جائے گا اور کہین جنگلون وپہاڑون مین چھپ جائے گا تمام مال جو ہاتھ آیا ہے وہ غارت ہوجائے گا اور خلق خود سر ہو کر متفرق ہوجائیگی اور ہم کو ضرورت ہوگی کہ اُس کے پیچھے دیوگڈہ کی طرف چلین۔ برسات کا موسم سر پر ہے پہلے اس سے کہ کسی قوم سے مخالفت اور تمرد مشاہدہ ہو آستے لڑنیکا قصد کرنا کسیطرح جائز نہین ہے رمضان کا مہینہ ہے دہلی مین خربوزے مصری کی ڈلیون سے زیادہ میٹھے آئے ہوئے ہین مصلحت یہی ہے کہ حضور دہلی تشریف فرما ہون اور رمضان وہین بسر کرین اگر یہ سچ ہوگا کہ کڑہ مین ملک علاء الدین مع مال

ہیل بسلامت پہونچ گیا اور کسی اور ولایت کو نہین چلا گیا اُسکی عرضداشتون سے معلوم ہو جائیگا کہ اُس کی خاطر مین کیا صلاح وفساد ہے۔ اگر مخالفت معلوم ہوگی تو بادشاہ کا ایک صدمہ اُسکو کافی ہوگا اور حضور کے اشارہ مین اُسکا اور اُسکے لشکر کا کام تمام کر دیا جائیگا۔ اگر ملک علاء الدین سرتابی کرے گا تو اسکو باندھ کر حضور کے سامنے لے آؤنگا ملک احمد چپ یہ باتین سنکر دل مین جل بھن گیا اور مضطربانہ اُس نے ملک فخر الدین کوچی سے کہا کہ کار بجان کارد باستخوان رسید اس معاملہ مین کیون تو غضب ڈہاتا ہے اگر ملک علاء الدین ہیل و مال سمیت کڑہ مین پہونچکر گہاگرہ سے پار ہو کر ملک لکھنوتی کو چلا گیا تو تو اُسکے پیچھے جائیگا یا نہین ؟ سلطان نے احمد چپ سے کہا کہ تو ہمیشہ علاء الدین کیطرف سے مجھے بدگمان کرتا رہتا ہے مین نے اُسے پالا پوسا ہے اُس کے اوپر میرے اتنے حقوق ہین کہ میرے بیٹے مجھ سے پھر جائین مگر وہ نہین پھریگا بغرض خداوند عالم نے دہلی کو مراجعت فرمائی احمد چپ افسوس سے ہاتھ ملتا تھا اور یہ شعر بار بار پڑھتا تھا ؎

چو تیرہ شود مرد را روزگار ہمہ آن کند کش نباید بکار

اُدھر بادشاہ گوالیار سے دہلی مین آیا کہ چند روز بعد کڑہ سے علاء الدین کی عرضداشت پہنچی کہ اسقدر مال و دولت و ہیل غنیمت مین لایا ہون سب حضور کی نذر ہین مگر اس سبب سے کہ ایک سال سے حضور کی حضوری سے غائب رہا ہون کوئی عریضہ بھی نہین بھیجا اس لئے مین خود خائف ہون اور اس سفر مین جو میرے رفیق تھے وہ بھی اس خوف مین شریک ہین معلوم نہین کہ میری غیبت مین میرے دشمنون نے میری طرف سے کیا کیا باتین لگائی بجھائی ہونگی میری اور نمک خوارون کی عفو تقصیر کا فرمان حضور اپنے خط مبارک سے لکھ کر بھیجدین تو مین اور میرے امیر جنہون نے جانبازی کی ہے مال و ہیل لیکر حضور کی خدمت مین سر کو پاؤن بنا کے حاضر ہون اُدھر وہ سلطان سے یہ فریب کی باتین بناتا تھا اُدھر لکھنوتی کے جانے کی تیاری اپنی کر رہا تھا۔ ظفر خان کو اودہ مین بھیجا تھا کہ کشتیان دریاے گہاگرہ سے پار جانے کی لئے تیار کرے اور اپنے مصلاح کارون سے کہہ دیا تھا کہ اگر سلطان کی خبر کڑہ کی طرف آنے کی سنینگے تو ہم مع مال و لشکر و زن و بچہ و لشکر گہاگرہ سے پار جا کر لکھنوتی جائین گے اور اُس کو تسخیر کر لینگے پھر کوئی دہلی سے وہان ہم تک نہین پہونچے گا۔ اس بات کو سلطان جلال الدین کے ارکان

دانشمند جانتے تھے کہ نہ علاء الدین ایلچگان پیل و مال بھیجے گا اور لکھنوتی لشکر سمیت چلا جاے گا مگر سلطان سے کسی کا مقدور نہ تھا کہ پوست کندہ یہ حال کہتا۔ اگر کوئی کہتا تو سلطان خفا ہوتا اور کہتا کہ تم مجکو اپنے بچے کے لئے شیر بنالتے ہو۔ غرض اس عریضہ نے بادشاہ کو بڑا فریفتہ کیا اور اسکو علاء الدین کے اخلاص پر یقین واثق ہوگیا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے ایک عہدنامہ لکھا جس مین کمال دلجوئی و شفقت کی باتین لکھین اور اپنے دو محرم کارون کے ہاتھ کڑہ کو روانہ کیا جب یہ محرم راز کڑہ مین پہونچے تو انہون نے سب کو بادشاہ سے پھرا ہوا دیکھا ہر چند انہون نے تدبیرین کین کہ حقیقت حال پر بادشاہ کو مطلع کرین مگر علاء الدین نے ایسے موکل انپر مقرر کر رکھے تھے کہ وہ حقیقت حال پر بادشاہ کو مطلع نہ کرسکین اس اثنا مین الماس بیگ کہ علاء الدین کا بڑا بھائی اور بادشاہ کا داماد تھا اور میراخور بیگی تھا بادشاہ کے آگے روز روز زاری نالے کرتا اور جب فرصت ہوتی تو اس سے یہ عرض کرتا کہ میرے بھائی کے حال پر حضور کی نامہربانی خلایق کی زبان زد ہوگئی ہے مجھے خوف ہے کہ حیا و شرم و ترس و ہراس کے مارے میرا بھائی اپنے تئین نہ مار ڈالے وہ اس بات کو اپنا بڑا گناہ جانتا ہے کہ وہ دیوگڈہ کو بے اجازت چلا گیا اور وہان سے کوئی عریضہ بھی نہین بھیجا انہین دنون مین الماس بیگ پاس علاء الدین کا خط آیا۔ اسکا مضمون یہ تھا کہ بادشاہ میرا باپ میرا چچا میری جان و مال کا مالک ہے اس کی رنجش نے میری زندگانی تلخ کردی ہے اگر تجکو یقین ہو کہ بادشاہ نے واقعی میرے خون کا ارادہ کیا ہے تو مجھے مطلع کر کہ مین زہر ہمیشہ اپنے رومال مین بندھا رکھتا ہون اسے کھا کر مر جاؤن یا کسی طرف نکل جاؤن یا ڈوب جاؤن۔ الماس بیگ بھی دغا و فریب مین علاء الدین کا بڑا بھائی تھا اس دغا کے کام پر ہزار طرح کے رنگ چڑہاتے۔ علاء الدین نے بھائی کو خفیہ لکھ بھیجا تھا کہ یہ خط بادشاہ کو کسی ڈھب سے دکھانا اور ایسی تدبیر کرنا کہ وہ مال اور دولت کے لالچ مین اکر جریدہ بغیر لشکر کڑہ چلا آتے۔ اگر یہ کام ہو جائیگا تو ہمارا کام نبھ جائیگا۔ اس نے یہ خط بادشاہ کے روبرو رکھا اور زار زار رویا اور یہ عرض کی کہ اگر حضور خود جریدہ جاکر قبل اس سے کہ میرا بھائی اپنے تئین ہلاک کرے یا کہین مال و فیل لیکر چلا جائے اسے دیکھ لین تو پہلے احسانون پر ایک احسان اور حقوق سابق پر ایک اور حق ثابت ہوگا یہان ہمدان کڑہ نے جیسا

کہلی تھی کہ اگر بادشاہ جریدہ آئے تو اُسکا کام تمام کیا جائے۔ سلطان کی لوح خاطر کہ کے نقش
سے سادہ تھی اُسپر اس دغا و فریب کا جادو چل گیا۔ اُس نے الماس بیگ کے بیان کو سچ جانا اور نہ
کسی سے پوچھا نہ سمجھا اُس کو کہہ دیا کہ تو ابھی چلا جا۔ اور بھائی کو جلد جا کر سمجھا کہ وہ کہیں اپنی جان کو
نہ کھو بیٹھے میں بھی جریدہ آتا ہوں اور اپنے فرزند اور نور دیدہ کا دستگیر ہوتا ہوں الماس بیگ کشتی
میں سوار ہو کر ہوا کی طرح پانی پر چلا اور آٹھ سات روز میں کڑہ میں بھائی پاس پہنچا اور بادشاہ کے
جریدہ آنیکی خبر سنائی علاء الدین نے بادشاہی عنایت کا نقارہ بجوایا اور کہا کہ اب میرا بھائی آگیا
کچھ خوف و اندیشہ باقی نہیں رہا۔ علاء الدین کے دانشمند صلاح کاروں نے کہا کہ آپ لکھنوتی
کے عزم کو ترک کریں سلطان جلال الدین مال و فیل کی طمع سے بہرہ اور اندھا ہو رہا ہے وہ برسات
میں یہاں جریدہ آئیگا پھر حضور کا جو جی چاہے اُسکا حال کیجئے گا۔ الماس بیگ کو بھیجکر سلطان
کسی ناصح و نیک خواہ کی بات نہیں سنتا تھا طمع مجسم بن گیا تھا مال کی حرص میں چند خواص اور
ہزار سوار جرار لیکر کیلوکڑہی سے سوار ہوا اور ڈھائی (ڈبائی) میں پہونچا۔ یہاں خود کشتی میں
بیٹھا اور احمد چپ کو حکم ہوا کہ خشکی کی راہ سے کڑہ کو منزل بمنزل رہ پیما ہو۔ اور اسطرح سترہویں رمضان
کو وہ بجرہ میں بیٹھا ہوا کڑہ میں دریا کے وار پہونچا۔ علاء الدین اور علائیوں نے جب سنا کہ سلطان
آتا ہے تو وہ دریا کے پار کڑہ مانک پور کے بیچ میں چلے گئے تھے اور وہیں لشکر اور مال و فیل لے
گئے تھے۔ برسات کی شدت سے اسوقت گنگا بھی خوب چڑھی ہوئی تھی کہ دفعتاً سلطان جلال الدین
کا چتر نمودار ہوا۔ علاء الدین کا لشکر مستعد ہوا ہتیار لگائے ہاتھیوں اور گھوڑوں پر برگستوان کھینچے
گئے۔ الماس بیگ کو کشتی میں سوار کرا کے سلطان جلال الدین پاس علاء الدین نے بھیجا کہ راہ
میں اپنی دغا و فریب کی باتیں کہے کہ سلطان جو ہزار سوار ونکو ساتھ لایا ہے اُنکو اُدہر ہی چھوڑ دے
اور خود چند نفر کے ساتھ لشکر علاء الدین میں چلا آئے۔ الماس بیگ جلدی سے کشتی میں سوار ہوکر
سلطان کی خدمت میں آیا۔ اُس نے دیکھا کہ کئی کشتیاں ہزار سواروں سے بھری ہوئی بادشاہ
کی برابر کھڑی ہیں تو اُس نے عرض کیا کہ میرا بھائی بھاگا جاتا تھا میں نے خداوند عالم کے کرم
کے اعتماد پر روکا ہے۔ اگر میں نہ آتا تو خدا معلوم وہ کہاں چلا جاتا اور آوارہ ہو جاتا۔ اگر خداوند
عالم اُسے چلکر نہ دیکھینگے تو وہ اپنے تئیں ہلاک کریگا۔ اور سارا مال ضائع جائیگا اور اگر اسوقت

وہ ان مسلح سوارونکو دیکھے گا تو اپنے تئین ہلاک کریگا سلطان نے حکم دیدیا کہ سوارون کی کشتیان اسی کنارہ پر رہین سلطان جلال الدین دو کشتیوںمین چند خواص اور ملازمون کے ساتھ گنگا کے پار جانے کو چلا۔ الماس بیگ مکار نے عرض کی کہ ان ہمراہیون کے ہتیار کھلوا دیجے کہین انکو دیکھکر بہرا بھائی نہ در جائے۔ اُس نے خواص کے ہتیار بھی کھلوا دئے۔ جب کشتیان کنارہ پر پہونچین ملوک وامرا کی نظر علاءالدین کے لشکرگاہ پر پڑی دیکھا کہ سب ہتیارون مین ڈوبے ہوئے ہین جو سمجھنے والے تہے وہ سمجھ گئے کہ الماس بیگ ہم سب کو قتل کرنیکے لئے لے جاتا ہے۔ قرآن شریف کی سورتین پڑہنے لگے۔ ملک خورم نے الماس بیگ سے کہا یہ کیا ہمارے ہتیار کھلوا لئے اور اپنے لشکر کے ہتیار بند ہوئے الماس بیگ نے جانا کہ ملک خورم بات کو سمجھ گیا ہے اُسنے عرض کیا کہ میرے بھائی اس لشکر کو سلطان کے استقبال کیلئے لایا ہے سلطان کو موت نے ایسا اندہا کردیا تہا کہ وہ اس غدر کو اپنی آنکھون سے دیکہتا تہا مگر کشتیون کو واپس جانے کا حکم نہین دیتا تہا اذا جاء القدر عمی البصر اس نے الماس بیگ سے کہا کہ مین روزہ دار اتنی دور سے آیا علاءالدین کو کیا ہوا کہ وہ کشتی مین بیٹھکر میرے استقبال کو اتنے پاس بھی نہین آیا الماس بیگ مکار نے عرض کی کہ میرے بھائی کی آرزو یہ ہے کہ تمام مال و دولت وہاتھی نذر مین دیکر دست بوس ہو اور خداوند عالم اپنے بندہ و پروردہ و فرزند کے گھر مین روزہ افطار فرمائین کہ ہمارے اس شرف بزرگی کی شہرت سارے عالم مین ہو۔ الماس بیگ جو سلطان سے کہتا اُسکو وہ یقین کرتا کشتی مین رحل پر قرآن رکھے ہوئے ایسا بیٹھکر پڑہتا تہا گویا باپ اپنے بیٹے کے گھر بے ہراس جاتا ہے اُس کے ساتھی موت کو اپنے سامنے دیکھتے تہے اور سورۂ یاسین پڑھتے تہے غرض سلطان کشتی سے تن تنہا اُترا علاءالدین آگے معہ کل اپنے اہل کے شرائط خاک بوس بجا لایا سلطان کے قریب آیا اور پاؤن مین گرا۔ بادشاہ نے شفقت پدرانہ سے اس کے گال اور آنکھون کو بوسہ دیا اور اس کی داڑہی پکڑکر ہلکے سے دو طمانچے مارے اور کہا کہ اے علی ایام طفلی مین تو نے میری گود مین اتنا موتا ہے کہ ابتک اُس کی بو میرے کپڑون سے نہین گئی تو اور مجھ سے ڈرے کیا مین نے تجھے اس لئے پال کر جوان کیا اور درجہ بدرجہ بڑہا کر اس اعلیٰ درجہ پر پہونچایا کہ مین تجھے قتل کردن۔ مین تجھے ہمیشہ اپنے بیٹون سے زیادہ عزیز رکھتا ہون۔ اتنا خوف تجھے کس لئے ہے مین اور تو

ایک ہی ہیں - اور بیگانے تیرے گرد زر کی خاطر جمع ہوئے ہیں اگر زر نہ ہو تو ایک بھی تیرے پاس نہ پھٹکے مگر مجھ میں اور تجھ میں وہ پیوند ہے کہ اگر ایک عالم اِدھر سے اُدھر ہو تو وہ شکست نہ ہو۔ یہ کہہ کر علاءالدین کا ہاتھ پکڑا اور کشتی خاص کی طرف اُسکو کھینچا کہ جلال الدین نے سنگدل قاتلوں کی طرف اشارہ کیا۔ محمود سالم کہ سامانہ کے اجلافوں میں سے تھا اسنے ایک تلوار کا ہاتھ بادشاہ پہ مارا مگر یہ تلوار کاری نہ لگی کہ اُسنے دوسری تلوار ماری سلطان زخم کھاکر پانی کی طرف دوڑا اور دوڑنے میں سلطان کی زبان سے نکلا کہ اے علاءالدین بدبخت یہ تونے کیا کیا۔ اختیارالدین کافر نعمت نے پیچھے جاکر اس جلیل القدر سلطان کو زمین میں گرایا اور سر کو تن سے جدا کیا۔ سلطان روزہ سے تھا اور کلمۂ شہادت پڑھتا تھا۔ افطار کے وقت شہید ہوا۔ جو خواص خاص شاہی کہ بادشاہ کے ہمراہ تھے کچھ کشتی میں تھے کچھ کشتی سے باہر وہ سب قتل ہوئے۔ یہ حادثہ ۱ شعبان ۶۹۵ھ مطابق ۹ جولائی ۱۲۹۵ء کو پیش آیا۔ اب اسکا سر نیزہ پر چڑھایا گیا۔ اور شہر کڑہ میں سارے لشکر کو دکھایا گیا اور پھر اودھ بھیجا گیا۔ ان نمک حراموں کی نمک حرامی کا سرانجام تاریخ فرشتہ اور تاریخ فیروز شاہی میں بڑے مزے لیکر لکھا ہے کہ محمود بن سالم جسنے اول تلوار ماری تھی جذام میں مبتلا ہوا اور ایک سال میں اسکا سارا جسم گھل گھلکر گر گیا۔ اختیارالدین جسنے سر کاٹا تھا دیوانہ ہوگیا دم واپس چلاتا رہا کہ سلطان جلال الدین تلوار کھینچے ہوئے مجھ پر چلا آتا ہے اور میرا سر کاٹتا ہے۔ غرض جو لوگ اس سنگدلی و مکاری و بے شرمی کے کام میں شریک تھے وہ تین چار برس کے عرصے میں علاءالدین ہی کے عہد میں صفاً صفا ہوگئے اور کسی کا نام باقی نہیں رہا۔ ملک علاءالدین اگرچہ چند روز کامران رہا لیکن آخر اُس کے پانوں میں بھی زمانہ نے تیشہ لگایا کہ اُسکا خانماں اُسی کے ہاتھ سے خراب ہوا۔ بھائی اور بیٹے اُسی کے ہاتھ سے قید میں گئے۔ اور معتبر مقرب قتل ہوئے۔ اسی کے پروردوں اور برآوردوں نے اسکے بیٹوں کو اندھا کرایا اور اسی کے غلاموں کے ہاتھ سے انکو گھاس کی طرح کٹوایا۔ اسکی لڑکیوں کو ہندوں کے حوالہ کیا۔ غرض سید مولہ کے قتل نے تو سلطان جلال الدین کو اس بُری گت سے قتل کرایا۔ سلطان جلال الدین کے قتل نے وہ آفت علاءالدین کے خانماں پر ڈالی کہ کسی کافر و گبر پر کبھی نہیں آئی۔ ایشیائی مورخوں کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ اسطرح واقعات کو بیان کرکے عبرت دلاتے ہیں اور نصیحت کرتے ہیں۔ سچ یہ ہے ع

سرائے آفرینش سرسری نیست — زمین و آسماں بے داوری نیست
دراندیش اے حکیم از کار ایام — کہ پاداش عمل باشد سرانجام

یہ حکایت بھی بیان کیجاتی ہے کہ جب سلطان جلال الدین خلجی کڑہ کو آتا تھا تو علاء الدین نہایت عجز و نیاز کے ساتھ شیخ کڑک مجذوب کے پاس گیا تہا انہوں نے سر اٹھا کے یہ شعر پڑہا ؎

ہر کس کہ بکند با تو جنگ — سر در کشتی تن در گنگ

خواجہ صاحب یہیں کڑے میں مدفون ہیں۔ درحقیقت یہ شعر مجذوبانہ کرامت ہے۔ خون ٹپکتے ہوئے سر سے سلطان جلال الدین کا سفید تاج اُتار لیا اور ملک علاء الدین کے سر پر رکھا گیا۔ اُسنے سات برس کچھ مہینے سلطنت کی اور ستتر برس کی عمر میں انتقال کیا۔

قدر خاں کا بادشاہ ہونا

سلطان جلال الدین کے شہید ہونیکی خبر جب ملکہ جہاں کو پہونچی تو جس لشکر کو خشکی میں کڑہ کو وہ لئے ہوئے جاتا تہا الٹا دہلی میں لے آیا۔ برسات کے سبب سے اس لشکر کو سفر میں بڑی تکلیفیں اٹھانی پڑیں سلطان جلال الدین کی بیوی ملکہ جہاں نے اپنی ناقص العقل ہونیکے سبب سے یہ جلدی کی کہ اپنے چھوٹے بیٹے قدر خاں کو رکن الدین ابراہیم کا خطاب دیکر تخت پر بٹھا دیا اور بڑے بیٹے ارکلی خاں کے آنے کا انتظار نہیں کیا وہ اسوقت ملتان میں تہا۔ ملکہ جہاں نے یہ کام ارکان دولت کے بے مشورہ اور صلاح کے کیا کہ اس نوجوان بیٹے کو عنفوان شباب میں بادشاہ بنا دیا جو زمانہ سے خبر نہیں رکہتا تھا کیلوکہڑی سے دہلی میں آنکر امرا اور ملوک کو اقطاع دینے شروع کئے۔ خلفا لصدق ارکلی خاں کو جو بادشاہی کے سزاوار تہا جب یہ خبر پہنچی تو وہ ماں اور بہائی سے آزردہ خاطر ہو گیا اور ملتان ہی میں رہا سلطان جلال الدین کے گہر میں یہ خلافت مادر و پسر میں علاء الدین کے حق میں اچھا ہوا

ذکر بادشاہی سلطان علاء الدین خلجی الملقب بہ سکندر ثانی

۶۹۵ھ میں سلطان علاء الدین نے تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ اپنے بہائی الغ خاں کا اور ملک نصرت جلیسری کو نصرت خاں کا اور ملک شیخ الدین کو ظفر خاں کا اور اپنے سالے سنجر کو الپ خاں کا

خطاب دیا۔ اور اپنے دوستوں اور یاروں کو بڑے بڑے عہدے عطا کرکے امیر کردیا اور جو پہلے امیر تھے انکو ملوک بنا دیا۔ غرض اپنے قدیم متعلقین کو انکے مرتبے کے مناسب سربلند کیا اور اپنے خانوں اور ملوک امرا کو رشپے دئے کہ وہ نئے سوار نوکر رکھیں بے اندازہ دولت لٹانے کے لئے ہاتھ آگئی تھی۔ کیا تو اپنی مصلحت کے لئے کیا خلق کو فریب دینے کے واسطے کیا اپنے چچا کے قتل کے دھبہ مٹانے کے لئے اسنے خواص و عوام پر انعام و اکرام کا دروازہ کھول دیا۔ دہلی آنیکی تیاری کی مگر برسات کی شدت کے سبب سے سفر میں ڈھیل کرتا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ سہیل کا طلوع ہو تو دہلی کا عزم کرے۔ اسکو ارکلی خاں کا بڑا اندیشہ لگا ہوا تھا کہ ناگاہ دہلی سے یہ خبر آئی کہ وہ دہلی نہیں آتا اسکے نہ آنے کو اپنی سلطنت کے قیام کا سبب سمجھا اور سلطان رکن الدین ابراہیم کو جانتا تھا کہ وہ دہلی کی سلطنت کو نہیں سنبھال سکے گا۔ خزانہ اس پاس نہیں ہے کہ نیا لشکر مرتب کرسکے گا۔ اسوقت کو غنیمت سمجھا۔ اور عین برسات میں دہلی کو روانہ ہوا۔ اور خانان و ملوک امرا کو حکم دیدیا کہ وہ نئے سوار بھرتی کریں۔ کچھ انکی تنخواہ مقرر کرنے میں احتیاط نہ کریں اور روپیہ انکو بیدریغ دیں کچھ سال و ماہ کا حساب نہ کریں تاکہ ایک جمعیت کثیر فراہم ہوجائے ؎

همه کار دنیا بزر بسته اند | بزر رخنها، خطر بسته اند

اسنے ایک چھوٹا سا منجنیق بنوایا اور ہر منزل پر جہاں اترتا پانچ من سونے کے ستارے اسمیں رکھکر اڑاتا ایک خلقت ان ستاروں پر گرکر انکو چنتی۔ مثنوی۔

خزانه ریز شد منزل بمنزل | بزر کرده کلید کار مشکل
بهر منزل ز پیش تخت تا دور | فشاندے گنجہا بے منج گنجور
چو با دہلی فتاد از فتح کارش | گرفت از منجنیق زر حصارش

دو تین ہفتے کے اندر قصبوں اور شہروں میں شہرت ہوگئی کہ علاؤالدین دہلی جاتا ہے اور خلق پر سونے اور چاندی کا مینہ برساتا ہے۔ اور بے حساب سوار نوکر رکھتا ہے تو چاروں طرف سے ایک خلق لشکری اور غیر لشکری جمع ہوئی جب وہ بداؤں میں پہنچا تو اس پاس چھپن ہزار سوار ساٹھ ہزار پیادے تھے ؎

بزر میتوان لشکر آراستن | بلشکر توان کینها خواستن

جب وہ برن میں آیا تو نصرت خاں نے یہاں ایک میدان میں کھڑے ہو کر باواز بلند یہ کہا کہ اگر ملک دہلی ہمکو ہاتھ لگا تو جتنا زر ہم نے خلق پر برسایا ہے اتنا اول ہی سال میں خزانہ میں جمع کر لینگے اور اگر ملک ہم کو ہاتھ نہ لگا تو وہ یوگڈہ سے جو مال ہم کو خون جگر کھانے سے ملا ہے بہتر ہے کہ وہ ہمارے دشمنوں کے ہاتھ میں نہ پڑے بلکہ اور آدمیوں کو ہاتھ لگے۔ ظفر خاں ایک اور لشکر کول کی راہ سے برابر لئے چلا آتا تھا۔ ان دونوں لشکروں کے مقابلہ کے لئے جو امرا جلالی بھیجے گئے تھے وہ علاء الدین سے برن میں آن کر مل گئے علاء الدین نے بیس بیس تیس تیس پچاس پچاس من سونا ان کو دیدیا اور جتنا لشکر ان کے ساتھ آیا تھا ان میں سے ہر ایک سپاہی کو تین سو ٹنکہ دئے۔ غرض یوں خیل خانہ جلالی تمام شکستہ ہو گیا جو امرا کہ اس طرح سلطان علاء الدین سے ملے وہ پکار پکار کر کہتے تھے کہ ہمیں جو لوگ برا کہتے ہیں اور نمک حرام بتلاتے ہیں کہ اپنے مخدوم زادوں کو چھوڑ کر دشمن سے مل گئے وہ بے انصاف یہ نہیں جانتے کہ ملک جلالی تو اس روز جا چکا تھا کہ سلطان جلال الدین کیلوگڑھی سے سوار ہو کر کڑہ کو رواں ہوا اور دیدہ و دانستہ اپنا سر اور اپنے نزدیکوں کا سر کٹوایا ہم سلطان علاء الدین سے نہ ملیں تو کیا کریں۔ غرض اس وقت زر اپنی بہار دکھاتا تھا طمع زر نے سلطان جلال الدین کا سر کٹوایا۔ علاء الدین سے کفران نعمت کرایا۔ امراء و ملوک جلالی کو حرام خوار بنایا۔

خون ہمہ زر بریختۂ زر بر جائے است کس نیست کہ از زر طلبد خوں ہمہ

سلطان علاء الدین جب کڑہ سے چلا ہے تو اسکے ایک ہاتھ میں زر تھا جس سے وہ لوگوں کو سرفراز کرتا دوسرے ہاتھ میں آہن تھا جس سے وہ سرانداز کرتا تھا۔ جب ملکہ جہاں کو علاء الدین کے آنیکی خبر ہوئی تو وہ مضطر ہوئی اور ارکلیخاں کو طلب کیا اور لکھا کہ میں نے خطا کی کہ تیرے ہوتے چھوٹے بیٹے کو تخت پر بٹھایا۔ کوئی امراء و ملوک میں سے اسکے ساتھ نہیں ہوا۔ علاء الدین سے سب مل گئے ہیں۔ بادشاہی ہاتھ سے جاتی ہی چلی آ۔ باپ کے تخت پر بیٹھ۔ چھوٹا بھائی تیری خدمت کریگا تو بڑا بھائی ہے۔ بادشاہی کے لایق ہے میں تو عورت ناقص العقل ہوں۔ مجھ سے خطا ہوئی خطاء مادر مگیر ملک پدر بگیر۔ اگر تو مجھ سے خفا ہو گیا ہے اسلئے دہلی نہ آئیگا تو علاء الدین دہلی پر

چلا آتا ہے سب مجھے چھوڑ دیگا نہ تجھے۔ ارکلی خاں نے ماں کو جواب لکھا کہ اب کار از دست رفتہ ولشکر بدشمن پیوستہ۔ خزانہ میں چھ مہینے کی تنخواہ دینے کو نہیں اب میرے آنے سے کیا نفع ہوگا ؎

سرچشمہ شاید گرفتن بہ بیل چو پر شد نشاید گذشتن بہ پیل

جب علاء الدین کو یہ خبر پہونچی کہ ماں کے بلانے سے ارکلیخاں نہیں آیا تو لشکر میں خوشی کے شادیانے بجوائے۔ اور جلد مسافت طے کرکے جمنا پار کاٹھر کے پل سے اُترا اور میدان جودہ میں آیا سلطان رکن الدین اپنی جمعیت کو لیکر شہر سے باہر آیا۔ اور علاء الدین کے لشکر کے مقابل میں پڑا۔ اور لڑنے کا ارادہ کیا مگر آدھی رات کو اسکا تمام لشکر میسرہ غل مچاکر علاء الدین سے جا ملا۔ رکن الدین نے رات ہی کو کچھ روپیہ خزانہ سے لیا اور ماں اور اہل حرم کو ساتھ لیکر ملتان کو روانہ ہوا۔ اس فرار ہی کو اپنی سلامتی سمجھا۔ اسکے ساتھ ہی ملک چھجو ملک احمد چپ ملک قطب الدین علوی و امیر جلال الدین تلنگانی گئے سلطان علاء الدین نے سیری کو اپنا لشکرگاہ بنایا۔ پھر کل وضیع و شریف اسکی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام رسوم بادشاہی ادا ہوئیں اور ۶۹۵ھ میں دہلی کے تخت پر وہ بیٹھا اور کوشک لال کو اپنا پائے تخت بنایا اور تین روز جشن منایا۔ قبہ بندی ہوئی۔ کوچوں میں شراب کی سبیلیں لگ گئیں۔ غرض خوب چہل پہل ہوئی۔ سلطان کے لئے جب یہ مستیاں جمع ہوئیں مستی جوانی مستی دولت مستی گنجہائے بے اندازہ مستی حشم و خدم و پیل و اسپ تو وہ بھی عیش میں ڈوب گیا اُسنے خلق کو انعام دیکر ایسا فریفتہ کیا کہ سب اُس کی طرف مائل و راغب ہو گئے اور سلطان جلال الدین کے قتل کو بھول گئے ؎

سخاوت مس عیب را کیمیا ست سخاوت ہمہ درد ہا را دوا ست

اپنے رفیقوں اور لشکر کو چھ مہینے کی تنخواہ انعام دی۔ دیکھو کیا تعجب کی بات ہے کہ زر نے دہلی کو لے لیا

جلال الدین کی اولاد اور اُسکے ہواخواہوں کا حال

جسوقت سلطان علاء الدین دہلی کے تخت پر بیٹھا اُسنے سلطان جلال الدین کی اولاد کے استیصال کو پیش نہاد ہمت کیا۔ سال مذکور کی ۱۹۔ ذی الحجہ کو الغ خاں و ظفر خاں کے ساتھ چالیس ہزار سوار ملتان روانہ کئے۔ انہوں نے ملتان کا محاصرہ کیا۔ دو مہینے کے بعد ارکلیخاں رکن الدین کی موافقت کے

اہل ملتان اور لشکر ترک نے ترک کیا الغ خاں و ظفر خاں سے وہ جا ملے۔ دونوں بھائی مضطر ہوکر شیخ رکن الدین کی معرفت عہد و پیمان کر کے الغ خاں سے ملاقات کو گئے اُسنے انکی بہت تعظیم کی اور اپنے سراپردہ کے پاس اتارا۔ ملتان سے فتحنامہ دہلی بھیجا۔ یہاں فتح کے خوب شادیانے بجے کہ اب ہندوستان سلطان علاء الدین کا مطیع ہوا اور منبروں پر فتحنامہ ملتان پڑھا گیا اور اطراف میں وہ بھیجا گیا۔ سلطان جلال الدین کے بیٹوں اور امرا کو الغ خاں لیکر دہلی روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں ملک نصرت خاں کوتوال دہلی سے چلکر الغ خاں سے ملا۔ اسنے سلطان جلال الدین کے بیٹوں کی اور الغو خاں نبیرہ چنگیز خاں کی جو سلطان کا داماد تھا اور ملک احمد چپ کی آنکھوں میں میل کھچوائی اور انسے سارا مال چھین لیا اور انکو بیوی بچوں سے جدا کر دیا۔ ان مظلوم شاہزادوں کو قلعہ ہانسی میں مقید کیا۔ اور ارکلی خاں کے دو بیٹوں کو شہید کیا۔ ملک احمد چپ اور سلطان کے اہل حرم کو اور ملکہ جہاں کو دہلی میں قید کیا۔

مغلوں کا حملہ

اسی سال میں دوا خاں حاکم ماوراء النہر نے ممالک پنجاب ملتان و سندھ کی فتح کا ارادہ کیا اور لاکھ مغل ہندوستان کے لئے نامزد کئے وہ دریاء سندھ سے پار اترے تاخت و تاراج و خرابی میں کوئی دقیقہ مغلوں نے فروگذاشت نہیں کیا۔ جب یہ خبر علاء الدین کو پہونچی تو اُسنے الغ خاں اور ظفر خاں کو سپاہ بیکراں کے ساتھ روانہ کیا۔ لاہور کی حدود میں جالندھر میں دونوں لشکر و دشمن سخت لڑائی ہوئی مغلوں کو شکست ہوئی۔ بارہ ہزار مغل مارے گئے۔ غرض ملتان کی فتح اور جلال الدین کی اولاد کو گرفتار کرنے سے سلطان علاء الدین کی سلطنت مستحکم ہوگئی تھی۔ مگر ان مغلوں کے شکست دینے سے اور زیادہ مستحکم ہوگئی اور امراء و ملوک و حکام کے دلوں میں انکی شوکت و حشمت جم گئی اسلئے جدھر اسکا لشکر گیا ادھر ظفر اسکے ساتھ گئی۔

اس فتح کے بعد سلطان علاء الدین اپنے بھائی الغ خاں کی اتفاق رائے سے ان امراء جلالی کے دفع کرنے میں مشغول ہوا کہ جنہوں نے دنیا کی طمع سے اولاد جلالی سے بیوفائی کی تھی اور دنیا اور آخرت دونو کو برباد کیا تھا ان سب کو گرفتار کیا اور ان کا خانمان برباد کیا کسی کی آنکھوں میں سلائی

پھر دالی کسی کو قلعوں میں قید کیا۔ ان ناحق شناسوں کا اموال اور اسباب قریب ایک کروڑ روپیہ کے خزانہ میں داخل ہوا۔ اولاد جلالی سے جو امراء جلالی روگرداں نہ ہوئے تھے اور انہوں نے علاء الدین سے کچھ نہ لیا تھا وہ سلامت رہے۔ جب تک زندہ رہے مسند عزت پر متمکن رہے۔

گجرات کی فتح اور سپاہ کی بغاوت

تیسرے سنہ جلوس یعنی ۶۹۷ھ کے آغاز میں الغ خاں و ملک نصرت اور اور سردار لشکر لیکر گجرات پر چڑھے انہوں نے کل گجرات اور نہروالے کو تاخت و تاراج کر کے فتح کر لیا۔ گجرات کا راجہ کرن ادی بہاگ گیا رام دیو والی دیوگڈہ پاس چلا گیا۔ اس راجہ کی حمایت سے چند روز بعد ولایت بگلانہ میں کہ گجرات سے متعلق ہے سرحد دکن میں متوطن ہوا۔ اسکی رانیاں اور لڑکیاں اور عورتیں اور خزانہ و ہاتھی اور اور سب اسباب امراء شاہی کے ساتھ آیا۔ ان سب عورتوں میں سب سے زیادہ معزز کنولا دی (یا کولا دیی) تھی یہاں سومنات کا مندر سلطان محمود نے برباد کیا تھا اسمیں سومنات کی جگہ ایک اور بت برہمنوں نے رکھ لیا تھا۔ اسکی پوجا کرتے تھے اسکو مسلمانوں نے اکھیڑ کر دہلی بھیج دیا کہ پاے سپر خلائق ہو۔ پھر ملک نصرت کھنبات میں گیا۔ وہاں کے مالدار راجاؤں سے بہت کچھ جواہر اور نفائس اور مال لیا اور اور کافور ہزار دیناری کو اسکے مالک سے بزور لے لیا۔ یہی وہ غلام تھا کہ جسکو بادشاہ علاء الدین نے نائب ملک مقرر کیا اور ملک نائب کا خطاب دیا۔ غرض الغ خاں و نصرت خاں یہ سب غنائم لے کر اور گجرات کو دیوان دہلی کے سپرد کر کے دہلی کو روانہ ہوئے اور جب قلعہ جالور یا جالور کے قریب پہنچے تو خمس غنائم کی طلب میں لشکر کو بہت تنگ کیا اور خوب زد و کوب کر کے بری طرح تلاشی لی۔ جو سپاہی کہاتے اسپر اعتبار نہ کرتے اور اس سے زیادہ طلب کرتے۔ زر و نقرہ و جواہر و نفائس غنیمت بالکل انسے نہایت تعذیب تشدد سے مانگتے۔ آخر سپاہ ایسی یہ تنگ آگئی کہ اس کا انجام یہ ہوا کہ نو مسلم مغل سردار اور سوار جو بہت سے تھے اور جنکا مقدم محمد شاہ تھا۔ انہوں نے اور آدمیوں کو بھی کہ مواخذہ سے تنگ ہو رہے تھے اپنے ساتھ متفق کر کے اور جمعیت بہم پہنچا کر ملک نصرت خاں کے بھائی ملک اعز الدین پر چڑھ آئے اور اسے مار کر الغ خاں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسکی اجل نہ آئی تھی وہ دوسری طرف سے نکل کر پیادہ پا ملک نصرت خاں پاس گیا۔ باغیوں نے اسکے بھانجے کو اس گمان میں کہ وہ الغ خاں ہے

مار ڈالا۔ ملک نصرت خاں نے جنگ کا نقارہ بجایا۔ لشکر نے یہ گمان کیا کہ راجہ جالور یا کوئی اور غنیم چڑھ آیا اسی وقت مستعد جنگ ہوا اور ملک نصرت نے ان مفسدوں کو متفرق کر دیا۔ اطراف و جوانب میں وہ بھاگ گئے۔ جب الغ خاں کے لشکر کے تعاقب کے سبب سے عاجز ہوئے تو سب ہمیر دیو راجہ رنتھنبور اور حاکم اجمیر پاس چلے گئے۔ الغ خاں و نصرت خاں نے انکا تعاقب ترک کیا۔ غنائم و اموال و افیال کے ساتھ دہلی آئے۔ بادشاہ کے آگے یہ ساری غنائم پیش ہوئے۔ انہیں کنولا دیبی بھی عورتوں کے جھرمٹ میں پیش ہوئی۔ بادشاہ اسکی حسن صورت و سیرت و حرکات شیریں و تکلم نمکیں پر فریفتہ ہوا۔ اسکو مسلمان کیا اور عقد نکاح میں لایا کافور ہزار دیناری بھی بادشاہ کا منظور نظر ہوا۔ زنار محبت اسکا گلے میں ڈالا۔ اور اسکے عشق میں عقل و خرد و دین و دانش سب کو رخصت کیا۔ بادشاہ نے ان لوگوں کی عورتوں اور بچوں کو قید کیا جو جالور کے فتنے میں شریک تھے اور سلطان کے حکم سے نصرت خاں نے یہ کیا کہ جن آدمیوں نے اس کے بھائی کو مارا تھا انکی عورتوں کو بھنگیوں کے حوالہ کر کے حکم دیا کہ شیر خوار بچوں کو انہیں کی ماؤں کے سروں پر ٹوٹے ماریں جس سے وہ پنبہ محلوج کی طرح پاش پاش ہو کر ہلاک ہو گئے اور پھر ان عورتوں کو بازاروں میں چاروں طرف سوا کر کے ہندوؤں کو بخش دیا۔ پہلے کبھی دہلی میں یہ رسم نہ تھی کہ کسی جرم کے سبب سے مجرم کی اولاد اور اتباع پر سیاست کیجائے۔ یہ ظلم و ستم کسی مذہب و ملت میں روا و جائز نہیں۔ یہ دیکھ دیکھ کے ساری دلی کانپتی تھی اور خدا خدا کرتی تھی۔

سیوستان کی فتح

جیسے اس سنہ میں گجرات کے واسطے الغ خاں اور نصرت خاں نامزد ہوئے تھے ظفر خاں سیوستان کیلئے مامور ہوا تھا قلعہ سیوستان کو چلدی یا صلدی اور اسکے بھائی اور اور مغلوں نے تسخیر کر لیا تھا۔ ظفر خاں بہت سا لشکر لیکر سیوستان گیا اور قلعہ کا محاصرہ کیا اور بغیر اسکے کہ منجنیق مارے یا ساباط و پاشیب و گرگج بنائے قلعہ کو فقط تیر و تیغ و نیزہ سے فتح کر لیا۔ باوجودیکہ چاروں طرف سے مغل ایسے تیر مارتے تھے کہ حصار کے قریب پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ اور چلدی اور اسکے بھائی اور مغلوں کو کہ جن کی تعداد ستر سو تھی طوق گردن میں ڈال کر دہلی میں بھیجدیا اور انکی عورات و عیال و اطفال کو بھی روانہ کیا۔ اس فتح سے یہ معلوم ہوا کہ ہندوستان میں ظفر خاں دوسرا اسکندر پیدا ہوا۔ اسکا

رعب مغلوں کے دلوں پر چھا گیا۔ اسکی دلاوری اور بیباکی پر علاء الدین کو بھی حسد پیدا ہوا اور یہ بھی اندیشہ کرنے لگا کبھی یہ چاہتا تھا کہ چند ہزار سوار دیکر اسکو سامانہ سے لکھنوتی بھیجدے کہ وہاں رہے اور ہاتھی اور خراج بھیجتا رہے یا اسکو اندھا کرکے یا زہر دیکر اُس سے مطمئن ہو۔

مغلوں کا دوسرا حملہ

اسی سال کے آخر میں مغلوں کے سردار قتلغ خاں خواجہ یا قتلق خاں خواجہ پسر دوا خاں نے بیس تمن مغل یعنے دو لاکھ سواروں سے ہندوستان کی تسخیر کا ارادہ کیا اور ماوراء النہر میں آنکر آب سندھ سے عبور کیا اور قصبات و قریات کو جو بر سر راہ تھے ان کو اپنا ملک تصور کرکے غارت نہیں کیا۔ یہ مسافت بعید طے کرکے جمنا کے کنارہ پر آیا اور دہلی کا محاصرہ کر لیا۔ مغلوں کے خوف سے نئی دہلی اور قصبات اور نواح سے ایک خلقت شہر میں اسقدر آگئی کہ مساجد و کوچہ و بازار و محلوں میں بیٹھے اور کھڑے رہنے کو جگہ باقی نہ رہی۔ سب کے سب اس انبوہ کے ہونے سے تنگ آئے اور غلہ و آذوقہ کی راہیں مسدود ہوگئیں۔ اور ساری چیزیں نہایت گراں ہوگئیں سب حیران تھے کہ کیا کریں۔ سلطان علاء الدین نے امرا و ملوک کو طلب کرکے لشکر تیار کیا تو ملک علاء الملک نے بادشاہ سے عرض کی کہ پہلے بزرگ بادشاہوں نے ان بڑی لڑائیوں سے احتراز و اجتناب کیا ہے جنمیں یہ نہ معلوم ہو کہ فتح کس جانب ہو اور ایک ساعت میں کیا ظہور میں آئے اور انکی وصایا میں مرقوم ہے کہ لڑائی کا حال ترازو کے پلڑوں کا سا ہے کہ چند ذروں سے ایک پلڑا بھاری اور دوسرا ہلکا ہو جاتا ہے۔ ہمسروں کی لڑائی میں یہ حال ہوتا ہے کہ ملک یک لحظہ میں ہر جاتا ہے ایسی لڑائیوں سے بادشاہوں نے ہمیشہ اندیشہ کیا ہے۔ آپکو لڑائی میں جلدی نہیں کرنی چاہئے کوہان شتری کا دمدمہ آگے رکھئے اور چند روز توقف کیجئے اور دیکھئے کہ مغل کیا کرتے ہیں میرے نزدیک وہ علت چارہ سے ایسے تنگ آئینگے کہ دہلی کو چھوڑ کر چلے جائیں گے پھر ان کا تعاقب کیجئے گا۔ لشکر کی کمی ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ مگر یہ لشکر ہمیشہ ہندوستانیوں ہی سے لڑا ہے اُسنے مغلوں سے محاربہ نہیں کیا ہے۔ اور وہ انکی لڑائی کی داؤ گھات کو نہیں جانتا۔ سلطان نے اپنے خیرخواہ علاء الملک کی یہ باتیں سنکر اور امرا و ملوک کو جمع کرکے نیک صلاح کار علاء الملک کی یہ رائے بیان کی اور یہ تقریر کی کہ یہ مثل مشہور ہے کہ اشتر دزدیدن و کوژ رفتن راست نیاید۔ ایسی ہی

دہلی کی پادشاہی کرلی اور علاء الملک کی نصیحت کے موافق کوہان شتران کے پیچھے چھپنا اور اس مدمہ کا دم دیگر مغلوں کو رفع کرنا اور ان کی جنگ سے احتراز کرنا کسی طرح نہیں ہو سکتا ہمیشہ ہماری اولاد پر قوئی پر ہنسا کرے گی ۔ مغل دو ہزار کوس چل کر دہلی کے قریب مجھ سے لڑنے آئیں اور میں نامردی سے اونٹوں کے کوہانوں کے پیچھے چھپوں تو پھر میں کس کو منہ دکھاؤنگا اور اپنے حرم میں کیسے جاؤں گا اور اہل مملکت مجھے کس شمار میں گنیں گے ۔ میری کس جلاوت شجاعت کے سبب سے متمرد اور سرکش میری فرمانبرداری کرینگے ۔ جب دشمن روبرو آئے تو اسکے روبرو جانا چاہئے جو کچھ ہونا ہو ۔ میں تو میدان کیلی میں قتلغ خاں سے لڑنے جاؤنگا ۔ اے علاء الملک تجھے کو توالی شہر دیتا ہوں ۔ گھر بار خزانہ تیرے سپرد کرتا ہوں جسکو فتح ہو اسکو تو کنجیاں حوالہ کرنا اور اس کی فرمانبرداری کرنا ۔

علاء الدین نے سیری سے کیلی کو کوچ کیا اور وہاں خیمے لگائے ۔ مغلوں کا لشکر بھی مقابل میں آیا کسی زمانہ اور عہد میں ایسے دو لشکر گران ایک دوسرے کے مقابل نہیں ہوئے ۔ خلقت کو انہیں دیکھ کر تعجب ہوتا تھا ۔ دونوں لشکروں نے اپنی صفیں آراستہ کیں ۔ ایکدوسرے کے مقابلہ میں مقاتلہ کا منتظر تھا کہ ظفر خاں نے جو فوج میمنہ کا سردار تھا مغلوں پر تلوار اور ہاتھیوں سے حملہ کیا ۔ مغل اس کے حملہ کو نہ اٹھا سکے اور شکست پاکر بھاگے لشکر اسلام انکے تعاقب میں ہوا ۔ ظفر خاں جو رستم ثانی تھا اٹھارہ کوس تک مغلوں کے سر کاٹتا ہوا انکے تعاقب میں چلا گیا اور مغلوں کو پھرنے نہ دیا اور انپر وہ صدمہ پہنچایا کہ وہ اپنی ہستی ایسی بھولے کہ منہ میں دہی اور دم میں لگام لگانے لگے ۔ الغ خاں فوج میسرہ کا سردار تھا اور ظفر خاں سے عداوت رکھتا تھا اسلئے آگے نہ بڑھا اور اپنی جگہ سے نہ ہلا مغلوں کا ایک سردار طرغی خاں ایک تمن لئے کمین میں بیٹھا ہوا تھا ۔ مغل درختوں پر چڑھے بیٹھے تھے انہوں نے دیکھا کہ ظفر خاں کے پیچھے ایک سوار بھی مدد کے لئے نہیں آتا ہے اور وہ تھوڑے آدمیوں سے مغلوں کا تعاقب کر رہا ہے تو مغلوں کے لشکر نے ظفر خاں کو چاروں طرف سے گھیر لیا ۔ اور اسکے گھوڑے کو بیکار کر دیا تو یہ بہادر صفدر وصف شکن پیادہ پا ہوا اور ترکش سے تیروں کو چلاتا تھا اور ہر تیر سے ایک سوار کو گراتا تھا ۔ قتلغ خواجہ نے اس پاس پیغام بھیجا کہ میرے پاس چلا آ میں تجھے اپنے باپ پاس لیجاؤنگا وہ تجھے عزت و رتبہ دیگا کہ علاء الدین نے وہ کبھی تجھکو نہ دیا ہوگا

مگر اُسنے کچھ نہ سنا اور اپنی تیراندازی میں لگا رہا۔ مغلوں نے دیکھا کہ وہ زندہ ہاتھ نہیں آئیگا تو چاروں طرف سے اس کو گھیر کر شہید کیا۔ اور بعد اسکے اور امرا کو بھی اُس کے قتل کیا۔ اُسکی فوج کے ہاتھیوں کو زخمی کیا۔ اور فیلبانوں کو مار ڈالا۔ مگر خوف کے مارے اُنہوں نے اپنی یورش گاہ سے کوچ کیا اور دہلی سے تیس کوس پر جا کر دم لیا اور جلدی جلدی بیس بیس کوس کی کڑی منزلیں طے کر کے اپنی ولایت پہونچے ظفر خاں کا خوف وہ اُنکے دل میں بیٹھا کہ جب کوئی دواب پانی نہ پیتا تو اُس سے کہتے کہ کیا تجھے ظفر خاں دکھائی دیا۔ ظفر خاں کے مارے جانے کو علاءالدین اپنی ظفر پر ظفر سمجھا کہ اس رستم دوراں کا کھٹکا نکل گیا۔

سلطان علاءالدین کے بیہودہ خیالات

اب تیسرے سال کے باقی حصہ میں سلطان علاءالدین نے سوا عیش و عشرت کے کچھ اور کام نہ کیا دن عید رات شب برات منائی۔ دن کو جشن تھا رات کو مجلس عیش تھی۔ متواتر بہت سی مہمات ملکی خاطر خواہ صورت پذیر ہوئیں۔ ہر طرف سے فتحنامے آئے۔ فتح و مظفر کے مژدے لائے۔ ہر سال میں دو تین بیٹے پیدا ہوئے۔ مصالح ملکی حسب مراد بر آئے۔ خزانے روز بروز معمور ہوئے۔ جواہر و موتیوں کے صندوق پر صندوق پُر ہوئے۔ شہر کی پائگاہ اور اطراف میں ستر ہزار گھوڑے اصطبلوں میں۔ اور بہت سے ہاتھی فیل خانوں میں بندھے۔ دو تین ملک اُسکے مطیع ہوئے۔ نہ کوئی مخالف ملک باقی رہا اور نہ شریک ملک۔ ان کامیابیوں کے نشے نے اُسے بدمست کیا کہ ناممکن ہوسیں اور آرزوئیں محال اندیشی کرنے لگا کہ جو پہلے کسی بادشاہ نے نہیں کی نہیں۔ اور اپنی مجلسوں میں اپنے یاروں سے کہنے لگا کہ مجھے دو مہمیں درپیش ہیں بتاؤ کہ وہ کیونکر سرانجام ہوسکتی ہیں۔

اول یہ کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے اپنی قوت شوکت سے شریعت پیدا کی جس کو چار یاروں کی اعانت نے استحکام اور دوام دیا اگر میں بھی اپنے چار یار الماس بیگ۔ الغ خاں۔ ملک شیرالدین ظفر خاں۔ ملک نصرت خاں سنجر الپخاں کی قوت و ہمت سے کوئی دین و شریعت پیدا کردوں تو قیامت تک میرا نام صفحہ روزگار پر باقی رہیگا۔ دوسری مہم یہ کہ خزانے و فیل و اسپ اندازی سے زیادہ میرے پاس ہیں میں چاہتا ہوں کہ کسی اپنے امیر معتمد کو دہلی سپرد کروں اور خود سکندر

رومی کی طرح عالم گیری اور اقلیم کشائی کرنے لگوں۔ شراب کے نشہ میں یہ لن ترانیاں کرتا کہ ایک اقلیم فتح کر کے کسی دوست کو دیدونگا اور خود دوسری اقلیم فتح کرنے چلا جاؤنگا۔ اور بدمستی وجوانی وجہل و بےتمیزی و بیخبری و بے باکی سے کہا کہ ایک مذہب ایجاد کرتا ہوں کہ قیامت تک میرا نام باقی رہے گا۔ جب اسکو دولاکھ مغلوں پر فتح ہوئی اور قتلغ خواجہ کو شکست ہوئی تو اسکا عجب ونخوت وتکبر وغرور اتنا بڑہا کہ اپنے تئیں خطبہ میں سکندر ثانی پڑہوایا اور سکہ اور طغرا میں اپنے لقب میں اسے لکھوایا اور مذہب جدید کی تدبیر میں اور ربع مسکوں کی تسخیر میں راتدن فکر کرنے لگا جب ان دونوں مہموں کے باب میں ارکان مجلس سے استفسار کرتا تو اسکی بدخوئی وسخت گوئی کے سبب سے اُسکے خلاف کوئی جواب نہ دیتا کوئی سکوت اختیار کرتا کوئی خوش طبع باوجودیکہ اسکے خیالات کو باطل جانتا تھا مگر اس کی تصدیق وتحسین کرتا اور نظیر وتمثیل سے اس کے دماغ کو اور آسمان پر چڑہاتا۔ مسلمانان اور بزرگان دین مثل سلطان نظام الدین ان مزخرفات باتوں کو سنکر آزردہ خاطر ہوتے اور دعا کرتے تہے کہ خدا اس کو ان وسواس شیطانی سے نکال کر جادہ مستقیم شریعت مصطفوی پر قائم وثابت کرے۔ ملک علاء الدین علاءالملک کہ کوتوال دہلی تھا اور ہر غرہ ماہ کو بادشاہ کے سلام کے لئے جاتا اور مجلس شراب میں داخل ہوتا۔ وہ حسب عادت اپنے بادشاہ پاس گیا اور حریف مجلس شراب ہوا تو بادشاہ نے ان دو مہموں کے باب میں اس سے استفسار کیا۔ علاءالملک سچا آدمی تھا اور فی الجملہ علوم سے خبر بھی رکھتا تھا سوچا کہ اب عمر آخر ہونے کو آئی ہے ان چندروزہ عاریت زندگی کے واسطے بادشاہ کی خوشامد کرنی اپنے دین کو برباد کرنا ہے مجھکو سچ سچ کہنا چاہئے بادشاہ کے غضب سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ اس آخر عمر میں شہادت پانا لطف سے خالی نہیں۔ ع

زدیم بر صف رنداں ہرچہ بادا باد

اُسنے عرض کی کہ اگر مجلس کو شراب اغیار سے آپ خالی کیجئے تو اپنی عقل ودانش کے موافق عرض کروں اگر بادشاہ کے مقبول وپسند خاطر ہو تو زہے سعادت ورنہ مجھے معاف کیجئے گا کہ میں بڈہا متغیر ہوگیا ہوں۔ بادشاہ نے اسکی ملتمس کو منظور کیا اسی وقت صراحی وشیشہ وساغر کو مجلس سے اٹھا دیا اور مجلس میں بادشاہ کے چار یار الماس بیگ الغخاں۔ ملک نصرت خاں۔ ملک

سنجر الپ خاں و غازی ملک تغلق کہ قائم مقام ظفر خاں کا ہوا تھا باقی رہے اور سب رخصت ہوئے تو علاء الملک نے عرض کیا کہ خداوند عالم دین شریعت و مذہب کا ذکر ہرگز آپ زبان پر نہ لائیں کہ یہ کام نبیوں کا ہے نہ بادشاہوں کا دین و شریعت وحی آسمانی سے تعلق رکھتی ہے نہ رائے و تدبیر بشری سے۔ آدم سے اس دم تک انبیا و رسل سے دین و شریعت کا ظہور ہوا ہے۔ اور بادشاہوں نے جہانداری و جہانبانی کی ہے جب سے جہان پیدا ہے اور جب تک رہیگا بادشاہ نبوت نہیں کر سکتے ہیں۔ مگر ہاں بعض پیغمبروں نے بادشاہی کی ہے۔ بندہ درگاہ کی عرض ہے کہ آیندہ بنائے دین و شریعت و مذہب کا ذکر مجلس شراب و غیر شراب میں حضور زبان پر نہ لائیں ورنہ خاص و عام و خرد و بزرگ و نزدیک و دور کو اس ارادہ پر اطلاع ہوگی تو وہ سب متنفر ہو جائینگے اور قلق عظیم پیدا ہوگا۔ ایک مسلمان آپ پاس نہ آئیگا۔ اس اندیشہ کو لوح خاطر سے بالکل محو کیجیے کہ وہ طاقت بشری سے دور ہے چنگیز خاں اور اسکی اولاد نے برسوں بہت کوشش کی اور مسلمانوں کے خون کے ندی نالے بہاوئے کہ دین محمدی کو برطرف کرے اور اپنے دین کو کہ چند ہزار سال سے ترکستان میں رواج رکھتا تھا شائع کرے مگر وہ نہ کر سکا۔ بلکہ اسکے بالعکس خود مغل مسلمان ہو گئے۔ اور کوئی مسلمان مغل نہوا۔ اور مغلوں نے ہی دین اسلام سے تقویت پاکر کافروں سے جہاد کیا ؎

بہ نزد من آنکس نکو خواہ تست ۔ کہ گوید فلاں خار در راہ تست

بادشاہ علاء الدین نے فکر و تامل کر کے کہا کہ جو کچھ تو نے کہا وہ صواب اور مطابق نفس الامر ہے انشاء اللہ تعالیٰ اب میں آیندہ علیحدہ مذہب بنانے کا خیال نہ کرونگا۔ اب دوسری مہم کی نسبت فرمائیے کہ خطا ہے یا صواب ملک علاء الملک نے کہا کہ وہ صواب ہے پہلے بھی جہانداروں نے اس قسم کا عزم کیا ہے جو حضور نے اپنی علو ہمت سے کیا اور تو بھی یہ کر سکتا ہے کہ اپنی قوت و جلادت اور لشکر و خزانہ کے زور سے اقالیم ربع مسکوں پر اپنا تصرف کرے میں دوسری مہم کا منکر نہیں۔ مگر یہ حضور خوب سمجھ سوچ لیں کہ دہلی اور اقلیم دہلی کس جان فشانی و زر ریزی اور خون ریزی سے حاصل ہوئی ہے جب اسمیں کسی شخص کو فرمانروا بنا کے ربع مسکوں کی تسخیر کو جائیگا تو مراجعت کے وقت دہلی کو کسی باغی کے ہاتھ میں پائیگا۔

اس زمانہ کا قیاس سکندر کے زمانہ پر نہ کرنا چاہیئے آہیں مکر و عذر و نقض عہد کمتر تھا۔ اس زمانہ کے آدمی جو عہد کرتے تھے اگر اسپر قرن گذر جاتے تو اس اپنے عہد سے بعد مکان یا طول زمان کے سبب سے تخلف نہیں کرتے۔ سکندر پاس ارسطاطالیس وزیر تھا۔ اس کی قوت فکر سے ممالک کا فتح کرنا آسان تھا اور اس کی تدبیر صائب کی برکت سے عوام و خواص مملکت کو باوجود اس قدر وسعت کے راضی و معتقد رکھنا کچھ مشکل نہ تھا۔ اگر بادشاہ کو بھی اپنے امرا اور رعایا پر سکندر کا سا اعتماد ہو تو یہ عزیمت عین صواب ہے۔ اور اگر نہیں ہے تو ناصواب ہے۔ بادشاہ نے بعد تامل کے کہا کہ اگر میں ان موانع کو جو تو نے کہے پیش نظر رکھوں اور جہانگیری میں سعی نہ کروں اور ملک دہلی پر قناعت کروں تو پھر یہ لشکر و خزانہ کس کام کا ہے اور میرا اصلی مقصد جو جہانگیر مشہور ہونے کا ہے وہ کیونکر حاصل ہو۔ علاء الملک نے جواب دیا کہ بادشاہ کو بالفعل دو مہم ایسی درپیش ہیں کہ تمام خزانے انکے خرچ میں خالی ہو جائے تو گنجائش ہے۔ اول دکن کی فتح مثل رنتھنبور۔ جالور۔ چندیری وطرف شرقی دریا محیط تک و شمالی ملتان و کابل تک یہ دیار متمردوں اور چوروں کی پناہ گاہ ہے۔ اگر وہ مسخر ہو جائیں تو ہندوستان تمام مفسدوں اور مغلوں سے پاک ہو جائے۔ مہم دوم مغلوں کا سد راہ ہونا جو آنکے آنیکی راہ میں حصار واقع ہیں جیسے ملتان ۔ دیپال پور میں انکا سب طرح سے مستحکم کرنا۔ ان کے گرد خندق کھدوانا انکے اندر دانہ چارہ غلہ کے ذخیرے جمع رکھنا۔ جہاں قلعوں کی ضرورت ہو وہاں سے نئے قلعے بنوانا (منجنیقوں) و عرادہ اور سب طرح کے اسلحہ بنا کر رکھنا۔ ان دونوں مہموں کو ختم کر کے حضور دار الملک دہلی میں خاطر جمع سے بیٹھے اور بندگان مخلص کو سپاہ آراستہ کر کے حوالہ فرمائیے کہ وہ اطراف میں اقالیم دور دست کو فتح کر کے اپنے قبضے و تصرف میں لائیں یوں سارے عالم میں حضور کی جہانگیری کا شہرہ مشہور اور عالم گیری کا آوازہ منتشر کریں اور یہ بات اسوقت حاصل ہو سکتی ہے کہ بادشاہ شرب مدام اور شکار کے استغراق تام سے دست بردار ہو۔ علاء الدین سکندر ثانی نے ان کلمات کو سنکر علاء الملک کی رائے صائب و حسن تدبیر کی تحسین و آفرین کی اور خلعت بیش بہا عنایت کیا۔ اور امرا بھی اسکی تقریر کو سنکر مسرور ہوئے۔ انہوں نے بھی بہت کچھ صلہ اسکو دیا حضرت سلطان نظام الدین نے بھی اسکے حق میں دعاء خیر کی۔

قلعہ رنتھنبور کا محاصرہ

سنہ ۶۹۹ھ میں ملک علاء الدین نے علاء الملک کی نصیحت پر عمل کرنا شروع کیا کہ ہندوستان کے راجاؤں سے محکوم کرنیکا ارادہ کیا اور اسکی بسم اللہ قلعہ رنتھنبور سے کی۔ یہاں راجہ پتھورا کا نواسہ ہمیر دیو راجہ تھا۔ اس مہم کے سرانجام دینے کیواسطے بادشاہ نے اپنے بھائی الماس بیگ الغخاں اور وزیر نصرت خاں کو بھیجا اور لشکر گراں انکے ساتھ کیا۔ اول اُنہوں نے قلعہ جھاین کو فتح کر لیا۔ پھر قلعہ مذکور کا محاصرہ کیا۔ ایک روز ملک نصرت حصار کے قریب گیا۔ پاشیب و گرگچ کے بنانے میں کوشش کرتا تھا کہ حصار کے اندر سے ایک پتھر آنکر اُسکے لگا اور اس سے ایسا مجروح ہوا کہ دو تین روز بعد انتقال کیا۔ بعد ازاں راجہ ہمیر دیو نے بڑی سپاہ سے محاصرین پر حملہ ایسی دلاوری سے کیا کہ الغ خاں کو محاصرہ چھوڑ کر جھاین میں آنا پڑا۔ جب یہ خبر سلطان علاء الدین کو پہنچی تو وہ غصہ میں آنکر بڑا لشکر لیکر خود رنتھنبور کو روانہ ہوا اور جب تلپت پہنچا تو قیام کیا۔

علاء الدین کے بھتیجے کا تخت حاصل کرنیکے لئے چچا کو قتل کرنیکا ارادہ اور اس کا استحکام

یہاں وہ ہر روز جنگل میں گھوڑے پر سوار ہوکر شکار کو جاتا۔ اتفاق سے ایک دن رات ہوگئی لشکر گاہ میں نہ آسکا۔ وہیں شب باش ہوا۔ آفتاب کے طلوع ہونیسے پیشتر حکم دیا کہ شکار قمرغہ ہو۔ اور آپ چند ہمراہیوں سمیت ایک ٹیلہ پر شکار کی سیر کے لئے جا بیٹھا کہ قمرغہ تیار ہوکر شکار کھیلے۔ بادشاہ کا بھتیجا سلیمان تہا۔ اسکا خطاب اکت خاں تہا۔ وہ وکیل در تہا۔ اُسکے دل میں یہ آیا کہ جس طرح بوڑھے چچا کو علاء الدین مارکر خود بادشاہ بن گیا۔ اسی طرح میں بھی آج چچا کا کام کرکے تاجدار بنجاؤں یہ سوچ سمجھ کر سو نو مسلم مغل سوار اپنے قدیمی نوکر ہمراہ لئے۔ اور بادشاہ پاس گیا۔ شیر شیر کہکر سلطان علاء الدین پر تیر برسانے شروع کئے۔ جاڑے کا موسم تھا بادشاہ دگلا اور قبا پہنے ہوئے مونڈہے پر بیٹھا تہا جسوقت یہ تیر اسپر برسنے شروع ہوئے اسنے مونڈہے کو سپر بنایا اور تیروں کو اسپر روکا۔ مگر کچھ تیر بادشاہ کے بازو پر لگے۔ ایک غلام وفادار ہندو مانک قوم موجود تھا۔ وہ بھی بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوگیا اور سارے تیروں کو اپنے بدن پر روکا۔ پیارے

جو بادشاہ کے گرد کھڑے تھے انہوں نے اپنی سپروں سے بادشاہ کو ڈھک لیا۔ سلیمان شاہ (اکت خاں) کا ارادہ ہوا کہ گھوڑے سے اتر کر بادشاہ کا سر قلم کرے کہ اتنے میں پیادوں نے جو بادشاہ کے گرد تھے واویلا مچائی کہ ہائے بادشاہ مارا گیا۔ اکت خاں احمق نے ان پیادوں کی بات کو سچ جانا۔ اور خوشی خوشی بارگاہ سلطان میں آیا۔ اور بادشاہ کے مارے جانیکا قصہ مشہور کیا کہ میں نے انہی مار ڈالا اور آپ خود اُسکا جانشین بن بیٹھا او تخت پر جلوس کیا۔ سارے لشکر میں اسکی سلطنت کی مبارک سلامت ہوگئی۔ اب اس بیوقوف نے حرم سرا میں جانا چاہا۔ وہاں ملک دینار مسلح بمقابلہ پیش آیا اُسنے کہا کہ جبتک بادشاہ کا سر نہ دکھاؤ گے حرم سرا میں جانے نہ پاؤگے۔ اب یہاں جب علاء الدین کو ہوش آیا اُسنے اپنے زخم باندہے۔ اور وہ یہ سوچا کہ اکت خاں کی یہ حرکت بغیر امرا کی صلاح اور مشورہ کے نہ ہوگی۔ اسلئے لشکر میں ان تھوڑے آدمیوں کے ساتھ جانا مناسب نہیں۔ بہتر ہے کہ پچاس ساٹھ آدمی جو ساتھ رہ گئے ہیں اُنھیں لیکر بھائی پاس جھائن چلئے۔ بادشاہ کا یہ ارادہ دیکھکر ملک حمید الدین نے یہ سمجھایا کہ آپ جھاین نہ جایئے اور ابھی اپنے لشکر کی طرف چلئے۔ اور دشمن کو فرصت نہ دیجئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس فرصت میں کام اپنا درست کرے جسوقت بادشاہ کا چتر سر پر لشکر دیکھے گا ننگے پاؤں دوڑ آئیگا۔ اس بات کو بادشاہ نے مان لیا۔ تاج جو جنگل میں پڑا تھا اُسکو سر پر رکھکر بہت آہستہ آہستہ سراپردہ کی طرف چلا۔ جسوقت بادشاہ کے چتر سفید پر لشکر کی نظر پڑی اُسیوقت نئے بادشاہ کی مجلس درہم برہم ہوئی۔ اور بادشاہ کے قدموں میں سب دوڑے آئے۔ اب اکت خاں کو سوا بھاگنے کے چارہ نہ تھا۔ افغان پور کو بھاگا۔ بادشاہ تخت پر جلوس فرمایا۔ بھتیجے کی تلاش میں آدمی بھیجے۔ انہوں نے اُسکو قتل کیا اور سر کو سارے لشکر میں پھرایا ؎ تکیہ برجائے بزرگاں نتواں زد بگزاف مگر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی۔ بادشاہ نے اُسکے بھائی قتلغ خاں کو اور اسکے ہمراہیوں کو بھی قتل کیا۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہی کہ اس واقعہ کے بعد علاء الدین کبھی گھوڑے پر نہیں سوار ہوا۔

بھانجوں کی بغاوت و بغاوتیں اور رنتھنبور کا دوبارہ فتح کرنا

غرض جب یہ قصہ طے ہوچکا تو بادشاہ رنتھنبور میں بھائی پاس پہنچا۔ رنتھنبور کے قلعہ کا محاصرہ دوبارہ

شروع کیا۔ اس محاصرہ نے طول کھینچا۔ ہر روز قلعہ والوں کی آگ اور تیر برسانے سے بادشاہی لشکر کو نقصان پہونچا۔ اہل اسلام نے بھی نقب وسیبہ بڑھا کر اہل قلعہ کو خوب تنگ کیا اور ایام محاصرہ میں سرداروں نے ملک کو خوب تاخت و تاراج کیا۔ اور سرکشوں کو موم کی طرح نرم کیا۔ غرض یہاں یہ ہو رہا تھا کہ بادشاہ کے بھانجے امیر عمر اور منگو خاں کہ بداوں اور اودھ میں حاکم تھے بادشاہ سے بگڑ بیٹھے۔ بادشاہ نے ان کی بغاوت کو کچھ بڑا نہ جانا۔ دہلی کے ارد گرد کے امیروں کو لکھا کہ ان کا تدارک کریں انہوں نے حسب الحکم لشکر کشی کر کے بڑی کوشش سے دونوں بھائیوں کو مغلوب کر کے مقید کیا اور بادشاہ کے لشکرگاہ میں بھیجدیا اور جو مفسد اُن کے ساتھ تھے اُن کو مار ڈالا۔ سلطان نے قلعہ کے نیچے اوروں کی عبرت کے لئے اول اُن کی آنکھیں نکلوائیں اور پھر بڑے عقوبت سے اُن کو مارا۔ یہ فساد ابھی بالکل مٹا نہ تھا کہ ایک اور جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا۔ ملک فخرالدین قدیمی کوتوال کا غلام زادہ حاجی مولی تھا اُس نے یہ دیکھا کہ بادشاہ قلعہ گیری میں مصروف ہے۔ اور کوتوال شہر بایزید سے لوگ از حد ناراض ہیں اُس کی مدد وہ نہ کرینگے۔ دوپہر کو ایک جماعت کو ساتھ لیا۔ اور کوتوال کے گھر پہنچا اور اُس سے کہا کہ ایک حکم بادشاہ کا آیا ہے اُسے سن جاؤ۔ کوتوال اسی وقت باہر آیا۔ حاجی مولا نے اپنے ہمراہیوں کو اشارہ کیا انہوں نے اُس کو مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور لوگوں میں یہ مشہور کر دیا کہ بادشاہ کے حکم سے مارا ہے۔ نئی دلی کے کوتوال علاؤالدین ایاز پاس بھی آدمی بھیجا کہ فرمان بادشاہ آیا ہے اُسے آنکر دیکھ جاؤ وہ اُس کے غدر سے واقف تھا اُس نے نئے شہر کے دروازے بند کر لئے۔ حاجی مولا نے اپنے آدمیوں کے ساتھ کوشک لال میں اور شہر پر قبضہ کر لیا قیدیوں کو چھوڑ دیا اور خزانہ اور سلاح خانہ تمام قیدیوں میں تقسیم کر دیا۔ اور ان قیدیوں کو ساتھ لیا اور علوی کو کہ سلطان شمس الدین التمش کی اولاد میں سے تھا تخت پر بٹھایا اور زبردستی لوگوں سے بیعت کرائی۔ جب بادشاہ کو یہ پرچہ لگا تو اُس نے اُس کو ظاہر نہ کیا اور پہلے سے زیادہ قلعہ کے فتح کرنے میں مصروف ہوا۔ ایک ہفتہ نہ گذرا تھا کہ بداوں اور امروہہ سے ملک حمید الدین لشکر لیکر دلی میں آیا اور لڑکر حاجی مولا سے شہر لے لیا۔ اور اُس کو قتل کیا۔ اور علوی کو بھی مار کر سر کاٹا اور تمام شہر میں پھرایا۔ اور یہ سب حال بادشاہ کو لکھ بھیجا۔ سلطان نے اپنے بھائی الغ خاں کو یہاں باغیوں کی سیاست کے لئے بھیجدیا۔ امیرالامرا ملک فخرالدین کے بیچارے بیٹے باوجود اس لڑائی بھڑائی سے کچھ سروکار نہ رکھتے تھے

گردن سے مارے گئے اور یہ ایک قدیمی خاندان نیست و نابود ہو گیا۔ اور اس کے سارے گھروں کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ بادشاہ نے قلعۂ رنتھنبور کو ۷۰۱ھ میں ایک برس کے محاصرہ کے بعد فتح کیا۔ اس نے بہت سا لشکر جمع کیا تھا اور تھیلے اُن کو دیئے تھے کہ اس میں ریت بھریں۔ ایک درہ ہیں جس کو رن کہتے ہیں ان تھیلوں کو ڈال کر بڑا سرکوب بنایا اور اہل قلعہ کو ستایا۔ اور سب محصورین کو قتل کیا۔ اور راجہ کو مع رانی کے فنا کیا کہتے ہیں کہ میر محمد باغی کہ جالور سے بھاگ کر یہاں آ گیا تھا زخمی پڑا تھا۔ بادشاہ کی نظر اس پر پڑی۔ رحم آیا پوچھا کہ اگر تیرا معالجہ کیا جائے اور تو صحت پائے تو ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے۔ میر محمد نے جواب دیا کہ آپ کو اپنے ہاتھ سے قتل کروں اور راجہ ہمیر کے بیٹے کو بادشاہ بناؤں۔ اس پر بادشاہ بڑا خفا ہوا۔ اور ہاتھی کے پیر کے نیچے کچلوایا۔ مگر جب اُس کی اس وفاداری اور ایمانداری کا خیال آیا تو اس کی تجہیز و تکفین ایک شان کے ساتھ کی اس قلعہ کو اپنے بھائی الغ خاں کے حوالہ کیا۔ اور آپ دلّی میں چلا آیا۔ الغ خاں یہاں پانچ چھ مہینے حکمران رہا۔ پھر بیمار ہو کر دلّی کو آتا تھا کہ راہ میں سفر آخرت پیش آیا۔

اسباب بغاوت اور اُنکے انسداد کی تدبیریں

اب بادشاہ نے دلّی میں مشیرانِ سلطنت کو بُلا کر کہا کہ چار بغاوتیں پے درپے ہو چکی ہیں ایسی تدبیریں بتاؤ کہ پھر کوئی بغاوت اور سازش نہ ہو۔ مشیرانِ سلطنت نے چار اسباب بغاوت کے بتلائے اوّل رعایا کے نیک و بد سے بادشاہ کو خبر نہیں ہوتی۔ دوم شراب خواری علانیہ ہوتی ہے۔ شراب کے پینے سے خواہش زشت کو تحریک ہوتی ہے اور اس سے مافی الضمیر کا اظہار بے اختیار ہوتا ہے اور اس سے فتنے برپا ہوتے ہیں۔ سوم امیر اور اعیانِ سلطنت باہم رشتے رکھتے ہیں اور کرتے ہیں اور جب ایک پر کوئی حادثہ واقع ہوتا ہے تو سب آپس میں شریک ہو جاتے ہیں۔ چہارم زر و مال کی کثرت۔ قاعدہ ہے کہ جس وقت اراذل اور کمینوں کو دولت ملتی ہے خیالاتِ فاسد اُنکے دل میں پیدا ہوتے ہیں اور ان سے فساد کھڑے ہوتے ہیں اور بادشاہی کے دعوے کرتے ہیں۔ بادشاہ نے ان سب اہل الرائے کی باتوں کو پسند کیا اور ان اسباب کے رفع کرنے میں ساعی ہوا۔ اوّل خلق کے نیک و بد حال دریافت کرنیکے واسطے جاسوس مقرر کئے۔ اب اس جاسوسی کو وہ فروغ ہوا

کہ جو امرا اپنے گھر بی بچوں سے باتیں کرتے اُن کی باتوں کی خبر بادشاہ کے کانوں تک پہنچتی یہاں تک لوگ ان جاسوسوں کے ہاتھ سے تنگ ہوئے کہ گھر میں پکار کر آدھی رات کو بات نہ کرتے۔ اس تجسس سے تمام ملک میں انتظام ہو گیا۔ اور رستوں میں امن وامان۔ مسافر تنہا جہاں چاہتے وہاں جاتے سوداگر سونا اُچھالتے چلے جاتے کوئی نہ پوچھتا کہ اُن کے مُنہ میں کے دانت ہیں۔ اور دوسرے مفسدہ کے دور کرنے کے لئے اُس نے شراب علانیہ پینی چھوڑی۔ عیش خانہ کو طلاق دی اور جلسوں کا آراستہ کرنا موقوف کیا۔ تمام شراب لنڈھا دی۔ شراب پینے کے چاندی سونے کے برتن توڑ پھوڑ برابر کئے اور اُن پر سِکّہ لگوایا۔ اور سب جگہ منادی کردی کہ بادشاہ نے شراب پینی چھوڑ دی۔ اور تمام ممالک محروسہ میں شراب کی ممانعت کے اشتہار بھجوا دیئے کہ جو شخص شراب پیئے گا وہ گردن مارا جائے گا۔ اس حکم پر اس قدر لوگوں نے گھروں سے شراب نکال نکال کر بازاروں میں پھینکی کہ شراب کی کیچڑ ہو گئی۔ رندان می خوار جو شراب کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے کسی نہ کسی طرح وہ اُس کو بہم پہنچاتے تھے۔ جب بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے ایک کنواں کھدوایا۔ اور اُس کو شراب پینے والوں کا زندان بنایا۔ اکثر اس زندان میں قیدی قیدِ حیات سے چھوٹ جاتے۔ جب یہ قانون خوب منضبط ہو گیا تو بادشاہ نے امیروں کو تنہا شراب پینے کی اجازت دیدی۔ اب تیسرے مفسدہ کے انسداد کے واسطے اُس نے حکم دیدیا کہ بغیر حکم شاہی امیر اور دولت مند آپس میں ملاقات نہ کریں اور ایک دوسرے کے ہاں دعوتوں میں نہ جائیں۔ اور بغیر تحریری اجازت نامہ کے آپس میں ناطے رشتے نہ کیا کریں۔ غرض یوں جو آشنا یگانے تھے وہ ناآشنا و بیگانے بن گئے۔ اگر کوئی کسی کے ہاں مہمان جاتا تو وزیر سید خاں کی خوشامد کی جاتی کہ وہ بادشاہ سے اُس کے گھر میں اُترنے کی اجازت حاصل کرا دے۔ مفسدۂ چہارم کے انسداد کے واسطے یہ تدبیر کی کہ جو گاؤں وقف یا انعام یا مِلک کسی کی تھا اُن سب کو خالصہ ٹھیراتا خواہ وہ کسی مسلمان پاس ہو یا ہندو پاس۔ غرض ضبطی اور سخت گیری سے ایسے لوگ کھانے پینے سے تنگ ہوئے کہ کبھی فتنہ و فساد کا نام بھی زبان پر نہ آتا۔

قوانین و ضوابط علائی

جب ان بغاوتوں کے انسداد سے اُس کو فراغ ہوا تو اُس نے یہ چاہا کہ ایسے ضوابط و قوانین

مقرر ہوں کہ رعیت کے درمیان ضعیف و قوی برابر ہوں اور زبردست رعیت پر مقدموں و چودھریوں کا تسلط موقوف ہو۔ پس اول یہ قانون مقرر ہوا کہ مساحت کے بموجب نصف محصول بلا قصور وصول ہو اس میں مقدم و چودھری وکل رعایا سب برابر ہوں۔ زیردستوں کا بوجھ زبردستوں کے سر پر نہ پڑے مقدمی کی وجوہ سے جو حاصل ہو وہ خزانہ میں داخل ہو خواہ مقدم ہو یا رعیت وہ چار بیل کشت کاری کے اور دو بھینسیں اور دو گائیں اور بارہ بکریوں یا بھیڑوں سے زیادہ نہ رکھنے پائے۔ دوسرا قانون یہ تھا کہ بھینس یا بکری غرض جو دودھ دینے والا جانور ہو اُس کی چرائی لی جائے اور چرائی کی مقدار مقرر ہو سوم جو گھر آباد ہو اُس سے کرایہ طلب کیا جائے۔ اس کام میں عمال اور اہل قلم نے ایسی احتیاط کی کہ خیانت سے پھوٹی کوڑی نہیں لی اور اگر عمال سوائے اپنی تنخواہ کے کسی اور چیز پر متصرف ہوتے تھے تو پٹواری کے کاغذ سے جو کچھ اُن کے نام بر آمد ہوتا وہ اُسی ساعت لیا جاتا تھا۔ بہت سے محرر ایسے تھے کہ جب اُنہوں نے دیکھا کہ عمال کے عہدے میں کچھ اوپر کی یافت نہیں ہے تو اُنہوں نے اس اپنے پیشے کو چھوڑ دیا ان عہدہ داروں کو خیانت کی سزائیں ایسی سخت ملتی تھیں کہ برسوں وہ قید میں رہتے تھے اور پٹتے تھے جس کے سبب ان عہدوں سے لوگ ایسے ڈرتے تھے جیسے کہ بخار و موت سے۔ غرض جن سے یہ محصول لیا جاتا اور جو لیتے وہ ذرا سا بھی قصور کرتے تو سخت سزا پاتے۔ مقدموں اور چودھریوں کا حال پہلے یہ تھا کہ وہ سوار پھرتے تھے ہتھیار باندھتے تھے لباس فاخرہ پہنتے تھے شکار کھیلتے تھے مگر اب اُن کا حال ایسا تنگ ہو گیا تھا کہ اُن کی عورتیں لوگوں کے گھروں میں جاکے محنت مزدوری کرتی تھیں جب اُس سے اپنا پیٹ بھرتی تھیں۔

بادشاہ اور قاضی مغیث الدین کی گفتگو

بادشاہ علاؤالدین کبھی کبھی کہا کرتا کہ بادشاہی کے احکام و ضوابط بادشاہوں کی رائے سے متعلق ہیں۔ شریعت کو اُن میں دخل نہیں۔ علما سے عبادات کے طریقوں کا فیصلہ کرنا متعلق ہے۔ غرض بادشاہی کی اصلاح کے لئے جو کچھ اُس کے ذہن میں آتا وہ کرتا۔ اس میں مشروع و غیر مشروع کو نہ دیکھتا۔ علمائے عصر میں سے قاضی مغیث الدین بیانوی بڑے دانشمند عالم تھے وہ فی الجملہ زیادہ قرب رکھتے تھے اور بادشاہ کی مجلس میں حاضر ہوتے اور امرا کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھتے مگر بادشاہ کے

الوف کے مارے علم کا ایک حرف زبان پر نہ لاتے۔ بادشاہ ابتدا میں تو الف کے نام بے بھی نہیں جانتا تھا مگر آخر میں اُس کو کچھ لکھنا پڑھنا آگیا تھا کہ وہ مجزوں کے خط و فارسی کتابیں آپ پڑھ لیتا تھا۔ اور اہل فضل سے بھی ہم زبان ہوتا۔ اس کا اعتقاد فاسد پہلا سا نہ رہا تھا۔ اُس کو معلوم ہوگیا تھا کہ علما و قضات و ارباب فتاویٰ کو صفائی نیت اور نفس الامر منظور ہوتا ہے وہ طمع دنیوی سے کوئی اپنی طرف سے مسئلہ نہیں گھڑتے۔ برخلاف عادت کبھی کبھی وہ فضلا کی صحبت میں بیٹھتا اور مسئلہ شرعی پوچھتا۔ چنانچہ ایک دن قاضی مغیث الدین بیانوی سے کہا کہ میں چند مسئلے آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ وہ علما کو مکار و محیل جانکر اُن سے بات نہ کرتا تھا۔ اور اب تک اپنی بادشاہی میں اس نے شرع کی طرف کبھی رجوع نہیں کی تھی یہ سُنکر قاضی صاحب کی جان ہلکی اور زمین بوس ہوکر عرض کی کہ پوچھنے سے پہلے مجھے حضور قتل فرمالیں تو بہتر ہے۔ بادشاہ نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ جو کچھ حضرت پوچھینگے اگر سچ کہونگا تو بادشاہ کے مزاج کے موافق نہ ہوگا۔ اور اگر خوشامد کرونگا تو جھوٹ بولونگا جو بادشاہ پرکسی دوسرے شخص سے پوچھنے سے ظاہر ہوجائیگا وہ بھی میرے قتل کا باعث ہوگا۔ اُس پر بادشاہ نے ہنسکر کہا کہ شریعت کے موافق مجھے سچ سچ جواب دو کہ راستی کے سبب سے آپ کو کوئی ضرر نہیں پہونچے گا۔ اب بادشاہ نے یہ چند سوال کئے۔ اوّل شریعت پاک میں کس ہندو کو خراج گذار و ذمی کہتے ہیں۔ قاضی نے کہا کہ وہ ہندو خراج گذار و ذمی ہے کہ محصل بادشاہی اُس سے جو مال و خراج طلب کرے وہ تواضع کے ساتھ بے مضائقہ تمام ادا کرے اور اگر محصل سے کوئی ادا ایسی صادر ہو کہ وہ اُس کی اہانت کا سبب ہو تو اُس کو بے انکار و تنفر قبول کرے۔ بادشاہ ہنسا اور کہا کہ جو کچھ تو نے از روے کتاب کہا وہ میں نے اپنی راے کے اجتہاد سے کر رکھا ہے اور میں نے ہندوؤں کو اس طرح ذمی بنا رکھا ہے۔ سوال دوم عامل جو رشوت لیتے ہیں اُس کو از قسم دُزدی سمجھ کر چوروں کی سزائیں اُن کو دے سکتا ہوں یا نہیں۔ قاضی نے کہا کہ کہ عامل بطریق رشوت جو کچھ لے لیں تو اُن پر ایسی تعذیب کرنی چاہئے کہ وہ اُس کو پھیر دیں۔ مگر ہاتھ کاٹنا کہ دزدی کے ساتھ مخصوص ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ بادشاہ نے کہا کہ میں بھی یہی کرتا ہوں کہ عامل جو مال خیانت کرتے ہیں اُن کو شکنجہ میں کھینچکر وہ مال لے لیتا ہوں تاکہ خیانت کی راہ مسدود ہو اور ظالم لالچیوں کا ہاتھ کوتاہ ہو۔ سوال سوم ایام بادشاہی سے پہلے جو دیوگڈھ سے بہ ضرب شمشیر میں مال لایا ہوں وہ میرا حق ہے یا بیت المال کا۔ اور اس میں اور

مسلمانوں کا حصہ بھی ہے یا نہیں۔ قاضی نے کہا کہ اس میں بادشاہ کا حق ایسا ہی ہے جیسا کہ اور
تمام ان مسلمانوں کا حق ہے کہ جو آپ کے ممد و معاون ہوتے ہیں۔ اس پر بادشاہ آشفتہ ہو کر بولا کہ
کہ ایام ملکی میں ولایت کفار سے کہ جس مال کو میں محنت کر کے لایا ہوں اور بادشاہ کے خزانہ میں میں نے
داخل نہیں کیا ہے وہ بیت المال کس طرح ہو سکتا ہے۔ قاضی نے کہا کہ بادشاہ جو اپنے نفس نفیس سے
پیدا کرے وہ اس کا حق ہے لیکن جو لشکریوں کی اعانت اور مدد سے پیدا کرے اس میں سب برابر
کے شریک ہیں۔ سوال چہارم۔ اس مال میں میرا اور میری اولاد کا حق کس قدر ہے۔ قاضی نے
دل میں کہا کہ اب میری پوری موت آئی۔ پہلے جواب سے بادشاہ آزردہ خاطر تھا اور دوسرا جواب
پہلے سے زیادہ سخت ہوگا۔ اس سے بادشاہ اور زیادہ آشفتہ ہوگا۔ بادشاہ سے جان کی امان
مانگ کر قاضی نے عرض کی کہ آپ تین طریقے اختیار کر سکتے ہیں۔ اگر عدالت محض اور خلفای راشدین
کا اتباع منظور ہو تو بادشاہ اس میں اس قدر لے جس قدر اس نے اپنے اور نوکروں کے لئے مقرر کیا
ہے اور اگر میانہ روی اختیار کرے تو امرائے معارف میں سے جس امیر کا وظیفہ زیادہ ہو اس کی
برابر بیت المال میں سے لے لے اور اگر ان علمائے دین کی اجازت کے موافق عمل کرے جو ایسے
وقت میں روایات ضعیف کی سند پر بادشاہ کامگار کے ہم زبان ہوتے ہیں تو جو سب سے زیادہ
بزرگ امیر کو دیا جائے اس سے کچھ تھوڑا زیادہ لے کہ جس سے بادشاہ کو ایک طرح کا امتیاز حاصل
ہو اور سلطنت کی عزت ہو۔ اس سے زیادہ لینا جائز نہیں اور فرزندان عظام کا حصہ موافق سائر
الناس کے یا بطریق امرائے متوسط کے ہے ایسے جواب سے بادشاہ آگ بگولا ہوا اور کہنے لگا کہ
یہ مال جو میرے قصر میں ہے اور سائر ابواب میں خرچ ہوتا ہے یہ سب نامشروع تو بتائے گا۔
قاضی نے کہا کہ جو آپ نے مسئلہ شرعی پوچھا اس کا جواب کتب شرع کے موافق میں نے دیا اگر مصلحت
ملکی کے موافق استفسار ہوتا تو میں یہ کہتا کہ جو بادشاہ کرے وہ عین صواب اور قواعد و قوانین جہانداری
کے مطابق ہے بلکہ جتنا اور زیادہ لے شوکت و عظمت بادشاہ کا سبب ہے یہ بات قواعد ملکی کے
انتظام سے متعلق ہے۔ بعد ازاں بادشاہ نے کہا کہ جو سپاہی موجودات کے وقت حاضر نہیں ہوتے
ان سے تین سال کی تنخواہ واپس لیتا ہوں یا تین سال تک ایک مہینے کی تنخواہ نہیں دیتا۔ شرابخواروں
اور شراب فروشوں کو چاہ زندان میں بند کرتا ہوں اور جو کوئی شخص کسی کی بیوی سے زنا کرتا ہے

اُسے خصّی بناتا ہوں اور عورت کو قتل کرتا ہوں۔ سرکشوں میں نیک و بد و خشک و تر کو نہیں دیکھتا سب کو ہلاک کرتا ہوں اور اُن کے جورو بچوں کو بے نوا اور تلف کرتا ہوں۔ مال واجب الادا کو ضرب چوب سے وصول کرتا ہوں اور جبتک ایک جیتل باقی رہتا ہے قید و زنجیر و تخت بند کو کام میں لاتا ہوں اور ایذا دیتا ہوں تو ان سب کاموں کو تم کہو گے کہ میں نامشروع کرتا ہوں۔ قاضی صاحب مجلس سے اُٹھے دور جاکر سر بزمین ہوئے اور کہا یہ سب نامشروع ہیں۔ بادشاہ غضبناک ہو کر حرم سرا میں گیا اور قاضی صاحب اپنے گھر جلدی سے آئے اور اپنے اہل بیت سے رخصت ہوئے اور قتل کے مترصد ہوئے ؎

چوں سخن راست تو آری بجاے
ناصرِ گفتار تو باشد خداے

دوسرے روز قاضی صاحب کو برخلاف اُن کی توقع کے بادشاہ نے بُلا کر بہت عنایت کی اور بھاری خلعت انعام دیا اور فرمایا کہ آپ کو علم ہے تجربہ نہیں اور مجھے علم نہیں تجربہ ہے۔ میں مسلمان و مسلمان زادہ ہوں [illegible] ہے حق ہے لیکن مہماتِ دنیا خصوصاً ہندوستان محض شریعت کی پابندی سے رونق نہیں پا سکتا اور نہ اس کا انتظام ہو سکتا ہے۔ جبتک سیاستہائے عظیم نہ ہوں۔ ملک آرام سے نہیں رہ سکتا اور تعزیرات شرعی سے اس زمانہ کے آدمی راہِ مستقیم پر نہیں آسکتے۔ میں جاہل ہوں۔ نوشت و خواند سے نہ آشنا ہوں۔ سوائے الحمد اور قل ہو اللہ و دعائے قنوت و التحیات کے کوئی اور چیز پڑھنی نہیں جانتا میں نے ایسے سخت سخت حکم جاری کئے کہ کوئی شخص جو دوسرے شخص کی بیوی سے زنا کرے تو خصی کیا جائے لیکن باوجود اس سختی کے پھر بھی ایسے زناکار روز پکڑے آتے ہیں جو سپاہی کہ موجودات کے وقت حاضر نہیں ہوتے اُن سے تین سال کی تنخواہ واپس لیجاتی ہے اُس پر بھی سو دو سو سپاہیوں کو یہ سزا ہمیشہ ملتی ہے۔ میں نے مال چوری کرنے پر دس ہزار محرروں و عاملوں سے گدائی کرائی اور ان کے بدنوں کو کیڑوں سے کٹوایا تو بھی اس جماعت نے چوری سے ہاتھ نہ اُٹھایا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوبہ [illegible] کی و دزدی ہم زاد مادر زاد ہیں۔ شراب فروشوں و می نوشوں کیلئے میں نے چاہ زندان بنایا اور اس میں اُن کو ڈال کر سڑایا مگر اس چاہ زندان میں بھی شرابیوں نے شراب پینا نہ چھوڑا۔ اور یہاں بھی شراب بیچنے والوں نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ گھروں میں بھٹیاں بنائیں اور ان میں چوری چھپے شراب بنائی۔ اُس کو خود پیا اور چھپا کر مہنگا بیچا۔ شہر کے باہر سے مشکیں

بھر کر گھاس و لکڑیوں کے گٹھوں میں چھپا کر لاتے اور سیکڑوں حیلے و بہانے و مکر و فریب و دغا سے شہر کے اندر پہنچاتے بھیجتے۔ دروازوں پر تلاشی میں پکڑے جاتے اور چاہ زندان میں لٹکائے جاتے مگر اپنے کرتوتوں سے باز نہ آتے۔ غرض اس زمانہ میں ہزاروں لاکھوں آدمی ایسے ہیں کہ وہ دین دنیا دونوں کی پروا نہیں کرتے ایسے بدکاروں کا علاج نہ کسی انسان نے پہلے کیا ہے نہ مجھ سے ہو سکے۔ مگر سارے کاموں میں میری نیت میں یہ ہوتا ہے کہ خلق اللہ کی رفاہیت ہو اس لئے غفور الرحیم کی ذات سے امید ہے کہ وہ میرے گناہ معاف کریگا۔ ورنہ تو یہ باز ہے۔

مغلوں کی مہمات اور اُن کے انسداد کے واسطے قوانین اور ضوابط قواعد کا مقرر ہونا

اب سلطان علاؤ الدین نے ارادہ کیا کہ اس قدر لشکر کو بڑھائے کہ مغلوں کی لڑائی سے عہدہ برا ہو سکے اور ممالک محروسہ کا بندوبست بھی رکھ سکے۔ خزانہ جس قدر اُس کے پاس تھا وہ اس قدر تھا کہ کسی لشکر کثیر کے لئے پانچ چھ سال سے زیادہ وفا نہ کر سکے۔ پس اس باب میں ارباب رائے سے جن میں ملک خطیر الدین سب سے زیادہ بزرگ تھے مشورہ کیا اور پوچھا کہ لشکر بڑھانے کے لئے کونسی تدابیر ہیں۔ تمام بلاد ترکستان میں چنگیزی سپاہیوں کی تنخواہ نہایت قلیل مقرر ہوتی ہے۔ میرا بھی یہی ارادہ ہے کہ سپاہیوں کی تنخواہ اسی قدر قلیل مقرر کروں۔ ارباب رائے نے کہا کہ بادشاہ کا یہ ارادہ جب پورا ہو سکتا ہے کہ سپاہیوں کے تمام مایحتاج غلے و گھوڑے ہتھیار و سارے آلات سپاہ گری کے ارزاں کر دیئے جائیں کہ جس سے کمی تنخواہ کا معاوضہ اس ارزانی سے ہو جائے۔ بادشاہ کو یہ رائے پسند آئی اور اپنے دانشمند وزیروں کے اتفاق سے اس باب میں چند قواعد و ضوابط مقرر کئے جن کے سبب سے اسباب معاش ارزاں ہوئے اور مقصود حاصل ہوا۔

اوّل قاعدہ۔ ارزانی غلہ کے باب میں مقرر ہوا جس میں سب سے زیادہ نفع عام تھا اور اس کے یہ ضوابط قرار پائے۔

ضابطہ اوّل۔ غلہ کا نرخ بادشاہ مقرر کرے۔ دوم سلطانی غلہ کے انبار لگائے جائیں۔ سوم۔ اناج کی منڈیوں میں سچے معتبر و با اختیار اشخاص مقرر ہوں۔ چہارم۔ بلاد ممالک کے بنجاروں کا ایک

دفتر بنایا جاوے اور وہ شحنہ کی رعیت بنائے جائیں۔ پنجم دوآبہ اور سو سو کوس تک دلی کے گرد رعیت سے خراج اتنا لیا جاوے کہ وہ دس من غلہ سے زیادہ ذخیرہ کرنے کا مقدور نہ رکھیں اور ایسی شدت بھی خراج کی طلب میں نہ کی جائے کہ کھیتوں میں کھڑا غلہ بنجاروں کے ہاتھ رعایا بیچ ڈالے۔ ششم کارکنوں و لایت سے اقرارنامہ لیا جائے کہ غلہ کو کھیتوں کے کناروں پر بنجاروں کے ہاتھ فروخت کرا دیا کریں۔ ہفتم منڈی میں منہیٔ معتبر رہا کریں کہ بادشاہ سے غلہ کی کیفیت وہ عرض کیا کریں۔ ہشتم ایام امساکِ باراں میں غلہ کا ایک دانہ بے حاجت کے کسی منڈی سے کوئی شخص نہ لے سکے۔ یہ آٹھ ضابطے ارزانی غلہ کی استقامت کے لئے تخت علائی کی پیشگاہ سے جاری ہوئے۔ نزول باران اور امساک باران میں ایک دانگ کی برابر بھی بھاؤ نہیں بڑھا۔ اوّل ضابطہ غلہ کے نرخ کا اس طرح مقرر ہوا کہ گیہوں فی من ساڑھے سات جیتل۔ جَو فی من چار جیتل۔ شالی یعنی جوار فی من پانچ جیتل۔ ماش فی من پانچ جیتل۔ چنا فی من پانچ جیتل۔ موٹھ فی من تین جیتل۔ دوم ملک قبول الغخانی کہ ایک دانشمند ملک اور کاردان اور مقرب شاہی تھا وہ منڈی کا شحنہ مقرر ہوا۔ اُس کو اقطاع بزرگ دیئے گئے سوار و پیادے اُس کے سپرد ہوئے اور اُس کے دوستوں میں سے ایک ہوشیار نائب مقرر ہوا۔ سوم انبار ہائے سلطانی کے باب میں سلطان علاؤالدین نے حکم دیا کہ دوآبہ کے درمیان جو قصبات خالصہ ہیں اُن سے خراج کے بدلہ میں غلہ لیا جائے اور غلہ انبار ہائے سلطانی میں شہر میں پہنچایا جائے اور حکم ہوا کہ نئے شہر میں اور نئے شہر کی ولایت میں نصف حصہ سلطانی غلہ ہی ہو اور وہ قصبات میں جمع ہو اور شہر کے بنجاروں کو سپرد ہو کہ جب امساکِ باراں ہو یا منڈی میں بنجارے غلہ پہونچانے میں کوتاہی کریں تو ان انبار ہائے سلطانی سے منڈی میں غلہ لائیں اور منڈی کے بنجاروں کو سپرد ہو کہ وہ نرخ سلطانی سے فروخت کریں اور کسی شخص کو احتیاج سے زیادہ نہ دیں۔ چہارم سلطان علاؤالدین نے حکم دیا کہ تمام بلاد ممالک کے بنجارے شحنۂ منڈی کی رعیت بنائے جائیں اور شحنۂ منڈی اُن کے مقدموں کو گلے میں طوق اور پاؤں میں زنجیر جب تک ڈالے رکھے کہ وہ سب متفق ہو کر ضمانت ایک دوسرے کی اس امر کی نہ دیں کہ وہ دریائے جمنا کے کنارے کے دیہات میں مع زن و بچہ و مویشی کے سکونت اختیار کرینگے۔ اس ضابطہ سے یہ فائدہ ہوا کہ منڈی میں غلہ اس افراط سے آتا کہ سلطانی غلہ کی ضرورت نہ پڑتی۔ پنجم احتکار یعنی غلہ کی بھرتی کرنے کی علی العموم ممانعت کر دی گئی۔ عہد علائی میں اس منع احتکار کا نتیجہ یہ تھا کہ سوداگروں اور دہقانوں اور بنیوں میں

سے کسی کا مقدور نہ تھا کہ ایک من غلہ احتکار کرے یا خفیہ ایک من آدھ من غلہ اپنے گھر میں بھیجے۔ اگر ایسا کوئی کرتا تو پکڑا جاتا اور اُس سے ڈنڈ لیا جاتا اور دوآبہ کی ولایات کے نوابوں اور کارکنوں سے اقرارنامہ لیا جاتا کہ کوئی شخص اُن کی ولایت میں غلہ بھرتی نہ کرے۔ اور اگر یہ غلہ کی بھرتی معلوم ہوتی تو نائب و متصرف دونوں مجرم ہوتے اور بادشاہ کے روبرو جوابدہی کے لئے آتے۔ ششم ولایت کے متصرف و کارکنوں سے اقرارنامہ لیا جاتا کہ وہ رعایا سے اُن کے کھیتوں ہی پر بنجاروں سے یہ قیمت دلا دیں اور بادشاہ نے حکم دیدیا تھا کہ دوآبہ میں دیوان اعلیٰ شحنوں و متصرفوں سے اقرارنامہ لیا جائے کہ وہ رعایا سے خراج اس شدت سے طلب کریں کہ وہ غلہ کو نہ اپنے گھر میں لا سکیں اور نہ بھرتی کر سکیں اور کھیتوں ہی پر غلہ ارزاں بنجاروں کے ہاتھ بیچیں۔ اس ضابطہ کی تعمیل سے بنجاروں کو منڈی میں غلہ کے پہنچانے کے اندر کوئی عذر باقی نہیں رہا تھا اور متواتر وہ منڈی میں غلہ لاتے اور اپنی منفعت کے واسطے دہقانی جس قدر جلد ممکن تھا اپنے کھیتوں سے غلہ منڈی میں لاتے۔ ہفتم نرخ غلہ کی اور منڈیوں کے مصالح کی خبر بادشاہ پاس پہنچانے کا کام ان تین اہل کاروں کو سپرد تھا۔ اوّل شحنۂ منڈی، دوم بریدِ منڈی، سوم جاسوسانِ منڈی۔ اگر ان تینوں کی خبروں میں آپس میں تفاوت ہوتا تو شحنۂ منڈی کی کم بختی آتی اُس سے باز پرس ہوتی۔ اِن وجوہ سے ممکن نہ تھا کہ نرخ غلہ اور منڈی کا حال خلافِ واقعہ بادشاہ کے کان تک پہنچایا جاتا۔ علائی زمانہ کے سارے دانشمندوں کی عقل حیران تھی کہ اگر نزولِ باران اور فصل کی فراخی میں غلہ کا یہ نرخ برقرار رہتا تو کچھ عجیب نہ تھا، مگر تعجب یہ ہے کہ اُن برسوں میں بھی کہ امساکِ باران ہوتا جس سے قحط پڑتا مگر دلّی میں قحط کا اثر کچھ نہ معلوم ہوتا نہ غلہ سلطانی کا نہ غلہ کاروانی کا بھاؤ ایک کوڑی کی برابر بھی بڑھتا۔ یہ بات سوائے اس بادشاہ کے دوسرے بادشاہ کو نہیں حاصل ہوئی۔ ایک دو دفعہ امساکِ باراں میں منڈی کے شحنہ نے بھاؤ آدھی جیتل فی من بڑھانے کی درخواست کی تو اکیس چوب مار کھائی۔ منڈی سے بنیئے اس قدر غلہ ہر محلہ کو دیتے کہ اُس کے رہنے والوں کو ایک دن کی خوراک کے لئے کافی ہوتا۔ کوئی شخص خرچ یومیہ سے نیم من سے زیادہ نہیں خرید سکتا تھا۔ اگر قحط کے سبب سے مسکین اور ضعیف منڈی میں زیادہ گھس آتے اور زیر بار ہوتے اور اُس کا انتظام کچھ نہ ہوتا تو منڈی کے شحنہ کو سزا ملتی۔ کپڑے کی ارزانی کے واسطے یہ پانچ ضابطے مقرر ہوئے۔ اوّل سرائے عدل کا بنانا۔ وہ شہر کے اندر ایک میدان میں بنائی گئی اور بادشاہ نے حکم دیدیا کہ کپڑا خواہ مال سلطانی سے

ہو یا سوداگران شہر کا یا اطراف شہر کا مال ہو وہ سب سرائے عدل میں آنکر نرخ سلطانی کے موافق فروخت ہو اور اگر کوئی گھر میں یا بازار میں کپڑا لائے یا نرخ سلطانی سے ایک جیتل زیادہ بیچے تو کپڑا ضبط ہو اور بزاز سے ڈنڈ لیا جائے۔ اس ضابطہ کے سبب سے سب طرح کا کپڑا سرائے عدل میں ہی آتا اور کہیں اور نہیں جاتا۔ ضابطہ دوم بادشاہ کی طرف سے یہ نرخ کپڑوں کی جنسوں کا مقرر ہوا۔ حریر دہلی سولہ ٹنکہ، حریرہ کوملہ چھ ٹنکہ۔ سری صاف اعلیٰ پانچ ٹنکہ، سری صاف میانہ سہ ٹنکہ۔ سری صاف ادنیٰ دو ٹنکہ سلاہٹی مہین اعلیٰ چار ٹنکہ۔ سلاہٹی میانہ سہ ٹنکہ۔ سلاہٹی ادنیٰ دو ٹنکہ۔ کرپاس اعلیٰ بیس گز فی ٹنکہ، کرپاس میانہ سی گز فی ٹنکہ۔ کرپاس ادنیٰ چالیس گز فی ٹنکہ۔ کرپاس سادہ دہ جیتل۔ اسی بھاؤ پر اور قسم کے کپڑوں کا قیاس کر لینا چاہئے۔ حکم تھا کہ سرائے عدل میں صبح سے لیکر نماز پیشین تک دکانیں کھلی رہیں اور اسی وقت سے پہلے نہ پیچھے کپڑے کی خرید و فروخت ہو۔ اگر کوئی اس حکم کے برخلاف کام کرتا تو مجرم ٹھہرتا۔ کوئی دکان اس وقت کے سوائے ضرورت نہ کھلتی۔ ضابطہ سوم، شہر اور اطراف شہر کے سوداگروں کے نام دفتر رئیس میں لکھے جائیں۔ سلطان نے حکم دیدیا کہ دیوان ریاست کے دفتر میں جن سوداگروں کا نام لکھا گیا ہے سب سے خواہ شہری ہوں خواہ بیرونی اقرار نامہ لیا جائے کہ اس قدر کپڑا ایسا ایسا ہر سال سرائے عدل میں لایا کرینگے اور نرخ سلطانی پر بیچا کرینگے۔ اس ضابطہ کے سبب سے اتنا کپڑا سرائے عدل میں آتا کہ وہ بکتا بھی نہیں یونہیں پڑا رہتا اور سلطانی کپڑے کی ضرورت نہ ہوتی۔ ضابطہ چہارم ملتانیوں کو خزانہ سے روپیہ دیا جائے کہ وہ بلاد ممالک سے کپڑے خرید کر کے سرائے عدل میں لاکر فروخت کریں۔ یہ روپیہ بیس لاکھ خزانہ سے مال دار ملتانیوں کو ملا تھا اور وہی سرائے عدل کے عہدہ دار تھے۔ ان کو یہ حکم تھا کہ سرائے عدل میں جس وقت سوداگر کپڑا نہ لائیں تو وہ اطراف بلاد ممالک سے کپڑا خرید کر کے سرائے عدل میں سلطان کے نرخ کے موافق فروخت کریں۔ ضابطہ پنجم، امرا اور معارف میں سے کسی کو پارچہ نفیس کی ضرورت ہو تو وہ رئیس بازار کا پروانہ حاصل کرے۔ وہ حسب حیثیت امرا، ملوک و اکابر معارف کے جن کو وہ جانتا کہ سوداگر نہیں ہیں نفیس پارچوں کا پروانہ دیتا۔ جامہائے نفیس کے لئے پروانہ کی شرط اس لئے لگائی گئی تھی کہ شہر و اطراف شہر کے سوداگر مہین و نفیس کپڑوں کو سرائے عدل سے ارزاں خرید کر کے اور مقامات میں جہاں یہ کپڑے میسر نہیں ہوتے لیجا کر گراں نہ بیچیں۔ غرض ان ضوابط نے کپڑے کو مدتوں تک ارزاں رکھا۔ یہ نرخوں کی ساری ارزانی ان چار باتوں سے حاصل ہوئی تھی اول سختی فرمان سے

دوم خراج کی سختی سے جس سے رعیت محتاج ہوگئی تھی اور غلہ وکپڑا نرخ شاہی پر بیچتے تھے۔ سوم خلق کی بے زری سے یہ اُس کے زمانہ میں ضرب المثل تھی کہ اشتر بدانگے و دانگے کو۔ چہارم کارفرما کوتہ دست ودرشت مزاج کسی سے رشوت نہ لیتے تھے نہ کسی کی ردرعایت کرتے تھے۔ اب گھوڑوں۔ بردہ وستور کے واسطے چار ضابطے مقرر ہوئے۔ گھوڑے کی قیمت کا یہ قاعدہ تھا کہ بادشاہ اپنے آگے گھوڑوں کی تعین جنس و تشخیص قیمت کرتا۔ اسپ از قسم اوّل نوّے ٹنکہ سے لیکر ایک سو بیس ٹنکہ تک۔ قسم دوم کی قیمت اسی سے نوّے ٹنکہ تک۔ قسم سوم کی پینسٹھ ٹنکہ سے ستّر ٹنکہ تک۔ ٹٹو کی قیمت بارہ ٹنکہ سے لیکر بیس ٹنکہ تک۔ اس نرخ کے قائم رہنے کے لئے یہ چند ضوابط مقرر کئے۔ ضابطۂ اوّل حکم دیدیا کہ سوداگران کیسہ دار گھوڑوں کو نہ خریدیں اور نہ سوداگروں کے ہاتھ گھوڑوں کو بیچیں۔ بازار میں گھوڑے بیچے جائیں۔ اس باب میں مشتری اور بائع دونوں سے اقرار نامے لئے گئے۔ لیکن کیسہ داروں کو ارزاں خری اور گراں فروشی کا ایسا چسکا پڑگیا تھا کہ وہ اس تہدید پر بھی اپنے کام کو ترک نہیں کرتے تھے۔ اس لئے ان میں سے بعض جان سے مارے گئے اور باقی سب شہر سے باہر نکالے گئے۔ ضابطۂ دوم، دلالانِ اسپ کی تعذیب وتنبیہ کے باب میں تھا۔ اگر یہ معلوم ہوتا کہ بازار میں بادشاہی نرخ کے خلاف ایک گھوڑا بھی فروخت ہوا ہے تو کل دلالوں پر عتاب وعذاب ہوتا۔ مجرم وغیر مجرم میں کچھ فرق نہ ہوتا۔ ضابطہ سوم، ہر مہینے بعد اجناس اسپ اوران کی قیمت میں تفحص ہوتا اور دلالوں کے احوال کی تحقیق ہوتی اگر سرمو بھی خلاف عمل ہوتا تو سب دلالوں کو سزا ہوتی۔ کنیز وغلام کے باب میں یہ قاعدہ مقرر ہوا کہ غلام اعلیٰ سو سے دو سو ٹنکہ تک۔ اور متوسط تیس سے چالیس ٹنکہ تک۔ ادنیٰ پانچ سے دس ٹنکہ تک فروخت ہو۔ستور وگاؤ وگاؤمیش وشتر وبز ومیش اور اسی قسم کے جانوروں کے بھی وہی ضوابط جاری ہوئے جو گھوڑے کے باب میں اوپر لکھے ہیں۔ جو کچھ بازار میں واقع ہوتا وہ ہر روز روزنامچہ میں لکھا جاتا۔ بازاریوں کے احوال کی جاسوسی کے واسطے جاسوس مقرر تھے۔ کہ اگر بازار کے متصدی کچھ غلط بادشاہ سے عرض کرتے تو وہ اُن کو سزا دلواتے سب چیزوں کی قیمتیں جو بازار میں بکتی ہیں مقرر تھیں۔ کلاہ سے موزے تک شانہ سے سوزن تک نیشکر سے سبزی تک ہریسہ سے شوروے تک حلوائی صابونی ریوڑی تک کاک وبریان سے نان تنکی وماہی تک برگ تنبول وسپاری وپھول سے ساگ پات تک بعض چیزیں جو اہل دلّی کی ضروریات سے مخصوص تھیں اُس کا بھاؤ یہ تھا۔ مصری فی سیر دو جیتل

شکر تری فی سیر ایک جیتل۔ شکر سرخ فی سیر نیم جیتل، گنجد تین سیر فی جیتل۔ روغن گاؤ دو سیر پنج جیتل۔ نمک پانچ سیر فی جیتل۔ ذلیل سے ذلیل چیز جو بازار میں فروخت ہوتی اُس کی قیمت بادشاہ خود مقرر کرتا۔ بازاریوں کے اور قیمت اشیا کے حال دریافت کرنے میں بادشاہ کو نہایت اہتمام تھا کہ شحنہ منڈی، رئیس بازار کے مخفی مخبروں کے اطلاع دینے پر اکتفا نہ کرتا بلکہ ایسے لڑکوں کو کہ خرید و فروخت کا وقوف نہیں رکھتے تھے چند ٹنکہ دیکر بازار میں بھیجتا کہ جن چیزوں کی طرف اُن کی رغبت ہو وہ مول لے کر بادشاہ پاس لائیں۔ اگر ان چیزوں کے نرخ یا وزن میں فرق ہوتا تو فروشندہ کو سزا دی جاتی اور کمتر یہ سزا تھی کہ ناک کان کاٹے جاتے۔ جتنا کوئی کم تولتا اُتنا ہی گوشت اُس کے کولھے میں سے کاٹا جاتا اور اُس کے آنکھوں کے سامنے پھینکا جاتا۔ یہ بھی تاریخ میں ذکر ہے کہ مجلس شاہی کے ندیموں میں سے ایک شاہد باز تھے سلطان کو خوش وقت دیکھکر عرض کی کہ کُل چیزوں کا نرخ حضور نے تجویز کر دیا ہے لیکن ایک چیز کا نرخ نہیں مقرر کیا اور اُس کا نرخ مقرر کرنا ضرور ہے بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کونسی چیز ہے اُس نے عرض کی کہ قحبہ و لولی کی قیمت جو لشکر کو خراب کر رہے ہیں۔ بادشاہ ہنسا اور بولا کہ تیری خاطر سے میں اُن کی قیمت بھی مقرر کرتا ہوں۔ پس میر بازار اور کوتوال کو بُلا کر حکم دیدیا کہ قحبہ و لولی و خوانندہ و سازندہ کو خبردار کر دو کہ وہ نرخ بادشاہی سے زیادہ طمع نہ کریں اور قسم اوّل و دوم و سوم میں اُن کی جنس مقرر کر کے نرخ و اُجرت اُن کی مقرر کر دی۔ نرخ اشیا کے باب میں جب احکام شاہی کو استحکام ہو گیا تو اُس کو گھوڑوں اور لونڈی غلاموں کے سوداگروں پر رحم آیا اور اُن کو خرید و فروخت کی اجازت دیدی مگر یہ شرط ٹھیرائی کہ نرخ سلطانی سے تخلف نہ کرینگے۔ اگر گھوڑا قسم اوّل عربی، عراقی، یا غلام کنیزک خطائی و چرکس و ترکی اور ولایتوں سے ہندوستان میں وہ لائیں تو اوّل سلطان کے سامنے پیش کریں اُس کے خریدنے کے بعد جو باقی رہیں وہ ان امیروں کے ہاتھ فروخت ہوں جن کے نام حکم ہو۔ اس وقت میں ٹنکہ ایک تولہ طلا کا یا ایک تولہ چاندی کا مسکوک ہوتا تھا۔ اور ہر ٹنکہ نقرہ کے پچاس پیسے تانبے کے ہوتے تھے جس کو جیتل کہتے تھے مگر اس کا وزن نہیں معلوم کہ کیا تھا۔ بعض اس کا وزن بھی ایک تولہ تانبا بتاتے ہیں۔ بعض اسکو پونے دو تولہ کا کہتے ہیں۔ اُس وقت من کے چالیس سیر ہوتے تھے۔ اور ہر سیر چوبیس تولہ کا ہوتا تھا۔ ہم نے جہاں ٹنکہ لکھا ہے وہ چاندی ہی کا ہے۔ غرض جب اسباب لباس و آلات سپاہ کی ارزانی

کا بندوبست ہوگیا تو سپاہیوں کے مواجب سالانہ اس طرح مقرر کئے گئے کہ اوّل دو سو چونتیس ٹنکہ سوم اٹھتر ٹنکہ۔ جب عمال نے اس طرح عمل کیا تو سپاہ میں چار لاکھ بہتر ہزار سوار تھے۔ اس کثرت سپاہ نے مغلوں کو جب انہوں نے دلی کا قصد کیا بہت ذلیل کیا۔ ہزاروں مغل مارے جاتے اور سیکڑوں قید ہوتے اور ہاتھیوں کے پاؤں تلے روندے جاتے اور ان کے سروں کے برج بنائے جاتے، لاشیں ان کی موریوں میں پڑی سڑا کرتیں۔ غرض لشکر اسلام کو مغلوں پر وہ غلبہ حاصل ہوگیا تھا کہ ایک دو مسلمان سوار دس مغلوں کی گردن میں رسی ڈال کر پکڑ لاتے تھے اور ایک مسلمان سوار سو مغل سواروں کو آگے بھگاتا تھا۔ چنانچہ اس کی تفصیل ذیل میں لکھی جاتی ہے۔

مغلوں سے لڑائیاں

مغلوں کے سرداروں ترتاک اور چنگیز خاں کی اولاد میں سے علی بیگ تیس چالیس ہزار سوار لیکر پہاڑ کے نیچے نیچے آن کر امروہہ پر چڑھ آئے۔ سلطان علاؤالدین نے ملک تغلق آخر بک کو لڑائی کے واسطے لشکر دیکر امروہہ بھیجا۔ امروہہ میں دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا۔ لشکر اسلام مظفر ہوا۔ مغلوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ علی بیگ و ترتاک کو ایک ہندو نے زندہ اسیر کیا۔ بادشاہ کی بارگاہ میں ان کو اور اور امیروں کو اور بہت سے مغلی قیدیوں کے گلے میں رسی ڈال کر اور بیس ہزار گھوڑے مغلوں کے بھیج دیئے۔ سلطان نے چبوترہ سبحانی پر دربار عام کیا۔ دورویہ لشکر کو کھڑا کیا۔ اس قدر آدمیوں کا ہجوم ہوا کہ ایک پانی کا آبخورہ بیس جیتل و آدھے ٹنکہ کو بکتا تھا اس دربار میں علی بیگ و ترتاک اور مغلوں کے ساتھ بادشاہ کے تخت کے روبرو لائے گئے۔ بادشاہ نے سب قیدیوں کو برابر سب امرا میں تقسیم کردیا۔

۷۰۵ھ میں علی بیگ و خواجہ ترتاک کے خون کا انتقام لینے کے لئے دوا خاں کا امیر بزرگ کنک بہت سا لشکر لیکر نواحی ملتان میں گذر کر سوالک میں آیا۔ غازی ملک تغلق نے لشکر جمع کیا اور آمادہ جنگ ہوا۔ اور آب نیلاب کے کنارے پر مغلوں کی راہ کو بند کیا۔ تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ یہ ہدایت سلطان علاؤالدین نے کی تھی کہ وہ دریا کے کنارے پر اپنا لشکرگاہ بنائے کہ مغل پیاسے تاکہ وہاں سزا پائیں۔ غرض یہ منصوبہ بن پڑا کہ تاخت و تاراج کے بعد مغل جو تشنہ لب و تفتہ جگر دریا پر

گرم ہوائیں آئے تو اُنہوں نے دیکھا کہ ہمارا خیمۂ حیات دشمنوں کے ہاتھ میں ہے ناچار جان سے ہاتھ دھو کر سپاہ ہندوستان کے ساتھ حرکتِ مذبوحی کی۔ اکثر قتل ہوئے اور کنک گرفتار ہوا۔ اور جو جو مغل معرکہ سے جان بچا کر نکل گئے وہ پیاسے راہی بیابانِ مرگ ہوئے اور زن و فرزندان کے اسیر ہوئے پچاس ساٹھ ہزار مغلوں میں سے تین چار ہزار زندہ رہے۔ مغلوں کا لشکر پانی کو ترستا تھا اور منہ میں سو انگلیاں ڈالکر پانی بھیک مانگتا تھا۔ کنک بہت سے مغلوں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ بادشاہ نے کنک کو ہزار ستون کے آگے اُس کو اور اُس کے یاروں کو ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے کچلوایا دلی کے بداؤں دروازہ کے آگے ایک برج بنا تھا اُس میں بجائے پتھروں کے مغلوں کے سروں کو جو اس دفعہ اسیر ہوئے تھے لگوایا۔ اس برج کو مدتوں تک لوگ دیکھ کر سلطان علاؤالدین کو یاد کرتے رہے اور ان مغلوں کے زن و فرزند دلی کے بازاروں میں اسیرانِ ہند کی طرح فروخت ہوئے۔ پھر ایک مدت کے بعد اقبال مند مغل ہندوستان میں لشکرِ گراں لیکر آیا اور اُس نے بہت فساد مچایا۔ پھر غازی ملک نے اُس پر لشکر کشی کی اور اُس کو قتل کیا اور کئی امیرانِ ہزارہ و صدہ قید ہوئے اور دلی میں ہاتھیوں کے پیروں کے نیچے ہلاک ہوئے۔ اس دفعہ اقبال مند کے کشتہ ہونے سے اور کسی مغل کے زندہ سلامت نہ جانے سے لشکرِ اسلام کا خوف مغلوں کے دلوں میں ایسا چھایا کہ ہندوستان کے آنے کی ہوس پھر اُن کے خواب میں بھی نہ گذری۔ وہ خواب میں بھی یہی دیکھتے کہ لشکرِ اسلام کی تلوار اُن کے سروں پر چل رہی ہے۔ اب دلی اور ان ممالک میں مغلوں کی طرف سے تشویش جاتی رہی۔ اور سب طرح سے امن و امان ہوگیا۔ اور جن ملکوں کی طرف سے مغل آتے تھے اُن کی رعایا اپنی زراعت و کھیتی میں بے خوف و خطر مشغول ہوئی۔ سلطان تغلق شاہ کا جو اس زمانہ میں غازی ملک کہلاتا تھا خراسان و ہندوستان میں بڑا شہرہ ہوا۔ اُس کے پاس اقطاع دیبال پور اور لاہور تھے وہ ملک قطب الدین کے عہد تک مغلوں کو روکے رہا گویا وہ شیرِ غالب سکا قائم مقام ہوگیا۔ ہر سال جاڑے کے موسم میں مغلوں کی سرحد پر جاتا اور وہاں چراغ لیکر مغلوں کو ڈھونڈھتا تو اُن کو نہ پاتا۔ مغلوں کا مقدور نہ تھا کہ اپنی سرحد پر بھی آتے۔ غرض سلطان علاؤالدین کی آتش مزاجی نے مغلوں کے لوہے کو موم بنایا اور دریائے جیحوں کے جوش کو ایسا ٹھنڈا کیا کہ ہندوستان کی چیونٹی کے بہانے کا زور اُس میں نہ رہا۔ اور ارزانی اسباب معاش سے لشکر بھی خوب فراہم ہوگیا۔ چاروں سمتوں میں ملوک و متمردان و مفسدین مقہور ہوگئے متمرد و سرکش مطیع ہوگئے۔ خراج سلطانی نے مساحت کے واقف

اور کری (گھروں پر محصول) وچری (چرائی کا محصول) رعایا دینے لگی۔ اُس کے دلوں میں سے فضولی و سرکشی۔ خام طبعی دُور ہوئی۔ رعایا کے ملک کے خواص وعوام فارغ البال ہو کر اپنے کاموں و پیشوں میں لگے۔ رنتھنبور، چتوڑ، منڈل کھیر، دھار، اوجین، ماندو کھیر، علائی پور، چندیری، ایرج، سوانہ، جالور، جن میں انتظام استحکام کے ساتھ نہ تھا وہ منضبط ہوئے۔ گجرات میں بالے خاں۔ ملتان و سوستان میں تاج الملک کافوری، دیپال پور میں غازی ملک تغلق شاہ و سامانہ و سنام میں ملک آخور بگ تاتک و دھار و اجین میں عین الملک ملتانی، جھاین میں فخر الملک میسری، چتوڑ میں ملک ابو محمد و چندیری و ایرج میں ملک تمر، بدایوں و کوئلہ و کرک میں ملک دینار شحنہ پیل و اودھ میں ملک کبتن و کڑہ میں ملک نصیر الدین سوتلیہ مستقل حاکم مقرر ہوئے۔ کول، برن، میرٹھ، امروہہ، افغان پور، کابر، تمام ولایت دوآبہ کا حکم مثل ایک دہ کے تھا، یہ سارا ملک خالصہ میں تھا۔ اسکی آمدنی لشکر کے خرچ کے لئے تجویز ہوئی۔ اس کی آمدنی کا روپیہ خزانہ میں اور خزانہ سے لشکر میں اور کارخانوں کے اخراجات میں صرف ہوتا۔

سلطان علاؤالدین کی بادشاہی کا یہ حال ہو گیا تھا کہ اُس کے دارالملک سے فسق و فجور دُور ہوا۔ مقدم و زمیندار سرِ راہ کھڑے رہ کر کاروانوں کی حفاظت کرتے، مسافر اسباب و نقد و جنس لیکر جنگلوں میں بے خوف و خطر پھرتے۔ اس نے ایسا انتظام کیا تھا کہ دارالملک کے رہنے والوں کی تمام خیر و شر و معاملات نیک و بد کی خبر اُس کو پہنچتی اور ممالک کا حال اُس سے پوشیدہ نہ رہتا۔ اُس کے فرمان کی ہول و ہیبت و سختی اور اُس کے مزاج کی درشتی ملک کے خواص و عوام کے دلوں میں بیٹھ گئی تھی۔ غرض جب اُس کو سب طرف سے فراغت نصیب ہوئی اور قلعہ سیری بالکل تیار و مستحکم ہوا تو اُس نے ملک گیری کا ارادہ کیا جس کا بیان آگے ہوتا ہے۔

چتور گڈھ کی فتح

سنہ ۷۰۳ھ میں چتور گڈھ پر علاؤالدین چڑھ گیا۔ یہ قلعہ میواڑ میں بڑا مشہور ہے اور ابتک اہل اسلام کے قبضے میں بھی نہ آیا تھا۔ چھ مہینے کے محاصرہ میں اُس کو بڑے زور لگا کر فتح کیا۔ اور اپنے بڑے بیٹے خضر خاں کو دیکر خضر آباد اُس کا نام رکھا۔ اور یہیں اُس کو ولی عہد اپنا بنایا۔ راجہ کو قید ہوئی۔ اور اُسکے اہل و عیال کو کوہستان کی آوارہ گردی نصیب ہوئی۔ راجہ کی قید خانہ میں مدت بسر ہوئی کہ کبھی خوشامد

نے بادشاہ سے یہ عرض کی کہ راجہ کی رانی پدمنی نام حسن وجمال میں بے مثال ہے اُس کے حسن
کی تعریف زبان سے نہیں ہوسکتی۔ یہ سُنکر بادشاہ اُس کا مشتاق ہوا۔ بیچارے قیدی راجہ پر تشدد
شروع ہوا کہ راجہ پدمنی کو بُلاوے تو قید سے نجات پاوے۔ قید بُری بَلا ہوتی ہے۔ ناچار راجہ نے
اس بات کو منظور کیا۔ کوہستان سے اہل وعیال بُلانے کے واسطے اپنے لوگوں کو بھیجا۔ جب
راجپوتوں نے یہ سُنا تو وہ بہت روئے، اور کہنے لگے کہ معلوم نہیں راجہ کو کیا ہوگیا ہے کہ اُس نے
ہمارے نام کو ڈبویا۔ اُن سب نے یہ تجویز کی کہ یہاں سے مٹھائی میں زہر ملا کر راجہ پاس بھیجے
کہ کام اُس کا تمام ہو اور رجپوتوں کا نام بدنام نہ ہو۔ اس تدبیر کو راجہ کی ایک بیٹی نے پسند نہ کیا
اپنے سارے کنبے میں یہ بیٹی عقل وشعور میں مشہور تھی۔ اُس نے اپنے سب بزرگوں کو بُلا کر وہ تدبیر
بتلائی کہ جس میں راجہ کی جان بچے اور ننگ وناموس پر بھی کوئی آفت نہ آسکے۔ اُس نے یہ کہا
کہ لوٹے پھوٹے نمک حلال سپاہی زنانے کپڑے پہن لیں۔ اور سلاح جنگ سنبھال کر پالکیوں میں
بیٹھ جائیں اور مشہور کریں کہ راجہ کی رانیاں دلی جاتی ہیں جب شہر کے قریب پہونچیں۔ تو رات کو
شہر میں گھُسیں اور سیدھے قید خانے پر تلواریں سونت سونت کر چڑھ جائیں۔ جو کوئی مانع ہو اُسکو
ٹھیک بنائیں۔ اور ایک گھوڑا کہ ہوا سے باتیں کرتا ہو کسا کسایا تیار رکھیں۔ قید خانے سے راجہ
کو نکال کر اُس پر بٹھائیں۔ سب نے یہ رائے پسند کی۔ غرض سات سو سپاہی ڈولیوں میں سوار
ہو دلی چلے۔ اور بادشاہ کو خبر پہونچی کہ راجہ کی رانیاں آتی ہیں۔ اس پر بادشاہ نے راجہ کی
قید بھی ہلکی کردی اور کُل سامان اور باربرداری کا حکم دیدیا۔ غرض یہ ڈولیاں منزل بہ منزل
چلی آتی تھیں۔ اور اُن کے گرد خیمے اور قناتیں کھینچی جاتی تھیں۔ ہر جگہ بادشاہی ملازم اُن کی
آؤ بھگت کرتے تھے۔ مگر قناتوں پاس پرندہ پر نہ مار سکتا تھا۔ غرض یہ پردہ نشین قافلہ شہر میں
پہر رات گئے داخل ہوا۔ ساری دلی میں غل مچا کہ رانی پدمنی کی سواری آگئی۔ جب قلعہ کے قریب
جہاں راجہ قید تھا یہ ڈولیاں پہونچیں تو رجپوت ان میں سے نکل کر ننگی تلواریں نکال کر دوڑے
جو سامنے آیا اُس کو مار کر برابر کیا۔ راجہ کو زنجیر سے نکال کر گھوڑے پر سوار کیا۔ یہاں پدمنی
کے اشتیاق میں بادشاہ خوش بیٹھا تھا۔ جو یکایک یہ غل مچا کہ کل جو رانی کے آنے کی خبر اُڑی وہ
سب بہانا تھا۔ غرض راجہ کا لیجانا تھا۔ یہ سُنتے ہی بادشاہ نے سواروں کو حکم دیا کہ فوراً جاؤ اور

جس طرح ہو اسے پکڑ کر لاؤ۔ راجہ کے پیچھے سوار بر لگا کر لپکے اور کئی جگہ تلوار پر بھی نوبت پہونچی۔ اور بہت سے راجپوت مارے گئے مگر راجہ کی گرد کو کوئی نہ پہونچا۔ وہ صحیح و سالم اپنے اہل وعیال میں جا پہنچا اور اپنے باپ دادا کے ملک پر قابض ہوا۔ بادشاہ کو تو پدمنی کی لو لگی ہوئی تھی اُس کے دل کو کب چین تھا۔ اور اُس پر یہ اور چوٹ لگی کہ راجہ ڈنکے کی چوٹ قلعہ سے باہر نکل گیا۔ بادشاہ نے پھر راجہ کا قلعہ لے لیا۔ مگر رانی پدمنی نے اپنی عصمت بچانے کے واسطے سات چتائیں صندل کی چنوائیں۔ اُن میں سارا خاندان کا خاندان ایک دن میں جل کر بھسم ہوا۔ بادشاہ قلعہ میں گھستے ہی پدمنی کے محل پر پہونچا۔ وہاں چند عورتیں ایک راکھ کے ڈھیر پر رو رہی تھیں۔ اُنہوں نے ایک مٹھی خاکستر کی اُٹھا کر دکھائی کہ یہ پدمنی ہے بادشاہ رنج اور افسوس کرتا باہر آیا۔ اور دار الخلافہ کو چلا آیا۔ یہ دلچسپ واقعہ تاریخ فیروز شاہی میں نہیں لکھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ داستان شاعرانہ گھڑی گئی ہے۔

دکن کی مہمات

جب سے علاؤ الدین تخت پر بیٹھا شب و روز اور مہمات میں گو مصروف رہا۔ مگر ملک دکن کو کبھی نہیں بھولا۔ یہ وہی ملک تھا جس میں اُس نے اپنے عہد شباب میں کارہائے نمایاں کئے تھے اور اُن کے سبب سے آج اس رتبہ پر پہونچا تھا۔ ملک کافور کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ بادشاہ اس خواجہ سرا پر دل و جان سے فدا تھا۔ اُس کو سب پر ممتاز اور سرافراز کرنا چاہتا تھا۔ جب رام دیو والی دیوگڈھ نے تین سال سے نذرانہ نہ بھیجا تو بادشاہ نے ایک سپاہ جرّار اُس کے زیر حکم دکن کو روانہ کی اور بہت سے اُمرا اُس کے ہمراہ کئے۔ الغ خاں حاکم گجرات اور عین الملک ملتانی حاکم مالوہ کو بادشاہ کا تاکیدی حکم صادر ہوا کہ اس مہم میں وہ ملک کافور کی امداد اور کمک کریں۔ سارے برتاؤ جو افسران سپہ کے ساتھ سپہ سالار کو برتنے چاہئیں وہ سب ملک کافور کو بادشاہ نے خود بتلا دیئے۔ ملک کافور نے دکن میں جا کر دکنیوں پر بڑی شفقت کی اور کسی کو آزار نہ پہونچایا اور اُن کو مطیع منقاد بنایا۔ اور ولایت مرہٹہ کو امرا میں تقسیم کیا۔ اور خود ۷۰۶ھ ۱۳۰۶ء میں مالوہ میں ہوتا ہوا گذرا۔ اور خاندیس کی راہ سے سلطان پور میں ہوتا ہوا دیوگڈھ میں آیا۔ رام دیو نے دیکھا کہ لڑنے

میں کچھ فائدہ نہیں اس لئے اپنے بڑے بیٹے سنگل دیو کو قلعہ میں چھوڑ کر اور بہت سے تحفہ تحائف لیکر ملک کافور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملک کافور نے فتح نامہ لکھکر دلی بھیجا اور اُس کے ساتھ رام دیو خود بہت سا نذرانہ لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان علاؤالدین نے راجہ کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ چتر اور رائے رایان کا خطاب دیا۔ اور اپنے راج پر اُس کو رخصت کیا۔ اور ایک لاکھ ٹنکہ اُس کو دیا۔ اس مہم کے زمانے میں قابل لکھنے کے ایک سانحہ واقع ہوا کہ گجرات کے راجہ رائے کرن کی مہارانی کملا دیئی گجرات کی مہم میں گرفتار ہوئی۔ اور بادشاہ کے ہاں آئی اور اُس کی شاہانہ شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔ بادشاہ اُس کی حُسن صورت اور سیرت پر دل و جان سے قربان تھا جب اُس نے سُنا کہ الغ خاں حاکم گجرات کو بھی دیوگڈھ جانے کا حکم ملک کافور کی امداد کے واسطے ہوا ہے تو اُس نے ایک رات بادشاہ کو خوش دیکھکر عرض کی کہ جب میں راجہ کرن کے گھر میں رانی تھی تو خدا نے دو بیٹیاں عنایت کی تھیں۔ بڑی بیٹی تو خاک کے اندر منزل گزیں ہوئی۔ مگر دوسری لڑکی دیول دئی زندہ اور سلامت ہے۔ یہی میری شاخ جوانی کی دو کلیاں تھیں۔ مجھے اقبال کی ہوا وہاں سے یہاں لے آئی۔ مگر وہ دونوں گل اپنے گلشن ہی میں رہے۔ ایک گل پژمردہ ہوگیا۔ مگر دوسرا باقی ہے۔ میرا دل بغیر اُس کے مچھلی کی طرح تڑپتا ہے۔ اگر وہ کسی طرح سلامت آجائے تو آنکھوں کو تسکین کلیجے ٹھنڈک ہو۔ بادشاہ نے فرمایا کہ یہ کتنی بڑی بات ہے۔ اُسی وقت الغ خاں اور ملک کافور کے نام فرمان سلطانی صادر ہوا کہ راجہ کرن دکن کی نواح میں آوارہ پھر رہا ہے اُس سے دیول دیئی کے لئے پیغام بھیجو۔ خواہ صلح سے خواہ لڑائی سے جس طرح ہو اُسے یہاں روانہ کرو۔ دو مہینے تک راجہ کرن سے اس بات پر لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اور الغ خاں نے شرائط صلح ایسی پیش کیں کہ وہ راجہ کے حق میں نافع تھیں۔ راجہ کو دیول دیئی کے حوالہ کرنے کے لئے سمجھایا۔ مگر اُس نے ایک نہ سُنی۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ راجہ رام دیو کا بڑا بیٹا بھی سنگل دیو اُس پر عاشق تھا۔ مگر وہ قوم کا مرہٹہ تھا۔ راجہ کرن رجپوت تھا۔ رجپوت مرہٹوں کو ذات کا ہیٹا جانکر بیٹی دینا بے عزتی جانتے تھے۔ جب بادشاہی فوج کے ساتھ یہ معاملہ پیش ہو رہا تھا۔ اُس نے یہ سب خبریں سُنیں اور کچھ باپ سے نہ پوچھا۔ اپنے چھوٹے بھائی بھیم دیو کو بہت سے تحفہ تحائف دیکر شادی کا پیغام راجہ کرن پاس بھیجا۔ راجہ مصلحت وقت اس نازک زمانہ میں یہی سمجھا کہ دیول دیئی کو کچھ سپاہ کے ساتھ

دیوگڈھ روانہ کیا۔ ادھر یہاں بادشاہی فوج میں بھی خبر آئی کہ پری کو دیو اُڑانے کو ہے اس لئے الغ خاں نے ایک کڑا حملہ راجہ کرن پر کیا۔ اور شکست دیکر فوج کو پریشان کر دیا۔ راجہ دیوگڈھ کی طرف بھاگا۔ غنیمت میں سب کچھ ہاتھ لگا۔ مگر گوہرِ مراد ہاتھ نہ آیا۔ اس لئے فتح کی کچھ مسرت نہ ہوئی۔ بلکہ بادشاہ کے عتاب اور کمل دیئی کے ملال کا اندیشہ پیدا ہوا۔ اسی تجسس میں وہ گھبراتا ہوا چلا جاتا تھا کہ دیوگڈھ ایک روز کا رستہ رہ گیا۔ کچھ سپاہی الورہ کے غاروں کے سیر و تماشے کے لئے گئے۔ ان غاروں کی بھی دستکاریاں عجب نمونہ انسان کی صنعت کا ہے۔ غرض یہ صنعت انسانی کا تماشا دیکھتے پھرتے تھے کہ وہاں قدرت کا تماشا اور نظر آیا۔ کہ کچھ سوار سامنے وجا ہوئے۔ اُنہوں نے جانا کہ رام دیو کی فوج اُن کے تعاقب میں آئی مگر وہ درحقیقت بھیم دیو کی فوج تھی کہ دیول دیئی کو لئے جاتی تھی ناچار جان بچانے کی ضرورت سے اُن سے مقابلہ ہوا۔ ایک ہی حملہ میں تتر بتر کر دیا۔ دیول دیئی کے گھوڑے کے ایک تیر ایسا لگا کہ وہیں کا وہیں رہ گیا۔ ایک قدم آگے نہ چل سکا۔ سپاہی اُس پاس پہونچے اور بولے نکال جو کچھ پاس ہے۔ اتنے میں ایک لونڈی پکار کر بولی کہ یہ دیول دیئی ہے۔ جس وقت سپاہیوں نے دیول دیئی کا نام سنا اُس کو سکھپال میں بٹھا الغ خاں پاس لائے۔ یہ دیکھتے ہی وہ باغ باغ ہوگیا اور جامہ میں پھولا نہ سمایا۔ بادشاہ کو ایک عرضی لکھی اور گجرات میں آکر یہاں سے پالکی میں دیول دیئی کو سوار کرا کے دلی بھیجا۔ جب دلی میں پہنچی تو ماں بے اختیار دوڑی گئی اور بیٹی کو اُتروایا گلے لگایا۔

خضر خاں و دیول دیبی (دیول دئی) کی عاشق معشوقی

حضرت امیر خسرو نے مثنوی عشقیہ لکھی ہے جس میں خضر خاں و دیول دئی کے عشق کا حال بھی لکھا ہے۔ اُس کا لب لباب یہ ہے کہ جس وقت دیول دئی ماں پاس آئی ہے تو اسکی عمر آٹھ سال کی تھی۔ بادشاہ خضر خاں سے اُس کی شادی کرنی چاہتا تھا۔ کملا دئی (کملا دیبی) نے بھی اُسے منظور کیا تھا۔ وہ خضر خاں کو اسی سبب سے زیادہ چاہتی تھی کہ اُس کے بھائی کے مشابہ تھا۔ غرض یہ دونوں

نوعمر آپس میں ملتے جلتے اور پیار اخلاص کے ساتھ کھیلتے اور آپس میں کمال محبت رکھتے۔ خضر خاں کی ماں اس شادی کا ہونا نہیں چاہتی تھی وہ اپنے بھائی الپ خاں کی لڑکی سے بہت جلد بیاہنا چاہتی تھی۔ اس لئے اُس نے یہ دیکھکر کہ دیول دئی پر خضر خاں عاشق ہوگیا ہے اُن کو جُدا جُدا کرادیا۔ اس جُدائی کی حالت میں بھی اُن کے درمیان پیغام وسلام ہوتے رہے۔ خضر خاں روتا پیٹتا رہا۔ مگر اُسکی شادی الپ خاں کی بیٹی سے ہوئی۔ پھر جب عشق نے خضر خاں کا حال پتلا کیا تو اُس کی شادی دیول دئی سے بھی ہوگئی۔ کہتے ہیں کہ سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا خضر خاں مرید ہوگیا تھا جس کے سبب سے اُس کی یہ مشکل آسان ہوئی۔ پھر خضر خاں اور علاؤالدین میں رنجش ہوگئی باپ نے بیٹے کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ خاوند کی سب مصیبتوں میں دیول دئی ساتھ رہی جب گوالیار میں خضر خاں قتل ہوا تو دیول دئی کے دونوں ہاتھ خاوند عاشق کے گلے میں پڑے ہوئے زخمی ہوئے اور وہیں قتل ہوکر خاوند کے ساتھ دفن ہوئی۔ فقط

ان دونوں کا عشق بھی ایسا مشہور ہوا کہ ہندی فارسی شاعروں کا ایک شاعرانہ افسانہ بن گیا۔ بہت سے قصے اُس کے ہندی فارسی زبانوں میں موجود ہیں اور صدہا برس تک اُس کے گیت گائے گئے۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ دیول دئی اپنے عاشق کے مرنے کے بعد زندہ رہی اور اُسکی دو شادیاں ہوئیں ایک خاوند کے قاتل سے دوسری غاصب سلطنت خسرو سے۔ اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مسلمانوں میں ناطے رشتے ہونے لگے تھے۔ اس داستان کا بھی ذکر تاریخ فیروز شاہی ضیاء الدین برنی میں نہیں ہے۔ اس زمانہ کی تاریخ سب سے زیادہ معتبر یہی تاریخ ہے۔

جھالور و سیوانہ کی فتوح

جب ملک کافور دکن میں تھا بادشاہ خود سیوانہ کی فتح میں مشغول ہوا۔ لشکر دلی نے کئی سال سے اُس کا محاصرہ کر رکھا تھا اور ناکام رہا تھا۔ بادشاہ نے خود قلعہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور اہالی قلعہ کو تنگ کیا۔ یہاں کے راجہ ستل دیو نے اظہار عجز کے لئے اپنی سونے کی پیکر بھیجی اور اُس کے گلے میں زریں ریسمان ڈالی۔ اس کے ساتھ سو ہاتھی اور بہت سے تحف و نفائس بادشاہ پاس بھیجے اور بادشاہ سے عفو کی درخواست کی۔ بادشاہ نے ان سب چیزوں کو لیکر خوش طبعی سے پیغام بھیجا

کہ جبتک تم خود نہ آؤ گے کچھ نفع نہیں ہوگا۔ ناچار ستل دیو قلعہ سے نکلا اور ملازمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے قلعہ میں جو کچھ تھا یعنی چھری وسوئی تک لے لیا اور جو چیز کام کی تھی اُن کو کارخانوں میں بھیجدیا اور باقی کو سپاہ وشاگرد پیشہ کی تنخواہ میں دیدیا۔ اور اس ولایت کو امرا میں تقسیم کردیا۔ خالی قلعہ ستل دیو کو دیدیا۔ انھیں سنوں میں قلعہ جھالور فتح ہوا۔ کہتے ہیں کہ اس قلعہ کا راجہ کانیر دیو تھا۔ وہ دلّی میں بادشاہ کی خدمت میں رہتا تھا۔ ایک دن بادشاہ نے کہا کہ ہندوستان میں کوئی زمیندار ایسا نہیں ہے کہ میرے لشکر کا مقابلہ کرسکے۔ کانیر دیو نے جہالت سے کہا کہ اگر میں مقابلہ کروں اور کامیاب نہوں تو گردن مارا جاؤں۔ بادشاہ کو اس پر غصہ آیا مگر اس سے کچھ نہ بولا۔ چند روز بعد راجہ کو اپنے ملک کو رخصت کیا۔ جب دو تین ماہ گذرے تو اپنے اظہار قدرت کے لئے اپنی لونڈی گل بہشت کو مامور کیا کہ وہ قلعہ جھالور کو جبراً و قہراً فتح کرلے۔ گل بہشت نے جاکر قلعہ کا محاصرہ کیا اور ویسی شجاعت و مردانہ کام کیا کہ کبھی کانیر کے تصور میں بھی نہ گذرا تھا۔ قریب تھا کہ قلعہ فتح ہوجائے کہ دفعتاً گل بہشت بیمار ہوکر بہشت کو رخصت ہوئی۔ اُس کا بیٹا شاہین ماں کی طرح محصوروں کو تنگ کرنے لگا۔ راجہ کانیر اپنے مارے جانے کو یقینی جانتا تھا وہ اپنے دوستوں کو ساتھ لیکر شاہین سے باہر لڑنے نکلا اور اتفاق سے شاہین ہی اُس کے روبرو آیا جس کو اُس نے مارڈالا۔ اور امرا بھی تاب مقابلہ نہ لاکر کئی منزل پیچھے ہٹے۔ بادشاہ اس بات کو سنکر نہایت آشفتہ ہوا اور اُس نے سید کمال الدین کو تازہ لشکر دیکر روانہ کیا۔ سید نے کمال شجاعت سے قلعہ فتح کرلیا اور راجہ کو مع فرزندوں اور اتباع کے قتل کیا۔ اُس کے خزانوں پر قبضہ کیا۔ فتح نامہ دلّی کو بھیجا جس کے یہاں شادیانے بجے۔ جھالور اور سیوانہ مارواڑ میں گجرات کے شمال میں آباد ہیں۔

مہم تلنگانہ

۷۰۹ھ (۱۳۰۹ء) میں ملک کافور کو دوبارہ دیوگڈھ کی راہ سے ورنگل پر سلطان علاؤالدین نے روانہ کیا اور بہت سی سپاہ ساتھ کی۔ پہلے بھی فوج یہاں روانہ کی تھی۔ وہ بنگالہ کی راہ سے گئی تھی۔ ارلینہ کا راجہ اپنے ہمسایہ کے زور اور قوت کو دیکھ دیکھ دل ہی دل میں جلتا تھا۔ اُس نے بادشاہ کی منت سماجت کرکے بنگالہ کی راہ سے فوج بھجوائی۔ مگر وہ ناکامیاب رہی لیکن ناکامیابی کی وجہ

کوئی نہیں لکھی۔ اور نہ بیان ہے کہ وہ کتنے دنوں تک رہی اور کتنا جان و مال کا نقصان ہوا۔ شاید یہ بُری راہ سے گئی تھی اس لئے یہ مصیبت اُس پر پڑی۔ ملک کافور کو دوبارہ سلطان نے بھیجا اور اُس کو سمجھا دیا کہ اگر ورنگل کا راجہ روپیہ اور ہاتھی دے اور سالانہ خراج دینے کا وعدہ کرے تو صلح کرلینا اور قلعۂ ورنگل اور ملک تلنگانہ کی فکر نہ کرنا۔ اور خواجہ حاجی سے صلاح و مشورہ کرنا۔ اور لشکر اور سپاہ کی نہایت خاطرداری کرنا۔ غرض ملک کافور اور خواجہ حاجی دونوں دیوگڈھ میں آئے رام دیو نے استقبال کیا۔ اور لشکر میں اپنا اُردو بازار بھجوایا۔ اور تاکید کردی کہ نرخ شاہی کے موافق اجناس فروخت ہوں۔ غرض تمام رسد کا سامان کردیا۔ ملک کافور نے دیوگڈھ سے شمالی تلنگانہ میں اندر کے اندر قدم رکھا۔ اور اُس کو تاخت و تاراج کیا۔ اور اس قدر آدمیوں کو قید اور قتل کیا کہ ایک تہلکہ عظیم پڑگیا۔ ورنگل کا راجہ اور گرد نواح کے راجے مارے خوف کے قلعہ ورنگل میں داخل ہوئے۔ یہ قلعہ باہر سے مٹی کا بنا ہوا تھا اور اُس کے اندر ایک قلعہ سنگین تھا۔ راجہ ورنگل قلعہ سنگین میں اور اور راجہ قلعہ گلی میں محصور ہوئے۔ یہ قلعہ بیرونی بڑی مشکل اور محنت سے کئی مہینے کے محاصرہ میں فتح ہوا اور سب راجہ مع زن و بچہ قید ہوئے۔ اور بہت خون ہوا۔ راجہ بہت سا روپیہ اور خراج دینے پر مجبور ہوا۔ اب ملک کافور نے مراجعت کی اور بادشاہ کو فتح نامہ لکھا۔ دلّی میں اُس کی بڑی خوشی ہوئی۔ علاؤالدین کا دستور تھا کہ جہاں لڑائی کے واسطے لشکر بھیجتا وہاں ڈاک کی چوکیاں بٹھاتا۔ اور قاصد مقرر کرتا۔ روز اُس پاس لشکر کی خبر آتی۔ جب ورنگل میں ملک کافور محاصرہ میں مصروف تھا تو تلنگانہ کی فوج کی کثرت کے سبب سے کئی ڈاک کی چوکیاں اُٹھ گئیں۔ اس لئے لشکر اور محاصرہ کی خبر نہ آئی۔ تو نہایت تردد پیدا ہوا۔ گھبرا کر حضرت شیخ نظام الدینؒ کی خدمت میں دو امیر قاضی غیاث الدین بیانوی و ملک قرابیگ بھیجے۔ اور دعا کی استدعا کی۔ اُس پر حضرت نے ایک بادشاہ کا ذکر فرمایا جس میں یہ کنایہ تھا کہ یہ فتح بھی ہو اور اور فتوحات بھی ہوں۔ اسی روز ورنگل کا فتحنامہ آیا۔ اس سے حضرت کی درگاہ میں بادشاہ کا اعتقاد اور راسخ ہوگیا۔ تعجب یہ ہے کہ کبھی شیخ اور سلطان میں ملاقات نہ ہوئی۔ ہمیشہ عمائد و رسل و رسائل کی معرفت اظہار اخلاص کرکے ان کی باطنی استمداد چاہی۔

کرناٹک اور ملیبار سے راس کماری تک فتح ہونا

کابل اور سندھ سے لیکر بنگالہ اور گجرات کا سارا ملک فتح ہوگیا تھا اور دکن میں بھی فتوحات کاملہ حاصل ہوئیں۔ اب علاؤالدین کا ارادہ ہوا کہ ساحل سمندر کے ملکوں کو فتح کرے۔ دوسرے برس ۷۱۰ء ۷۱۰ھ میں ملک کافور اور خواجہ حاجی کو کرناٹک کی فتح کرنیکے لئے بھیجا۔ وہ دیوگڈھ کی راہ سے پٹن میں دریائے گوداوری کے کنارے پر پہونچے۔ اور کرناٹک کے راجہ بلال دیو سے سخت لڑائی ہوئی اور مارتے دھاڑتے راجہ کی دارالسلطنت دوار سمندر پہنچے اور اُس کو بھی فتح کرلیا۔ اور راجہ کو قید ہوئی۔ اور اُس کے خاندان کو تیس ناس کیا۔ اور تمام بُت خانوں کو توڑا اور چاندی سونے کے بتوں کو لے لیا۔ اور سیت بندہ رامیشور میں ایک مسجد بنائی۔ اُس میں اذان ہوئی اور علاؤالدین کا خطبہ پڑھا گیا۔ تاریخ فرشتہ کا مصنف لکھتا ہے کہ یہ مسجد میرے زمانہ تک موجود تھی۔ اور مسجد علائی مشہور تھی یہاں سے ملک کافور کو بہت خزانے اور دفینے ہاتھ لگے۔ اور وہ اِن سب کو لیکر دلی میں ۷۱۱ھ میں واپس آیا۔ تین سو بارہ ہاتھی اور بیس ہزار گھوڑے اور چھیانوے من سونا اور موتیوں کے صندوق بہت سے کوشک ہزار ستون کے آگے بادشاہ کی نذر میں گذرانے۔ بادشاہ ان خزانوں کو دیکھکر بہت خوش ہوا اور برخلاف اپنی عادت کے خزانہ کا دروازہ کھولدیا۔ امرا میں سے ہر ایک کو پانچ من سونا دیا اور مشائخ و مستحقین میں سے ہر ایک کو ڈیڑھ من سونا یا اس سے کم علیٰ قدر مراتب دیا باقی طلاے مسکوک اپنے سامنے گلواکر مہر علائی بنوائی۔ کرناٹک کی فتوحات میں کہیں چاندی کا ذکر نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک میں چاندی کی قدر کچھ نہ تھی۔ یہاں چاندی کے زیور پہننے کو ذلت سمجھتے تھے۔ یہاں کے امرا متوسطین سونے کے برتنوں میں کھانا کھاتے تھے۔

نومسلم مغلوں کا قتل

اب علاؤالدین کی درشت مزاجی اور تندخوئی اور سخت گیری سے لوگ تنگ آگئے تھے۔ نومسلم مغلوں کو یکقلم موقوف کردیا تھا۔ اور کہہ دیا تھا جہاں چاہو چلے جاؤ۔ جس امیر کی نوکری چاہو کرلو۔ ایک مدت تک بیکار رہنے سے وہ اپنی جان سے عاجز ہوگئے تھے۔ مغلوں کی اصل طبیعت فتنہ خیز اور فساد انگیز

ہوتی ہے۔ اُن میں سے چند بدمعاش مغلوں نے یہ ارادہ کیا کہ سیرگاہ میں روز بادشاہ جاتا ہے۔ اور اکہرا لباس اُس کا ہوتا ہے وہ شکرہ اُڑاتا ہے۔ سب کی نظریں اوپر کو ہوتی ہیں کسی کے پاس ہتھیار نہیں ہوتا اس لئے یہ کوئی بات مشکل نہیں ہے کہ ہم دو تین سو سوار اکٹھے ہوکر اس سیرگاہ میں اُس کو اور اُس کے ہمراہیوں کو شکار کریں اس کے مارے جانے سے یقینی خلق خدا خوش ہوگی۔ کیونکہ اُس نے تمام دولت اُس کی زبردستی سے چھین لی ہے۔ محصول اور خراج بڑھا دیا ہے۔ شراب اور مسکرات بند کر دیئے ہیں۔ غرض طرح طرح کی تکالیف دے رکھی ہیں۔ اس تدبیر اور ارادہ کی خبر جب سلطان علاؤالدین کو ہوئی تو بادشاہ نے حکم دیدیا کہ سارے ملک میں ایک دن کے اندر نومسلم مغل قتل ہوں۔ اور کہیں اُن کا نام بھی باقی نہ رہے۔ اس فرعونی حکم سے بیس تیس یا سولہ سترہ ہزار نومسلم مغل جن میں سے اکثر کو خبر نہ تھی کہ کیوں مارے جاتے ہیں قتل ہوئے۔ اور اُن کے زن و بچہ برباد ہوئے۔ اور لونڈی غلام بنائے گئے۔

دیوگڈھ اور مہاراشٹر کی فتح کا بیان

جب دوبارہ دیوگڈھ میں ملک کافور ہوگیا تھا تو رام دیو وہاں کا راجہ مرگیا تھا۔ اُس کا بیٹا جانشین ہوا تھا۔ وہ باپ کی طرح بادشاہ کا مطیع نہ رہا تھا۔ بلکہ اُس پر بغاوت کا شبہ ہوا تھا۔ اور حقیقت میں بھی وہ باغی ہوگیا تھا۔ اور نذرانہ معمولی بھیجنا موقوف کیا تھا۔ اور کچھ ایسے فساد کرناٹک میں بھی برپا ہوئے تھے۔ ان سب جھگڑوں کے رفع دفع کرنے واسطے ۷۱۲ھ میں ملک کافور روانہ ہوا۔ اس نے دیوگڈھ کے راجہ کو قتل کیا۔ اور تمام مہاراشٹر اور کرناٹک پر چڑھائی کی اور بعد اس کے جن راجاؤں نے خراج دینا قبول کیا۔ اُن کا ملک اُن کے حوالہ کیا اور سب طرح سے ان کاموں سے فارغ ہوکر دلی میں واپس آیا۔ اور سارے دکن میں وہ رعب داب بٹھایا کہ کسی کو سرگوشی کا یارا مدت تک نہ ہوا۔ سب راجا باجگزار اور فرماں بردار ہوگئے۔

ملک کافور کی حکمتیں

عیاشی اور تماش بینی کی مارا مارے علاؤالدین نہایت ضعیف اور ناتوان ہوگیا۔ اور سخت

امراض میں مبتلا ہوا۔ بی بی اُس کی ملکہ جہاں کچھ اپنے میاں کی تیمار داری نہ کرتی۔ خضر خاں اُس کا بیٹا خبر نہ لیتا کہ باپ پر کیا گذر رہا ہے۔ شب و روز اپنی مجلس آرائی میں مصروف رہتا۔ اس بیماری کی حالت میں بادشاہ نے دکن سے ملک کافور کو اور گجرات سے الغ خاں کو بلایا۔ یہ دونوں بہت جلد آن موجود ہوئے۔ ملک کافور جیسا لائق تھا ویسا ہی مکّار اور دغاباز تھا۔ بادشاہ کا مزاج بیماری میں چڑچڑا ہو ہی رہا تھا۔ بات بات پر غصہ اور غضب موجود تھا۔ اُس نے ملک کافور کو خلوت میں بُلایا۔ اور بیوی بیٹے کی بے پروائی کی شکایت کی۔ ملک کافور کو خود بادشاہ ہونے کا خیال تھا اُس کو یہ موقع خوب ہاتھ لگا کہ جن کو وہ اپنا رقیب اور حریف سمجھتا تھا اُن کو برباد اور خراب کرے۔ اس نے عرض کیا کہ حضور کی جان کے خواہاں یہ اور الغ خاں بےشک ہیں۔ اس اثنا میں والدہ خضر خاں نے بادشاہ سے کہا کہ آپ اجازت دیجئے کہ شادی خاں کی شادی الغ خاں کی بیٹی سے کی جائے۔ اس پر ملک کافور کو اور موقع ملا کہ بادشاہ کا دل بیوی بیٹوں سے بُرا کرے۔ بادشاہ نے احتیاطاً خضر خاں کو سیر و شکار کے واسطے رخصت کیا اور کہا کہ جب میں اچھا ہونگا بُلا لونگا۔ اس شہزادے نے یہ منت مانی کہ اگر باپ اچھا ہو جائے تو حضرت نظام الدین کی خدمت میں دلّی ننگے پاؤں جائے۔ جب اُس نے باپ کی کچھ صحت کی خبر سُنی تو وہ بغیر بُلائے امروہہ سے پیادہ پا روانہ ہوا۔ جب وہ یہاں پہونچا ملک کافور کو ایک بہانہ ہاتھ آیا۔ بادشاہ کو یہ سمجھایا کہ دیکھئے خضر خاں بغیر حضور کی اجازت کے یہاں چلا آیا۔ اُس سے اُس کا کچھ اور ارادہ معلوم ہوتا ہے۔ علاؤ الدین گو سنگدل اور درشت مزاج تھا مگر اپنے اہل و عیال کو دل سے چاہتا تھا۔ ملک کافور کی اس بات پر کچھ خیال نہ کیا۔ بیٹے کو بُلایا گلے لگایا۔ گھر میں جانے کو اور ماں بہنوں سے ملنے کو کہا۔

یہاں تک تو خیر گزری مگر آگے چل کر بدتہذیب بگڑی اور ملک کافور کی بن پڑی۔ خضر خاں گھر میں جاتے ہی عیش و آرام میں ہمہ تن مصروف ہوا۔ اپنے یار دوستوں کا جُدا ہی ایک دربار جمایا۔ اس پر ملک کافور نے بادشاہ کے کان خوب بھرے اور دل پر اُس کے اس امر کو منقش کر دیا کہ خضر خاں اس فکر میں ہے کہ شادی خاں اور اور امرا کے ساتھ سازش کر کے حضرت کا کام تمام کرے۔ غرض اس اپنی شیطنت اور حکمت سے خضر خاں اور شادی خاں کے لئے حبسِ دوام کا حکم دلوا ہی دیا اور قلعہ گوالیار میں بھجوا ہی دیا۔ خضر خاں کی ماں کو بھی محل سے نکلوا دیا۔ اور پُرانی دلّی کے اندر قید میں ڈلوا دیا۔

الغ خاں بیچارے کو بے گناہ قتل کرایا۔ اور بہت سے امرا کو ذلیل اور خوار کر کے بڑی گت سے اس دنیا سے رخصت کرایا۔

گجرات کی بغاوت اور چتور گڈھ کے نکل جانے کا حال

یہاں یہ حالات گذر رہے تھے۔ وہاں سب ملک میں غدر مچ رہے تھے۔ گجرات میں جو صوبہ بن کے جاتا، الغ خاں کے آدمی اُس کی گردن پکڑ کر بُری طرح گلا گھونٹتے۔ رانا ہمیر نے چتور گڈہ پر قبضہ کیا۔ رام دیو کے داماد ہرپال دیو نے دکن میں فساد کھڑا کیا۔ غرض اس طرح مسلمانوں کی سلطنت بہت جگہ اُکھڑ پکھڑ گئی۔

سلطان علاؤالدین کی وفات

جب ان بدنظمیوں کی متوحش خبر بادشاہ کے کان میں پہونچتیں۔ تو وہ اُنگلیوں کو دانتوں کے تلے دباتا۔ اس غم اور رنج میں بتاسے کی طرح گھلتا جاتا۔ اطبا کا علاج کچھ اثر نہ کرتا۔ آخر کار ان صدمات نے موت کے پاس اُس کو کھینچا یا۔ ۶ شوال ۷۱۶ھ مطابق ۱۹ دسمبر ۱۳۱۶ء کو پیمانۂ عمر لبریز ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ ملک کافور نے زہر اُس کو دیا۔ بیس برس تختِ سلطنت پر جلوہ افروز رہا۔

سلطان علاؤالدین کی عادتیں اور اُس کے عہد سلطنت کی عجیب و غریب باتیں اور انتظام ملکی کے ضوابط اور آئین

سلطان علاؤالدین کی عجیب عادتیں اور اُس کے عہد سلطنت کی نرالی باتیں تھیں۔ بدخوئی اُس کی خصلت، سخت گوئی اُس کی عادت۔ بیمہری اور بے باکی اور ناخداترسی اور خود پرستی اُس پر ختم۔ جس وقت سیاست پر آتا نہ اپنے کو پہچانتا نہ پرائے کو جانتا۔ ملکی معاملات میں جن پر جرم کا شبہ

وہم ظن یقین ہوا۔ اُن سب کے لئے ایک حکم عام صادر ہوا۔ پھر اُس میں مجرم اور غیر مجرم کردہ اور ناکردہ
سب برابر تھے۔ سیکڑوں بے گناہ ایسے قتل ہو جاتے کہ اُن کو خبر بھی نہ ہوتی کہ ہم کس خطا پر مارے
جاتے ہیں۔ اُس کی سطوت اور قہر کے روبرو کسی شخص کا مقدور بھی نہ تھا کہ وہ اپنے بے گناہ بھائی کے
واسطے بھی زبان سے کچھ کہہ سکتا۔ جس شخص سے وہ ایک دفعہ ناراض ہوا، عمر بھر ناراض ہی رہا۔
جس شخص کو جلاوطن کیا اُس کو وطن میں کبھی آنے نہ دیا۔ جس کو قید خانہ میں قید کیا اُس کو کہیں جانے
نہ دیا۔ مگر یہ تشدد اور ظلم اُس کا ظلم کاہ تھا۔ کسی اور ظالم اور جفاکار کا مقدور نہ تھا کہ کسی مظلوم پر ہاتھ
اُٹھا سکے۔ قزاق اور راہزن راہزنی کے عوض میں رہبری اور حفاظت کرنے لگے تھے۔ مفسد
کا کیا مقدور تھا کہ فساد کا نام بھی لیں۔ چاروں طرف رستے کھلے پڑے تھے۔ مسافر بے خوف و
خطر سفر کرتے تھے۔ کارواں کے کارواں اِدھر اُدھر آتے جاتے تھے۔ تجارت کا بازار گرم تھا۔
بادشاہ خود سوداگروں کو ہزاروں روپیہ نقد اسباب و جنس کے لئے دیتا تھا۔

پہلے تو علاؤالدین الف کے نام بے نہیں جانتا تھا۔ مگر تخت سلطنت پر بیٹھ کر حرف آشنا
ہو گیا تھا۔ مگر اس کم علمی پر وہ گھمنڈ تھا کہ کسی عالم کو اپنے روبرو کچھ نہ گنتا تھا۔ کسی فاضل کا مقدور نہ تھا
کہ اُس کے آگے زبان ہلا سکے۔ اس جاہل کے سامنے عالموں کو جاہل اس خوف سے بننا پڑتا تھا کہ
کہیں اُن کی تحصیل علم بادشاہ کی تحصیل علم سے زیادہ نہ ظاہر ہو جائے۔ جب سلطنت کی ابتدا تھی تو وہ
امور ملکی میں صلاح اور مشورہ لیتا۔ مگر جب سب کام بن گئے تو پھر اُس نے کسی سے کچھ نہ پوچھا۔
جو دل میں آیا وہ کیا۔ اُس کا یہ مقولہ تھا کہ بادشاہ دانا کی رائے ایک مجمع مختلف الرائے کی رائے
پر فوقیت رکھتی ہے۔ اس لئے صلاح اور مشورہ کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ یہ علم کی کیفیت تھی اب
مذہب کی یہ صورت تھی کہ نماز کے لئے کبھی سر نہ جھکاتا۔ رمضان کے روزوں کے چٹ کرنے سے نہ شرماتا
اُس کا یہ مقولہ تھا کہ مذہب کو سلطنت کے کاموں سے کچھ واسطہ اور تعلق نہیں ہے۔ مذہب فقط گھر کی
باتیں اور دل بہلانے کے ڈھکوسلے اور چوچلے ہیں۔ غرض کسی کام میں شرع اُس کی رہنما نہ تھی
کچھ وہ اپنے احکامات میں مشروع اور غیر مشروع کا پابند نہ تھا۔ آغاز سلطنت میں پیغمبری کی سوجھی تھی
جب یہ بات بن نہ پڑی تو سکندری کی لو لگی۔

کیا قدرت الٰہی ہے کہ جس بادشاہ کے علم اور مذہب کا یہ حال ہو اُسی کے عہد میں اسلام

کی وہ رونق ہوئی ہو کہ کسی اور بادشاہ دیندار اور عالم کے عہد میں نہ ہوئی ہو۔جس بادشاہ کو ذرا رغبت علم کی طرف نہ ہو اُسی کے زمانہ میں وہ عالم اور فاضل جمع ہوں کہ جن کا جواب کہیں نہ ہو۔جو بادشاہ خود ایسا لامذہب ہو اُسی کی بادشاہی میں مسلمانوں کو وہ پابندی احکام شرعی کی اور اتقی اور پرہیزگاری ہو کہ پہلے کبھی ایسی نہ ہوئی ہو۔اگر اُس کے عہد کے عالموں اور شیوخ الاسلام اور ہر فن کے ماہر اور ہر علم کے اُستاد اور اور صاحب کمالوں کا بیان کیا جائے تو اُس کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔حضرت نظام الدینؒ اور امیر خسروؒ کے حال لکھنے کے واسطے ایک کتاب چاہیئے۔

گو یہ بادشاہ شرع کا پابند نہ تھا مگر اُس کے بعض ضوابط اور آئین ایسے تھے کہ جنہوں نے فسق و فجور کا باب بند کر دیا تھا۔اُن میں سے ایک ضابطہ مسکرات کے باب میں تھا۔شراب کی بیع وشرا کی سخت ممانعت تھی۔می خواروں کے واسطے طوق زنجیر اور چاہ زندان موجود تھا۔شراب کی بدمستی بھی ایسی ہے کہ ہزاروں گناہ اُس سے سرزد ہوتے ہیں۔

دوم وہ ضوابط جن کے سبب سے امیر غریب زمیندار کاشتکار سب برابر ہو گئے تھے ہر زمیندار کے لئے زمین اور مویشی اور ہالی اور کمیروں کی تعداد معین تھی۔کوئی اُن سے زیادہ رکھنے نہ پاتا تھا ایسے ہی چرواہوں کے واسطے بھی چرائی اور ریوڑ کی تعداد مقرر تھی۔عہدوں کی تنخواہیں تخفیف میں آئی تھیں۔اراضیات کا محصول زیادہ کیا گیا تھا۔اُن کی تحصیل کا طریقہ جبر و قہر کے ساتھ تجویز ہوا تھا۔ آخر کار یہاں تک نوبت پہونچی کہ ہندو مسلمانوں کی جاگیریں ضبط ہوئیں۔اس طرح اُس نے تمام رعایا سے مال چھین لیا۔یہ مال اور زرہی سب سے زیادہ دین اور ملک میں فتنہ پردازی کراتا ہے۔ ہوا پرست اُس کے سبب سے معصیت میں دست درازی کرتے ہیں۔حریص اور بخیل اور نامرد دولت کی بدولت رباخوار اور دغاباز بنتے ہیں۔مفتری اور متفنی اور مفسد اُسی کے بل پر بغاوت اور سرکشی اختیار کرتے ہیں۔مفتی اور مولوی اور متقی ذاکر عابد سب کے سب اُس کے پھندے میں پھنس کر اپنی عبادت اور پرہیزگاری کو کھوتے ہیں۔غرض سب بُرے کاموں کی اصل دولت ہے۔جب بادشاہ نے طرح طرح سے رعایا کے پنجے سے وہ چھڑا لی تو افلاس اور مصیبت کی حالت میں لوگوں کو مستیاں کہاں سے آتیں۔بیچارے خدا خدا نہ کرتے تو کیا کرتے۔سب بال دبچ کیوں کر

اُڑ تے تھے۔

سوم ضابطہ بازاری اور دکانداروں کے لئے جب وہ دغا اور فریب کریں اور جھوٹ بولیں وہ سزائیں مقرر کیں کہ اُن کو سوائے راست بازی اور درست کرداری کے کوئی چارہ نہ تھا جھوٹ بولنا کم تولنا گویا جان کا کھونا تھا۔ چہارم اگر کوئی شخص بیوی کو چھوڑ کر دوسری عورت پاس جاتا تو وہ بھی ایسی مصیبت میں پڑتا کہ ساری زندگی کا مزہ بھول جاتا۔ غرض یہ سب اسباب ایسے جمع ہوگئے تھے کہ جن سے مسلمانوں کو اپنے مذہب کی طرف زیادہ توجہ ہوگئی تھی۔ سوائے ان کے اولیائے کبار اور صوفیان با اقتدار کے انفاس قدسیہ کا بھی فیض ایسا تھا کہ اس وقت اسلام اسلام نظر آتا۔ سلطان نظام الدین کی ذات بابرکات سے ہزاروں مسلمان فیضیاب ہوتے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس بادشاہ کے عہد میں یہ دس باتیں عجیب وغریب تھیں کہ کسی اور بادشاہ کے عہد میں سننے کے اندر نہیں آئیں۔ اوّل غلّے اور کپڑے اور اشیائے ضروری کی ارزانی۔ دوم ہمیشہ لڑائیوں میں فتحیاب ہونا۔ سوم مغلوں کا استیصال۔ چہارم تھوڑے خرچ میں بہت سے لشکر کا رکھنا۔ پنجم متمردوں اور سرکشوں کو سخت سزا دینا اور اُن کا مطیع اور فرماں بردار رہنا۔ ششم چاروں طرف راہوں کا امن و امان۔ ہفتم بازاری آدمیوں کا سچ بولنا۔ ہشتم بہت سی عمارتوں کا بننا۔ مسجدیں اور منارے اور قلعے اور حوض ہزاروں بن گئے۔ ہر وقت ستر ہزار معمار اور کاریگر موجود رہتے تھے کہ دو تین روز میں ایک محل کھڑا کر دیتے تھے۔ نہم عہد علائی کے آخر دس سال میں مسلمان احکام شرعی کے پابند بہت سے تھے عبادات اور معاملات میں نہایت صداقت برتتے تھے۔ دہم باوجودیکہ بادشاہ کو نہ علم کا خیال تھا نہ دین کا پاس تھا مگر پھر بھی اولیائے کبار اور زبردست عالم اور ہر فن کے باکمال اُس کے عہد میں موجود تھے۔

ذکر سلطنت شہاب الدین عمر

جب سلطان علاؤالدین نے انتقال کیا تو دوسرے ہی روز ملک کافور نے ایک سلطان کا نوشتہ اس مضمون کا دکھایا کہ بادشاہ نے شہاب الدین عمر کو ولی عہد سلطنت مقرر کیا اور خضر خاں کو ولی عہدی سے معزول کیا۔ اس پانچ چھ برس کے لڑکے کو گڈا بنا کے تخت پر بٹھایا۔ اور تمام کاروبار سلطنت کا

اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور ملک اختیار الدین سہیل کو قلعہ گوالیار روانہ کیا کہ وہاں جاکر خضر خاں اور شادی خاں بادشاہ کے نورچشموں کو اندھا کردے۔ یہ کافر نعمت وہاں گیا اور اپنا کام کیا۔ ملکہ جہاں کہ خضر خاں کی ماں تھی اس کو کافور نے قید کیا اور تمام زیور اور اسباب اس سے چھین لیا۔ اور باوجود خوجہ ہونے کے سلطان شہاب الدین کی ماں سے نکاح کیا۔ دو چار گھڑی کے لئے اس بادشاہ خورد سال کو بھی تخت پر بٹھاتا۔ اور تمام ارکان سلطنت کا سر اس کے سامنے جھکواتا۔ اور پھر حرم سرا میں لیجاتا۔ محل میں اپنے ہم جنسوں اور جلیسوں سے اس باب میں صلاح اور مشورہ کرتا کہ کیونکر خاندان علائی کا خاتمہ کیجئے۔ ایک دن مبارک خاں کی مجلس میں چند پائکوں کو اس نظر سے بھیجا کہ ان کو بھی ٹھکانے سے لگا دیں مگر مبارک خاں کی نظر جونہیں ان پائکوں پر پڑی وہیں اپنے گلے کا ہار مرصع جواہرات کا ان کی نذر کیا۔ اور اپنے باپ کے حقوق کو جتلانا شروع کیا۔ اس سبب سے یہ پائک اپنے آنے پر بڑے منفعل ہوئے۔ اور وہاں سے ہار لیکر چلے آئے۔ اور اپنے سردار مبشر اور بشیر کے پاس گئے اور سارا قصہ سنایا ملک کافور کو تو کوئی اور موقع مبارک خاں کی جان لینے کا ہاتھ نہ آیا۔ مگر جن پائکوں کو مبارک خاں کی جان لینے کے لئے بھیجا تھا وہی اس کے لئے پیک اجل بنے۔ بادشاہ کے مرنے پر پینتیس دن گذرے تھے کہ نہ وہ ملک کافور رہا اور نہ اس کا کوئی مصاحب قتل ہونے سے بچا۔ سب کارخانہ ملک کافور کا کافور ہوا۔ شاہزادہ مبارک کو قید خانہ سے نکالا اور سلطان شہاب الدین عمر کا نائب بنایا۔ دو مہینہ تک تو چپ چاپ مبارک نیابت کا کام اس نظر سے کرتا رہا کہ سب ارباب سلطنت کو یار بنا لے پھر تخت سلطنت پر خود بیٹھا اور نہایت سنگدلی کا کام یہ کیا کہ اس ننھے سے بادشاہ کی آنکھوں میں سلائی پھرا کر قلعہ گوالیار میں بھیجدیا۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ انگلی کٹوا کر قلعہ گوالیار بھیجدیا۔ تین مہینے کئی روز تک اس لڑکے نے بھی مزہ بادشاہی کا چکھ لیا۔ اب اس مبارک خاں کا خطاب سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی ہوا۔

سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی

۷ محرم ۷۱۶ھ ہجری مطابق ۲۲ مارچ ۱۳۱۶ء کو اس بادشاہ نے تخت شاہی پر قدم رکھا۔ مبشر اور بشیر جنہوں نے ملک کافور کو گور میں پہونچایا تھا اب ان کا دماغ آسمان پر چلا گیا۔ اپنے تئیں یہ

یہ سمجھتے تھے کہ بادشاہ بنانا ہمارا ہی کام ہے سب ارباب سلطنت سے مرتبہ ہمارا برتر ہے۔ اُن کی برابر بیٹھنے کا ارادہ کیا۔ ان گستاخانہ حرکات پر اول بادشاہ نے اُنہی کو قتل کیا۔ اور باقی اور پائکوں کو اِدھر اُدھر تتر بتر کر دیا۔ ان کا پہرہ پادشاہی توڑ دیا۔ غرض جن لوگوں کی بدولت سلطنت ہاتھ آئی تھی اول اُنھیں درست کیا۔ پھر امیروں کو بقدر مراتب سرفراز کیا۔ اور اپنے غلاموں کو بڑے بڑے عہدے اور منصب عطا کئے۔ ایک نوعمر پرواری حسن نامی تھا اور ہندو سے مسلمان ہوا تھا۔ اور اُس کو بادشاہ کے نائب حاجب ملک شادی نے پرورش کیا تھا۔ اس پر بادشاہ کا دل آیا اور اپنی سلطنت کے پہلے ہی سال میں اُس کو خسرو خاں کا خطاب دیا۔ اور ملک کافور کا تمام لشکر و ملک اُس کے سپرد کیا۔ اور آخر کو وزارت کا منصب اُس کو عنایت ہوا۔ سلطان علاؤالدین تو گیا ملک کافور کا دم بھرتا تھا جو یہ بادشاہ خسرو خاں پر جان دیتا تھا۔ ایک ساعت ایک لمحہ اُس سے جُدا ہونا قیامت تھا۔

قطب الدین کے بُرے بھلے کام

قطب الدین ابھی قیدخانہ کی کوٹھری سے نکلا ہی تھا اور موت کے منہ سے نکلکر ابھی بچا تھا اُس کی آنکھیں نکلتے نکلتے ابھی بچی تھیں۔ غرض ان سب آفتوں کو جھکتا بیٹھا تھا۔ اس لئے اول اول خوش خلق اور رحم دل تھا۔ تخت شاہی پر بیٹھتے ہی سارے ملک میں فرمان جاری ہوئے کہ قیدخانہ سے قیدیوں کو جو سترہ ہزار کے قریب تھے رہائی ہو۔ اور جلاوطنوں کو وطن آنے کی اجازت ہو۔ اگرچہ یہ کام ناعاقبت اندیشی کا تھا۔ مگر سلطان علاؤالدین کی سلطنت کے بعد تو یہ کام پرلے ہی درجے کا اچھا گنا گیا۔ سپاہ کو چھ مہینے کی تنخواہ کا انعام مرحمت ہوا۔ اور امرا ور ملوک کی جاگیریں اور منصب بڑھائے۔ مال کے کاموں میں کڑے کڑے محصولوں کو موقوف کیا۔ اور تحصیل محصول کے جو یہ طریقے تھے کہ باج گزاروں پر جوتے پڑ رہے ہیں لاتیں لگ رہی ہیں۔ کہیں قید میں بھیجے جاتے ہیں کہیں زنجیروں میں جکڑے جاتے ہیں۔ کہیں تختول میں شکنجہ ہوتے ہیں۔ ان سب کو یک قلم موقوف کر دیا۔ عہد علائی کے جو قواعد سخت نہایت تکلیف رساں تھے اُن سب کو کالعدم کر دیا اور ان سب سختیوں کو اُٹھا دیا کہ یہ کرو اور وہ نکرو۔ یہ کہو اور وہ نہ کہو۔ یہ کھاؤ وہ نہ کھاؤ۔ یہ پیو وہ نہ پیو۔ یہ پہنو وہ نہ پہنو۔ یہاں بیٹھو وہاں نہ بیٹھو۔ ان قیدوں سے خلق کا ناک میں دم

آ رہا تھا۔ اب خدا نے اُنکے حال پر رحم کیا کہ اُنکو آزادی حاصل ہوئی۔ اجناس کے بیچنے میں جو بازاری مجبور تھے اُنکے بھی نصیب کھل گئے کہ اپنے مال کو خاطر خواہ بیچنے لگے۔ نوکر جو اپنی کمی تنخواہ پر رد رہے تھے اُنکا بھی اضافہ تگنا چوگنا ہو گیا۔ محصولوں کے کم ہو جانے سے ہندوؤں کے ہاں بھی گھی کے چراغ جلنے لگے۔ اناج کی گرانی سے دکانداروں کے ہاں شادیانے بجنے لگے جن ہندوؤں کے بدن پر پہلے ایک چیتھڑا نہ تھا اب باریک لباس ورتن زیب زیب تن کرنے لگے جنکے پیر میں ٹوٹی جوتیاں نہ تھیں وہ اب رانوں تلے گھوڑا اینچانے لگے۔ غرض علاء الدین کے مرنے سے ہندوؤں کے بھاگ جاگ گئے۔ اُنکی مصیبت اور نکبت کا زمانہ ختم ہوا عیش و عشرت کا وقت آ پہنچا۔ ہر شخص عیش و نشاط میں اپنی بساط کے موافق مصروف ہوا۔ جیسی اس سلطنت کی ابتدا اچھی تھی ایسی اُسکی انتہا بُری ہوئی۔ اس بادشاہ کے اِن بھلے کاموں کو ہوا پرستی اور شہوت رانی اور بیحیائی نے خاک میں ملا دیا۔ جو جو کام اس بیحیا بادشاہ نے بیحیائی کے کئے ہیں اُنکا بیان کرنا بھی کسی بے حیا کا کام ہے۔ اُسنے ساری اپنی سلطنت میں ایسے جنگی کام کئے جو تھوڑے بہت تعریف کے قابل ہیں وہ لکھے جاتے ہیں۔

گجرات اور دیوگڈھ کی مہم

گجرات میں الپ خاں نے کمال الدین گرگ انداز کو مار ڈالا اور کل گجرات میں فساد ایسا مچا دیا کہ وہ بادشاہ کے قبضے سے بالکل نکل گیا۔ وہاں عین الملک ملتانی کو سپہ سالار بنا کر سپاہ کے ساتھ بھیجا۔ اس جوانمرد منتظم سپہ سالار نے دشمنوں کو شکست دی اور نہر والا اور تمام ملک گجرات کو تسخیر کیا اور سب زمینداروں کو تابعدار بنا لیا۔ اور انتظام کرنے پر بادشاہ نے ظفر خاں کی بیٹی سے شادی کی۔ اور اُسکو صوبہ دار گجرات کا مقرر کیا اُسنے تین چار مہینے میں تمام فساد اور جھگڑوں سے گجرات کو پاک صاف کر دیا اور اس خوش اسلوبی سے انتظام کر دیا کہ لوگ الپ خاں کو بالکل بھول گئے اور بہت سا روپیہ تحصیل کر کے بادشاہی خزانہ میں روانہ کیا۔

جب ملک نائب کافور مر گیا تو وہ دیوگڈھ کے بادشاہ کی عملداری سے نکل گیا اور رام دیو نے دکن کے راجاؤں کے ساتھ اتفاق کر کے تمام مرہٹوں کے ملک پر اپنا تصرف اور قبضہ کر لیا۔ اور

بادشاہی آدمیونکو سارے دکن سے مار کر نکال دیا تھا۔ قلعہ دیوگڈہ لے لیا۔ سنہ ۲ جلوسی اور سنہ ۷۱۹ھ ۱۳۱۹ء میں قطب الدین بذات خود بہت سا لشکر لیکر دکن پر چڑھا۔ اور دلی میں ایک ناتجربہ کار کم عمر غلام بچہ شاہین نامی کو وفا الملک کا خطاب دیکر نائب اپنا مقرر کیا۔ ہرپال دیوا ور راور راجا جو دکن میں جمع ہو رہے تھے وہ بادشاہ سے نہ لڑسکے اور ادھر اُدھر بھاگ گئے۔ بادشاہ نے اپنے آدمی اُنکے تعاقب میں روانہ کئے۔ اور وہ ہرپال کو زندہ پکڑ کر لائے۔ بادشاہ نے نہایت بے رحمی سے جیتے جی کھال اُسکی کھچوائی۔ اور دیوگڈہ کے دروازہ پر لٹکوائی برسات کے سبب سے سلطان نے دیوگڈہ (دولت آباد) میں توقف کیا اور مہاراشٹر یعنی مرہٹوں کے ملک کا بندوبست بخوبی کیا۔ اور ملک یک لکھی کو جو سلطان علاء الدین کے غلاموں میں سے تھا یہاں کا بندوبست سپرد کیا اور خود دہلی کی مراجعت کا قصد کیا۔ اور ملک بار (معبر) کے فتح کرنیکے لئے بھیجا

دولت آباد اور دہلی کے درمیان سڑک

جسوقت قطب الدین دولت آباد گیا ہی اُسوقت کا حال اس سڑک کا ابن بطوطہ نے یہ لکھا ہی کہ دہلی سے دولت آباد تک چالیس روز کا رستہ تھا ان دونوں شہروں کے درمیان سڑک بنی ہوئی تھی جسکے دونو طرف بید وغیرہ کے درخت لگے ہوئے تھے اگر مسافر اُسپر چلتے تو اُنکو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہم باغ کی سیر کر رہے ہیں۔ ہر میل میں داوہ یعنی ڈاک کی چوکیاں تھیں جسکی ترتیب کا ذکر آئیگا۔ ہر داوہ میں مسافر کو کل باحتیاج اشیا ملتے تھی کہ مسافر یہ جانتا تھا کہ اس چالیس دن کے سفر میں سڑک پر نہیں چلتا بلکہ بازار میں پھر رہا ہوں۔ یہاں سے اور سڑکیں تجھ جھینی کی را کی معبر (ملیبار) و تلنگ تک بنی ہوئی ہیں۔ ہر منزل پر بادشاہ کے اُترنیکے لئے ایک مکان بنا ہوا ہے اور مسافروں کے لئے ایک گوشہ بنا ہوا ہی مفلس مسافرونکو کچھ ضرورت نہیں ہے کہ وہ زاد راہ اپنے ساتھ لیجائیں اُنکو سب چیزیں مفت ملتی تھیں۔

قلعہ گوالیار کا حال

اس قلعہ کا حال ابن بطوطہ یہ لکھتا ہی کہ وہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہی اور یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ پہاڑ میں سے کاٹ کے بنایا گیا ہی۔ اُسکے محاذی کوئی پہاڑ نہیں ہی۔ اُسکے اندر زمین دوز حوض ہیں اور بیس خشتی کنوئیں ہیں فصیل پر منجنیق اور رعاد لگے ہوئے ہیں۔ قلعہ میں جانے کے لئے ایک

بڑا رستہ بنا ہوا ہی جسمیں ہاتھی گھوڑے آتے جاتے ہیں۔قلعہ کے دروازہ کے پاس ایک فیل مع فیلبان پتھر کا تراشا ہوا رکھا ہی جو دور سے سچ مچ کا ہاتھی معلوم ہوتا ہی قلعہ کے نیچے خوبصورت شہر بستا ہے جسمیں مکانات اور مساجد سنگ سفید کی بنی ہوئی ہیں۔سوا دروازونکے کہیں کاٹ کا کام نہیں یہی حال محل سلطانی کا ہی اسمیں گنبد اور مجالس بنی ہوئی ہیں اکثر وکاندار یہاں ہندو ہیں اور بادشاہی چھ سو سوار رہتے ہیں جو ہمیشہ ہندوؤں سے لڑتے رہتے ہیں اس قلعہ کا حال ہمنے آخر میں ایک ضمیمہ میں لکھا ہے وہ دیکھو۔

دہلی میں سلطان قطب الدین کا مراجعت کرنا و خویش و اقارب کا قتل کرنا۔اور بیہودہ حرکات

دہلی کو قطب الدین شراب پیتا اور عیش اڑاتا ہوا روانہ ہوا۔وہ راہ ہی میں تھا کہ سلطان علاء الدین کے چچا ملک اسد الدین پسر یغرش خاں کو یہ خیال آیا کہ بادشاہ تو رات دن بدمست رہتا ہے اور امور بادشاہی اور مصالح شہریاری سے خبر نہیں ہوتا۔چند نوجوان نو دولت دنیا کے کاموں نا تجربہ کار اور اسرار ملکی سے ناواقف صلاح ملک میں صاحب رائے زن ہوتے ہیں۔بادشاہی کو لڑکوں کا کھیل بناتے ہیں تو اسنے دیوگڈہ میں چند اوباش مفسدوں کے ساتھ سازش کرکے یہ تجویز کی کہ منزل گھٹی ساکون میں جب بادشاہ اپنی مجلس رائے میں جائے اور شراب پیکر بدمست ہو اور کوئی پہرہ کا سپاہی بھی اس پاس نہو تو چند آدمی حرم سرائے میں گھسکر اسکا کام تمام کریں اور پھر میں اور سلطان علاء الدین کا بھائی تخت و تاج کے مالک ہوجائیں۔سب لوگ قطب الدین سے نفرت رکھتے ہیں اسلئے اسکے بعد ہم سے رغبت کرنے لگینگے۔مگر ابھی سلطان قطب الدین کی اجل نہیں آئی تھی عیش اڑانیکے دن ابھی اسکے کچھ باقی تھے کہ اس سازش کا سارا حال ایک شخص نے اس سے کہدیا۔اسنے رات ہی کو منزل گھٹی ساکونمیں ملک اسد الدین اور اسکے ساتھیونکو پکڑوا بولایا اور اپنی دہلیز کے آگے انکی گردن اڑوائی اور دہلی حکم بھیجکر ملک اسد الدین کے انیس بچے کچے جنھوں نے اپنی خرد سالی کے سبب سے باہر قدم بھی نہیں رکھا تھا اس سازش کی تو انکو کیا خبر ہوتی وہ بھیڑ بکری کی طرح ذبح کرائے اور انسے سلطان علاء الدین کے چچا کے زمانہ کا سارا مال اسباب جمع کیا ہوا چھین لیا اور عورتونکو گھر سے باہر بازار میں نکال دیا کہ دربدر

خاک بسر بھیک مانگیں۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ جب سلطان قطب الدین دیوگڈھ کی مہم میں مصروف ہوا تو دہلی میں امرا نے سازش کر کے یہ چاہا کہ اُسکے قیدی بھائی خضر خاں کے بیٹے کو جسکی عمر دس برس کی تھی تخت سلطنت پر بٹھائیں۔ یہ نوعمر لڑکا بادشاہ کے پاس تھا جب سلطان کو اس سازش کی خبر لگی تو اُسنے اپنے بھتیجے کی ٹانگیں پکڑ کر دیوار پر ایسا اُس کو پٹکا کہ بھیجا اُسکا پاش پاش ہوگیا اور اُسنے اپنے ایک امیر ملک شاہ کو گوالیار بھیجا کہ جہاں اس لڑکے کے باپ اور چچا قید تھے اور اسکو حکم دیا کہ انکو قتل کر ڈالے۔ اس واقعہ کو قاضی نے جسکا نام زین الدین تھا ابن بطوطہ سے یہ بیان کیا ہے کہ میں صبح کو یہاں ملک شاہ آیا ہے تو میں خضر خاں کے مجلس میں تھا جب خضر خاں نے اُسکے آنے کی خبر سنی تو وہ ڈرا کہ چہرہ کا رنگ فق ہوگیا جب ملک پاس آیا تو اس شہزادہ نے اس سے پوچھا کہ آپ کیوں آئے ہیں میری جان کی خیر ہے تو اُسنے جواب دیا کہ خداوند عالم کا ایک کام ہے اُسکے لئے آیا ہوں آپ کی جان کی خیر ہے بعد اسکے ملک شاہ باہر گیا اور اُسنے کوتوال کو جو صاحب الحصن تھا بلایا اور اپنے مفردین یعنی سپاہیوں کو جو تین سو تھے طلب کیا اور قاضی زین الدین کو بھی حکم شاہی کی تصدیق کے لئے بلایا اور فرمان شاہی دکھلایا۔ اہل قلعہ نے اُسکو پڑھا اور سلطان معزول شہاب الدین کے پاس وہ آئے اور اُس کی گردن اُڑائی۔ وہ ایسا مستقل مزاج تھا کہ اُسنے اپنی گردن اُڑنے پر اُف نہیں کی پھر انہوں نے ابوبکر و شادی خاں کی گردن کاٹی۔ پھر خضر خاں کا سر اُڑانے آئے تو وہ خوف زدہ ہوا اور واویلا مچائی اُسکی ماں وہاں موجود تھی مگر دروازے ایسے بند کر دئے تھے کہ وہ اُس پاس نہ آنے پائے۔ ان چاروں لاشوں کو بغیر غسل و کفن کے خندق میں ڈال دیا جہاں وہ برسوں سوکھا کیں اُسکے بعد وہ اپنے بزرگوں کی مزار میں دفن ہوئیں۔ یہ بیان تو ابن بطوطہ نے لکھا ہے۔ اب حضرت امیر خسرو جنکا بیان بہ نسبت ابن بطوطہ کے زیادہ وقعت رکھتا ہے اپنی مثنوی عشقیہ میں یہ بیان کرتے ہیں کہ سلطان مبارک شاہ نے اپنی صلاح ملک اس میں دیکھی کہ ملک کے جو دعویدار ہیں ان کی تیغ تیز سے خونریزی کرے۔ اُس نے خضر خاں پاس آدمی بھیجا اور یہ عذر کیا کہ ؎

کہ اے شمع ز مجلس دور ماندہ — تنت بیتاب و رخ بے نور ماندہ

تو میدانی کہ از من نیست ایں کار — ستمکش ماند و یک سو شد ستمگار

گرت بندیست از گیتی خداوند — چو وقت آید ہموں بکشاید ایں بند

تجھ کو میں کسی ملک پر کارفرما کر دیتا لیکن تیرے دل میں دول رانی کی محبت پیدا ہوئی ہے جو تیرے ہی علو ہمت کے لائق نہیں ہے وہ تیری لونڈی ہے ۔ بھلا یہ کب تجھکو سزاوار ہے کہ تو پرستار کی پرستاری کرے ۔ وہ یہیں سے گئی ہے یہیں اس کو بھیجدے ۔ جب خضر خاں نے اپنی دلارام کی طلبی کا پیغام سُنا دل بے آرام ہوگیا ۔ اُسنے یہ پیغام کا جواب دیا کہ پہلے میرے سر کو جدا کر دو اور پھر اس میری ہمسر کو مجھسے جدا کرو ۔ جب بادشاہ نے اُسکا یہ جواب سُنا تو وہ آگ بگولا ہو گیا اور سرسلاحی کو طلب کیا اور حکم دیا کہ گوالیار جلد جا اور شمشیر سے اُنکا سر اُڑا سے کہ من امین شوم زانباری ملک بناء حسب الحکم وہ گوالیار دوڑا گیا ۔ وہاں جاکر شادی خاں اور خضر خاں کو ہلاک کیا گل اندام دول رانی کہ خضر خاں کے لئے آب حیات تھی اپنے عاشق خوں فشاں کے گرداگرد پھرتی تھی اور اپنا خون اُسپر نثار کرتی ہے

بجائے آب ازاں گل خوں کشیدند ۔ نگر کن تا گلابش چوں کشیدند

قطب الدین مبارک شاہ کو اس خونریزی کا خیال خواہ ان شارشوں کے سبب سے جو اوپر بیان ہوئیں پیدا ہوا ہو یا حضرت امیر خسروؒ کے بیان کے موافق اس سبب سے پیدا ہوا ہو کہ دول رانی کو خضر خاں نے اس پاس نہ بھیجا اُسنے اپنے نزدیک یہ ہوشیاری کا کام کیا کہ جب سفر کرتا ہوا جھائیں میں آیا تو شادی کتہ کو گوالیار بھیجا اور اس کتہ سے شیرونکو شمشیر سے قتل کرادیا ۔ وہاں جو عورتیں تہیں اُنکو دہلی بھجوایا قطب الدین کے دماغ میں وہ فرعونیت سمائی کہ حضرت سلطان نظام الدین سے اس سبب سے بیر باندہا کہ خضر خاں کے وہ پیر تھے ۔ انکی جان کے درپے ہوگیا منع کر دیا تھا کہ کوئی اُنکی زیارت کو غیاث پور نہ جانے پائے شراب کے نشہ میں انکو بے نقط سناتا اور کہتا کہ جو کوئی اُنکا سر کاٹ کر لائے ہزار ٹنکہ انعام پائے ۔ ایک دن اتفاق سے جو دونوں کی ملاقات ہوگئی تو اسنے حضرت کے سلام کا جواب نہیں دیا ۔ وہ اپنے بڑے بڑے افسروں کو شراب کے نشہ میں گالیاں دیتا تھا ۔ اپنے خسر ملک شاہین کا خون گردن پر لیا اور بغیر کسی جرم کے ظفر خاں والی گجرات کو اُسنے قتل کیا اور اُسکی جگہ گجرات میں خسرو خاں کے ماموں حسام الدین کو بھیجا ۔ مگر اُسنے وہاں جاکر امیرونکو ایسا تنگ کیا کہ انہوں نے اسے پکڑ کر سلطان پاس بھیجدیا سلطان نے ایک طمانچہ اُسکے منہ پر مار کر چھوڑدیا اور اپنا مقرب بنایا مگر اس مدہوشی میں یہ ہوش کا کام کیا کہ گجرات میں ملک وحید الدین کو حاکم مقرر کیا جسنے سب طرح سے یہاں کا بند وبست خوب کر لیا اور

سرکشوں کو مٹا دیا وہ ہر طرح سے یہاں کی حکومت کے لایق تہا۔

ملیبار خسرو خاں کا جانا۔ ملوک علائی کو دہلی بھیجنا۔ بادشاہ کا اُنکے ساتھ بدسلوکی کرنا

جب دیوگڈہ سے ملیبار میں خسرو خاں آیا تو برسات شروع ہوگئی ناچار توقف کرنا پڑا۔ خواجہ تقی ایک سُنی سوداگر تھا اور مال کثیر اسکے پاس تھا وہ یہ سمجھکر نہیں بھاگا کہ لشکر اسلام آیا ہی مگر اسنے یہ نہ جانا کہ خسرو خاں نام کا مسلمان بڑا کافر ہی اسنے اس سوداگر کو دہڑا دہڑ لوٹا اور اس کو پکڑ کر بہت مال اُس سے لیا۔ ایک سال میں سارے ملک پر اُسنے اپنا خوب قبضہ کر لیا اور یہانکے دولتمندوں سے خوب دولت چھین کر دلی بھیجی۔ مگر جب سے یہاں وہ آیا تھا اُسکی نیت میں یہ فساد تھا کہ بادشاہ سے بغاوت کر کے یہیں بادشاہ بن بیٹھوں اور دہلی نہ جاؤں۔ جب بادشاہ کے خیر خواہوں ملک تمر اور ملک ملتیغہ تغدہ کو یہ نیت اسکی معلوم ہوئی تو انہوں نے اس پاس پیغام بھیجا کہ ہم ایسا سنتے ہیں کہ تیرا ارادہ دہلی جانے کا نہیں ہے اور یہیں بغاوت کرنے کا ہی اگر یہ سچ ہو تو ہم ابھی تجھے باندھ کر دہلی بھیجدینگے۔ بادشاہ کے پاس اس نمک حرامی کی اطلاع کی عرضیاں گئیں مگر بادشاہ اُسپر دل و جان سے فدا تھا کب کسیکی سنتا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ خسرو خاں جہاں ہو اسکو پالکی میں بٹھا کر جس طرح جلد ممکن ہو یہاں لاؤ۔ سات روز کے عرصہ میں دیوگڈہ سے دلی میں خسرو خاں آیا۔ اور بادشاہ کے روبرو گیا تو رو کر عرض کرنے لگا کہ میری اطاعت کو امرا اپنا ننگ سمجھتے ہیں اور حضور کی عنایت کے سبب سے میری جان کے دشمن ہوگئے ہیں۔ اور میری نمک حرامی کی شکایت کرتے ہیں۔ غرض اس لگانے بجھانے پر وہ امیر جو اس مہم میں انعام و اکرام کی توقع میں بیٹھے تھے گردن مارے گئے یا قید خانہ میں ڈالے گئے۔ آیندہ کیلئے بدخواہوں کو معلوم ہوگیا کہ سلطان کی خیر خواہی کا صلہ یہ ہی۔

خسرو خاں کے اختیارات اور ہندوؤں کا بادشاہ کے دربار میں بھرتی ہونا

اب خسرو خاں دلی میں آکر بالکل سلطنت کا مختار مالک ہوگیا۔ ہر ایک آدمی کی جان و مال اُسکے قبضے میں تھی جسے چاہے نہال کرے جسے چاہے پامال کرے۔ بہت سے امراء عظام کی

گردن اڑوائی۔ بہتسے رئیسوں کو ایسا ذلیل اور خوار کیا کہ زندوں کو مُردوں سے بدتر کر دیا۔ باقیوں پر ایسا رعب داب بٹھایا کہ اُن بیچاروں نے دربار سے علیحدہ ہونیکو غنیمت جانا۔ اب اسکو رات دن یہ دُھن لگی رہتی کہ کسطرح خود بادشاہ بنئے اور خاندان علائی کا کام تمام کرا دیئے۔ مگر یہ سب منصوبے دیکھ دیکھ کر بادشاہ کے ہوا خواہ دل ہی دل میں جلتے۔ مگر کسی کا مقدور نہ تھا کہ بادشاہ سے خسرو خاں کے معاملہ میں چوں بھی کر سکے۔ جب بادشاہ یہ کہتا ہو کہ اسکے سر کا ایک بال مجھے سلطنت اور بادشاہی سے زیادہ عزیز ہے تو کس کی کم بختی آئی تھی کہ وہ اُس کافر نعمت کی نسبت بادشاہ سے کچھ کہتا۔ غرض خسرو خاں کو اب میدان خالی ملا۔ سارے مقربین درگاہ اُسنے اپنے بھائی بند مقرر کرا دئے۔ محل شاہی سارا ہندو سپاہیوں سے محصور تھا۔ ساری سلطنت میں اُسی کے آورُدے اور رشتہ دار معزز عہدوں پر مقرر ہو گئے۔ جب یہ سارا کام پختہ ہو گیا تو اُسنے بادشاہ کے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔

سلطان مبارک کا قتل ہونا اور علاء الدین کے خاندان کا بالکل مٹ جانا

پانچویں ربیع الاول ۷۲۱ھ مطابق ۴ ۔ مارچ ۱۳۲۱ء کی رات کو ایک نمک حرام نے سلطان مبارک کو قتل کیا جسکی تفصیل یہ ہے کہ کچھ رات رہی تھی کہ قاضی ضیاء الدین چوکیداروں کی تحقیقات کے واسطے آئے تھے۔ خسرو خاں کے چچا مندل نے قاضی سے ملاقات کی اور کچھ ادھر اُدھر کی باتیں کر نیلگا پان اپنے ہاتھ سے قاضی صاحب کو دیا کہ اتنے میں جاہر یا پرواری نے ایک تلوار پیچھے سے آنکر منہ پر انکے لگائی اور کام تمام کیا۔ دو تین آدمی جو انکے ساتھ تھے انہوں نے غل مچایا کہ قاضی صاحب مارے گئے آدمی تلواریں لیکر قصر ہزار ستون میں بادشاہ کے قتل کے لئے چڑھ آئے۔ خسرو خاں بادشاہ کے ساتھ سوتا تھا۔ بادشاہ نے یہ غل سنکر خسرو سے کہا کہ دیکھ یہ کیا ہو رہا ہے اس کہنے پر وہ اُٹھا اور برلب بام آیا۔ اور جاکر بادشاہ سے کہدیا کہ گھوڑے چھوٹ گئے تھے انکے پکڑنے کے واسطے غل مچ رہا ہے اب جاہریا اور اور قاتل بادشاہ کے روبرو ہی آ گئے تو اُسوقت وہ سمجھا کہ وقت آ پہنچا۔ محل سرا کی طرف بھاگا۔ مگر خسرو نے اسکے بال پکڑے۔ اگرچہ بادشاہ اُسے نیچے لے آیا مگر بالونکو نہ چھٹا سکا۔ جاہریا نے ایک ہاتھ میں بادشاہ کا کام تمام کیا۔ جسم بے جان کو

خسرو خاں کی چھاتی سے اُتارا۔ اور سر کاٹ کر نیچے پھینک دیا۔ پھر وہ محل میں گھس گئے۔ وہاں جو چاہا سو کیا سلطان علاء الدین کے بیٹوں فرید خاں و منگو خاں کو ماؤں سے چھین کر مار ڈالا۔ اور خاندان علاء الدین کے پس ماندوں کو بالکل قتل کر کے اس خاندان کو ملیا میٹ کر دیا۔ گویا خاندان خلجی کا منقطع نامبارک یہ مبارک تھا۔ اُسنے چار برس چار مہینے سلطنت کی۔

ابن بطوطہ خسرو خاں ناصر الدین کا حال اسطرح لکھتا ہے کہ وہ سلطان قطب الدین کے امراء کبار میں سے تھا اور شجاع و حسین تھا۔ اُسنے چندیری اور شاواب ملک معبر (ملیبار) کو جو دہلی سے چھ مہینے کی راہ تھا فتح کیا تھا۔ قطب الدین اُس پر عاشق زار تھا اس لئے وہ معشوق کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ قطب الدین کا معلم قاضی خاں صدر الجہاں تھا وہ امراء کبار میں سے ایک تھا اور کلید دار تھا یعنے محل کی کنجیاں اُسکے پاس رہتی تھیں۔ اُسکی عادت تھی کہ باب سلطانی پر وہ رات کو رہتا تھا۔ اور اُس کے ساتھ ہزار آدمی اہل النوبت (باری باری سے پہرہ دینے والے) رہتے تھے وہ چار رات تک پہرہ باری باری سے دیتے تھے۔ ابواب قصر کے درمیان انکی دو صفیں مسلح رہتی تھیں۔ اور وہ کسی غیر آدمی کو اپنی صفوں کے اندر داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ جس وقت رات تمام ہوئی تو دن کو اہل نوبت آتے اور ان اہل نوبت کے افسر امراء ہوتے جو رات کی اہل نوبت کی حاضری و غیر حاضری لکھتے۔ خسرو خاں اصل میں ہندو ہونے کے سبب سے ہندوؤں کی طرف میلان رکھتا تھا اور انپر عطا و بخشش کرتا تھا۔ قاضی خاں اسی سبب سے اُسکو اور اسکے امثال کو دل سے بُرا جانتا تھا اور اُنکی بد افعالیوں پر ہمیشہ بادشاہ کو مطلع کرتا تھا۔ مگر وہ کب سنتا تھا۔ خدا کو تو یہ منظور تھا کہ اُسکے ہاتھ سے قطب الدین قتل ہو۔ سلطان سے خسرو خاں نے کہا کہ ہندوؤں کی ایک جماعت کا ارادہ ہے کہ مسلمان ہو۔ اسوقت ہند میں یہ دستور تھا کہ جو ہندو اسلام میں آتا وہ بادشاہ کے روبرو جاتا اور علی قدر مراتب اُس کو لباس فاخرہ سونے کے کنٹھے و کڑے بادشاہ دیتا۔ جب بادشاہ نے اُنکے آنیکی اجازت دی تو یہ عرض اُسنے کی کہ وہ دن کو آتے ہوئے شرماتے ہیں اور اپنے رشتہ داروں اور ہم مذہبوں سے ڈرتے ہیں تو سلطان نے کہا کہ رات کو اُنکو میرے پاس لے آؤ۔ اُسنے شجاع ہندوؤں کی جماعت کو جمع کیا جنمیں سب سے بڑا امیر خان خاناں

اسکا بھائی تھا۔ گرمی کا موسم تھا بادشاہ چھت پر سوتا تھا اور اُسوقت اُس پاس سوا چند جوانوں کے کوئی اور نہ تھا۔ ہندو ہتیار بند ہوکر چار دروازوں سے تو گذر گئے مگر جب پانچویں دروازے پر پہونچے یہاں قاضی خاں موجود تھا اُنکی صورت کو دیکھکر اُسکو شبہ ہوا کہ ان کا ارادہ شرارت کرنے کا ہے اسلئے انکو اندر جانے سے منع کیا اور جب تک بادشاہ کا حکم صاف نہیں لاؤگے ہیں اندر نہیں جانے دونگا۔ جب ہندوؤں نے دیکھا کہ ہم کو وہ اندر نہیں جانے دیتا تو اُسکو مار ڈالا۔ جب اس ہنگامہ کا غل شور ہوا اور بادشاہ کے کان تک وہ پہونچا تو اُسنے پوچھا کہ کیا ہے تو خسرو خاں نے کہا کہ ہندو جو مسلمان ہونیکے لئے آئے تھے اُنکو قاضی خاں نے آنے سے روکا ہے۔ اس بات کے سننے سے بادشاہ خائف ہوا اور چاہا کہ محل کے اندر چلا جائے مگر دروازہ بند تھا اور جوان اُسپر کھڑے تھے بادشاہ نے دروازہ کو کھٹ کھٹایا کہ خسرو خاں اُسکے پیچھے لپک کر پہنچا۔ بادشاہ زبردست تھا وہ خسرو خاں کو نیچے لے بیٹھا مگر اُسنے ہندوؤنکو پکار کر کہا کہ جو مجھپر سوار ہے اُسے قتل کرو پس انہوں نے قتل کیا اور اُسکا سر کاٹ کر صحن میں پھینک دیا۔

خسرو خاں کی سلطنت

جب یہ نمکحرام خسرو رات کو اپنے عاشق زار کو قتل کرچکا اور خاندان خلجی کے متعلقین کو مار چکا تو صبح کو تخت پر بیٹھا۔ اور ناصرالدین خسرو خاں اپنا لقب رکھا۔ اور خطبہ میں یہ نام پڑھوایا۔ اور سکّہ میں بھی یہی نام جاری کرایا۔ اہل اسلام کی پیشانی پر یہ ایک داغ لگا کہ یہ ہندو بچہ بادشاہ ہوگیا اُسنے دیول دی سے نکاح کیا۔ اور بڑے بڑے با عصمت امیروں کی بی بیوں کو ہندوؤں کے حوالہ کیا اگرچہ بظاہر لقب اور نام اُسکا مسلمانوں کا تھا۔ مگر باطن میں کٹا ہندو تھا۔ مسجد کی محرابوں میں بُت رکھواتا اور ہندوؤں سے پجواتا۔ قرآنوں کو اپنے تلے رکھکر مونڈھے کرسی بنواتا اور ان پر ہندوؤں کو بٹھاتا۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ اسنے گاؤ کا ذبح ہونا بند کردیا۔ اگر یہ خسرو خاں کوئی عالی خاندان ہوتا تو ضرور ایسا زبردست راجہ ہوتا کہ مسلمانوں کو پھر سلطنت کا ہاتھ آنا مشکل ہوتا۔ مگر ذات اُسکی پرواری تھی اور پروار ایسی قوم ناپاک ہندوؤں کی ہے کہ اُنکو شہر میں ہندو گھر تک نہیں بنانے دیتے تھے اسلئے ہندو اُسکے ساتھ دینے کو بے عزتی گنتے تھے۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ اس خسرو خاں کی تین چار مہینے کی بادشاہی میں مسلمان تین چار قسم کے ہوگئے تھے۔ ایک قسم کے تو وہ مسلمان تھے جو حرص و طمع دنیا کی شدت اور ضعف ایمان اور سستی اعتقاد کے سبب سے خسرو خاں کے دل و جان سے دوست و یار تھے۔ اور وہ اسکی دولت و ملک کی افزائش چاہتے تھے۔ اور اس سے خوب دولت لیتے تھے۔ دوسری قسم کے مسلمان ایسے تھے کہ وہ خسرو خاں سے انعام و اکرام خوب لیتے تھے اور بیع و شرا سے خوب روپے کماتے تھے لیکن دل میں اس سے وہ ناراض رہتے تھے اور اسکی سلطنت سے خوش نہ ہوتے تھے ایسے مسلمان بہت تھے۔ تیسری قسم کے مسلمان ایسے بہت تھوڑے تھے کہ جب سے خسرو خاں تخت پر بیٹھا تھا نہ انکو دن کا کھانا خوش معلوم ہوتا تھا نہ رات کی نیند۔ رات دن وہ اسی ادھیڑ بن میں رہتے تھے کہ کسی طرح اسکا قلع قمع کیجیے۔

ملک فخر الدین جونا خاں کا (جو آخر کو سلطان محمد تغلق ہوا) خسرو خاں کے پاس سے بھاگنا اور اپنے باپ غازی ملک یعنی سلطان غیاث الدین تغلق شاہ پاس دیپال پور جانا اور پھر وہاں سے دلی میں فتح پاکر اور خسرو خاں کو قتل کرکے غازی ملک کا بادشاہ ہونا

خسرو خاں نے اپنی سلطنت کے استحکام کے واسطے یہی نہیں کام کیا تھا کہ اپنے ہندو بھائی بندوں کو بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کیا تھا بلکہ مسلمان پرانے امیروں کو بھی اعلیٰ عہدوں پر سرفراز کیا تھا منجملہ انکے ملک فخر الدین جونا خاں تھا اسکو میر آخور مقرر کیا تھا۔ اسکو بہت انعام و اکرام دیتا تھا اور سبب اسکا یہ تھا کہ جونا خاں کا باپ ملک غازی تھا جسنے بڑی بڑی لڑائیوں میں مغلوں کو شکست دی تھی وہ دیپال پور میں حاکم تھا خسرو خاں اس سے بہت ڈرتا تھا بیٹے کی اسلیے وہ خاطر کرتا تھا کہ باپ دلی میں آجائے تو وہ دام میں پھنس جائے اور یہ کانٹا بھی جو کھٹکتا ہے نکل جائے۔ خسرو خاں کی حرکات نا ملائم کو جو اسلام کی نسبت وہ کرتا جب ملک غازی سنتا تو اسکی چھاتی پر سانپ لوٹتا اور سلطان قطب الدین کے قتل کے انتقام کا جوش اٹھتا۔ مگر وہ دیپال پور (دیبال پور) سے حرکت نہیں کرسکتا تھا۔ بیٹا جونا خاں دلی میں پھنسا ہوا تھا۔ اب اس بیٹے نے یہ جوانمردانہ کام کیا کہ خدا پر توکل کرکے چند نفر غلام ہمراہ لیکر دلی سے بھاگ گیا اسنے جبکہ خسرو خاں کا

خیال اسی طرح نہیں کیا جسطرح سے کہ کوئی صف شکن کارزار میں دشمن کے پیادہ و سوار کا خیال نہیں کرتا وہ تن تنہا دیپال پور کو رواں ہوا جب خسرو خاں کو اسکی خبر ہوئی تو اسکی جان نکل گئی۔ سوار اس کے پیچھے دوڑائے مگر اسکا پتا نہیں لگا۔ سوار خاک چھان کر الٹے چلے آئے۔ جونا خاں رات درمیان سرستی میں پہونچا۔ یہاں باپ نے محمد سرتیہ کو دو سو سوار کے ساتھ دیپال پور سے بھیجکر قلعہ سرستی کو محفوظ کر رکھا تھا۔ جونا خان سرستی سے سوار ہو کر اپنے باپ پاس دیپال پور پہنچا۔ باپ نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور خوشی کے شادیانے بجوائے۔ وہ اپنے ولی نعمت کے خون کے انتقام لینے پر آمادہ ہوا خسرو خاں نے اپنے بھائی کو جسے خانخاناں کا خطاب دے رکھا تھا اور یوسف صوفی کو جسکا خطاب یوسف خاں تھا لشکر کا سردار بناکے دہلی سے دیوپال کی طرف روانہ کیا۔ وہ سرستی پہونچے مگر اپنی مستی کے سبب سے اسکو غازی ملک کے سواروں سے خلاص نہ کر سکے۔ غازی ملک نے پہلے اس سے کہ خسرو خاں کا لشکر دہلی سے روانہ ہو ملک بہرام ایبہ کو اچہ سے بلایا اور وہ سوار و پیادوں سمیت دیوپال پور میں غازی ملک سے آن ملا۔ اور رستہ میں ملتان کے حاکم مغلطی کا کام تمام کرتا گیا۔ اس نے ملک غازی کو طلب معاونت کا جواب یہ دیا تھا کہ مجھے اور تجھے دہلی کے بادشاہ سے لڑنا نہیں چاہئے۔ ملک غازی تغلق نے ملک یک لکھی حاکم سامانہ سے بھی معاونت کی درخواست کی تھی مگر اس نے یہ دغا بازی کی کہ تمام خط و کتابت ملک غازی کی خسرو خاں پاس بھیجدی۔ اور خود ملک غازی پر لشکر کشی کی مگر اول ہی حملہ میں شکست پائی خسرو خاں پاس جانا چاہتا تھا کہ زمینداروں نے رستہ ہی میں اسے مار کر ہلاک کیا۔ اب ملک غازی اور جو امرا نمک حلال تھے اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ سرستی کے قریب پہونچے تو دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی۔ خسرو خاں کے لشکر کے سردار ناآزمودہ کار تھے بھلا وہ کب ملک غازی جیسے تجربہ کار جوانمرد لشکر کے سامنے ٹھیر سکتے تھے۔ فتح کے بعد ملک غازی ایک ہفتہ تک میدان جنگ میں مقیم رہا۔ اور دشمنوں سے جو خزانہ ہاتھ آئیں وہ لشکر کو تقسیم کرتا رہا۔ اور اب وہ لشکر لے کر کوچ پر کوچ کرتا ہوا دہلی کے قریب پہنچا۔ خسرو خاں مضطرب ہو کر دہلی سے باہر نکلا۔ مگر سفر نہ کر سکا حوض علائی کے پہلو میں مقیم ہوا حصار پس پشت اور باغات روبرو تھے۔ ملک غازی کمال تجمل سے ساتھ دہلی میں آیا۔ زمانہ اسکی تعریف میں یہ شعر پڑھ رہا تھا ؎

مسیحا یار و خضر ش رہنما و ہمعناں یوسف　　　فغانی آفتاب من بایں اعزاز می آید

اب خسرو خاں خزانہ سے تمام روپیہ نکالکر لشکر میں لایا اور سارا لشکر کو تقسیم کر دیا۔ دو دو ڈھائی ڈھائی سال کی تنخواہ پیشگی دیدی۔ غرض اس فیاضی میں یہ تھی کہ غازی خاں ملک کو خزانہ میں کوڑی ہاتھ نہ لگے اس طرح خزانہ میں جھاڑو دیدی۔ سپاہی جو صادق الاعتقاد مسلمان تھے وہ اس طرح ہزارہا روپیہ لیکر اور خسرو خاں پر سیکڑوں لعنتیں بھیجکر اپنے گھر کو چلے گئے وہ اپنے عقیدہ کے موافق ملک غازی سے لڑنے کو کفر سمجھتے تھے۔ خسرو خاں کا یہ منصوبہ نہ بن پڑا کہ میں بھی علاء الدین کی طرح زر پاشی کرکے ہر دل عزیز ہو جاؤنگا خسرو خاں سے عین الملک ملتانی باغی ہوکر اجین و دہار کو روانہ ہوا۔ اس سے خسرو خاں کا دل اور بھی شکستہ ہوگیا۔ مگر باوجود اسکے وہ اندرپت کے میدان میں غازی ملک سے صف آرا ہوا ملک تلبغہ ناگوری جو دل و جان سے خسرو خاں کا یار غار تھا۔ وہ مارا گیا اُسکا سر غازی ملک کے روبرو لایا گیا۔ اور پسر قرہ قیمار کہ شائستہ خاں و عرض ممالک تھا۔ اُسنے جب دیکھا کہ کام بگڑا تو وہ بھاگا اور اثنا ء راہ میں غازی ملک کی بھیر بنگاہ کو غارت کرتا گیا۔ جمعہ کا دن تھا۔ نماز جمعہ کے بعد غازی ملک نے دشمن کے لشکر پر حملہ کیا اور اُس کو پریشان کر دیا۔ خسرو خاں بھاگ کر تلپت میں گیا تو ایک آدمی اس کے ساتھ نہ تھا ؎

صد یار بود بناں شکے نیست　　　چوں کار رفت دیجاں یکے نیست

تلپت سے وہ اپنے مالک ملک شادی غلالی کے باغ میں چھپا اور ایک رات وہیں چھپا رہا۔ اسکے آدمی جہاں گئے وہاں کے لوگوں نے انہیں مار ڈالا۔ اور گھوڑے اور ہتھیار اُنکے چھین لئے۔ دوسرے روز باغ میں خسرو خاں گرفتار ہوا۔ ۲۳۔ رجب ۷۲۱ھ مطابق ۲۲۔ اگست ۱۳۲۱ء کو یہ غاصب کافر نعمت جان سے مارا گیا۔ اوپر جو کچھ بیان ہمنے کیا ہے وہ زیادہ تر تاریخ فیروز شاہی ضیاء الدین برنی سے لکھا ہے اُس زمانہ کی تاریخ سب سے زیادہ معتبر وہی ہے۔ مگر ابن بطوطہ نے جسکا ذکر ہم آیندہ کریں گے اس اوپر کے بیان کو اسطرح لکھا ہے۔

جب قطب الدین بادشاہ ہوا تو غازی ملک تغلق کو شہر و ضلع دیپال پور کا حاکم مقرر کیا اور اُسکے بیٹے جونا (آفتاب) کو میر آخور مقرر کیا جسنے بادشاہ ہونے پر اپنا لقب محمد تغلق رکھا۔ قطب الدین مر گیا اور خسرو خاں بادشاہ ہوا اُسنے جونا کو میر آخور کے عہدہ پر بدستور برقرار رکھا جس وقت تغلق نے بغاوت کا

ارادہ کیا تو اسکے پاس صرف تین سو سپاہی تھے جنپر وہ میدان کارزار میں پورا اعتماد رکھتا تھا۔ اُسنے کشلو خاں جو ملتان میں دیپال پور سے تین روز کے رستہ پر تھا لکھا کہ میری امداد کو آؤ اور قطب الدین کے احسانوں کو یاد کرو اور اسکے قاتلوں سے انتقام لو۔ کشلو خاں کا بیٹا دہلی میں تھا اس سبب سے اُسنے یہ جواب تغلق کو دیا کہ اگر میرا بیٹا میرے پاس ہوتا تو ضرور میں آپکی مدد کرتا۔ تغلق نے اپنے بیٹے جونا کو اپنے ارادہ سے مطلع کیا اور اُس سے درخواست کی کہ تم دہلی سے بھاگ کر میرے پاس چلے آؤ اور اپنے ساتھ کشلو خاں کے بیٹے کو بھی لاؤ۔ یہ نوجوان اشراف ایک داؤ چلا اور وہ چل گیا۔ اُسنے خسرو خاں سے کہا کہ گھوڑے موٹے اور بھاری بہت ہوگئے اگر پھرائے نہ جائینگے تو بیکار ہو جائیں گے خسرو خاں نے گھوڑوں کے پھرانے کی اجازت اُسکو دیدی۔ پس یہ امیر آخور ہر روز گھوڑے پر سوار ہوتا اور اپنے ماتحتوں کو اپنے ساتھ لیجاتا۔ اور ایک گھنٹے سے تین گھنٹے تک گھوڑے پھرا کر شہر میں آجاتا پھر وہ چار گھنٹے تک اسی طرح غیر حاضر رہنے لگا۔ پھر ایک دن گھوڑے پھرانے لیکے گئے کہ دوپہر کے بعد تک وہ پھر کر نہ آئے۔ یہ وہ وقت ہے جسمیں اہل ہند کھانا کھاتے ہیں۔ بادشاہ نے ہر چند اسکے پیچھے گھوڑے دوڑائے مگر اُسکی گرد کو نہ پہونچے۔ وہ اپنے باپ پاس مع کشلو خاں کے بیٹے کے پہنچ گیا

اب تغلق نے کھلی بغاوت اختیار کی اور اپنے لشکر کو تیار کیا۔ کشلو خاں بھی اپنی سپاہ لیکر اُس سے آن ملا۔ خسرو خاں نے اپنے بھائی خانخاناں کو اُن سے لڑنے بھیجا مگر وہ شکست کھا کر اپنے بھائی پاس اُلٹا چلا آیا۔ اُس کی سپاہ کے افسر قتل ہوئے۔ خزانہ چھینا گیا۔ پھر تغلق دہلی میں گیا وہاں خسرو آسیا باد (ہوا بکی) کے پاس اُن سے لڑنے کھڑا ہوا۔ اُسنے خزانہ کا روپیہ گن کر نہیں دیا بلکہ تھیلیوں میں لٹا دیا۔ لڑائی دونوں میں شروع ہوئی۔ ہندو بڑی خوشی سے لڑے۔ تغلق کی سپاہ کو شکست ہوگئی اور اُسکا خیمہ ڈیرہ لٹ گیا۔ اور صرف اُسکی ذات خاص کے تین سو سپاہی اُسکے گرد رہ گئے۔ جنکو اُسنے چلا کر کہا کہ کہیں تم بھاگ کر جا سکتے ہو۔ جہاں جاؤ گے مارے جاؤ گے خسرو خاں کے سپاہی لوٹ پر ایسے جھکے کہ پراگندہ ہوگئے کہ چند ہی آدمی اُسکے پاس رہگئے تغلق اور اُسکے سپاہی پھر اُسپر حملہ آور ہوئے۔ اور مسلمانوں اور ہندوؤں میں لڑائی ہوئی خسرو خاں کے لشکر کو شکست ہوئی اور کوئی آدمی اُس پاس باقی نہیں رہا۔ وہ اپنے گھوڑے پر سے اُتر کر بھاگا اپنے کپڑے اور ہتھیار اُتار کر پھینک دئے صرف قمیص پہنے رہا اور اپنے بالوں کو کندھے پر پھیلا دیا۔ اور جوگی کی صورت بن گیا

پاس ایک باغ تھا اُس میں چلا گیا۔ تغلق کے گرد خلقت کا ہجوم ہوا۔ اور وہ شہر کیطرف چلا۔ حاکمِ قلعہ کنجیاں لایا۔ وہ محل میں داخل ہوا اور اُسکے ایک جانب میں بیٹھ گیا۔ اُسنے کشلو خاں سے کہا کہ تو بادشاہ ہو۔ خان نے جواب دیا کہ آپکے ہوتے مجھے کیا سلطنت زیبا ہے۔ غرض یہ دونوں آپسمیں بحث کرنے لگے کہ تو بادشاہ ہو۔ خاں نے کہا کہ اگر آپ بادشاہی نہیں قبول کرتے تو آپ کا بیٹا سارے اختیارات بادشاہی لیتا ہے۔ تغلق کو بیٹے کی بادشاہی پسند نہ تھی۔ اسلئے اُسنے بادشاہی اختیار کی اور تختِ سلطنت پر ہو بیٹھا۔ کل امرا نے اُس سے بیعت کی۔

خسرو خاں تین دن تک اسی باغ میں چھپا رہا۔ بھوک کے مارے جب بُرا حال ہوا تو وہ باہر آیا اور باغ کے محافظ سے کھانے کو کچھ مانگا۔ اُس پاس کچھ کھانے کو نہ تھا کہ دیتا۔ خسرو نے اُسکو اپنی انگوٹھی دی کہ اسے بیچکر کھانے کو خرید لائے۔ جب یہ شخص بازار میں انگوٹھی بیچنے گیا تو لوگوں کو اُسپر شبہ ہوا۔ وہ اُسکو پکڑکر کوتوال پاس لے گئے۔ کوتوال اُسکو تغلق پاس لے گیا۔ اُس شخص نے تغلق کو بتلا دیا کہ کسنے انگوٹھی دی تھی۔ تغلق نے اپنے بیٹے جونا کو بھیجا کہ خسرو کو پکڑ لائے اُس نے خسرو کو گرفتار کیا اور ٹٹو پر سوار کراکے باپ پاس اُس کو وہ لایا۔ جب خسرو تغلق کے روبرو آیا تو اُس نے کہا کہ میں بھوکا ہوں کچھ کھلاؤ۔ تغلق نے اسکو کھانا کھلوایا شربت پلوایا۔ پان بھی دیا۔ جب خسرو کھانا کھا چکا تو وہ کھڑا ہوا اور بولا اے تغلق تو مجھے ذلیل نہ کر میری مدارات ایسی کر جیسی کہ بادشاہوں کو سزاوار ہے۔ تغلق نے کہا بہت اچھا اس کے حکم سے خسرو کی گردن اسی طرح اُسی مقام پر اُڑا دی گئی جس طرح اور جس مقام پر قطب الدین کی گردن اُسنے اُڑائی تھی۔ اُسکا سر اور دھڑ محل کی چھت سے اسی طرح پھینکا گیا جس طرح کہ اُسنے بادشاہ کا پھینکا تھا۔ بعد ازاں تغلق نے اسکی لاش کو حکم دیا کہ اُسی قبر میں دفن کیجائے جو اُسنے اپنے لئے بنوائی تھی (از ابن بطوطہ) سلطان تغلق کا یہ کام نہایت انسانیت اور قابلیت کا تھا۔

غرۂ شعبان سنہ ۷۲۰ھ کو سب امیر اور شریف مبارکباد فتح کی دینے کو آئے۔ اور قلعہ داروں نے کنجیاں دروازوں کی پیشکش کیں۔ غازی ملک سوار ہوا اور شہر میں آیا۔ جب قصر ہزار ستون کے پاس پہنچا تو بے اختیار رونے لگا اور قطب الدین اور اسکی اولاد کی تعزیت کی۔ بعد ازاں آ واز بلند

ارشاد کیا کہ اے امیرو اور شریفو میں بھی ایک تم میں سے ہوں۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں نے اپنے ولی نعمت کا انتقام ایک بے ایمان سے لیا۔ اگر کوئی شخص ہمارے آقا کے خاندان کا باقی ہو اسکو سامنے لاؤ اور تخت پر بٹھاؤ۔ اور سب متفق ہو کر اسکی خدمت بجا لاؤ۔ اور اگر کوئی باقی نہ رہا ہو تو جس کو لایق جانو اس کو بادشاہ بناؤ۔ میں بھی اس کی فرمانبرداری کے لئے حاضر ہوں۔ میرا مطلب یہاں آنے سے فقط انتقام لینا تھا۔ کچھ تخت اور سلطنت حاصل کرنا مقصود نہ تھا۔ اس بات کو سنکر سب امیروں نے عرض کیا کہ خاندان خلجی میں کوئی شخص باقی نہیں رہا۔ ہم سب کا تو ہی سرتاج ہے تو ہی ہم سب اہل ہند کی سپر بنا رہا ہے۔ مغلوں کو تو نے یہاں نہیں آنے دیا ہے یہ تخت اور سلطنت تیری ہی لیاقت کا حق ہے۔ ہم سب تیرے غلام ہیں۔ یہ کہکر سب نے غازی خاں کا ہاتھ پکڑا اور تخت سلطنت پر بٹھا دیا۔ اور غیاث الدین تغلق کا خطاب دیا۔

باب دوم

شاہان تغلق کا بیان

سلطان غیاث الدین تغلق شاہ

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ شاہان تغلق کے اصل و نسب کو نہ متقدمین نہ متاخرین مورخوں نے تحقیق کر کے لکھا ہے۔ میں نے لاہور کے آدمیوں سے جو تاریخ سے شوق رکھتے تھے اور سلاطین ہند کے حال سے مطلع تھے دودمان تغلق کی اصل و نسب کا حال دریافت کیا تو انہوں نے یہ کہا کہ ہم نے بھی کسی کتاب میں بالتصریح لکھا ہوا نہیں دیکھا۔ مگر اس ملک میں مشہور یوں ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق کا باپ ملک تغلق سلطان غیاث الدین بلبن کا ترکی غلام تھا اس نے یہاں کی کسی جاٹنی سے نکاح کر لیا تھا اس سے سلطان غیاث الدین تغلق شاہ پیدا ہوا تھا۔ طبقات میں مسطور ہے کہ تغلق اصل میں قتلغ تھا یہ ترکی لفظ تھا ہندیوں نے اسے مقلوب کر کے تغلق بنا لیا ہے اور بعض نے تغلق کا تغلو بنا لیا ہے۔

ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ ملتان کی خانقاہ میں مجھ سے شیخ امام رکن الدین نے یہ بیان کیا کہ سلطان تغلق کی قوم ان ترکوں میں سے ہے جنکو عرف عام میں کرونہ کہتے ہیں اور وہ سندھ اور ترکستان کے

پہاڑوں کے درمیان رہتی ہے پہلے وہ ضعیف الحال تھا سندھ میں آنکر ایک سوداگر کی نوکری گھوڑوں
کے چرانے کی جسکو گلوانی یا حلوایان کہتے ہیں پیدا نہ وہ تھا کہ سلطان علاء الدین کا بھائی الغ خاں
سندھ کا حاکم تھا۔ اُسکو اپنے ہاں پیادوں میں اُسنے نوکر کر لیا۔ اُس نے اپنی نجابت و شرافت
ایسی دکھائی کہ سواروں میں بھرتی ہوگیا اور امراء صغار میں سے ہوگیا اور میر آخور مقرر ہوا اور آخر
کو امراء کبار میں سے ہوگیا۔ اُس نے ملتان میں مسجد بنائی ہے اُسکے مقصورہ (جاء امام) پر یہ لکھا
ہے میں نے خود پڑھا ہے کہ میں تاتاریوں سے انتیس دفعہ میں لڑا ہوں اور ان کو شکست دی ہے
اس واسطے غازی ملک میرا لقب ہوا۔ سنہ ۷۲۰ھ میں کوشک سیری میں تخت سلطنت پر سلطان
غیاث الدین تغلق نے جلوس فرمایا خسرو خاں اور خسرو خانیوں کے سبب سے جو انتظام
ملکی میں خلل پڑ گئے تھے اور کارخانے کے کارخانے درہم و برہم ہوگئے تھے ان کا انتظام ایک
ہفتہ میں کر لیا۔ اس نے رعیت کی صلاح و فلاح کی طرف ایسی رغبت کی کہ وہ خاص و عام
کا مقبول دل ہوگیا۔ اور طغیان و تمرد جو ہر طرف اُٹھ رہا تھا وہ اطاعت و انقیاد سے
مبدل ہوگیا۔ جس روز وہ تخت پر بیٹھا اس نے حکم دیکر خاندان علائی اور قطبی میں سے جو
حرام خوروں کے ہاتھ سے بچکر باقی رہے تھے ان کو جمع کیا اور ان کا حق خدمت ادا کیا اور
اپنے ولی نعمتوں کے اہل حرم کی وہ حرمت کی جو اس پر واجب تھی اور سلطان علاء الدین
کی لڑکیوں کے نکاح بڑے اونچے گھرانوں میں کر دئے۔ اور جن لوگوں نے کہ سلطان قطب الدین کی
بیوی کا نکاح تیسرے روز خاوند کے مرنے کے بعد خلاف شرع کر دیا تھا اُنکو سخت سزا دی اور علائی ملوک
اور امراء و کارداروں کے جو اقطاع و مواجب و انعامات و عہدے تھے مستقل برقرار رکھے اور ان کو اپنا
خواجہ تاش سمجھا۔ اسکی ذات میں نہایت وفاداری اور حق گذاری تھی اپنے ملک کے عہد میں جیسے
کہ وہ شناسائی رکھتا تھا یا کسی وقت میں کسی نے اسکی خدمت کی تھی یا اُس سے اخلاص رکھتا تھا تو
اپنی پادشاہی میں اُنسے سلوک جو اُنکے مناسب حال تھے ضرور کئے اور کسی کا حق خدمت ضائع نہیں کیا
وہ جمیع معاملات ملکداری میں طریقہ اعتدال اور رسم میانہ روی کو مرعی رکھتا تھا صاحب حق کو محروم
نہ رکھتا تھا اور ناحق کو سرفراز نہیں کرتا۔ اسکے ہاں یہ نہیں ہوتا تھا کہ ایک شخص کو ہزار ٹکے دیدیں
اور دوسرے کو جو اسکی برابر کا مستحق ہو کوڑی نہ دیں۔ اُسکے بڑے بیٹے جونا نے بیٹے کے لیے اللہ کا قسم کھائی تھی

اسکو الغ خاں کا خطاب اور چتر دیا اور ولیعہد کیا - اور اپنے اور چار بیٹوں کو یہ خطاب عطا کئے بہرام خاں ظفر خاں - محمود خاں - نصرت خاں - بہرام ایبہ کو اپنا بھائی بنایا اور کشلو خاں کا خطاب دیا - اور ملتان اور سندہ کی حکومت اس کو دی - اور اپنے بھتیجے ملک اسد الدین کو نائب باربک اور اپنے بھانجے ملک بہاء الدین کو عرض ممالک مقرر کیا اور سمانہ جاگیر میں دیا اور اپنے داماد ملک شادی کو دیوان وزارت کا کارفرما بنایا - اسنے اپنی فراست سے اپنی ساری سلطنت میں نہ کسی کو یکبارگی سرفراز کیا کہ وہ اپنے آپے میں نہ رہے اور جو کام نہ کرتے تھے وہ کرنے لگے اور نہ کسی شخص کی خدمت قدیم اور استحقاق ذاتی کو فروگذاشت کیا کہ جس سے وہ آزردہ خاطر اور دل شکستہ ہو - حضرت امیر خسرو کا یہ شعر اُس کے حسب حال تھا کہ ؎

کارے نکرد جز بکمالات علم و عقل — گوئی کہ صد عمامہ بزیر کلاہ داشت

سلطان غیاث الدین کی سلطنت میں انتظام و التیام و ائتلاف فراہمی و زیادتی عمارت اور آبادی کی کثرت تھی کہ بمقتضائے طبیعت خراج بلاد و ممالک کے باب میں اُس نے عدل و انصاف سے دیوان وزارت کو حکم دیا کہ اقطاعات اور زمینوں پر تخمینہ سے ساعیوں کی سعایت سے قیمت زیادہ کرنے والوں کے تبلانے سے ایک دسویں اور ایک گیارہویں حصہ سے زیادہ خراج نہ بڑھایا جایا کرے - دیوان وزارت ایسی کوشش کرے کہ ہر سال زراعت کی افزائش ہوتی جائے - یہ نہ ہو کہ خراج پر کچھ نہ کچھ ایسا ہمیشہ بڑھتا رہے کہ خراج کی گرانی سے دفعتہً ملک خراب ہو جائے یا اسکی ترقی کی راہ مسدود ہو جائے - رعایا سے خراج اسطرح لیا جائے کہ رعیت کی جو زراعت بالفعل ہے وہ قائم رہے اور اُسپر کچھ اور اضافہ ہر سال ہوتا جائے اس سے اسقدر خراج نہ لیا جائے کہ حال کی زراعت کا تنزل ہو اور آیندہ زراعت کی ترقی نہو جب بادشاہ ملکت زیادہ خراج طلب کرتا ہے تو وہ ویران ہو جاتا ہے - ہندوؤں پر اتنا خراج مقرر کیا کہ نہ وہ ایسے تونگر ہو گئے کہ دولت کے نشہ سے بدمست ہو کر سرکش ہو جائیں نہ ایسے بےنوا اور مفلس ہو گئے کہ زراعت و حراثت نہ کر سکیں اور جاگیرداروں کو حکم تھا کہ وہ خراج لینے میں اس امر کی طرف توجہ رکھیں کہ خوطی و مقدم خراج سلطانی سے خارج رعایا سے کوئی حق نہ لے سکیں - خوطیوں اور مقدموں کے عہدے ایسے ہیں کہ انکی گردن پر بہت بوجھ رہتا ہے اسلئے اگر وہ خاص اپنی زراعت و چرائی نہ لیتے تو ان

تو یہ اُن کا حق مقدمی سمجھنا چاہیے اگر وہ اور رعایا کی طرح خراج دیں تو پھر اپنی خوطی و مقدمی سے اُنکو فائدہ کیا حاصل ہو۔ جن امرا و ملوک کو وہ اقطاع دیتا اُنکو وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ مال و خراج کے طلب میں دیوان وزارت میں اُنکی ذات کی طلبی ہو جس سے ان کی بے عزتی و بے حرمتی ہو بلکہ اُنکو وہ نصیحت کرتا کہ وہ اپنے اقطاع میں طمع کو کام میں نہ لائیں اور اپنے کارکنوں کو ان کا معمول دیتے رہیں اور جو لشکر کے مواجب مقرر ہیں اس میں ایک دام و دانگ بھی کم نہ کریں۔ اپنی طرف سے لشکر کو کچھ دو یا نہ دو اس کا تم کو اختیار ہے مگر ان کی تنخواہ کی کوڑی باقی نہ رکھو جو امیر نوکر کی تنخواہ کھا جائے اس سے بہتر ہے کہ خاک کھائے۔ اُس کو امیر نہیں کہنا چاہیئے۔ لیکن اگر بیسواں یا بائیسواں یا دسواں پندرہواں حصہ خراج کا ولایت اور اقطاعات سے وہ لے لیں تو اُنکی ممانعت نہیں ہے۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ مطالبہ خرچ کی علت میں امیر ماخوذ کئے جائیں۔ اگر اقطاع داروں پر دس پانچ ہزار کی باقی ہو تو اُس کے لئے وہ فضیحت نہ کئے جائیں اور لت و شکنجہ و بند و زنجیر کی تعزیر سے معاف رکھے جائیں مگر جو بالکل نا دہند و خائن و چور ہوں اُنکی خوب فضیحت و رسوائی کرنی چاہیے۔ اور جو کچھ اُنکے ذمہ چاہیئے ہو اُنکے گھر بار سے وصول کیا جائے غرض اس بادشاہ نے جاگیرداروں اور مقدموں اور خوطیوں کی رسوم ایسی مقرر کر دیں کہ اُن کی وہ فضیحت و رسوائی جو ہوتی تھی پھر نہ ہوئی اور اُسنے دیوان وزارت میں کار دار و کارکن نیک نام مقرر کئے تھے کہ جو کام وزارت اور مقدموں اور اقطاع داروں سے متعلق تھے وہ نہایت خوش اسلوبی سے ہونے لگے چونکہ خزانہ شاہی پر خسرو خاں نے جھاڑو پھیری تھی اسلئے سلطان غیاث الدین نے ایک دو سال تک ان لوگوں پر جو اس خزانہ کو ناحق اُڑا کر لے گئے تھے طلب مال میں تشدد کیا۔ اس لوٹ کے مال کے واپس دینے والوں کے کئی فریق تھے۔ ایک فریق نے تو خود انہیں سے جو مال خسرو خاں سے لیا تھا خزانہ سلطانی میں بے کم و کاست داخل کر دیا ایسے ایماندار تھوڑے سے تھے۔ دوسرا فریق مال کو دوست رکھتا تھا وہ مطالبہ زر کو تاخیر میں ڈالتا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ منت سماجت رشوت سے اس مطالبہ کو سر سے ٹالے مگر سلطان تغلق شاہ اُنکے عذرات کو سنتا نہ تھا اور بڑی سختی سے اُن سے روپیہ لیتا تھا۔ تیسرا فریق طامع و حریص غارت گر بے دیانت و چور تھا۔ اسمیں بہت آدمی تھے ہر چند وہ ذلیل و رسوا کئے جاتے مگر روپیہ ہاتھ سے نہ دیتے۔ جوتیاں کھاتے قید ہوتے پٹتے تو کہیں

انسے روپیہ وصول ہوتا۔ ایک سال میں اسطرح روپئے کے واپس لینے سے خزانے علائی جیسے پہلے معمور تھے ویسے ہی اب پھر پر ہو گئے۔ سلطان میں یہ صفت تھی جو محل روپیہ کے لینے کا ہوتا وہاں لیتا اور جو محل دینے کا ہوتا وہاں دیتا۔ نہ بے وجہ کسی سے لیتا نہ ناحق کسی کو دیتا۔ انعام میں توسط کا طریقہ اختیار کیا تھا نہ یہ کہ ایک شخص کو اسقدر انعام ناحق دیدیا کہ اسکے اور ساتھی حسد کے مارے مرے جانے لگے نہ یہ کہ مستحق کو انعام سے محروم رکھا کہ وہ آزردہ خاطر ہوا۔ غرض اس انصاف سے انعام تقسیم کرتا کہ انعام پانیوالوں میں حسرت و حسد نہ پیدا ہوتی۔ کل نوع عام کو وہ اپنے انعام سے مستفید کرنا چاہتا تھا جب کوئی فتحنامہ آتا یا بیٹا پیدا ہوتا یا شاہزادوں کی اور تقریبات شادی ہوتیں تو وہ شہر کے صدور و اکابر و علماء و مفتیوں و مدرسوں و متعلقوں کو اپنی دولت سرا میں طلب کرتا اور انکے مرتبے کے موافق ہر ایک کو انعام دیتا اور جو مشایخ و گوشہ نشین حاضر نہ ہوسکتے تھے انکے پاس یہ فتوح بھجوا دیتا۔ غرض بادشاہ کو جو خوشی ہوتی اسکا حصہ سب کو پہونچا دیتا۔ اگرچہ تھوڑا دیتا تھا مگر بہت آدمیوں کو دیتا تھا اور بار بار دیتا تھا۔ اس سبب سے ہر شخص کو بہت کچھ ملجاتا تھا۔ سلطان غیاث الدین کی ذات میں عجب نیک خواہی عام تھی کہ وہ یہ چاہتا تھا کہ اہل مملکت آسودہ اور غنی ہوں اور رعایا اور لشکری کل طوائف سب فراغت سے رہیں اور راحت سے زندگی بسر کریں اور کوئی محتاج و بے نوا نہ رہے۔ ساری رعایا خواہ ہندو ہو یا مسلمان اپنے کاموں کی اجرت ایسی پاتے تھے کہ جسے آسودہ حال ہوتے تھے اور سائل اور بیچارہ اور روز ماندہ نہ ہوتے تھے۔ سلطان یہ چاہتا تھا کہ لوگ گدائی چھوڑ دیں اور کسب معاش میں مشغول ہوں۔ لوگوں کے دروازوں پر فقیروں کا اجتماع نہ ہو۔ اس گدائی سے جو اور خرابیاں پیدا ہوتی ہیں وہ نہ ہوں۔

سلطان غیاث الدین لشکر پر جو سرمایہ ملکداری ہے مادر و پدر سے زیادہ مہربان تھا۔ وہ [illegible] کی کیفیت کو خود دیکھتا اور کبھی اسکا روادار نہ تھا کہ کوئی امیر سپاہی کی کوڑی مار رکھے۔ وہ لشکر کے زن و فرزند کے خرچوں کو خوب سمجھتا تھا۔ سلطان علائی کے عہد میں امتحان تیر و داغ و قیمت اسپ کے باب میں جو قواعد علائی تھے وہ بدستور قائم رکھے۔ [illegible] جو لوگوں کو روپیہ دیا تھا وہ سب واپس لیا اور یہ روپیہ لشکر سے [illegible] وصول کیا۔ ایک سال کی تنخواہ لشکر کی تنخواہ میں سے وضع کی اور لشکر کو جو [illegible] سے زیادہ [illegible] نسبت حکم دیا کہ اسکو [illegible] کریں قاضی [illegible] دفتر میں درج کریں اور [illegible] وصول کریں

کہ لشکر کو گراں نہ معلوم ہو۔ سلطان نے خود بھی لشکر کو بہت کچھ روپیہ دیا اور ہمیشہ اسکا اہتمام رکھا کہ کوئی ان کے زر واجب میں سے پیسا نہ کھا جائے۔ عہد علائی میں جو کسی کے لئے زمین اور زر وانعام و وظیفے مقرر تھے وہ سب بدستور رہنے دئے۔ وہ زر مطالبۂ دیوانی کے وصول کرنے میں نرم بہت تھا۔ لاکھوں میں سے ہزاروں اور ہزاروں میں سے سیکڑوں وصول کرتا۔ اگر ایک شخص پر مطالبۂ دیوانی دو لاکھ روپئے ہوتے اور وہ مقید ہوتا اگر دس پانچ ہزار روپیہ کا بھی کوئی ضامن ہو جاتا تو اُسے چھوڑ دیتا اور اتنے روپیہ پر راضی ہو جاتا غرض وہ دل سے چاہتا تھا کہ ملک و دولت کے سارے کام قانون کے حکم کے موافق جاری رہیں۔ اور اس نے اعوان انصار دولت ایسی باتیں نہ پیدا کریں کہ جس سے خلق کے خواص و عوام مشوش ہوں۔ وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ رعایا کو کسی طرح کی نا اُمیدی اُس کے نوکروں کی ناہنجاری سے پیدا ہو اور وہ اسپر تحکم بے وجہ کریں۔ مگر باوجود اس انصاف و عدالت کے بھی غیاث الدین کے بُرا کہنے والے سلطان قطب الدین اور خسرو خاں کے یاد کرنے والے سلطنت میں موجود تھے اُن کے نزدیک بادشاہ اچھا وہی تھا جو ناحق لوگوں سے ہزاروں لے اور ناحق لوگوں کو ہزاروں دیدے۔ سلطان غیاث الدین کی ذات میں یہ صفات جمع تھیں شجاعت۔ شہامت۔ درایت رزانت داد دہی۔ انصاف ستانی۔ دین پروری۔ دین پناہی۔ صلاح نوازی۔ تمرد گدازی حق گذاری۔ حق شناسی۔ اُسنے مغلوں کے آنیکے رستے سرحد پر ایسے بند کئے کہ کبھی مغلوں نے اُسکے عہد سلطنت میں اسطرف آنیکے لئے رُخ نہیں کیا۔ اُسنے بہت سی نہریں کہدوائیں۔ باغات کو اُسنے سرسبز کیا حصار تعمیر کرائے۔ عام رعایا پر زراعت و حراثت کو آسان کیا ویرانوں کو آباد کیا۔ جو زمینیں کہ بالکل مردہ ہو گئی تھیں اُنکو زندہ کیا۔ اگر وہ زیادہ دنوں زندہ رہتا تو معلوم نہیں کتنے ویران بیابانوں کو میوہ کا باغ اور پھولوں کا بوستاں بناتا اور گنگا جمنا جیسی نہریں کہدوا دیتا اسکو عمارات کی تعمیر میں بڑا اہتمام تھا۔ حصار تغلق آباد اس بادشاہ کی یاد دلائیگا۔ اسکے عہد میں رہزن پاسبان بن گئے تھے انہوں نے کمانیں بیچڈالیں۔ تلواروں کو توڑ کر آلات زراعت بنالئے۔ سوا اسکے سلطان غیاث الدین تغلق مذہب کا بڑا پابند تھا۔ اسکا اعتقاد پاکیزہ تھا۔ پانچوں وقت کی نماز باجماعت پڑہتا تھا۔ جمعہ کی نماز کبھی ناغہ نہ کرتا۔ رمضان کے روزہ رکھتا۔ اور تیسوں دن تراویح کی نماز پڑہتا۔ اکثر اوقات باوضو رہتا۔ کبھی اُسنے زنا نہیں کیا۔ کبھی شراب نہیں پی۔ اور سب خواص و عوام کو شراب پینے کی سخت ممانعت کرتا

کبھی وہ لغو وجھوٹ اور شیخی ونمود کی باتیں نہ بنایا کرتا۔ غرض کودکی سے جوانی تک اور جوانی سے پیری تک نیکی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ اپنے اہل وعیال پر ہمیشہ نظر شفقت رکھی کبھی اُن سے نخوت بادشاہی نہیں کی۔

مہم تلنگانہ

ورنگل کے راجہ لدر دیو نے خراج نہ بھیجا اور بغاوت اختیار کی اور دیوگڈھ کی طرف میں بھی انتظام ملکی میں طرح طرح کی بدنظمیاں وقوع میں آئیں آنکی اصلاح اور درستی کیواسطے ۷۲۱ھ میں سلطان نے اپنے بڑے بیٹے الغ خاں کو چتر سر پر رکھکر اور لشکر دیکر ورنگل اور تلنگانہ کے فتح کرنیکے لئے بھیجا۔ دو نو بدالی اور تغلق خاندان کے امیر مثل ملک تیمور و ملک تگین و ملک کافور مہردار و ملک بیرم خاں ساتھ گئے شاہزادہ نے بڑی حشمت وشوکت کے ساتھ سفر شروع کیا اور دیوگڈھ میں پہنچا یہاں کے افسر مع لشکر کے اُسکے ہمراہ ہوئے اور اُسکے ساتھ تلنگ کو روانہ ہوا۔ یہاں کا راجہ لدر دیو سلطان اور خان کے خوف سے بھاگا اور وہ اور رئیس مع مقدم قلعہ میں پناہ گزیں ہوئے میدان میں انہوں نے الغ خاں سے لڑنیکا خیال نہیں کیا۔ الغ خاں نے ورنگل میں پہونچکر گلی قلعہ کا محاصرہ کیا اور اپنے چند افسروں کو بھیجا کہ وہ ملک تلنگ کو غارت کریں اور غنائم اور علف لشکر اسلام میں لائیں۔ لشکر اسلام کی اس غارت گری سے لشکرگاہ میں غنائم اور علف بہت پہنچے تھے اور لشکر اسلام حصار کے لینے میں اہتمام کرتا تھا۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ یہاں راجہ لدر دیو نے بھی لڑائیاں لڑ کر پہلی نامردی کی بھی تلافی کی مگر آخر کو ناچار عاجز ہو کر حصار ورنگل میں محصور ہوا۔ اُس نے اپنے قلعہ کے برج وبارہ کو مستحکم کر لیا تھا۔ الغ خاں نے جب اسکا محاصرہ کیا اور خوب اپنی جلادت اور شجاعت دکھائی اور کسی آثار عجز کا اظہار نہیں کیا۔ ہر روز طرفین سے جمع کثیر قتل ہوتی مگر الغ خاں نے سرکوب وغیب ایسے تیار کر لئے تھے کہ ورنگل کا قلعہ فتح ہونے کے قریب تھا۔ راجہ نے عاجز ہو کر اپنے معتمدوں کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ میں مال اور افیال و جواہر ونفائس دینے کا اقرار کرتا ہوں۔ اور آیندہ سالوں میں جو پیشکش کہ سلطان علاء الدین کے عہد میں بھیجا تھا دیتا رہونگا لیکن الغ خاں اس صلح پر راضی نہ ہوا۔ اور حصار کے فتح کرنے میں اور زیادہ اہتمام کرنے لگا اس اثنا میں برسات سر پر آئی۔ عفونت اور آب وہوا کی ناسازی سے لشکر میں طرح طرح کی وبائوں و بیماریوں کا بازار گرم ہوا۔ بہت سے آدمی اور

کثرت سے گھوڑے ہاتھی اس دنیا سے چلنے شروع ہوئے۔ اس آفت سے سپاہ تنگ ہوئی تو آدمیوں نے
متوحش خبریں اڑانی شروع کیں۔ راہوں کے بند ہونیکے سبب سے ایک مہینے سے دلی سے کچھ خبر نہ آئی
حالانکہ ہر ہفتہ میں دلی کی ڈاک دو دفعہ قاصد لاتے تھے۔ اور بادشاہ کے دو تین فرمان آتے تھے
شیخ زادہ دمشقی اور عبید شاعر نے جو الغ خاں کے گہرے مصاحبین میں سے تھے خوش طبعی سے یہ مضمون تراش کر
مشتہر کیا کہ دلی میں ایک حادثۂ عظیم ایسا برپا ہوا کہ اسمیں سلطان غیاث الدین مارا گیا اور کوئی اور تخت سلطنت
پر بیٹھ گیا۔ ان شریر مفسدوں نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ انہوں نے امراء علائی ملک مل افغان و ملک کافور و
ملک تگین و ملک تمر کے گھروں پر جاکر یہ کہا کہ دلی کا حال یہ ہے اور الغ خاں تمکو برابر کا شریک سلطنت جانتا ہے
اسلئے اسکا یہ ارادہ ہے کہ تم چاروں کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالے۔ ان باتوں کو سنکر وہ بہت مضطرب ہوئے اور الغ خاں
سے الگ ہو گئے اور اپنی اپنی سپاہ کی ٹولیاں ہمراہ لیکر ادھر اُدھر چلے گئے۔ اس سے سپاہ کو ہراس عظیم ہوا
اور اسمیں بھگی پڑگئی۔ الغ خاں نے بھی سراسیمہ ہوکر اپنے خاص امراء کے ساتھ دیوگڑھ کی راہ لی۔ دشمنوں نے
قلعہ سے نکلکر ملک کی سرحد تک تعاقب کیا۔ اور بہت آدمیوں کو قتل کیا۔ اسی حال میں دلی سے ڈاک میں
فرمان شاہی آیا جس سے بادشاہ کی خیر و عافیت معلوم ہونے سے اطمینان ہوا۔ اور الغ خاں صحیح سلامت
دیوگڑھ میں پہونچ گیا۔ اور وہاں اپنی منتشر سپاہ کو جمع کیا۔ اور وہ چاروں سردار جو متفق ہوکر لشکر
سے نکلے تھے آپس میں جدا ہو گئے اور ان کی سپاہ و نوکر بھی ان سے برگشتہ ہو گئے۔ اور ان کا
سارا اسباب اور ہتھیار ہندوؤں کے ہاتھ لگے۔ ملک تمر تو چند آدمیوں کے ساتھ زمینداران
تلنگ میں جاکر دنیا سے رخصت ہوا۔ ملک تگین کی مرہٹوں نے کھال کھنچوا کر الغ خاں پاس
بھجوا دی۔ اور ملک مل افغان اور عبید شاعر و ملک کافور اور اور فتنہ پردازوں کو زندہ گرفتار
کر کے الغ خاں پاس بھیجدیا۔ اُسنے ان سب کو مقید سلطان غیاث الدین پاس دلی بھیجدیا
بادشاہ نے ان سب کو سیری میں زندہ درگور کیا۔ اُسوقت انکو اپنی خوش طبعی کا مزہ آیا ہوگا
انکی اولاد جو پہلے سے گرفتار تھی ہاتھی کے پاؤں تلے ڈالی جس سے سارا شہر لرز گیا۔ بعد ان
خرابیوں کے الغ خاں دہلی میں آیا۔ اور اپنے لشکر عظیم میں سے صرف دو تین ہزار آدمیوں کو پاکر لایا
اس لشکر کی بربادی کو الغ خاں کی ناتجربہ کاری پر محمول کرنا ایسا سزاوار نہیں ہے جیسا اسکی خود رائی
پر جس کا اظہار اسنے اپنی سلطنت میں کیا۔

ابن بطوطہ اس واقعہ کو اور ہی طرح سے بیان کرتا ہی کہ جب الغ خاں ملک تلنگ میں پہونچا تو اُسنے بغاوت کا ارادہ کیا اور اپنے مصاحب عبید شاعر فقیہ کو یہ سکھایا کہ وہ مشتہر کرے کہ دلی میں غیاث الدین مرگیا اسکو یہ گمان تھا کہ اس خبر کے سننے سے سب اُسکی جلد بیعت کرینگے۔ سپاہ میں جب یہ خبر پھیلی تو امیروں نے اسے یقین نہیں کیا۔ ہر ایک امیر نے اپنا نقارہ بجوایا اور اُس سے سرکشی کی۔ کوئی شخص اُسکے ساتھ نہ رہا اور اسکے قتل کے درپے ہوئے۔ ملک تمر نے انکو روکا اور الغ خاں کی حمایت اُسنے کی۔ وہ باپ پاس بھاگا صرف دو سوار اُسکے ساتھ تھے جنکا نام لسنے یاران موافق رکھا۔ باپ نے اسکو سپاہ و دولت دی اور ملک تلنگ کو پھر روانہ کیا۔ سلطان کو اپنے بیٹے کے ارادہ پر علم تھا اُسنے عبید کو قتل کیا اور ملک کافور کو اسطرح مارا کہ زمین میں ایک میخ کو گاڑ کر اُسکی نوک کو اوپر تیز کیا اور کافور کو اُلٹا کر کے اُس کے حلق میں گھسائی گئی جو اُسکی پسلی سے باہر نکل گئی۔ باقی امرا سلطان شمس الدین بن ناصر الدین بن سلطان غیاث الدین پاس بھاگ گئے وہاں لکھنوتی کے دربار میں اپنا نقشہ جمایا۔

دوبارہ مہم تلنگانہ کے لئے لغ خاں کا ورنگل جانا

اس شکست پر چار مہینے کا عرصہ گذار تھا کہ سلطان غیاث الدین نے الغ کو پھر لشکر عظیم دیا اور وہ دیوگڈھ کی راہ سے ورنگل روانہ ہوا اور تلنگانہ کی سرحد پر شہر بیدر کے حصار کو جو راجہ ورنگل سے متعلق تھا فتح کیا اور اثناء راہ میں جو اور قلعے آئے وہ بھی مسخر و مفتوح کئے اور اپنے معتمدوں کے حوالے کئے اور راہوں کی حفاظت اُنکے سپرد کیں اور خود ورنگل گیا اور دوبارہ اُسکے حصار گل کا محاصرہ کیا اور چند روز میں تیر و ناوک سنگ اندازی سے جبراً حصار بیرونی اور اندرونی دونوں کو فتح کرلیا اور بہت ہندؤنکو قتل کر کے انتقام لیا اور راجہ لدر دیو رلے کہ یال بچوں و دیگر متعلقوں کے ساتھ اسیر کیا اور انکو گھوڑوں اور ہاتھیوں اور خزانہ کے ساتھ جو ہاتھ لگے تھے ہمراہ ملک بیدار المخاطب بقدر خاں و خواجہ حاجی نائب عرض ممالک کے فتحنامہ لکھکر دہلی بھیجدیا۔ یہاں اس فتح کی خوشی میں تغلق آباد اور سیری اور دہلی میں قبہ بندی ہوئی اور نوطرح کے طبل بجے۔ الغ خاں نے ورنگل کا نام سلطان پور رکھا اور سارے ملک تلنگ پر قبضہ کیا اور اُسکو مقطعون اور ولات کو دیا اور متصرف عمال نصب کیے اور ایک سال کا خراج کل ملک تلنگ سے لیا اور ورنگل سے جاج نگر لشکر لیکر الغ خاں گیا اور چالیس زنجیر فیل یہاں سے لئے اور پھر تلنگ

تلنگ میں آیا اور ہاتھیوں کو دہلی سلطان پاس بھجوایا۔

سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کی مہم بنگالہ

جن دنوں میں ورنگل فتح ہوا اور جاج نگر سے ہاتھی آئے۔ سرحد پر مغلوں نے حملہ کیا مگر لشکر اسلام نے انکو اسیر کر کے زیر و زبر کیا اور انکے دو سرداروں کو پکڑ کر بادشاہ پاس لائے۔ سلطان غیاث الدین تغلق آباد کو اپنا دارالملک بنایا تھا اور یہاں امراء و ملوک و معارف و اکابر مع اہل و عیال کے آباد ہوئے اور مکانات اپنے بنائے۔ ان ہی دنوں میں ۷۲۴ھ میں لکھنوتی و سنارگانو سے بادشاہ پاس عرضیاں آئیں کہ یہاں کے حکام امراء نے ظلم کا ہاتھ دراز کر رکھا ہے۔ اور یہاں کے سلمان اس بیداد سے عاجز ہو رہے ہیں اسلئے بادشاہ غیاث الدین تغلق نے لکھنوتی کا عزم مصمم کیا اور الغ خاں کو ورنگل سے اگ میں دہلی بلا کر نیابت غیبت اور ساری ممالک اسکے تفویض کئے اور خود لشکر کے ساتھ لکھنوتی کو کوچ کیا بڑے بڑے دریاؤں سے عبور کر کے اس دور دراز راہ لکھنوتی کو اسطرح طے کیا کہ کسی کی نکسیر بھی نہیں پھوٹی۔ تغلق شاہ کی ہیبت و سطوت کا وہ شہرہ سارے ہندوستان میں پھیل رہا تھا کہ جونہی اسنے ترہت میں قدم رکھا سلطان ناصرالدین ضابط لکھنوتی اسکی قدم بوسی کیلئے دوڑا اور بہت سے تحفے پیشکش کئے۔ یہ سلطان ناصرالدین سلطان غیاث الدین بلبن کا بیٹا تھا۔ عہد خلجیہ میں اسکی سلامت روی کے سبب سے اسکی اقطاع میں تغیر نہیں ہوا تھا اور لکھنوتی میں ایک گوشہ میں پڑا ہوا چالیس برس سے حکومت کر رہا تھا۔ تغلق شاہ کی تلوار میان سے باہر نہ ہوئی کہ اس دیار کے رایوں اور راجوں نے اسکی اطاعت قبول کر لی۔ سلطان تغلق شاہ کا منہ بولا بیٹا تاتار خاں تھا اور اقطاع ظفرآباد اس پاس تھے وہ یہاں کا منتظم مقرر ہوا۔ سنارگانو کا ضابط بہادر شاہ تھا اور بہت انانیت کا دم بھرتا تھا اسکو مغلوب کر کے اور گلے میں رسی ڈال کے سلطان کی خدمت میں اسنے بھیجدیا۔ اور اس ملک کے تمام ہاتھیوں کو بادشاہی فیل خانہ میں داخل کیا لشکر اسلام کو یہاں کی تاخت سے بہت غنائم ہاتھ لگیں۔ سلطان تغلق شاہ نے سلطان ناصرالدین ضابط لکھنوتی کو جسنے اطاعت میں سبقت کی تھی چتر و دورباش عنایت کیا اور لکھنوتی اسکے حوالہ کی اور واپس جانیکی اجازت دیدی۔ سنارگانوں (ڈھاکہ) دکو کی محافظت بھی اسکی سپرد کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صوبہ بنگالہ میں پہلے ڈھاکہ داخل نہ تھا۔ ڈھاکہ بھی کیا زمانہ کا انقلاب لاتا ہے کہ بادشاہ کی خاص اولاد کو اپنے خانہ زاد غلاموں کے ہاتھ سے ملکسا و چتر و دورباش ملتا ہے۔ فتوح السلاطین

میں لکھا ہے کہ جب تغلق شاہ ترہت میں آیا تو یہاں کا راجہ جنگل میں بھاگ گیا۔ سلطان اُسکے تعاقب میں جنگل میں آیا اور خود اُسنے اپنے نفس نفیس سے تبر ہاتھ میں لیکر چند درخت کاٹے جب لوگوں نے یہ حال دیکھا تو سب چھوٹے بڑے درخت کاٹنے لگے اور کچھ دنوں میں جنگل ایسا صاف کردیا کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہاں پہلے کبھی گھاس بھی نہیں اُگی تھی۔ دو تین روز میں بادشاہ قلعہ ترہت پر پہنچا تو اُس نے یہاں دیکھا کہ قلعہ کے گرد سات خندقیں پانی سے بھری ہوئی ہیں اور قلعہ کی راہ صرف ایک نہایت باریک ہے باوجود اسکے اُسنے دو تین ہفتے میں اس قلعہ کو فتح کرلیا اور وہاں کے راجہ کو پکڑ لیا۔ اور ترہت کو احمد خاں پسر تلبغہ کے حوالہ کیا یہ سب کام بادشاہ نے ۲۴-۲۵ ۱۳۲۴-۲۵ء کے درمیان کئے۔

ابن بطوطہ جو ہر مہم کی نسبت ایک ایسی بات لکھتا ہے کہ وہ اور تاریخوں سے نہیں ملتی۔ اُسنے اس مہم کی نسبت یہ لکھا ہے کہ سلطان شمس الدین پاس امیر بھاگ کر گئے جنکا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہ مرگیا اور اپنے بیٹے شہاب الدین کو اپنا جانشین کرگیا۔ جب وہ تخت نشین ہوا تو اسکے بھائی نے اُسکی سلطنت چھین لی اور اپنے بھائی قتلو خاں اور اور بھائیوں کو قتل کیا مگر انمیں سے اسکے دو بھائی سلطان شہاب الدین اور ناصر الدین سلطان تغلق شاہ پاس آئے۔ وہ سلطان اپنے بیٹے سلطان محمد کو دہلی میں اپنی جگہ مقرر کرکے لکھنوتی لڑنے کو بہت جلد گیا۔ غیاث الدین کو گرفتار کرکے اپنے ساتھ لیکر دہلی کو چلا (یاد رکھو کہ جونا خاں۔ الغ خاں۔ سلطان محمد یہ سب نام ایک ہی شخص کے ہیں)

وفات تغلق شاہ

ترہت سے چند منزلیں طے کرکے بادشاہ اپنے لشکر سے جدا ہوکر خود دہلی کی طرف روانہ ہوا جب الغ خاں نے سُنا کہ باپ ایلغار کرتا ہوا دہلی آتا ہے تو اُسنے افغان پور کے قریب دریا کے کنارہ پر تغلق آباد سے تین چار کوس پر ایک کوشک تین چار روز میں تیار کرایا کہ جب بادشاہ آئے تو رات کو وہاں آرام فرمائے اور صبح کو جب شہر سب طرح سے آراستہ ہو اور سب لوگ سواری مہیا ہو تو شاہانہ جلوس کے ساتھ تغلق آباد میں آئے۔ غرض بڑی خوشی بادشاہ کے آنے کی یہاں ہو رہی تھی کہ بادشاہ آپہنچا۔ اور اسی چوبی محل میں شب باش ہوا۔ دوسرے روز الغ خاں اور اور امرا بادشاہ کی ملازمت سے سرافراز ہوئے۔ اور بادشاہ کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے۔ جب کھانا تناول کرچکے تو سب امیر اس

جلدی ہیں کہ بادشاہ اسی دم سوار ہو کر بغیر ہاتھ دھوئے باہر نکل آئے۔ الغ خاں جو گھوڑے ہاتھی پیشکش کے لئے لایا تھا انکی درستی میں باہر آکر مصروف ہوا۔ کہ اتنے میں چوبی محل کی چھت گری۔ اور بادشاہ اور اسکے پانچ رفیق دب کر مر گئے۔ یہ واقعہ ربیع الاول ۷۲۹ھ مطابق ماہ فروری ۱۳۲۵ء میں واقع ہوا۔ اب اس واقعہ پر مورخ مختلف آرا لگاتے ہیں جب اصل حال نہیں معلوم ہوتا تو ایسے ہی قیاسات چلا کر لگایا کرتے ہیں۔ بعض مورخ تو یہ کہتے ہیں کہ مکان نیا تھا۔ ہاتھی گھوڑے جو دوڑے اسکے صدمے سے گر پڑا حاجی محمد قندھاری یہ لکھتا ہے کہ بجلی مکان پر گری۔ اسکے صدمہ سے یہ حال ہوا۔ بعض مورخ یہ رائے دیتے ہیں کہ اس نئے مکان کا بے ضرورت بنانا اور پھر اسکا اسوقت گرنا کہ الغ خاں باہر ہو۔ اور اسکا چھوٹا بھائی کہ بادشاہ کا بہت لاڈلا بیٹا تھا اندر ہو۔ ان باتوں سے یہ گمان ضرور ہوتا ہے کہ الغ خاں نے باپکے کام تمام کرنے کے لئے یہ مکان بنایا تھا۔ مگر یہ امر عقل سے بعید معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے الغ خاں دستر خوان پر موجود تھا۔ یہ کرامت اس میں کہاں سے آئی تھی کہ جس وقت وہ وہاں سے اٹھ کر باہر آئے اسی وقت مکان گر جائے۔ سب سے زیادہ لطیفہ صدر جہاں گجراتی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ الغ خاں نے ایک طلسم بنایا تھا۔ جس وقت اس کو توڑا اسی وقت مکان گر پڑا۔ غرض کچھ ہی ہوا ہو بادشاہ نے اب چار گز زمین کے اندر آرام کیا - اور چار سال کچھ مہینے بادشاہی کی۔ ابن بطوطہ سیاح افریقہ اس واقعہ کو دلچسپ طور پر یوں بیان کرتا ہے کہ اس زمانہ میں دہلی میں ایک ولی اللہ نظام الدینؒ رہتے تھے ان کی خدمت میں اکثر سلطان کا بیٹا جایا کرتا تھا اور ان کے مریدوں کے سامنے بڑی تعظیم و تکریم کرتا تھا اپنے حق میں دعائے خیر کی استدعا کرتا تھا۔ حضرت پر بعض اوقات بیخودی کی حالت طاری ہوتی تھی کہ وہ اپنے آپے میں نہیں رہتے تھے۔ الغ خاں نے اپنے نوکر متعین کر رکھے تھے کہ جب حضرتؒ پر یہ حالت طاری ہو تو اسے اطلاع ہو۔ چنانچہ ایک دن یہ حالت جب طاری ہوئی تو اسکو اطلاع ہوئی اور وہ آیا۔ جونہی اس پر شیخ کی نظر پڑی تو انہوں نے چلا کر کہا کہ ہم نے تجھ کو تخت دیا۔ دہلی میں سلطان نہ تھا کہ حضرت کا انتقال ہو گیا۔ انکے جنازہ کو اس شہزادے نے کندھا دیا۔ باپ کو یہ سارا حال معلوم ہوا تو بیٹے سے بدگمان ہوا۔ اور اسکو دھمکایا۔ اور بعض اور حرکات بھی شہزادہ سے ایسے سرزد ہوئی تھیں کہ جس سے باپ کا دل اس سے صاف نہیں رہا تھا اور رنجیدہ ہو گیا تھا۔ اسنے بہت سے غلام خرید لئے تھے اور انکو بہت تحفہ تحائف دیکر اپنا دوست بنا لیا تھا۔ اسیا ور بھی بیٹے سے زیادہ باپ خفا ہو گیا

سلطان کو یہ بھی خبر ہو گئی تھی کہ نجمیوں نے پہلے سے کہہ دیا ہے کہ دہلی میں سلطان دوبارہ اپنی مہم سے پھر کر نہیں آئیگا۔ اسپر سلطان نے منجموں کی تہدید خوب کی تھی۔ مہم پر مراجعت کر کے جب سلطان اپنی دارالسلطنت کے قریب آیا۔ تو اُسنے بیٹے کو حکم دیا کہ اُسکے واسطے ایک کوشک دریا کے کنارہ پر افغان پور کے پاس تیار کرے بیٹے نے اس کوشک کو تین دن میں تیار کرایا۔ اکثر حصہ اُسکا چوبی بنوایا۔ وہ زمین سے اونچا تھا اور کاٹھ کے ستونوں پر قائم تھا۔ اسکی تعمیر کا اہتمام ملکزادہ کو جو اسوقت میر عمارت تھا سپرد کیا۔ اور اُسکو ایک حکمت بتادی کہ اسکے موافق مکان کو بنائے اور یہ حکمت یہ تھی کہ مکان کے خاص حصّہ کو ایسا بنائے کہ جب ہاتھی کے پیر کی دہمک اُسکو پہونچے تو وہ دھم دہی گر پڑے۔ بادشاہ آن کر اس کوشک میں اُترا اور دستر خوان بچھا۔ لوگوں نے اُسکے ساتھ کھانا کھایا۔ اور اُسکے بیٹے نے جنگی ہاتھیوں کی قواعد کی اجازت چاہی۔ بادشاہ نے اجازت دیدی۔ شیخ رکن الدین ملتانی نے مجھسے کہا ہے کہ میں سلطان غیاث الدین کے پاس تھا اور اُس کا سب سے پیارا چھوٹا بیٹا محمود بھی اُس کے ساتھ تھا الغ خاں نے مجھ سے کہا کہ اُستاد آپ کی نماز کا وقت آگیا ہے جائیے نماز پڑھئے۔ شیخ کہتا ہے میں نماز کو گیا ہی تھا کہ شہزادہ کے آدمی اس طرف کہ پہلے سے ان کو بتلا دی تھی ہاتھیوں کو لائے ہاتھیوں کے آتے ہی مکان گرا۔ اور سلطان اور اس کا بیٹا محمود اس کے اندر دبا۔ جب شیخ نے گرنے کی آواز سُنی بے نماز پڑھے وہ آیا اور دیکھا کہ عمارت گری پڑی ہے اور الغ خاں زبان سے تو یہ حکم دے رہا ہے کہ لوگ جلد اوزار لاکر عمارت کے اندر سے سلطان کو نکالیں مگر اشارے یہ کر رہا ہے کہ اس کام میں دیر لگائیں۔ غروب آفتاب کے بعد یہ آلات آئے سلطان کی لاش نکالی گئی جس کی ہیئت سے معلوم ہوتا تھا کہ جب مکان گرا تو سلطان اپنے بیٹے کی جان بچانے کے لئے اُسپر جھکا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ زندہ نکلا تھا پھر اس کا کام تمام کیا گیا ہے۔ رات ہی کو اسکا جنازہ شہر تغلق آباد میں لے گئے اور یہاں جو قبر اُسنے اپنی بنوائی تھی اُسی میں دفن کیا۔ یہ حکمت مکان گرنے کی ملک زادہ کی تھی جسکا اصل نام احمد بن ایاس تھا۔ اسی وجہ سے خواجہ جہاں اس کا خطاب ہوا۔ وزیر اعظم کا عہدہ ملا اور سلطان اسکا طرفدار ہمیشہ رہا۔ طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ صاحب تاریخ فیروز شاہی نے اپنی تاریخ سلطان فیروز کے عصر میں تصنیف کی ہے اور سلطان فیروز کو سلطان محمد تغلق (الغ خاں) سے اعتقاد بہت تھا اُسکے ملاحظہ کے سبب سے اس واقعہ کو نہیں لکھا کہ الغ خاں نے

عمارت کو باپ کے مارنیکے لئے بنایا تھا ورنہ اُسکے بنانیکی ضرورت کیا تھی مگر فقیر نے مکرر ثقات سے یہ بات سنی ہے اور وہ مشہور ہے کہ شیخ نظام الدین سے سلطان تغلق رنجیدہ تھا اُسنے شیخ پاس پیغام بھیجا تھا کہ میں دہلی کے اندر آیا ہوں۔ آپ اس سے باہر چلے جایئے تو شیخ نے فرمایا ہنوز دہلی دور است جو اب تک ضرب المثل ہی۔ مگر ابن بطوطہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت کا انتقال اس سے پہلے ہوچکا تھا۔

قلعہ تغلق آباد

اس بادشاہ کی یہ یادگار دہلی کے قریب موجود ہے۔ اسکی متانت اور استحکام کا شہرہ خاص عام میں ہے یہ یہیں اسکی قبر ہے۔ ایک ضمیمہ میں اہل اسلام کی عمارتوں کا ذکر کرینگے وہاں اس قلعہ کا حال مفصل لکھینگے۔

سلطان مجاہد ابوالفتح محمد شاہ تغلق کی سلطنت

غیاث الدین تغلق اس جہان سے وداع ہوا تھا تو سوم کے بعد تغلق آباد میں جونا خاں بڑا بیٹا اور ولیعہد اُسکا ۷۲۵ھ میں مسند شاہی پر جلوہ افروز ہوا۔ اور سلطان محمد شاہ اپنا خطاب رکھا چہلم کے بعد تغلق آباد سے دہلی میں وہ آیا۔ اور پُرانے بادشاہوں کی تخت گاہ پر جلوس فرمایا۔ اور یہ اجلاس اس جاہ و جلال اور شان و شوکت کے ساتھ تھا کہ وہ کسی اور تخت نشین کو نصیب نہوا اُسنے چاندی کا مینہ اس طرح برسا دیا کہ امرا ہاتھیوں پر سوار تھے اور طشت روپے اشرفیوں سے بھرے ہوئے آگے رکھے تھے وہ شہر کے بازاروں کے فرش اور کوٹھوں پر مٹھیاں بھر بھر کے پھینکتے تھے اور لوگ انکو چنتے تھے جسنے غریب مفلسوں کو مالا مال کر دیا۔ عمر بھر کی روٹیوں سے انکو انفراغ ہوا۔ رفقا امرا کو بڑے بڑے جاہ و منصب دئے اور علما اور فضلا کے بڑے بڑے وظیفے مقرر کئے۔

سلطان محمد شاہ تغلق کی عادات

یہ بادشاہ عجائب روزگار سے تھا۔ اسکی ذات جامع اضداد تھی۔ بھلائیاں برائیوں پر پردہ ڈالتی تھیں۔ اور برائیاں بھلائیوں کو خاک میں ملاتی تھیں۔ فیاض ایسا کہ روپیہ کو ٹھیکری سمجھتا تھا عالموں اور فاضلوں کو لاکھوں روپیہ دیدیتا یہی سبب تھا کہ جیسے اسکی لیاقت اور محامد میں دفتر کے دفتر سیاہ ہوتے ہیں ایسے کسی اور بادشاہ کے نہیں ہوئے اس سخاوت کا حال سنکر سب اطراف سے

صاحب کمال اسکے دربار میں آتے اور اپنی آرزو سے زیادہ دولت پاتے ایک ایک دن کا خرچ اسکا اور بادشاہوں کے برسوں کے خرچ کے برابر تہا محتاجوں کے واسطے محتاج خانے۔ بیماروں کے واسطے شفاخانے مسافروں کے واسطے مسافر خانے ہوائے۔ اسلام اس کو وراثت میں ہاتھ لگا تہا۔ پانچوں وقت کی نماز پڑہتا۔ کبھی رمضان کے روزے ناغہ نہ کرتا۔ نشہ کو کبھی نہ چھوتا۔ حرام کاری سے کوسوں بھاگتا۔ قمار بازی کے پاس کبھی نہ جاتا۔ مگر باوجود اس اطاعت شریعت کے پاک اور مقدس بھائیوں کا خون کرنا اُس کا پیشہ تھا۔ کوئی ہفتہ جاتا ہوگا کہ جس میں کوئی مولوی۔ مفتی۔ قاضی۔ صوفی۔ قلندر قتل نہ ہوتا ہو۔ مسلمان کے مارنے کا اُس کو اتنا بھی افسوس نہ ہوتا کہ جتنا پانوں تلے چیونٹی کے پس جانے کا ہوتا ہے۔ فرعونی اور نمرودی ارادوں سے بھی اس کا دماغ خالی نہ تھا۔ حضرت سلیمانؑ کی طرح چاہتا تھا کہ پیغمبری اور سلطانی دونوں اُس کی ذات میں جمع ہو جائیں اور جن و انس پر فرمانروائی کرے۔ شیریں گفتار ایسا کہ منہ سے پہول جھڑتے تھے اُس کی باتوں سے کبھی دل نہ بھرتا۔ خوش نویس ایسا کہ جس کو اُستادان خط اُستاد کہتے تہے۔ زبان عربی فارسی میں ایسا منشی تہا کہ اور دبیر اسپر رشک کرتے تہے۔ غرض اپنے وقت میں تحریر و تقریر میں بے نظیر تھا۔ بعد مرنے کے بھی اسکا کلام یادگار روزگار رہا۔ فارسی شعر خود خوب کہتا۔ اور متقدمین کے اشعار کو خوب سمجھتا۔ قوت حافظہ اسکی ایسی قوی کہ جو بات کہ ایک دفعہ سن لے عمر بھر یاد رہے۔ اشعار ہزار ہا یاد تھے۔ کتابیں کی کتابیں بر زبان تہیں۔ شاہنامہ۔ سکندر نامہ اور قصہ ابوسلم اور امیر حمزہ حفظ تھا۔ معقولات میں منطق اور الہیات اور طبعیات اور ریاضیات سے طبیعت کو خوب لگاؤ تھا۔ خصوصاً فن طب میں کمال تھا۔ مریضوں کا علاج کرتا۔ اور تشخیص امراض میں اطبا سے طالب علمانہ بحث کرتا۔ اور انکو قائل کرتا۔ اکثر صرف اوقات علم فلاسفہ میں کرتا۔ معقول مولویوں کی صحبت میں رہتا۔ فقہا اور ارباب منقول کو اسکی مجلس میں بار کم تھا۔ وہ انہیں منقولات کو معقول جانتا جو عقل کے موافق اور فطرت کے مطابق ہوتیں۔ باقی سب منقول کو نامعقول گنتا اسکے دل میں معقولی خیالات ایسے بس گئے تہے کہ منقولات کے لئے کوئی جگہ خالی نہ رہی۔ لطیفہ سنجی اور بذلہ گوئی سے بھی اسکی صحبت خالی نہ تھی۔ ایک شاعر عبید ہزلہ گوئی کے واسطے موجود تہا۔ سپاہ گری سے خوب آگاہ تہا۔ گو یہ سب خوبیاں اُس کی ذات میں کمال درجہ کی تھیں۔ مگر بہت سی حرکات اور اُسکی عادات ایسی تھیں کہ جس سے اُسپر جنون کا شبہ کرنا اور اُسکو خونی بادشاہ کہنا بیجا نہیں ہے۔ اپنی

خودرائی سے عقل مصلحت اندیش کے خلاف مہموں اور کاموں اراد وں کے منصوبے باندہتا۔ اور انکے پورا کرنے کے لئے کسیکی صلاح اور مشورہ نہ لیتا۔ اور رعایا کی تکلیف کا ذرا خیال نہ کرتا۔ اس سبب سے جو جو مصیبتیں اور آفتیں اور بلائیں رعایا کے سر پر پڑیں وکسی ظالم بادشاہ کی سلطنت میں بھی نہیں واقع ہوئیں۔ ان منصوبوں اور مہموں کا بیان دو چار صفحوں کے بعد آئیگا۔

مغلوں کے حملے روکنے کی عجیب تدبیر

تیمور شین خاں یا ترمشیں زرین خاں بن داؤد خاں حاکم الوس چغتائی ایک بڑا مشہور اور نامور سردار مغلوں کا تھا اسنے ۷۲۷ھ میں ہندوستان کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ اور بہت سی مغلونکی فوج لیکر پنجاب میں گھس آیا۔ لمغان سے ملتان تک لوٹ مار کرتا ہوا دلی کے دروازہ پر آپہنچا۔ بادشاہ نے لڑنا مصلحت نجانا اور اس بلا کو یوں ٹالا کہ بیچ میں لوگوں کو واسطہ بنایا۔ اور انکی معرفت تیمور شین خاں پاس بہت سے جواہرات اور بہت سا چاندی سونا بھجوایا۔ اور اس بات پر راضی کیا کہ وہ ہندوستان سے جلد چلا جائے۔ یہ بھی دلی سے روانہ ہوا۔ اور گجرات کو لوٹ مار کرتا ہوا اور سندہ اور ملتان میں ہوتا ہوا اپنے وطن میں پہنچ گیا۔ یہ ہندوستان میں پہلی ہی دفعہ تھی کہ یہ تدبیر کام میں آئی۔ اور ایسی راس آئی کہ پھر مغلوں نے ہندوستان پر حملہ نہ کیا۔ حالانکہ مغلونکی لالچی اور طامع اور حریص ہونیسے یہ نظر آتا تھا کہ یہ دولت اُن سے ہندوستان پر پھر حملہ کرائے گی۔

بادشاہ کی عمدہ تدبیریں

اب سلطان محمد تغلق کو ترتیب لشکر کا خیال ہوا۔ اور اسکو خوش اسلوبی کے ساتھ مرتب کیا اور ممالک ہندوستان گجرات مالوہ۔ مرہٹونکا ملک تلنگ۔ کنبلہ۔ دوار۔ سمدر ملیبار۔ لکھنوتی۔ چٹ گانو۔ سنارگانو ترہت کو اپنے قبضہ میں لایا۔ اور خوب انکا انتظام اور بندوبست کیا۔ سب اجیر اسنے۔ زمیندار یا جگزار فرمانبردار تھے۔ کوڑی کوڑی پیسا پیسا خراج کا ادا کر دیتے تھے۔ اور ایک ادہی باقی نہ رہتی تھی۔ اسقدر روپیہ خزانوں میں آتا کہ باوجود بادشاہ کی شاہ خرچی کے انہیں کمی نہ ہوتی۔ کسی متمرد اور سرکش کو طاقت سر اٹہانیکی نہ تھی۔ اسوقت دور دراز کے صوبوں میں بھی ایسا ہی اچھا انتظام تھا جیسا کہ دار السلطنت کے قریب جوار میں۔ دور و نزدیک کے ملکوں سے خراج بے خرخشہ وصول ہوتا تھا۔ اس بادشاہ نے

تہوڑے دنوں میں وہ انتظام کر لیا کہ پہلے بادشاہوں کے زمانہ میں برسوں میں نہ ہوا تہا۔ اب چال تو اول سلطنت میں تہا مگر بادشاہ یہ چاہتا تہا کہ سلاطین سابق کے ضوابط کو منسوخ کرے اور قواعد جدید اختراع کرے ہر روز ایک ضابطہ تازہ اور حکم جدید صادر ہوتا۔ مگر چونکہ وہ آئین عدالت و انصاف سے بعید ہوتا اور مضرت عام و خاص کا سبب ہوتا اس لئے جاری نہ ہوتا۔ عمال کی کمبختی آتی۔ اگر کوئی حکم اتفاقیہ جاری ہوا تو عام خلایق تباہ ہوتی کار مملکت میں خلل عظیم پڑتا۔

بادشاہ کے نامعقول منصوبوں اور تدبیروں کا بیان

بادشاہ نے دلمیں نئیں چار منصوبے ایسے سوچے کہ جس سے ساری دنیا فتح ہو جائے۔ اور ان منصوبوں کے پورا کرنیکے لئے کسی سے کچھ صلاح اور مشورہ نہ لیا۔ جو منصوبہ دل میں آیا اُسی کو صواب جانا۔ اُسکا عیب کسی سے نہ پوچھا۔ نتیجہ اُسکا یہ تھا کہ رعایا برباد ہوئی۔ خزانہ خالی ہوا۔ جگہ جگہ بغاوتیں اور سازشیں ہونے لگیں۔ ابتری پر بدتری اور درہمی پر برہمی بڑہتی چلی گئی۔ طرفہ یہ ہی کہ جسقدر انتظام بگڑتا گیا۔ بادشاہ کا مزاج بہی بگڑتا گیا۔ جس کام کو بادشاہ نے چاہا جب وہ نہوا تو بادشاہ کو غصہ آیا۔ اور رعایا کو کہیرے ککڑی کی طرح کاٹنا شروع کیا۔ ساری رعایا اس سے برگشتہ ہوگئی۔ اور سوا گجرات اور دیوگڈہ کے اور سارا ملک اُس سے پہر گیا اور قبضہ سے نکل گیا۔ اب ان منصوبوں و تدبیرونکی تفصیل یہ ہے۔

اول نامعقول تدبیر

بادشاہ کے دلمیں بعض خیالات ایسے پیدا ہوئے کہ اُسنے دوآبہ کے خراج کو دگنا چوگنا اضافہ کر دیا اس سے رعایا کے سر پر خراج کا بار ایسا پڑا کہ اسکی گردن بیچک گئی اور کمر ٹوٹ گئی۔ غریب کاشتکار کہیت چہوڑ چہوڑ کر بہاگ گئے۔ آسودہ حال رعایا نے سرکشی پر کمر چست کی۔ غرض ایسا ملک برباد ہوا کہ کبہی کسی ظالم بادشاہ کے عہد میں بہی نہیں خراب ہوا تہا۔ ادہر کاشتکاروں نے کہیتی سے ہاتھ اٹہایا اودہر اللہ میاں نے مینہ نہ برسایا اس سبب سے دہلی اور حوالی دہلی میں ایک قحط عظیم مہلک پڑا۔ کئی برس تک یہ قحط عام رہا۔ ہزاروں آدمی مر گئے اناج چہ دینار فی من بکنے لگا۔ گو بادشاہ نے حکم دیا کہ اہل شہر کو اتنا غلہ دیدیا جائے کہ وہ چہ مہینہ تک کہائیں۔ اس حکم کی تعمیل کے لئے اہلکاران شاہی نے پہلے شہر کے محلوں کے آدمیونکی فہرست بنائی پہر ہر ایک شخص کو اتنا غلہ دیدیا کہ وہ چہ مہینے تک کہائے۔ مگر اس سے مصیبت نہ ٹلی۔ گہر کے گہر اور

خاندان کے خاندان ملیامیٹ ہوگئے۔ بادشاہی کے سارے کام بے رونق ہوگئے۔

دوم نامعقول تدبیر

بادشاہ کو یہ تمنا تھی کہ میں سکندر کی طرح ساتوں اقلیم کو تسخیر کروں مگر اس سے اوّل لشکر کی ضرورت تھی
اور لشکر کے لئے خزانہ درکار تھا وہ کافی پاس نہ تھا۔ اسکے بڑھانے کی یہ تدبیر کی کہ تانبے کا سکہ چلایا۔ یہ
تدبیر سوجھی یوں تھی کہ اسکو معلوم ہوا کہ چین کے اندر زر چاو چلتا ہے (چاو ایک کاغذ کا ٹکڑا ہوتا ہے
اسپر خاقان چین کا نام ولقب منقش ہوتا ہے) تو اسنے یہ ارادہ کیا کہ میں بھی بجائے اس کاغذ زر کے
تانبے کا سکہ چلاؤں۔ چنانچہ دارالضرب میں تانبے کا سکہ بننا شروع ہوا۔ مگر اسنے یہ نہیں سوچا کہ ایسے
سکوں کا چلنا سلطنت کے اعتبار اور استقلال پر موقوف ہوتا ہے جیسے کہ آجکل ہندوستان میں کاغذ زر
برٹش گورنمنٹ میں چل رہا ہے۔ بھلا اسکی بے اعتبار سلطنت میں وہ کب چل سکتا تھا۔ اس تانبے
کے سکے کو دوسرے ملکوں نے تو ہاتھ بھی نہیں لگایا وہ تو اسکو تانبے کے بدلے میں لیتے تھے ؎

بہ نرخ مس آرندش از ہر دیار ۔ براں زر کہ با مس بود ہم عیار

مگر ہندوؤں نے اور باہر تاجروں نے دارالضرب میں تانبے کے ڈھیر لاکر لاکھوں کروڑوں سکے ڈھلوائے
اور انسے اجناس اور ہتھیار خرید کرکے اطراف میں لیجا کر سونے چاندی کے سکوں میں بیچے یوں
کیمیا انکے ہاتھ آگئی کہ تانبے کو سونا بنانے لگے۔ زرگروں نے بھی اپنے گھر میں دارالضرب کی
نقل اتاری۔ تانبے کے سکے بنائے۔ اور بازار میں سونے چاندی کے سکوں سے بدل لیا۔ ممالک
دوردست میں تو یہ تانبے کا سکہ چلا ہی نہیں مگر رفتہ رفتہ ایسا ہوا کہ تخت گاہ کے قریب اضلاع میں بھی
وہ درجہ اعتبار سے گر گیا۔ بادشاہ یہ حال دیکھکر اپنے حکم سے پشیمان ہوا۔ اور کوئی چارہ اسکے سوا
نہ تھا کہ اسنے حکم دیا کہ جس شخص کے پاس سکہ مس ہو وہ خزانہ میں داخل کرکے تنکہ نقرہ و زر لیلے۔ اس سے
اسکو یہ امید تھی کہ تنکہ مس کا اعتبار ہوجائے اور داد وستد میں اسکا رواج ہوجائے۔ مگر لوگوں نے تنکہائے مس
کہ گھروں میں کلوخ وسنگ کی طرح پڑے ہوئے تھے خزانہ میں لاکر تنکہائے زر و نقرہ سے بدلوالئے
پس اسطرح خزانہ شاہی تو خالی ہوا مگر تنکہ مس بے رواج رہا۔ تجارت و داد وستد میں خلل پڑا
روز بروز رعایا کا افلاس اور بڑھا۔ آمدنی میں گھاٹا آیا محاصل شاہی غیر منتظم ہوگئے۔ غرض یہ تدبیر بھی

زوال دولت میں معاون ہوئی۔ بقول شخصے کہ اونٹ کی کوئی کل سیدھی نہیں۔ جو چال چلا وہ ٹیڑھی چلا جو تدبیر کی اس سے دولت ملک کا انتظام بگڑ گیا۔ زوال آیا۔ خرابی۔ ابتری۔ پریشانی پیدا ہوئی خواص و عام رعایا اس سے متنفر ہوئی۔

سوم نامعقول تدبیر

بادشاہ کو ربع مسکوں کی تسخیر کا اور لشکر کے بڑھانے کا خبط تھا۔ امیر نوروز داماد ترمشیرین خاں شاہزادہ چغتائی بہت سے امیران ہزارہ وصدہ کو ساتھ لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس کا ملازم ہوا عراق اور خراسان سے اور امیر اور شاہزادے بھی یہاں آنکر بادشاہ کے ملازم ہوئے انہوں نے بادشاہ کو ایران و توران تسخیر کرنے کی راہ نہایت آسان بتائی۔ یہاں کیا تھا دیوانہ را ہوئے بس است۔ جو اس طرف سے آیا بادشاہ نے تالیف قلوب کے لئے اُسکو سونیکا ڈلا حوالہ کیا۔ اسطرح سرحدوں اور ممالک کی حفاظت کے واسطے جس سپاہ کی ضرورت تھی اُسکے سوا تین لاکھ ستر ہزار سوار نوکر تھے۔ اول سال میں تو انکی تنخواہ خزانہ شاہی سے دیگئی۔ انکی فرصت نہ ملی کہ اس لشکر سے کوئی ولایت تازہ فتح کرتا کہ اُسکی آمدنی سے لشکر کا وظیفہ دیا جاتا۔ کوئی غنیمت بھی ہاتھ نہ لگی جس سے لشکر کی تسلی ہوتی گھر کے خزانہ میں بھی کوڑی باقی نہیں رہی۔ روپیہ ہی لشکر کو تھامتا ہے۔ جب وہ نہ رہا تو لشکر بھی متفرق اور منتشر ہوا اور بادشاہ کا دوالا نکلا۔ اور بادشاہی کا منہ میں لے رونقی ہوئی۔ عراق و خراسان ہی ہاتھ نہ آیا

چہارم تدبیر نامعقول

بادشاہ کا ارادہ ہوا کہ کوہ ہماچل (ہمالیا) جو چین اور ہندوستان کے درمیان ہے اُسکی راہ سے ملک چین کو فتح کیجئے۔ اور وہاں کی دولت و غنیمت سے خزانوں کو معمور کیجئے۔ اسلئے ۷۳۸ھ میں امراء نامدار اور سرداران آزمودہ کار اور ایک لاکھ سوار اپنے بھانجے خسرو ملک کے ماتحت روانہ کئے اور کہہ دیا کہ اول کوہستان ہماچل کو تصرف میں لائیں اور جہاں ضرورت ہو وہاں قلعہ بنائیں اور انہیں لشکر کو چھوڑ کر آگے قدم بڑھائیں اور سرحد چین میں پہونچکر وہاں ایک قلعہ عظیم نہایت مستحکم واستوار تعمیر کرائیں اور وہاں رہیں۔ اور ولایت ہماچل کا انتظام کریں اور مجھے اطلاع دیں۔ اور جب اور لشکر کمک کیلئے پہونچے تو بتدریج آگے بڑھکر ملک چین کی تسخیر کے درپے ہوں۔ ہرچند ارکان دولت نے کہا کہ اس تسخیر

معروض کیا کہ یہ تدبیر مناسب نہیں ہے چین کی زمین ایک چپہ ہاتھ نہ آئیگی۔ یونہیں لشکر کی جان جائیگی مگر وہ کب سنتا تھا۔ جب خسرو ملک اور لشکر جسکو سوا اطاعت کے کوئی اور چارہ نہ تھا روانہ ہوکر کوہستان میں آئے اور مناسب مقامات پر قلعے بنائے۔ انکی حفاظت سوار پیادوں کو سپرد ہوئی۔ اب آگے بڑھے جب بہت سے پہاڑوں کو طے کر کے سرحد چین پر پہونچے اور امراء چین کی عظمت شان کو اور قلعوں کی استواری اور راہوں کی تنگی اور علف کی کمی کو دیکھا تو اُنکے دلوں میں خوف و ہراس پیدا ہوا اور مراجعت کا ارادہ کیا۔ لیکن برسات آگئی تھی۔ اور تمام راہیں پانی کے تلے ڈھک گئی تھیں۔ باہر جانے کی راہ معلوم نہ ہوتی تھی یوں ہی سراسیمہ لشکر لیس دامن کوہ میں چلتے تھے۔ پہاڑیوں کو یہ موقع ملا کہ مسلمانوں کو انہوں نے قتل و غارت کرنا شروع کیا۔ ادہر یہ مصیبت تھی اُدہر قحط کے آثار ظاہر ہوئے۔ ایک ہفتہ میں مشقت شاقہ اٹھا کر لشکر اسلام ایک میدان میں آیا اور استراحت کے لئے اس مکان میں توقف کیا۔ اتفاق سے رات کو ایسا موسلا دہار مینہ برسا کہ لشکر کے گرد پانی اتنا کھڑا ہوگیا جس سے نہ تیرکر گذر سکتے تھے نہ گھوڑے پر سوار ہوکر۔ خسرو ملک اور اسکے لشکر کے بہت سے آدمی دس پندرہ روز میں آذوقہ و قوت لایموت کے نہ بہم پہونچنے سے ہلاک ہوئے۔ اور جو لشکر نیچے اُترے پڑے تھے انہوں نے ہندوستان کی راہ لی۔ جب ہماچل کے آدمیوں کو اسکی خبر ہوئی تو وہ کشتیوں میں بیٹھکر لشکر کے مقامات پر پہونچے اور اُنکے سارے ہتیار اور اسباب چھین لئے اور وہ سپاہ جو ہر سر راہ پاسبانی کے لئے چھوڑی تھی اُس کو انہوں نے قتل کیا۔ اور کوئی نشان اُسکا باقی نہ رکہا اور جو قلیل آدمی آدی ہزار جر ثقیل جان سلامت لیکر بادشاہ سلامت پاس آئے وہ اس جرم میں تیغ قہر سے قتل ہوئے کہ بادشاہ کے نزدیک انہیں کے سبب یہ شکست ہوئی تھی۔

پنجم نامعقول تدبیر

بادشاہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ میرے علم کے سایہ میں بہت سے ملک آگئے ہیں دار الملک ایسی جگہ مقرر کرنا چاہئے کہ اُسکو اطراف ممالک سے وہ نسبت ہو جو مرکز کو دائرہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ تاکہ ممالک محروسہ اطراف میں جو خیر و شر و صلاح و فساد واقع ہوں اُنکی خبر علی السویہ دار الملک میں پہونچے اور اگر کسی دیار میں کوئی حادثہ واقع ہو تو اسکا جلد تر علاج کیا جائے دانشمندوں نے جو اقلیم کے طول و عرض سے

واقف تھے اس کام کیواسطے اُنہیں کو تجویز کیا اور یہ بتلایا کہ وہ وسط ہند میں واقع ہے اور بکرماجیت سے جو کل ہند کا راجہ تہا اسی سبب سے اُسکو اپنا پایہ تخت مقرر کیا تہا۔ بعض نے بادشاہ کا میلان خاطر دیکھ کر کہا کہ دیوگڈھ وسط ہند میں واقع ہے۔ بادشاہ تو خدا سے یہ چاہتا تہا۔ اُس نے مطلق یہ خیال نہیں کیا کہ بڑے بڑے قوی دشمن ہمسایہ میں ایران و توران کے بادشاہ موجود ہیں۔ حکم دیدیا کہ دہلی میں جو چھوٹے بڑے نوکر بے نوکر مرد عورت بچے ہیں وہ سب کوچ کرکے دیوگڈھ میں جاکر متوطن ہوں بہت آدمیونکو اُسنے خرچ راہ دیا۔ اور اُنکے گھروں کی قیمت خزانہ سے دلائی مشہور ہے کہ الجلا راشد البلاد والغربۃ اصعب الکربۃ۔ اہل دہلی کو اس انتقال سے بڑی تکلیف ہوئی۔ اکثر ضعیف و مسکین و بچے عورتیں رستہ ہی میں مرگئے اور جو جاکر وہاں آباد ہوئے بیقرار رہے۔ اُسنے دولت گڈھ کا نام دولت آباد رکھا اور دہلی اور دولت آباد کے درمیان سڑک بنوائی دورویہ اسکے سایہ دار درخت لگائے اور ہر منزل پر مکان اور سرائے تیار کرائی اور اسمیں آدمی متعین کئے کہ مسافرونکے واسطے ہمیشہ کھانے پینے کا سامان تیار رکھیں رہیا نونکو حکم تہا کہ مسافر کو کسی طرح کی ایذا نہ ہونے پائے۔ انکا اثر مدتوں باقی رہا۔ غرض اسطرح دہلی جو ایک سو ساٹھ یا ستر برس میں آباد ہوکر بغداد و مصر سے مساوات کا درجہ رکھتی تھی اور ایک قصر جامع تھی وہ ایسی ویران ہوئی کہ کتے بلی تک اسمیں آباد نہ رہے۔ جو مصیبت زدہ یہانسے دولت آباد میں زندہ پہنچے انہوں نے دولت آباد کو ایسا آباد نہیں کیا جیسا کہ گورستان کو۔ دولت آباد کے آباد کرنے کے لئے امراء و رؤساء کو حکم تھا کہ وہ یہاں آنکر اپنے مکانات بنوائیں اور آباد ہوں۔ اسلئے بڑے بڑے صاحب کمال وہاں آباد کرائے۔ اور نہایت عمدہ عمارات وہاں تعمیر کرائیں۔ قلعہ اس شان و عظمت کا بنوایا جو اُسکی الوالعزمی و عالی ہمتی کی آجتک شہادت دیتا ہے۔ اس قلعہ میں سوا ایک راستہ کے دوسرا راستہ نہیں رکھا گیا اور یہ راہ اس راہ سے بنائی ہے کہ ایک پہاڑی سے پہاڑ کا ٹکڑا ۸۰ فیٹ کا عمود وار ہموار تراشا ہے اور اس کے عین وسط میں ایک چکردار راہ بنائی ہے۔ قلعہ کے گرد پہاڑ میں سے کاٹ کر ایک عمیق خندق بنائی ہے۔

دہلی کی بربادی کا بیان ابن بطوطہ نے جو لکھا ہے

دہلی کے کچھ آدمی باغی ہوئے تھے باقی اُنکے مددگار۔ یہانتک نوبت پہونچی کہ دہلی کے آدمیوں کے

چند صفحوں کا خط لکہا اور اسپر مہر لگاکر لفافہ پر یہ الفاظ لکہے اے شاہ عالم تجہے اپنے سر کی قسم ہے جو اس مکتوب کو سوا اپنے کسی اور کو پڑہنے دے پہر اس خط کو اسکے محل کے دروازہ پر پہینک دیا جنہوں نے اس خط کو پڑا دیکہا اُن کو سوا اس کے چارہ نہ تہا کہ وہ سلطان کو دیں۔ سلطان نے اس خط کو کہولا تو اس میں بالکل گالیاں اور لعن طعن لکہی ہوئی تہیں۔ اسلئے اُسنے دہلی کے غارت کرنے کا قطعی ارادہ کیا۔ اُسنے دلی کے رہنے والوں سے تمام اُنکے گہر اور سرائیں خریدلیں اور پہر اُنکو حکم دیدیا کہ اب دولت آباد میں جاکر آباد ہو۔ اول باشندے حکم عدولی پر مائل ہوئے مگر سلطان نے حکم دیدیا کہ تین روز بعد کوئی آدمی دہلی میں زندہ نہیں دکہائی دیگا۔ یہ سنکر بہت سے آدمی دولت آباد کو روانہ ہوئے۔ بعض گہروں کے کونے کہدرے میں چہپ رہے۔ سلطان کو اُسکی خبر ہوئی تو اُنکی تلاش کے واسطے سخت حکم دیا اور غلام بہیجے۔ اُسکے غلاموں نے دو آدمیوں کو شہر میں پایا ایک اپاہج تہا اور دوسرا اندہا دونوں کو بادشاہ کے روبرو لائے اُسنے اپاہج کو تو منجنیق سے اُڑا دیا اور اندہے کو حکم دیا کہ اسکی ٹانگ میں رسی ڈال کر دہلی سے دولت آباد گہسیٹ کر لیجائیں۔ چالیس دن کا سفر تہا۔ اس سفر میں اس بیچارے اندہے کے ٹکڑے ٹکڑے اُڑ گئے۔ ایک پاؤں دولت آباد میں پہنچا۔ غرض دہلی کے بالکل باشندے شہر سے باہر نکل گئے۔ اپنے گہر کے اسباب اور تجارت کے مال کو چہوڑ گئے۔ شہر بالکل جنگل ہوگیا۔ ایک شخص جسکے کہنے کا مجہے اعتبار ہے اُسنے مجہسے کہا کہ یہ امر تحقیق ہے کہ سلطان نے اپنے محل کی چہت پر چڑہکر دیکہا کہ سارے شہر میں نہ کہیں آگ جلتی تہی نہ دہواں اُٹہتا تہا نہ کہیں روشنی تہی تو اُسنے کہا کہ اب میرے کلیجے میں ٹہنڈک پڑی اور دل کو مسرت ہوئی۔ بعد ازاں اُسنے مختلف اضلاع کے باشندوں کو لکہا کہ وہ دہلی میں جاکر آباد ہوں اس حکم کے موافق گو انہوں نے اپنے شہروں وقصبوں کو ویران کیا۔ مگر وہ اس بڑے وسیع شہر کو آباد نہ کر سکے۔ وہ دنیا کے بڑے شہروں میں سے ایک تہا۔ جب میں یہاں آیا تہا تو اُسکو دنیا کے بڑے شہروں میں سے دیکہا تہا یا اب اس کو ویران خالی پڑا دیکہا۔

بغاوتیں وستم

جب بادشاہ کے ہاتہ سے رعایا کا ناک میں دم آیا تو اُسنے جابجا بغاوتیں اختیار کیں جنکی تفصیل یہ ہے

مالوہ کی بغاوت ۷۳۹ھ ۱۳۳۸ء

سب سے پہلے بغاوت مالوہ میں بہاء الدین نے اختیار کی۔ وہ بادشاہ کا بھانجا تھا اور گرشاسپ اُس کا لقب تھا اور ممالک دکن میں سے ساگر میں وہ حاکم تھا جب اُسنے ماموں کے سارے کاروبار کو بگڑتے ہوئے دیکھا اور اپنے پاس دیکھا کہ قلعہ ساگر مستحکم اور لشکر و زر وافر موجود ہے تو اُس کا ارادہ ہوا کہ خود بادشاہ بن جاؤں بادشاہ سے بگڑ بیٹھا اور امراء دکن کو اپنے ساتھ متفق کرکے دکن کے آبا اور عمدہ حصّہ کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور بہت صاحب قدرت ہو گیا جن امراء دکن نے اسکے ساتھ اتفاق نہیں کیا تھا وہ اسکی تاب مقاومت نہیں رکھتے تھے اسلئے حیران و پریشان ہو کر منڈو اور شادی آباد میں چلے آئے۔ جب اسکی خبر بادشاہ کو پہنچی تو خواجہ جہاں و بعض امراء کو لشکر گجرات کے ساتھ اس بغاوت کے دور کرنیکے لئے بھیجا جب خواجہ جہاں دیوگڈہ میں آیا تو گرشاسپ بھی اس سے لڑنے کو آگے بڑھا۔ یہاں دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہوئی اور لڑائی شروع ہوئی۔ اس اثناء جنگ میں خضر بہرام کہ گرشاسپ کے بڑے امراء میں سے تھا اس سے روگرداں ہو کر خواجہ جہاں سے آن ملا اسلئے خواجہ جہاں قوی ہو گیا اور بہاء الدین کے لشکر میں فتور پڑ گیا۔ بہاء الدین نے اسی میں مصلحت دیکھی کہ میدان جنگ میں توقف نہیں کیا اور سیدھا ساگر کو آیا۔ یہاں بھی جب دشمنوں نے اسکا پیچھا نہ چھوڑا تو وہ مع زن و فرزند کنپلہ میں کہ کرناٹک میں ہے چلا گیا۔ یہاں کا راجہ اسکا دلی دوست تھا۔ اسی اثناء میں بادشاہ بھی دولت آباد میں آگیا اور اسنے خواجہ جہاں کو کنپلہ پر بھاری لشکر کے ساتھ بھیجا۔ یہاں خواجہ جہاں نے گرشاسپ سے دو شکستیں کھائیں۔ لیکن جب دولت آباد سے ایک اور نیا لشکر اسکی کمک کو آیا تو وہ تیسری دفعہ غالب ہوا اور رائے کنپلہ کو گرفتار کر لیا۔ گرشاسپ بھاگ کر بلال دیو پاس پہنچا۔ بلال سپاہ اسلام کے خوف سے مضطرب ہوا اور گرشاسپ کو گرفتار کرکے خواجہ جہان پاس بھیجا اور اپنے تئیں بادشاہ کے دولتخواہوں میں شمار کرایا۔ خواجہ جہان نے گرشاسپ کو پابزنجیر بادشاہ پاس بھجوایا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اسکی کھال کھچوا کر گھاس بھری جائے اور شہر میں پھرائی جائے اور منادی کی جائے ؎

ہر آنکس بتابد سر از شہریار سزا ایش ہمیں است انجام کار

اس بغاوت کا بیان ابن بطوطہ اسطرح کرتا ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق کا ایک بھانجا بہاء الدین تھا وہ کسی صوبہ میں امیر مقرر ہوا تھا جب اسکا ماموں مر گیا تو اسنے ماموں کے بیٹے کی بیعت سے انکار کیا

وہ بڑا شجاع لڑنے والا تہا۔ سلطان نے اس کے لئے لشکر بہیجا جس میں امرا کبار مثل ملک مجیر و وزیر خواجہ جہان سب امیروں پر امیر تہا۔ لشکر میں ایک سخت لڑائی ہوئی۔ پہر دونوں لشکر بہڑ گئے دو بار لڑائی میں لشکر سلطان کو فتح ہوئی اور بہار الدین راجہ کنبیلہ پاس بہاگا۔ اس راجہ کا ملک بلند پہاڑوں کے درمیان تہا اور وہ ہندوؤں کے بڑے راجاؤں میں تہا جب بہار الدین اس پاس بہاگا تو لشکر سلطانی اسکے پیچہے گیا اور اُسنے راجہ کے ملک کا محاصرہ کر لیا۔ اور اس کی زراعت کو برباد کر دیا۔ اور راجہ کا ناک میں دم کیا جس سے اسکو خوف ہوا کہ کہیں میں گرفتار نہو جاؤں اُسنے بہاء الدین سے کہا کہ تو دیکہتا ہی کہ ہم تیرے سبب کس حال کو پہنچے ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ اپنے اہل و عیال و تابعین کو اپنے سمیت ہلاک کروں تو فلاں راجہ پاس جسکا نام اُس نے لیا چلا جا اور وہاں ٹہیر۔ وہ راجہ تجہے بچا لیگا۔ اور اپنا لشکر اُس کے ساتہ کر دیا کہ وہاں اُس کو پہنچا دے۔ پہر رائے کنبیلہ نے حکم دیا کہ بہت سی آگ جلائی جائے۔ اس میں اس نے اپنا سارا مال و اسباب جلا دیا۔ پہر اسنے اپنی رانیوں اور بیٹیوں سے کہا کہ میں مرنے کو جاتا ہوں جنکو میرے ساتہ موافقت کرنی ہو وہ اس آگ میں جل جائیں۔ رانیوں میں سے ہر ایک نے اشنان کیا اور بدن پر صندل ملا۔ اور راجہ کے آگے زمین کو چوما اور آگ میں اپنے تئیں ڈالکر خاکستر کیا اور یہی راجہ کے امراو وزرا اور ارباب دولت کی بیویوں نے اور باقی ساری عورتوں نے کیا۔ پہر راجہ نے غسل کیا اور بدن پر صندل ملا اور سب ہتہیار لگائے مگر زرہ نہیں پہنی۔ یہی اسکے آدمیوں نے کیا جنہوں نے مرنے کا ارادہ کر لیا تہا۔ وہ لشکر سلطانی سے جا کر لڑنے لگے اور جب تک لڑتے رہے کہ سب نہ قتل ہو گئے مسلمانوں نے شہر فتح کر لیا اور اہل شہر کو اسیر کیا اور راجہ کے گیارہ بیٹے اسیر کرکے سلطان پاس لائے سلطان نے اُن کی عالی خاندانی اور راجہ کی شجاعت کے سبب سے بہت تعظیم کی اور انکو مسلمان کیا اور بڑا امیر بنا دیا۔ ان بہائیوں میں سے ابن بطوطہ نے سلطان کے پاس ناصر بختیار کو دیکہا کہ وہ مہر دار سلطانی تہا۔ اس پاس وہ مہر رہتی تہی جو بادشاہ کے پینے کے پانی پر لگتی تہی اور ابو سلم اسکی کنیت تہی اور اُسکے ساتہ ابن بطوطہ کی بڑی صحبت رہتی تہی انمیں آپسمیں بڑی محبت تہی۔ رائے کنبیلہ سے لڑنیکے بعد بادشاہ کے لشکر نے اُس راجہ کو جا گہیرا جس پاس بہار الدین بہاگ کر گیا تہا۔ اس راجہ نے بہاء الدین سے کہا کہ مجہسے وہ کام تو نہیں ہوسکتا جو رائے کنبیلہ نے کیا۔ اُسنے بہاء الدین کو پکڑ کر لشکر اسلام کے حوالہ کیا

اُسکی ٹانگیں کسکر اور گلے سے ہاتھ باندھکر سلطان کے روبرو لائے اُسنے حکم دیا کہ اسکو اسی صورت سے اس کی رشتہ دار عورتوں میں لیجاؤ جب وہاں گیا تو عورتوں نے اُسکے اوپر لعنت ملامت کی اس کے منہ پر تھوکا سلطان نے زندہ کی کھال کھچوائی اور اُسکے گوشت کو چاولوں کے ساتھ پکوایا اور اُسکے اہل و عیال کے پاس کچھ یہ پلاؤ بھجوایا اور باقی پلاؤ ایک برتن میں ہاتھیوں کے روبرو رکھا جنہوں نے اُسے بالکل نہ چکھا پھر سلطان نے بہاء الدین کی کھال میں بھوسہ بھروایا اور اسکو بہادر بورا (غیاث الدین بورا شاہ بنگال جسکو اُسنے سلطنت بنگال پر بحال کیا تھا پھر اُسکو شکست دیکر قتل کیا اور اسکی کھال میں بھوسہ بھرا گیا تھا) کے کھال کے ساتھ سارے ملک میں پھرانے کا حکم دیا جب یہ دونوں کھالیں ملتان و سندھ میں آئیں جسکا حاکم کشلو خاں تھا وہ سلطان تغلق کا بڑا دوست تھا اور ملک کی تسخیر میں اسکا معین تھا اور سلطان اُس کو اپنا چچا کہتا تھا اور اسکی نہایت تعظیم کرتا تھا اور اُسکے استقبال کو جاتا جب وہ اپنے بلاد سے اُس پاس آتا اُسنے ان دونوں کھالوں کے دفن ہونے کا حکم دیا جب سلطان پاس اُسکی خبر پہونچی تو اسکو نہایت شاق گذری اور اُسکے انتقام کے درپے ہوا۔

قلعہ کندہانہ

یہ قلعہ نہایت مستحکم بلند پہاڑ پر نواح دولت آباد میں واقع تھا۔ ناک نایک کولیوں کا سردار تھا یہاں قلعہ دار تھا۔ بادشاہ دولت آباد سے یہاں آیا اور قلعہ کو گھیر لیا۔ ناک نایک نے بھی اسکی مدافعت میں جنگ مردانہ کرکے نام پیدا کیا۔ مگر بادشاہ نے آٹھ مہینے تک قلعہ کے گرد ساباط بنائے اور مغربی لگائے نقب کھدوائے اور بہت سعی اور کوشش کی تو ناک نایک نے مضطرب ہوکر اپنے تئیں بادشاہ کے حوالہ کیا بادشاہ نے اُسکو اپنے امراء اعظم میں شامل کیا۔ پھر دولت آباد میں بادشاہ آیا اور چین و آرام سے زندگی بسر کرتا تھا کہ لاہور سے خبر آئی کہ ملک بہرام ایبہ حاکم ملتان نے مخالفت اختیار کرکے پنجاب کو کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا اور جمعیت عظیم بہم پہنچا کر ملک گیری کا داعیہ کیا۔

ملتان کی بغاوت ۷۴۵ھ ۱۳۴۹

ملک بہرام ایبہ جسکا خطاب کشلو خاں تھا اور وہ بادشاہ کے باپ کا بڑا دوست بھائی کی برابر تھا وہ ملتان کا حاکم تھا۔ بادشاہ نے جب دولت آباد کو آباد کرکے پایۂ تخت بنایا تو تمام امرا اور منصبداروں کو

فرامین بھیجے کہ اپنے زن و فرزند یہاں دولت آباد میں بھیجدیں اور گھر بناویں۔ اسیواسطے علی نامی محصلی کو ملتان بھیجا تھا کہ وہ بہرام ابیہ کو کہے کہ اپنا گھر بار دولت آباد میں بنائے جیسا کہ محصلوں کا دستور ہے اُس نے کشلو خاں پر درشتی کی اور تہدید و وعید کے الفاظ درشت کہے۔ ایک دن بہرام ابیہ کا داماد گھر سے برآمد ہو کر دیوان خاص میں جاتا تھا کہ علی نے اُسے کہا کہ کس واسطے تم گھر بار کو دولت آباد نہیں بھیجتے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے دل میں حرمزدگی ہے۔ اس نے کہا کہ حرام زادہ کسکو کہتے تو علی نے جواب دیا حرام زادہ اُنکو کہتے ہیں کہ گھر میں بیٹھ کر احکام شاہی کی تعمیل نہ کرے۔ غرض اس طرح ان میں جھگڑا پڑ گیا کہ علی نے ملک بہرام کے داماد کے بال پکڑ کر چند گھونسے لگائے اُسنے اپنے بال چھٹا کر علی کو زمین پر دے مارا اور اسکے حکم سے ایک سلاح دار نے اس کا سر اُڑا دیا اور سارے شہر میں اُسکو پھرایا۔ جب بہرام ابیہ نے یہ حال دیکھا تو سلطان محمد تغلق کے قہر و غضب سے ڈر کر کوئی چارہ سوا بغاوت کے نہیں دیکھا۔ بادشاہ خود اس بغاوت کے دبانے کے لئے دولت آباد سے ملتان کو لشکر لیکر روانہ ہوا۔

ملک ابیہ بھی بہت سا لشکر لیکر بادشاہ کے ساتھ صف آرا ہوا اور سخت لڑائی ہوئی طرفین کے بہت آدمی مارے گئے۔ بادشاہ کو فتح ہوئی اُس کا ارادہ ہوا کہ ملتان میں قتل عام کرے مگر شیخ رکن الدین جو یہاں بڑے ولی اللہ تھے اُنکی شفاعت سے وہ اس حرکت سے باز رہا قوام الملک کو ملتان میں حاکم مقرر کیا اور ایک جماعت ملک بہرام ابیہ کے تعاقب میں گئی تھی اُسنے اسکا سر کاٹ کر ملتان میں بادشاہ پاس بھیجدیا۔ بادشاہ دہلی آیا۔

اس واقعہ کو ابن بطوطہ یوں بیان کرتا ہے کہ جو ہیں سلطان کو یہ خبر ہوئی کہ کشلو خاں نے بہاء الدین اور بہادر بورا کی بھس بھری کہالونکو دفن کرایا ہے تو اُسنے کشلو خاں کو بلایا۔ کشلو خاں اسے سمجھا کہ سلطان مجھے سزا دینی چاہتا ہے سو اُسنے جانے سے انکار کیا۔ اور مخالفت کی۔ روپیہ دینا شروع کیا اور لشکر جمع کیا اور ترکوں اور افغانوں اور خراسانیوں کو جاسوس بھیجکر بلایا۔ اس پاس ایک جم غفیر انکا ایسا جمع ہو گیا کہ اسکا لشکر سلطان کے لشکر کے برابر یا اُس سے برتر ہو گیا سلطان خود اُس سے لڑنیکو گیا ملتان سے دو منزل پر ابوہر کے صحرا میں یہ دونوں لشکر آمنے سامنے آئے۔ اس لڑائی میں سلطان نے دانائی کی یہ کہ شیخ عماد الدین کے سر پر جو اُسکا ہم شکل تھا چھتر شاہی لگایا اور ہنگامہ جنگ جبوقت

خوب گرم ہوا تو خود چار ہزار فوج لیکر جدا ہوگیا۔ اب دشمنون کو یہ دہوکہ ہوا کہ اُس چتر کے نیچے سلطان ہے اُس کے لینے کے لیئے پیچھے پڑے اور عماد الدین کو اُنہون نے قتل کر ڈالا اور یہ سمجھے کہ ہم نے سلطان کو قتل کر ڈالا جب یہ خبر لشکر مین مشہور ہوئی کہ سلطان مارا گیا تو سارا لشکر لوٹ پر جھک پڑا اور اپنے سپہ سالار کو چھوڑ دیا اُس پاس چند آدمی رہ گئے کہ سلطان اُس کے سر پہ جا چڑہا اور اُس کا سر کاٹ لیا جب لشکر کو یہ معلوم ہوا تو وہ بھاگ گیا۔ سلطان ملتان مین داخل ہوا اور کریم الدین وہان کے قاضی کو گرفتار کر کے جلیتی کھال کھچوائی اور حکم دیا کہ کشلو خان کا سر شہر کے دروازہ پر لٹکایا جائے ابن بطوطہ نے جب ملتان مین آیا ہے تو اس سر کو لٹکتے ہوئے دیکھا۔ سلطان نے عماد الدین کے بھائی رکن الدین اور اُس کے بیٹے صدر الدین کو سو قریے انعام دیئے کہ وہ اُن سے اپنا گذارا کیا کرین۔ ابن بطوطہ اس مہم کا بیان جو ہم نے چوتھی نامعقول تدبیر مین بیان کی اس طرح لکھا ہے۔

جبل قراجیل (ہمالیہ) مین جو جیش سلطان پر آفت آئی

جبل قراجیل (ہماچل یعنی ہمالیہ) بڑا وسیع پہاڑ ہے اُسکا طول تین مہینے کی راہ ہے اور دہلی سے دس روز کی راہ پر ہے۔ ہندو راجاؤن مین وہان کا راجہ بڑا قوی اور زبردست ہے سلطان ہند نے ملک نکبیہ جو امیر دوات دار تھا اس پہاڑ پر لڑنے کو بھیجا۔ اس لشکر مین ایک لاکھ سوار اور بہت سے پیادے تھے۔ پہاڑ کی ترائی مین اس لشکر نے شہر جدیہ کو اور اُس کے آس پاس کے ملک کو لیلیا۔ لوگون کو قید کیا اور ملک کو ویران کیا اور جلایا اور پہاڑیون کی بلندیون پر بھگایا۔ انہون نے اپنا ملک اپنے مویشی کے گلے اور اپنے راجہ کے خزانے یہین چھوڑ دیئے۔ پہاڑ کا ایک ہی رستہ تھا جس کے نیچے وادی تھی اور اوپر پہاڑ تھا اور اُس مین سوار اس طرح جا سکتے تھے کہ ایک ایک سوار آگے پیچھے ہو۔ اس راہ سے مسلمانونکا لشکر اس پہاڑ پر چڑھ گیا اور پہاڑ کے سب سے زیادہ بلند حصہ پر جو شہر ورنگل تھا اُسے لے لیا۔ جو چیز وہان تھی اُس پر اپنا قبضہ کر لیا اور اپنی فتح سے سلطان کو مطلع کیا۔ سلطان نے قاضی و خطیب بھیجے اور اُنکو حکم دیا کہ وہین ٹھیرے رہو۔

جب برسات آئی اور بارش کی کثرت ہوئی تو لشکر پر امراض کا غلبہ ہوا اور نہایت ضعیف ہو گیا گھوڑے مر گئے کمانین ڈھیلی ہوگیئن امرا نے یہ حال سلطان کو لکھ کر اس سے درخواست کی کہ برسات

کے موسم مین اُن کو پہاڑ پر سے اُترنے کی اور بعد برسات کے پہاڑ کے اوپر پھر جانے کی اجازت ملجائے سلطان نے اُنکی یہ درخواست منظور کرلی۔ امیر نکبیہ کے پاس جو خزانے و بیش قیمت جواہر یعنی معادن کی قسم سے مال تہا وہ سب اُس نے آدمیونکو تقسیم کردیا کہ اُنکو پہاڑ کے نیچے لیجائین جب دشمنون نے دیکہا کہ مسلمان یون اُسے لئے جارہے ہین تو وہ پہاڑون کی تنگ راہونمین گہات لگا کے بیٹھے اور مسلمانون کے آگے کی راہین روکنے لگے اور بڑے بڑے درختون کو کاٹ کر پہاڑونکی بلندیون سے اُن پر پہینکنے لگے جو اُن کی زد مین آیا وہ پہر زندہ نہ رہا۔ بہت مسلمان اسطرح ہلاک ہوئے اور باقی مسلمان کفار کے ہاتھ مین گرفتار ہوگئے جن سے انہون نے سارا مال متاع گہوڑے و ہتیار چہین لئے کل لشکر مین سے یہ تین امرا کیا سلامت آئے نکبیہ بدر الدین الملک دولت شاہ اور تیسرے کا نام مین بہول گیا۔ اس واقعہ سے لشکر ہند پر بڑا اثر ہوا اور بہت ضیعف ہوگیا۔ سلطان نے جلد ان پہاڑیون سے اس شرط پر صلح کرلی کہ وہ کچہہ مال اُس کو بطور خراج دیا کرین اور اپنے ملک مین پہاڑ کی ترائی کے اندر عمارت بغیر سلطان کی اجازت کے نہ بنا سکین ساحل کارومنڈل کی بغاوت کا بیان جو آگے آئیگا اس طرح لکہا ہے۔

(ملیبار) کی بغاوت اور وزیر کے بہانجے کا قتل

سلطان نے شریف جلال الدین حسن شاہ کو معبر مین جو دہلی سے چہہ مہینے کی راہ پر ہے مامور کیا تہا مگر اُس نے مخالفت کی اور خود بادشاہ بن بیٹہا اور سلطان کے نائبون اور عمال کو مار ڈالا اور دینار اور درہم پر اپنا سکہ جمایا۔ دینار کے ایک طرف یہ عبارت ہوتی طہ ولیس ابو الفقراء والمساکین جلال الدنیا والدین دوسرے صفحہ پر الواثق بتائید الرحمن شاہ السلطان جب اس بغاوت کی خبر ہوئی تو سلطان اُس کے قتل کرنے کے ارادہ سے نکلا اور کوشک زر مین اُترا اور آٹہہ روز قیام کیا تاکہ آدمی اپنی سب حوائج سے فارغ ہوجائین۔ انہین دنون مین وزیر خواجہ جہان کا بہانجہ معہ اور چار یا تین امرا کے مقید اور مغلول آیا اس کا سبب یہ تہا کہ سلطان نے اپنے وزیر کو اپنے آگے بہیجا تہا جب وہ شہر ظہار مین جو دہلی سے چوبیس دن کی راہ پر تہا پہنچا۔ یہان کچہہ دنون قیام کیا اس کا بہانجہ بڑا شجاع اور لڑنے والا تہا اُس نے اور امراء کے ساتھ اتفاق کرکے ماموں کے قتل کا ارادہ کیا اور اپنے تمام خزانون اور مال کو اوڑا کر معبر مین شریف جلال الدین سے ملنے کا قصد کیا ملک نصرت حاجب

جو اس سازش میں شریک تھا وزیر کو اس کی خبر کر دی اور تبلا دیا کہ جو شخص تیر سے قتل کیلئے مقرر ہوا ہے لباس کے نیچے زرہ پہنے ہوئے ہے۔ وزیر نے اپنے آدمی بھیجکر اسکو گرفتار کرایا اور سلطان کے پاس ان سازش کرنے والون کو بھیجدیا میں نے انمیں سے ایک آدمی کو دیکھا کہ لمبی داڑھی کا تھا اور سورہ یٰس کی تلاوت کرتا تھا کہ بادشاہ نے حکم دیا کہ ہاتھیون کے آگے وہ سب ڈالے جائیں ہاتھیونکو انسان کا قتل کرنا سکھایا جاتا ہی اور یہ ہاتھی اس طرح قتل کرتے ہین کہ ان کے دانتون پر لوہا چڑھا ہوتا ہی جس کی پھال ہل کی سی ہوتی ہے اور دہار اسکی چاقو کی سی تیز ہوتی ہے ہاتھی پر فیلبان بیٹھا ہوتا ہے جب آدمی اسکے سامنے پھیکا جاتا ہے تو وہ اپنی سونڈ مین اسکو پکڑکر ہوا مین پھرا کر زمین پر پٹکتا ہی اور اسکی چھاتی پر اپنا پاؤن رکھ دیتا ہے اور پھر سلطان کا حکم جو فیلبان کو ہوتا ہی اس کے موافق وہ ہاتھی کو ہدایت کرتا ہی۔ اگر سلطان کا حکم یہ ہوتا ہی کہ مجرم کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جائین تو ہاتھی اس لوہے سے جسکا اوپر ذکر ہوا اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالتا ہی۔ اور اگر سلطان یہ چاہتا ہی کہ وہ مقتول چھوڑ دیا جائے تو ہاتھی اس کو زمین پر چھوڑکر الگ ہوجاتا ہی اور لاش کی کھال اتاری جاتی ہے مین نے ان کی لاشون کو کتون کو کھاتے دیکھا ہے۔ سلطان ملک تلنگ مین پہنچا اور بلاد معبر مین شریف جلال الدین کے قتل کا ارادہ کیا۔ تو وہ شہر بدرکوٹ مین جو ملک تلنگ کا دارالسلطنت تھا مقیم ہوا جو معبر سے تین مہینے کی راہ پر تھا۔ یہان اس کے لشکر مین وبا پھیلی جس سے سلطان کے بہت غلام اور بڑے بڑے امیر مثل ملک دولت شاہ کے جسکو سلطان چچا کہتا تھا اور امیر عبداللہ ہردی کے مرگئے اور بادشاہ دولت آباد مین آگیا۔ اس سفر مین بادشاہ بیمار ہوگیا۔ اور اس کے مرنے کی شہرت ہوگئی۔ امیر ہوشنگ نے جب یہ افواہ سنی تو راجہ بورا ہرہ پاس جو کانکن کا راجہ ٹانا مین رہتا تھا چلا گیا۔

بادشاہ کا دلی مین رہنا اور رعایا کا سزا دینا

ہم نے بیچ مین ابن بطوطہ نے جو حال اس بادشاہ کا لکھا تھا وہ نقل کیا ہی۔ اب پھر ہم ملتان کی بغاوت سے سلسلہ وار حال بیان کرتے ہین۔ ہم ملتان سے فارغ ہوکر بادشاہ دہلی مین آیا اور دو برس رہا۔ چونکہ ان دونون دوآبہ مین تحصیل خراج مین جبر اور قہر بہت سا ہوتا تھا اسلئے وہان کے ہندو کاشتکارون نے زمین کا ترددچھوڑکر تمرد اختیار کیا۔ گھرون کو آگ لگادی

کھلیانون کو پھونکدیا اور بستی کو اجاڑکر جنگلون مین چلے گئے۔ اسپر حکم شاہی نازل ہوا۔ ان کاشتکارون کو جہان فوجدار و سردار پائین قتل کر ڈالین چنانچہ انہون نے کسی مقدم کو گردن سے مارا۔ کسیکو اندھا کیا۔ کسی کو زندہ زمین مین دفن کیا۔ غرض ان بیچارون کو جنگل مین بھی بسنے نہ دیا پھر برن مین شکار کھیلنے کے لئے بادشاہ آیا۔ اور سارے صوبہ برن کو بے چراغ کیا۔ ہزارون ہندوؤن کے سر کٹوا لئے اور قلعہ برن کے کنگرون پر لٹکوائے۔

بنگالہ کی بغاوت

انہین دنون مین ایک ہنگامہ بنگالہ مین برپا ہوا۔ بہرام خان حاکم سنارگانو نے انتقال کیا۔ سنہ ۷۴۰ھ ۱۳۳۹ع مین ملک فخر الدین نے جس کو فخرہ کہتے تھے اس نے اور اس کے لشکر نے بغاوت اختیار کی اور لکھنوتی کے حاکم قدر خان کو قتل کیا۔ اس کے زن و بچے کے ٹکڑے اڑائے خزانہ لکھنوتی پر قبضہ کیا۔ غرض سنارگانو اور چٹگانو اور لکھنوتی پر فخرہ کا ایسا قبضہ ہو گیا کہ بادشاہ یہ ملک اس سے پھر الٹا نہ لے سکا۔
چھوڑ دیا جاتا ہے تو ہاتھی اسکو زمین پر چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے اور لاش کی کھال اتاری جاتی ہے مین نے ان مجرمون کی لاشون کو کتون کو کھاتے دیکھا ہے۔ سلطان ملک تلنگ مین پہونچا اور معبر مین شریف جلال الدین کے قتل کا ارادہ کیا تو وہ شہر بدرکوٹ مین جو ملک تلنگ کا دار السلطنت تھا مقیم ہوا۔ جو معبر سے تین مہینے کی راہ پر تھا۔ یہان اس کے لشکر مین وبا پھیلی جس سے سلطان کے بہت غلام اور بڑے بڑے امیر مثل ملک دولت شاہ کے جسکو سلطان چچا کہتا تھا اور امیر عبداللہ ہروی کے مر گئے اور بادشاہ دولت آباد مین آگیا۔ اس سفر مین بادشاہ بیمار ہو گیا اور اس کے مرنے کی شہرت ہو گئی۔ امیر ہوشنگ نے جب یہ افواہ سنی تو راجہ بورا بھرہ پاس جو کانگن کا راجہ تھا [illegible] رہتا تھا چلا گیا۔

بادشاہی عمال اور امیرونکو مار ڈالا اور ساری حکومت اپنے اختیار مین کر لی۔ بادشاہ یہ خبر سنکر دلی گیا اور وہان سے لشکر مرتب کرکے دیوگڈھ کو روانہ ہوا تاکہ وہان سے اس بغاوت کا تدارک کرے دو چار ہی منزل چلا تھا کہ غلہ کی گرانی شروع ہوئی اور قحط کی صورت نظر آئی۔ راہین سب ہندون کی رہزنی نے مسدود کر دین۔ غرض جب بادشاہ دیوگڈھ مین آیا۔ تو ملک مرہٹہ پر ابواب و محصول سخت جاری کیا

اور اُنکا ازالہ سختی سے شروع کیا احمد ایاز کو اپنا نائب مقرر کرکے دلی بہیجا اور خود ملک تلنگ کو روانہ ہوا جیسا یہ نائب دلی مین آیا۔ تو وہان لاہور مین فساد برپا تہا اس لئے اس فساد کو رفع دفع کر دیا اور سلطان خود ورنگل پر پہونچا تو وبا شروع ہوئی اور بڑے بڑے آدمی اس وبا سے مر گئے بادشاہ اس مرض وبائی مین مبتلا ہوا۔ ناچار ملک نائب و عماد الملک نائب وزیر کو ملک تلنگ کا کام سپرد کیا اور خود حالت مرض ہی مین دیوگڈہ مین آیا۔ رستہ مین یہ اتفاق ہوا کہ جب موضع بیر مین پہونچا تو ایک دانت اپنا نکلوایا اور بڑی دہوم دہام سے اُسکو دفن کرایا اور ایک گنبد بڑا تکلف اُس پر بنوایا وہ ابتک موجود ہے اور گنبد دندان محمد تغلق مشہور ہے۔ جب بادشاہ پٹن مین پہنچا تو چند روز ٹہیر کر اپنا علاج کرایا۔ شہاب سلطان کو لقب نصرت خان کا دیا اور ملک بیدر اُس کے سپرد ہوا اور ایک لاکھ ٹنکہ اس ملک کی آمدنی کا اُس سے ٹہیرا لیا۔ ادہر دیوگڈہ سے بادشاہ مریض ہی دلی کو روانہ ہوا ادہر دلی کے آدمی جو دیوگڈہ مین آباد ہوگئے تہے اُنکو پہر اپنے وطن مین آباد ہونے کی اجازت دی مگر جنکو دیوگڈہ پسند آگیا تہا وہ وہین رہے۔ باقی اپنے گہر آئے دیوگڈہ سے چلکر بادشاہ دہار مین آیا۔ مرض کے سبب سے کچہہ دنون یہان اقامت کی۔ پہر مالوہ مین ہوتا ہوا دلی کی طرف چلا۔ سارے قصبے اور قریے اور دہات راہ کے سنسان ویران پڑے تہے۔ ڈاک چوکیون کے سب پایک بہاگ گئے تہے۔ غرض بادشاہ دہلی مین پہونچا۔ اور اُسکو دیکہا کہ کیا شہر تہا یا ایک جنگل ہے جس مین جنگلی جانورون کے سوا کوئی آباد نہین۔ قحط نے اور آفت اُٹہا رکہی ہے ایک سیر غلہ سترہ درم کو بکتا تہا حضرت گندم بہی آدم سے کم قیمت نہ تہے اور چاول سونے کے مول بکتا۔ زمین کہین سبز نظر نہین آتی ہر چند بادشاہ نے زراعت کے آباد کرنے کی طرف کوشش کی اور خزانہ شاہی سے تقاوی دی مگر رعیت کی ہمت ایسی پست اور ضعیف ہوگئی تہی کہ کچہہ کام نہین چلا۔ تقاوی کا روپیہ کہانے پینے مین صرف کیا۔ بارش کی کمی نے اور خون خشک کیا۔ اناج کی گرانی نے آدمیون گہوڑون اور مویشی کا کام تمام کر دیا اور یہ خرابیان ہو رہی تہین بادشاہ بہت جلد تندرست ہوگیا۔

شاہو افغان کی بغاوت

بادشاہ زراعت کی اصلاح کر رہا تہا کہ خبر آئی کہ شاہو افغان باغی ہوگیا اُس نے ایک گروہ افغانونکا

جمع کیا۔ اور ملتان کو آنکر لے لیا۔ اور بہزاد نائب کو مار ڈالا۔ ملک قوام الدین صوبہ ملتان بہاگ کر بادشاہ پاس آیا۔ اسپر بادشاہ اپنا لشکر آراستہ پیراستہ کرکے خود ملتان کی طرف روانہ ہوا دو چار منزل ہی چلا تہا کہ ماں کی سنا نونی آئی۔ اس سے اُسکو بہت رنج و ملال ہوا۔ اس پاک دامن عورت کا نام مخدومہ جہان تہا۔ اور اُس کے سبب سے ہی سیکڑون گہر آباد تہے۔ اور ہزارون آدمیون کی آرام اور راحت سے اوقات بسر ہوتی تہی۔ وہ دولت آباد مین لوگون کے ساتھہ بہت سلوک کرتی تہی۔ بادشاہ اپنی ماں کا نہایت تابعدار تہا۔ جب ملتان تہوڑی منزل باقی رہا تو شاہو افغان کی عرضداشت آئی۔ اُس مین لکہا تہا کہ مین نے بغاوت سے ہاتھہ اُٹہایا اور غاشیہ اطاعت سر پر رکہا اور جو کچھہ کیا اُس سے پشیمان اور نادم ہوا اب آیندہ توبہ کرتا ہون کہ پہر ایسی حرکت نہ کرونگا۔ اور اپنے افغانون کو لیکر افغانستان چلا گیا اور بادشاہ دلی مین چلا آیا۔ اور زراعت کی تدبیر مین مصروف ہوا۔

بادشاہ کا سنام اور سامانہ کے متمردون کا سزا دینا

سنام اور سامانہ کے متمردون کے سزا کے واسطے بادشاہ کو وہان جانا پڑا۔ یہان مینا اور چوہان منڈاہر وغیرہ سرکشون نے منڈل یعنی گڈہیان بنالی تہین اور خراج کی کوڑی بادشاہ پاس نہین بہیجی تہی۔ اور راستے لوٹتے تہے۔ غرض سارے ملک مین ایک اندہیر مچا رکہی تہی۔ بادشاہ خود وہان گیا اور سب گڈہیان توڑ تاڑ کر برابر کین اور اُنکی جمعیت کو پریشان او متفرق کردیا اور سرغنون کو گرفتار کرکے دلی لے آیا۔ اُن مین سے بعض کو مسلمان بنایا بعض کا سر اڑایا بعض کو امیرون اور سردارون کے حوالہ کیا۔ اور اپنے بال بچون سمیت دلی مین رہنے لگے اور اپنی قدیمی زمینون اور مسکنون سے جدا ہو گئے۔ غرض یہ شر و فساد رفع ہوا اور امن و امان ہو گیا۔

گہکرون کی بغاوت

۷۴۳ھ مین گہکرون کے سردار تلک چند نے علم مخالفت بلند کیا لاہور کے حاکم تاتار خان کو مار ڈالا بادشاہ نے خواجہ جہان کو سرکشون کی سرکوبی کے لئے بہیجا اُسنے گہکرون کو خوب ٹہیک بنایا۔

خلیفہ مصر کا خلعت

اب دلی کے بادشاہ کے دل مین بیٹہے بیٹہے یہ ترنگ آئی کہ بغیر اجازت خلیفہ عباسی کے سلطنت کرنی

کسی کو جائز نہیں ہے۔ اب اس اجازت کے فکر میں ہوا اور مسافروں سے اُسکو دریافت ہوا کہ حکام مصر کسی مصلحت کے سبب سے خاندان عباسیہ میں سے کسیکو خلیفہ بنا رکھا ہے۔ غرض بادشاہ نے غائبانہ اس خلیفہ سے بیعت کی اور سکہ میں اپنے نام کے بجائے خلیفہ کا نام کندہ کرایا اور شہر میں جمعہ و عیدین کی نماز کو موقوف کرایا۔ اور تین مہینہ میں ایک عرضی لکھکر تیار کی اور خلیفہ پاس ایلچی کے ہاتھ دہ بھجوائی
سنہ ۷۴۴ھ / ۱۳۴۳ء میں بادشاہی ایلچی کے ساتھ حاجی سعید صرصری منشور حکومت اور خلعت خلافت لایا۔ بادشاہ نے مع امرا اسکے چہ سات کوس تک اُسکا استقبال کیا۔ منشور خلیفہ کو سر پر رکھا اور حاجی سعید کو قدمون بوسہ دیا اور چند قدم اُسکی جلو میں چلا۔ اور شہر میں قبہ بندی ہوئی اور زر نثار کیا گیا۔ جمعہ و عیدین کی نماز کا حکم دیا۔ اور خطبہ میں سے اُن بادشاہون کا نام نکلوا دیا جنہوں نے خلیفہ کے حکم بغیر سلطنت کی تھی یہانتک کہ اپنے باپ کا نام بھی۔ خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ حاجی سعید کو بہت عمدہ جواہر اور اپنی عرضی خلیفہ کے نام دیکر رخصت کیا۔ بادشاہ کی اس تعظیم و تکریم میں بھی وہ مبالغہ ہوا۔ کہ بادشاہ کی یہ حرکت بھی مجنونانہ معلوم ہوئی۔ قصاید بدر چاچ میں بہت سے قصیدے اور اشعار اُس خلعت کے جو ہر سال آتا تھا اور اُسکی تعظیم و تکریم کے باب میں لکھے ہیں۔ اس شاعر کا نام اصل بدر الدین ہے وہ چاچ تاشقند میں ہے۔ یہ اس بادشاہ کے عہد میں ہندوستان کے اندر آیا تھا۔ جب بادشاہ کو خلعت خلیفہ کی طرف سے آتا تھا۔ ایک قصیدہ اُسکی تہنیت میں وہ لکھتا تھا۔ ان قصاید سے خوب معلوم ہوتا ہے کہ خلعت کے آنے پر کیا کیا ہوتا تھا۔ چند اشعار لکھتے ہیں۔ ؎

جبرئیل از طاق گردون بشر و گوہان رسید — کز خلیفہ سوئے سلطان خلعت و فرمان رسید
ہمچنان کز بارگاہ کبریائے لایزال — از پئے عز محمد آیت قرآن رسید

کرناٹک کی بغاوت

انہیں دنوں میں کشنا نائک پسر لدر دیو کہ ورنگل کے نواحی میں پڑا تھا جریدہ بلال دیو راجہ کرناٹک کے پاس آیا اور کہا کہ تلنگ اور کرناٹک دونوں میں مسلمان گھس آئے ہیں اور اُنکا ارادہ ہے کہ ہم تم دونوں کو نیست و نابود کریں۔ اس باب میں مشورہ اور فکر کرنا چاہیے۔ بلال دیو نے سب اعیان مملکت کو بلا کر مشورہ پوچھا۔ یہ قرار پایا کہ بلال دیو اپنے ملک کو چھوڑ کر سپاہ اسلام کی راہ میں اپنا پایہ

مقرر کرنے اور بیدر اور دوار سمدار اور کنپلہ کو مسلمانون کے تصرف سے نکال لے اور کرشنا نائک نے ورنگل کو مسلمانون کے قبضہ سے نکال لے یہ وقت بڑی فرصت کا ہے ایسا پھر نہین ملیگا چنانچہ بلال دیو نے ایک شہر اپنے بیٹے بیجن راے کے نام سے آباد کیا اور اُس کا نام بیجن نگر رکہا مگر پھر وہ بیجا پور مشہور ہوگیا اور یہ شہر پہاڑون کے اندر گویا سپاہ اسلام کی راہ روکنے کیواسطے بنا اور کرشنا نائک نے بہت سی سپاہ بلال دیو سے لیکر ورنگل کو مسلمانون سے چہین لیا۔ یہان کا حاکم ملک مقبول نائب وزیر بادشاہ پاس دلی بہاگا گیا غرض تلنگانہ اور کرناٹک کے راجاؤن نے باہم اتفاق کرکے ۷۴۴ھ میں دوبارہ آزادی حاصل کرلی اور کرناٹک کے راجہ بلال دیو نے ایک ایسے شہر کی بنیاد ڈالی جن کے راجہ بعد بلال بن کے ختم ہونے کے بہی سولہوین صدی تک مسلمانون سے لڑتے رہے خلاصہ یہ ہے کہ اسوقت سوا گجرات اور دیوگڈہ کے کہین امن نتہا۔ رعایا کا دل بادشاہ سے بالکل منحرف ہوگیا تہا۔ اور بادشاہ اپنی سیاست کے کامون سے باز نہ آتا تہا جسقدر یہ سیاست بڑہتی گئی اُسی قدر بادشاہ سے رعایا بگڑتی گئی ــ

بادشاہ کا سرگ دواری مین رہنا

دلی مین بادشاہ نے دیکہا کہ جبتک خلق پر خدا کی رحمت نازل نہ ہوگی روز بروز رحمت زیادہ ہوتی جائیگی اور میری تدبیر کوئی کام نہ کریگی اس لئے اُسنے حکم دیدیا کہ شہر کے دروازہ کہول دیئے جائین اور شہر مین جو باشندے بجبر روکے گئے اُنکو آزادی دیجائے کہ جہان چاہین چلے جائین جب رعایا اس پنجرے سے رہا ہوئی تو افتان وخیزان بنگالہ کیطرف روان ہوئی اور بادشاہ خود بہی پٹیالی اور کنپلہ (ضلع فرخ آباد مین یہ قصبے ہین) سے ہوتا ہوا قصبہ کہور کے پاس برلب دریائے گنگ خیمہ زن ہوا اور تہوڑے دنون یہان ٹہیرا اور آدمیون کو حکم دیدیا کہ جہونپڑے چہپر کے مزروعہ زمین کے قریب ڈال لین اس مقام کا نام سرگ دواری (یعنی جنت کا دروازہ رکہا) اب یہان کڑہ اور اودہ سے غلہ آنے لگا اور دلی کی نسبت ارزان بکنے لگا۔ اسوقت ملک اودہ اور ظفر آباد مین عین الملک صوبہ دار رہتا تہا اُسنے اور اُسکے بہائیون نے یہانتک طرح سے امن امان کر رکہا تہا نقد جنس و غلہ و کپڑے سے بادشاہ کیخدمت تو بیاسوقت کر رہا تہا۔ اس سبب سے بادشاہ کے دل مین اُسکی جگہ ہوگئی تہی اور اعتبار بڑہ گیا تہا

اور اُس کی لیاقت کا یقین ہوگیا تھا۔

بغاوتیں

اس عرصہ میں کہ بادشاہ سرگ دواری میں تھا چار بغاوتیں پے در پے واقع ہوئیں۔ اوّل کڑہ میں نظام پائین نے فتنہ کھڑا کیا۔ یہ ایک شخص بھنگڑا دریا وہ گو اور بہرزہ کار تھا اپنے عہدہ کا انصرام نہ کرسکا ۵۴ہجری میں بغاوت اختیار کی اور سر پر تاج لگایا اور سلطان علاء الدین اپنا لقب کہا پہلے اس کے کہ بادشاہ کا حکم اس معاملہ میں پہونچے عین الملک اور اسکے بھائی لشکر لیکر چڑھ گئے اور اُس کو قید کرلیا اور سر اوسکا بادشاہ پاس بھیجدیا اور جو اور شریک اس بغاوت میں تھے اُن کو سزا دی دوسری بغاوت اُسی سال میں دکن کے اندر یہ ہوئی کہ شہاب سلطان جسکو نصرت خان کا خطاب دیکر بیدر میں صوبہ بناکر بادشاہ نے بھیجا تھا اور ایک لاکھ ٹنکہ خراج کا ٹھیرا تھا۔ اپنے عہدہ کا انصرام نہ کرسکا اور ہزاروں روپیہ غبن کرگیا۔ علانیہ بادشاہ سے برگشتہ ہوگیا۔ قتلغ خان کے نام حکم شاہی نازل ہوا کہ دیوگدھ سے جاکر اس بغاوت کا علاج کرے اور دہلی سے اور امیر بھی اُس کی کمک کو بھیجے گئے قتلغ خان نے جاکر حصار بیدر کا محاصرہ کیا اور قول قرار کرکے نصرت خان کو حصار سے باہر لایا اور بادشاہ پاس بھیجدیا۔ تیسری بغاوت اسی مہینہ میں یہ ہوئی کہ علی شاہ نے کہ امیران صدہ سے تھا اور ظفر خان کا بھانجا تھا۔ دولت آباد سے گلبرگہ میں محصول سلطانی کی تحصیل کیواسطے گیا جب اُس نے دیکھا کہ یہ ملک عمال و فوج سے خالی ہے تو سب اپنے بھائیوں کو کہ منجملہ اُنکے حسن کانگوئی بھی تھا جمع کیا اور ۷۴۲ھ ۱۳۴۱ع میں گلبرگہ کے صوبہ دار کو مار ڈالا اور غدر مچا دیا۔ اور لوٹتا مارتا بیدر میں آپہونچا۔ وہاں بھی نائب کو مار ڈالا اور سارے ملک کو دابیٹھا۔ اسپر بادشاہ نے مالوہ کے لشکر کو بھی قتلغ خان کی امداد کیواسطے متعین کیا۔ جب قتلغ خان حوالی بیدر میں پہنچا تو علی شاہ نے پہلے آپ ہی لڑائی شروع کی۔ مگر شکست کھائی اور حصار بیدر میں پناہ لی۔ مگر قتلغ خان نے اُسے اور اسکے بھائیوں کو قول قرار کرکے اس حصار سے نکالا۔ اور سرگ دواری میں بادشاہ پاس لایا۔ بادشاہ نے علی شاہ اور اُسکے بھائیوں کو ہندوستان سے نکال کر غزنین بھیجدیا۔ مگر کمبخت اجل گرفتہ بے حکم بادشاہی کے غزنین سے چلے آئے اور بادشاہ کی سیاست میں گرفتار ہوئے۔ اب چوتھی بغاوت یہ تھی کہ عین الملک کی خدمات بادشاہ کو

پسند تہین اور اُسپر بہت کچہہ عنایت تہی قتلغ خان کے اہلکارون کی برایُکا تین بادشاہ سنتا تہا اور جانتا تہا کہ انکی رشوت ستانی و خودغرضی سے دولت آباد کی آمدنی کم ہو گئی ہے اس لیے اُس کا ارادہ ہوا کہ عین الملک کو مع اُس کے متعلقین کے دولت آباد بہیجدے اور قتلغ خان کو یہان بلالے اس پر عین الملک کو طرح طرح کے وہم پیدا ہوئے اور اُسکو یہ اندیشہ دامنگیر ہوا کہ بادشاہ اپنے اوستاد قتلغ خان کو جس نے تمام دکن کا انتظام کر رکہا ہے یہان کیون بلاتا ہے اور مجہے وہان کیون بہیجتا ہے۔ اسمین ضرور یہ بات ہے کہ مجہے بادشاہ یہان سے یون اکہیڑ کر ضایع کرائیگا اور یہ اتفاق کی بات ہے کہ انہین دنون بعض محرر کہ خیانت سے جرم مین ماخوذ ہوئے اور اُنپر قتل کا حکم صادر ہوا تہا وہ دلی سے بہاگ یہان عین الملک کے سایۂ حمایت مین پرورش پانے لگے یہ بات بادشاہ کو شاق گذری اور وہ کچہہ دنون ضبط کیے ہوئے بیٹہا رہا لیکن ایکدن عین الملک کے پاس حکم بہیجا کہ جو دلی کے آدمی خوف سے بہاگ کر تمہارے پاس چلے آئے ہین اُنکو باندہ کر میرے پاس سرگ دواری مین بہیجدو۔ غرض اس حکم سے اور خطرہ عین الملک کو پیدا ہوا اور اب اُسکو کوئی چارہ سوائے اسکے نہ سوجہا کہ بادشاہ سے بغاوت اختیار کرے یہ ارادہ تہا کہ بادشاہ نے بظاہر حکم حاصل کیا کہ اُسکے بہائی لشکر سمیت سرگ دواری مین آئین ابہی یہ لشکر آنے نہ پایا تہا کہ عین الملک آدہی رات کو چہپ چہپا کر بہاگا اور اپنے بہائیونکے لشکر مین جا ملا۔ اور اُسکے بہائی تین چار ہزار سوارون کے ہمراہ قریب سرگ دواری کے اُترے اور بادشاہ کے تمام ہاتہی گہوڑے جو جنگل مین چر رہے تہے اُنکو پکڑ کر اپنے لشکر مین لیگئے۔ اس بغاوت اور فتنہ کو دیکہکر بادشاہ سراسیمہ ہوا اور سمانہ اور امروہہ اور برن اور کوئل سے لشکر کو بلایا۔ اور احمد آباد سے بہی لشکر آپہونچا۔ غرض چند روز تو بادشاہ نے توقف کیا۔ پہر قنوج کیطرف روانہ ہوا اور وہان اُس کی نواح مین خیمہ جمائے جس بادشاہ نے بلیں مغلون کا مُنہ پہیر دیا ہو۔ اُس کے سامنے عین الملک جیسے ناتجربہ کارون کی کیا اصل تہی باغیون نے دریاء گنگا سے بانگرمئو کے قریب دریا سے عبور کیا اور اس توقع مین تہے کہ بادشاہ سے لشکر ناراض ہے وہ ضرور ہم سے آنکر ملے گا۔ غرض جسوقت اس بادشاہ نے غضب مین آکر ایک حملہ کیا سب کے ہاتہہ پیر چہوٹ گئے تہوڑی دیر مین بہاگ گئے سیکڑون قتل ہوئے ہزارون دریا مین ڈوب گئے جو دریا سے پار ہوئے اُن کے ہتہیار اور گہوڑے

اورون سے چہین لیئے - عین الملک زندہ گرفتار ہوا - مگر بادشاہ نے یہ کہا کہ اُس کی ذات مین کوئی شرارت نہ تہی یہ فقط لوگون کے بہکانے سکہانے مین آگیا تہا - اُسکو خلعت دیکر مناصب جلیلہ پر سرافراز کیا - جب یہ بغاوت بالکل ہٹ گئی تو بادشاہ بہرائچ مین گیا یہان سلطان محمود کے سپہ سالار مسعود شہید کی قبر تہی اور ان دنون مین وہ ایک زیارتگاہ سمجہی جاتی تہی یہہ سنہ ۵۵۷ھ مین شہید ہوا تہا بادشاہ نے اُس کی زیارت کی اور مجاورون کو کچہہ روپیہ دیا اور خواجہ جہان کو آگے بہیجا کہ جو کچہہ سپاہ عین الملک کی بچی کہچی ہو اُسکو بہی نہ چہوڑے اور جو لوگ مختلط یا بادشاہ کے خوف سے اودہ اور ظفرآباد مین آ بسے ہین اُنکو پہر وطن کو روانہ کرے اور خود دہلی مین آیا اور خواجہ جہان بہی ان سب باتون کا انتظام کرکے دہلی مین چلا آیا ان دنون حاجی رجب و شیخ الشیوخ مصری بادشاہ پاس آئے اور خلعت و منشور خلیفہ کا ساتہہ لائے جس کی تعظیم و تکریم نہایت مبالغہ کے ساتہہ کی گئی - اسی خلعت کی تاریخ بدر چاچ نے یہ لکہی ہے کہ ؎

	ہم تبارک تخت کہ ماہ از ہفتصد شد فزون		زین سفر ماہ محرم سابق شعبان رسید

سنات سو پر ماہ کے عدد یعنی ۴۶ زیادہ کرو تو سنہ ۷۴۶ھ ہوتے ہین اور ماہ شعبان سے پہلے رجب آتا ہے سو حاجی رجب اس خلعت کو لائے تہے - بادشاہ قرآن شریف و کتاب مشارق و حدیث کو منشور خلیفہ کے ساتہہ اپنے آگے ہمیشہ رکہتا اور خلیفہ کے نام سے لوگون کو مرید کرتا اور جو حکم بادشاہ صادر کرتا وہ خلیفہ سے منسوب ہوتا اور وہ کہتا کہ امیر المومنین نے یہ حکم دیا ہے کچہہ دنون بعد شیخ الشیوخ مصری کو بہت انعام و اکرام دیکر رخصت کیا اور خلیفہ کی خدمت مین بہت مال اور جواہر بہیجے - اور مخدوم زادہ بغدادی بہی ان دنون مین یہان آئے وہ بظاہر خاندان عباسیہ سے معلوم ہوتے تہے - پالم تک بادشاہ اُن کے استقبال کو گیا اور دو لاکہہ ٹنکہ دیکر پرگنہ و کوشک سیری اور داخل حصار کی زمین کے محصول اور باغات اُن کو دیئے - جس وقت مخدوم زادہ بادشاہ کی ملاقات کو آتا تو سلطان تخت سے اُترتا اور چند قدم استقبال کرتا اور تخت پر اپنے پہلو مین بٹہاتا اور با ادب تمام پیش آتا - ایسے خلیفہ امیر المومنین کا جنون ایسا اسکے سر پر سوار ہوا کہ کوئی کام نہ کرتا امیر المومنین کا نام نہ لیتا [illegible] لڑکے نہ کہتے سکے مین کہ [illegible]

مین اس نام کا ورد تھا۔

دہلی مین بادشاہ کا رہنا اور اُس کے اشغال

اب تین چار برس تک دہلی مین اِن اشغال مین بادشاہ مصروف رہا۔ اوّل شغل زراعت کی ترقی کرنے کا اور عمارتون کے تعمیر کرنے کا زراعت کیواسطے اُس نے بہت کچھ سوچ بچار کیا اور جو اسلوب اُس نے اختراع کئے اور وہ رعایا کے نزدیک محالات سے نہ ہوتے تو ضرور کچھ نتیجہ ہوتا۔ اُس نے چاہا کہ تیس تیس کوس مربعون کے حلقون مین زمین تقسیم ہو اور خزانہ شاہی سے اُسکا تردد ہو۔ زمین غیر مزروعہ مزروعہ ہو اور مزروعہ زمین کی زراعت کی اور ترقی ہو مگر یہ روپیہ جن اہلکارون کے سپرد ہوا وہ کم بخت ایسے طامع و حریص تھے اور فاقون سے مارے بہوکے بیٹھے تھے کہ اُنہون نے اس روپیہ کو خود اُڑایا۔ اور تردد زمین کیواسطے خاک نہ دیا اور جو کچھ روپیہ صرف ہوا اُسکا سوان حصہ کیا ہزاروان حصہ بھی وصول نہوا۔ دو سال مین سات لاکھ ٹنکہ خزانہ کا خرچ ہو گیا۔ اگر بادشاہ ٹھٹھہ کی مہم سے زندہ پھرتا تو اِن اہلکارون سے خوب حساب سمجھتا اور ایک کو زندہ نہ چھوڑتا دوسرا شغل یہ تھا کہ مغلون پر عنایت بیغایت کرتا اور عطیہائے عظمےٰ عطا کرتا۔ جاڑے کے موسم مین تمن کے تمن مغلون کے بادشاہ کی خدمتمین آتے اور خلعت اور گھوڑے اور لاکھون روپئے انعام پاتے تیسرا شغل یہ تھا کہ لشکر کو آراستہ کرے اور محصول و آمدنی ملک کو بڑھائے۔ چوتھا شغل تھا کہ سیاست کو ایسا بڑھایا کہ سارا ملک ستیاناس ملا دیا اور تمام خلق کا دل اُس سے پھر گیا۔ ملک کے ملک اُسکے قبضہ سے نکلگئے۔ پانچوان شغل اُن سالون کے آخر مین تھا کہ مرہٹون کے ملکون اور دیوگڈھ کا خوب بندوبست کرکے اُسلئے مرہٹون کے ملکونکو چار شقون یعنی ۴ ضلعون پر تقسیم کیا اور ہر ضلع مین جُدا جُدا حاکم مقرر کئے اور اُنکو حکم دیا کہ بادشاہ سے جو مخالف الرائے ہو وہ زندہ رہے۔ آخر سال مین قتلغ خان کو معہ اہل و عیال دہلی مین بلا لیا اور عزیز حمار خبیث احمق کو دہار مین بھیجا۔ اور تمام مالوہ اُسکے سپرد کیا۔ قتلغ خان کے بلا لینے سے دیوگڈھ والون کی بڑی دلشکنی ہوئی۔ وہ اُس کو بادشاہی سیاست کے لئے سپر جانتے تھے اور اُس سے نہایت مانوس تھے۔ اور بڑے چین اور آرام سے رہتے تھے اُس کے چلے آنے سے اُنکا دل ٹوٹ گیا اور ہاتھ پیر چھوٹ گئے اور اجل کے فرشتے دکھائی دینے لگے غرض اسکا نتیجہ یہ تھا کہ ہندو مسلمان دونو بادشاہ سے دونون بگڑ گئے اور بعض نے علی الاعلان بغاوت اختیار کی۔ قتلغ خان کی

جگہ اُس کا بہائی مولوی نظام الدین بہڑونچ سے دیوگڈھ مین بہیجا گیا۔ مگر یہ مولانا سیدھے سادے آدمی تہے ملک کے انتظام کا تجربہ نرکہتے تہے جو روپیہ کہ دیوگڈھ مین جمع تہا اُس کو بہی راہون کا بند و بست کر کے دلی نہ بہیج سکے۔

ملک عزیز حمار کا دہار اور مالوہ جانا اور بغاوتون کا ہونا

جب ملک عزیز جیسا کمینہ اور رذیل دہار مین بہیجا گیا اور مالک مالوہ اُسکو تفویض ہوا تو اس کمبخت کو بادشاہ نے یہ صلاح دی کہ جسقدر دہار مین بغاوتین اور شورشین اور فتنے فساد کہڑے ہوتے ہین اُسکی اصل بانی مبانی امیرصدگان ہوتے ہین (امیرصدگان مغلونمین اس امیر کو کہتے ہین جس کے زیر حکم سو آدمی ہون) پس جنکو تو شریر اور فتنہ انگیز دیکہے اُن کے دفع کرنے مین کوشش کیجیو۔ عزیز جب دہار مین آیا تو اُس نے مشیر کار بہی اپنے تمام رذیل اور ذلیل بہرے۔ اس کم اصل نے کیا کام کیا کہ اکثر اُنسی امیرصدگان کو دعوت مین بلا کر علے الاعلان لعنت ملامت کرنی شروع کی کہ تم ہی ساری فتنہ پردازیون کے سبب اور موجب ہو اور کہہ سنکر اُن کی گردن اپنے دروازہ کے آگے اُڑا دی جب یہ خبر اور امیرصدگان کے کانون تک پہونچی آگ بگولا ہوگئے اور سمجہ گئے کہ ہمارا امیرصدگان ہونا ہی باغی ہونا ہے۔ تو بالاتفاق سب نے علم بغاوت بلند کیا۔ بادشاہ کو جب عزیز کی اس حرکت کی خبر ہوئی تو اُس کو خلعت مرحمت کیا اور بہت خوش ہوا۔ ضیاء الدین برنی مصنف تاریخ فیروزشاہی جو سترہ برس تین مہینے سے بادشاہ کی ملازمت مین رہتے تہے اس بات پر نہایت تعجب کرتے ہین کہ مین نے بادشاہ کو ہمیشہ رذیل اور ذلیل اور بدنسل اور کم اصل کمینون سے نفرت کرتے ہوئے دیکہا تہا اور ہمیشہ اُنکی بُرائی مُنہ سے اُس کے سنتے تہے۔ مگر اب معلوم نہین کہ کیا ہو گیا تہا کہ اُس نے تمام کنجڑے جولاہے اور ایسے ہی کمینے معزز عہدون پر ممتاز کر رکہے تہے یہ حرکت بہی منجملہ اُس کی عجیب حرکتون کے ہے۔ سوا اس کے بادشاہ شریرون کا بڑا دشمن تہا اور اُنکو ہلاک کرتا تہا مگر تعجب ہے کہ اُس نے اپنے پاس نہایت اشرار الناس جمع کر رکہے تہے۔

گجرات اور دکہن کی بغاوتین

انہین دنون مین کہ یہہ واقعہ وقوع مین آیا مقبل نائب وزیر گجرات خزانہ اور بادشاہ کے خاصے کے

گھوڑے گجرات سے لیکر بڑودہ کی راہ سے بادشاہ پاس جاتا تھا کہ اثنا راہ مین بڑودہ کی امیران صدہ نے یہ سب خبر لینے اور گھوڑے چھین لئے اور جو تاجر اُسکے ہمراہ تھے اُنکا اسباب بھی لوٹ لیا غرض یون لوٹ اٹھا کر ملک مقبل نہروالہ مین آیا۔ راستہ مین ساری جمعیت اُسکی پریشان ہو گئی امیران صدہ کو جو یہ دولت خرچ کرنے کے لئے اور گھوڑے سواری کیواسطے حاصل ہوئی تو انکو بڑی تقویت ہوئی اور بغاوت کی آگ بھڑکانے کا اسباب ہاتھ آیا انہون سپاہ کو جمع کر کے کھمبات پر چڑھ گئے اور بغاوت کا ایک شور و غل ساری گجرات مین مچا دیا اور سب رعایا کو بالا کر دیا اس خبر کے سننے سے بادشاہ بہت غضب مین آیا اور گجرات پر خود چڑھنے کا ارادہ کیا۔ ہرچند قتلغخان نے معرفت ضیاء الدین برنی کے یہ پیغام بھیجوایا کہ گجرات کی شورش دبانے کیواسطے میرا بھیجنا کافی ہوگا مگر اُس نے کچھ نہ سنا اور خود گجرات پر چڑھنے کا سامان کیا اور دلی کو ملک فیروز اپنے بھتیجے کو سپرد کیا اور خود سنہ ۷۴۷ھ ۱۳۴۷ع مین یہان سے روانہ ہوا پندرہ کوس چلکر سلطان پور مین مقیم تھا کہ لشکر سب جمع ہو جائے کہ اس اثنا مین عزیز حمار کا عریضہ آیا کہ مین امیران صدہ کے دفع کرنے کے لئے لشکر کو مرتب کر کے روانہ ہوا ہون۔ اسپر بادشاہ کو یہ خطرہ ہوا کہ یہ ناتجربہ کار حمار ضرور اس لڑائی مین مارا جائیگا چنانچہ یہ خطرہ آنکھون کے سامنے آیا کہ جسوقت عزیز باغیون کے سامنے آیا ہاتھ پیر اُس کے چھوٹ گئے اور گھوڑے سے نیچے گرا اور امیران صدہ کے ہاتھ سے بہت بُری گت سے مارا گیا۔ اب بادشاہ سلطان پور سے بھی روانہ ہوا راہ مین بلا کر ضیاء الدین برنی سے کہنے لگا کہ لوگ یہ سمجھتے ہین کہ میری اس سیاست سے یہ سب فتنے برپا ہوتے ہین تو بتا کہ سلف مین جو سیاست کی کتنی قسمین لکھی ہین تو انہون نے عرض کیا کہ تاریخ کسریٰ مین یہ سات سیاستین لکھی ہوئی ہین۔ اول جو شخص دین حق سے پھر جائے اُسکی سیاست لازم ہے۔ دوم عمداً خون ناحق کرے۔ سوم مرد زن دار یا زن شوہردار زنا کرے۔ چہارم جو سلطان کے ساتھ غدر کا اندیشہ کرے۔ پنجم اہل فتنہ کا سرغنہ بنے اور فتنہ برپا کرے۔ ششم رعایا مین سے جو اہل بغاوت کی اعانت پہنچے یا ہتھیار ان سے کرے۔ ہفتم بادشاہ کے حکم کو ذلیل جانے اور باوجود طاعت نہ کرے۔ پھر اُس سے پوچھا کہ ان سات سیاستون مین [illegible] [illegible]

بادشاہ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے زمانے کے لوگ بھولے بھالے سیدھے سادھے سچے ہوتے تھے اُن کے واسطے یہ سیاستیں کافی تھین مگر اب کے زمانے مین ایسے شریر مفسد اور مفتری لوگ ہین کہ اُن کے واسطے اِن میری سیاستون کا ہونا واجب ہے۔ اب خدا سے یہ دعا ہے کہ یا مجھے اس دُنیا سے اُٹھا لے یا رعایا کے دلون کو فتنہ و شر سے خالی کر دے۔ میرے پاس کوئی وزیر ایسا مدبر نہین کہ اپنی حسن تدبیر سے اس ملک کو سنبھال لے۔ اب بادشاہ گجرات کے متصل کوہ آبو پر پہونچا۔ اور وہان سے شیخ معزالدین کو باغیون کی سرکوبی کے واسطے بھیجا دیوی کے نواح مین لڑائی ہوئی اور باغیون کو ہزیمت ہوئی اور سب پراگندہ اور منتشر ہوگئے۔ ملک قبول اور عمادالملک وزیر ممالک بھڑوچ کے امیران صدہ کے ہمراہ باغیون کے تعاقب مین روانہ کیا۔ عمادالملک نے دریائے نربدا تک باغیون کو بھگا دیا۔ اور جو امیر صدہ ہاتھ لگا اُسکو قتل کیا۔ اور اون کے بال بچون کو پکڑ لیا۔ غرض جو زندہ امیر صدہ بچے وہ مان دیو حاکم بگلانہ پاس بھاگ کر گئے اُس نے بادشاہ کے لحاظ سے اُنکو خراب خستہ کر دیا۔ نربدا کے کنارہ پر عمادالملک چندے مقیم رہا۔ اور بادشاہ کے حکم سے امیران صدہ کو قتل کرتا رہا اور جو باغیون مین سے تلوار سے بچ گئے تھے۔ اطراف مین آوارہ اور پریشان ہوگئے۔ اب بادشاہ بھڑوچ مین چند روز مقیم رہا اور تمام ملک گجرات اور کھنبایت اور بھڑوچ سے اپنی باقی کا روپیہ بجبر وصول کیا۔ اور فتنہ پردازون کو اپنے کیفر کردار کو پہونچاتا رہا۔ اس طرح فتنۂ خوابیدہ کو بیدار کرتا رہا۔ زین الدین رند کو جسکا خطاب مجدالدین تھا۔ اور پسر رکن الدین تھانیسری کو کہ چھٹا ہوا شریر تھا۔ دولت آباد مین اس غرض سے بھیجا کہ امیران صدہ مین سے اہل فساد کو گرفتار کر کے سزا دین۔ مگر پھر اُس نے حکم سے خود ہی وہ پشیمان ہوا۔ اور اُس نے یہ چاہا کہ امیران صدہ کو خود بلا کر اپنے سامنے سزا دے۔ چنانچہ ملک علی جامدار اور ملک احمد لاچین کے ہاتھ عالم الملک برادر قتلغ خان کے پاس اس مضمون کا فرمان بھیجا کہ جو امیران صدہ معروف اور مشہور ہون اُنکو حضور کے پاس بھیجدو اور اُن کے ہمراہ پندرہ سو سوار بھی کر دو۔ عالم الملک نے حسب الحکم شاہی بیجاپور اور گلبرگہ وغیرہ مقامات سے امیران صدہ کو جمع کر کے اِن دونون امیرون کے ہمراہ کیا اور پندرہ سو سوار ساتھ کئے اِن امیرون کو سیاست سلطانی کا نہایت خوف تھا انہین مشورہ کیا کہ بادشاہ کا بلانا ہمارا اس غرض کے لیے ہے

کہ وہ ہم کو مارے اس لئے کیا ضرور ہے کہ ہم گوسفندون کی طرح اس خونخوار قصاب بیرحم کے ہاتھ مین جائین اور ہاتھ پیر بند ہوا کر گلے پر چہری پہروائین بہتر ہے کہ اسلئے پہر چلین اور بغاوت اور مخالفت اختیار کرین اور ہاتھ پیر ہلا کر جان دین۔ غرض یہ صلاح و مشورہ کرکے کوچ کیوقت ملک احمد لاچین کو مار ڈالا بیچارا ملک علی جامدار جان بچا کر لیٹے پاؤن بہاگا اور دولت آباد مین ان امیران صدہ نے اپنا جہنڈا گاڑا اور عالم الملک کا محاصرہ کیا اور قلعہ کی سپاہ کو اونچ نیچ سمجہا سمجہو کر اپنا ساتہی کر لیا۔ عالم الملک کو جان سے نہ مارا مگر قیدخانہ مین ڈالدیا۔ باقی کسی عمال کو نہ چہوڑا اور پسر رکن الدین تہانیسری کو بہی قتل کیا۔ اور سارے ملک مرہٹہ کو اقطاع مین تقسیم کیا۔ اور ہر ایک اقطاع کے ساتہ ایک امیر صدہ نامزد ہوا۔ اور سب اطراف کے امیران صدہ جمع ہوگئے اور جو جو بادشاہ سے برگشتہ خاطر تہے ان سب کا دولت آباد گویا مرجع بنگیا۔ رعایا بہی انہین کی ساتہی ہوگئی۔ اسمعیل مخ برادر کل پال افغان بہی امیران صدہ مین سے تہا۔ اور نہایت مروت مزاج مین رکہتا تہا اور بڑا دانشمند بلند ہمت تہا اس کو اپنا بادشاہ بنایا۔ اور نصیر الدین اسکو خطاب دیا جب اس فتنۂ عظیم کی خبر بادشاہ کو بہروچ مین پہونچی۔ تو وہان سے کوچ پر کوچ کرتا ہوا دولت آباد مین آیا۔ امیران صدہ نے بہی لڑائی کیواسطے صفین باندہ کر استقبال کیا اور بڑی مردانگی اور جوانمردی سے لڑے مگر آخر کو شکست کہائی پہر آپسمین یہ صلاح ٹہیرائی۔ کہ اسمعیل مخ تو اسقدر آدمیونکو ہمراہ لیکر قلعہ دیوگڈہ مین چلا جائے کہ اسکی حفاظت کیواسطے کافی ہون اور باقی اور امیر اپنے اپنے اقطاع متعینہ پر چلے جائین اور اسی صلاح کیموافق عمل بہی کیا۔ اسمعیل مخ تو دیوگڈہ کے قلعہ مین چلا گیا وہان سب احتیاج بافراط موجود تہی اور اور امیر حسن مین سے ایک حسن کانگوئی بہی تہا اپنے اپنے اقطاع کو روانہ ہوئے بادشاہ نے تو اس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ ان باغیونکے پکڑنے کیلئے عماد الملک کو گلبرگہ بہیجا غرض بادشاہ تین مہینے سے قلعہ کی تسخیر کیواسطے لڑ ہی رہا تہا اور یہ کام ختم نہ ہوا تہا کہ گجرات مین فساد عظیم برپا ہوگیا ملک طغی نے آن امیران صدہ کو کہ کوہستان مین تہے شریک کر لیا۔ اور نہروالہ مین آنکر ملک مظفر کو کہ شیخ معز الدین حاکم گجرات کا نائب تہا مار ڈالا اور سب عمال شاہی کو قید کر لیا اور کہنبات کو غارت کیا اور قلعہ بہروچ کو گہیر لیا۔ اس خبر کو سنتے ہی بادشاہ خود گجرات کی طرف دوڑا۔ اور قلعہ دیوگڈہ محاصرہ کا کام اور امیرون کے تفویض کیا۔ جب بادشاہ گجرات کو چلا تو دکہنیون نے تعاقب

کیا اور خزانہ اور ہاتھی بادشاہ کے لشکر سے چھین لئے اور بہت سے آدمیونکا کشت و خون کیا آخر سلطان بھڑوچ مین پہونچا اور دریائے نربدا کے کنارہ پر مقیم ہوا تو بھڑوچ کہنبات مین طغی چلا گیا۔ بادشاہ نے ملک یوسف کو اسکے تعاقب مین بہیجا کہنبات کی حوالی مین لڑائی ہوئی جسمین لشکر شاہی کو شکست فاش ہوئی ملک یوسف کی جان گئی بہاگی ہوئی فوج بادشاہ پاس دوڑی آئی۔ اسپر بادشاہ چلا کر کہنبات پر بڑہا تو طغی وہان سے بہاگ اساول مین جسکو اب احمد آباد کہتے ہین چلا آیا۔ بادشاہ بھی اسکے پیچھے دوڑا گیا نہروالہ مین طغی بہاگ آیا۔ بادشاہ کو بارش کی کثرت کی سبب سے ایک مہینہ احمد آباد مین رہنا پڑا۔ اس عرصہ مین خبر آئی کہ طغی اپنی جمعیت درست کرکے بادشاہ سے لڑنے کیواسطے احمد آباد آتا ہے۔ بادشاہ بھی اسکی طرف روانہ ہوا۔ دونون مین لڑائی ہوئی اور طغی باغی شکست کہا کر بہاگا اور فرصت پاکر ملک سندہ مین ٹھٹھہ مین چلا گیا۔ اب بادشاہ گجرات مین آیا اور نہروالہ مین رہا اور خوب انتظام کیا اب یہ فساد فرو ہوا۔ مگر اور گل کہلا۔ امیران صدہ کا پہر اجتماع ہوا۔ اور حسن کانگوئی سرگروہ بنا اور علاء الملک بادشاہ کے داماد کو قتل کر ڈالا۔ اور تمام اسکی سپاہ پریشان کردی اور سارے دکن پر قبضہ و تصرف کر لیا۔ حاکم مالوہ کو اپنا شریک بنا لیا۔ دیوگڈہ کا محاصرہ جو امیر کر رہے تہے انکو بھی نکال باہر کیا اور اسمعیل مخ دولت آباد سے باہر آکر شریک مجمع ہوا۔ مگر سلطنت سے مستعفی ہوا سب امیران صدہ نے بالاتفاق حسن کانگوی کو اپنا بادشاہ بنایا۔ اور سلطان علاء الدین خطاب پایا یہ سب خبرین سنکر بادشاہ متردد ہوا اور سمجھہ گیا کہ اب سلطنت ہاتھہ سے گئی اور حسن کانگوئی سے لڑنے کیواسطے دہلی سے لشکر بلایا جب یہ لشکر بادشاہ پاس پہونچا تو حسن کانگوئی پاس جمعیت فراوان جمع ہو گئی تہی۔ اسلیئے اس لشکر کو وہان لڑائی پر نہ بہیجا اور یہ ارادہ ہوا کہ گجرات کی مہم سے الفراغ کلی حاصل کیجئے اور گرنال جسکو اب جونہ گڈہ کہتے ہین مسخر کیجئے پہر خاطر جمع سے حسن کانگوئی سے لڑئیے ان ترددات مین ایکدن بادشاہ نے ضیاء الدین برنی کو بلایا۔ اور فرمایا کہ میرا ملک ایسا مریض ہو گیا ہے کہ ایک عرض جاتا ہے دوسرا آتا ہے اگر درد سر گیا بخار چڑہا اور بخار اترا تو پیٹ مین سدہ پڑا کسی عنوان صحت نہین پاتا تو نے بہت کچھہ تاریخین دیکھی ہین بتا کہ متقدمین نے کیا اس مرض کا علاج لکہا ہے ضیاء الدین برنی نے عرض کیا کہ حضور اس مرض کے نسخے بہت لکہے ہوئے ہین دو ان مین سے عرض کرتا ہون۔ اول یہ کہ جب بادشاہون نے دیکہا کہ بغاوت اور انحراف کا مرض

متمردی رعایا مین پیدا ہوا تو انہون نے سلطنت سے ہاتھ اٹھا لیا اور اپنی اولاد مین جسکو لائق و فائق پایا تخت پر بٹھا دیا اور اپنی زندگی گوشۂ عزلت مین چند جلیسون کے ساتھ بسر کی۔ دوسرا نسخہ یہ ہے کہ عیش و عشرت مین ایسے بدمست ہو گئے کہ انکو خبر نہوئی کہ رعایا کس مرض مین مبتلا ہے۔ امیرون نے وزیرون نے جو چاہا سو کیا غرض ان نسخون مین سے اکثر ایک ایک نسخہ رعایا کے مزاج کے موافق پڑا ہے۔ امراض ملکی مین بادشاہ کے واسطے بڑا مرض مہلک یہ ہے کہ خاص و عام اُس سے برگشتہ ہو جائین جب ضیاء الدین برنی یہ کہہ چکا تو بادشاہ نے جواب دیا کہ اگر ملک کا علاج میری آرزو کے موافق ہو گیا۔ گو میرا کوئی بیٹا ایسا نہین کہ میرا قائم مقام ہو سکے مگر مین دلی کی سلطنت سلطان فیروز شاہ اور ملک کبیر اور احمد ایاز کو حوالہ کرونگا اور خود مکہ معظمہ چلا جاؤنگا۔ مگر ان دنون مین خلق مجھ سے آزردہ ہے اور خلق سے آزردہ ہون مین اسکے مزاج سے اور وہ میرے مزاج سے آگاہ ہے اسکا علاج میرے نزدیک تلوار ہے جس سرکش کو مخالف اپنے مزاج کے دیکھونگا اسکا سر اڑاؤنگا۔ اس کے سوا مجھے کوئی دوا یاد نہین خلقت اپنی بغاوت سے جب تک باز نہ رہے مین سیاست سے ہاتھ نہ اٹھاؤنگا۔ ہرچہ شدنی است گو بشود دراع شود و نشود گو مشو چہ خواہد شد اب بادشاہ کو دو برس گجرات مین رہنا پڑا اول سال مین لشکر کی آرایش اور ترتیب مین مصروف رہا۔ دوسرے سال مین کرنال کے تسخیر کا کام رہا۔ یہان سب مقدمون اور رعایا نے اطاعت اختیار کی اور راجہ کھنگار بھی بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا مین اختلاف ہے کہ حصار کرنال بھی فتح ہوا یا نہین اب بادشاہ کوندل مین کہ کرنال سے پندرہ کوس ہے مریض ہوا اور کوندل مین بادشاہ پہونچا نہ تھا کہ ملک کبیر نے دہلی مین انتقال کیا اور خواجہ جہان اور عماد الملک نائب وزیر الممالک کو دہلی مین بھیجا اور مخدوم زادہ اور خداوند زادہ کو دہلی سے کوندل مین بلایا۔ جب بادشاہ کوندل مین آیا تو یہ لشکر مع اہل و عیال وہان آ پہونچا اور بادشاہ کو آرام بھی ہو گیا۔ دیپال پور اور ملتان اور اُچہ اور سیوستان سے کشتیان ٹھٹھہ کی جانب طلب کین اور کوندل سے روانہ ہوا۔ اور دریاے سندھ سے عبور کیا اور اس وقت التون بہادر بھی پانچہزار سوار مغل ہمراہ لیکر امداد کے لئے آ پہونچا۔ بادشاہ اس لشکر کو لیکر ٹھٹھہ کی جانب اس ارادہ سے چلا کہ قوم سومرہ کو جنہون نے طغی باغی کو پناہ دی تھی استیصال کرے کہ ایک دن مچھلی کھائی اس سے بخار لاحق ہوا پہر مرض و دوت کی شدت خدا کے

ٹھٹہ مین پہونچا کہ ۲۱ محرم سنہ ۷۵۲ھ مطابق ۲۰ مارچ سنہ ۱۳۵۱ء کو اجل کا حکم نامہ پہونچا حالت نزع مین یہ اشعار زبان پر تھے ۔ اشعار

بسیار درین جہان چمیدیم	بسیار نعیم و ناز دیدیم
اسپان بلند بر نشستیم	ترکان گران بہا خریدیم
کردیم بسے نشاط آخر	چون قامت ماہ نو خمیدیم

یہ بادشاہ ستائیس برس سلطنت کر گیا اور اپنی یادگار چھوڑ گیا کہ بنی آدم مین ایسے آدمی بھی ہوتے ہین کہ پرلے درجہ کے فضایل اور رذایل جن کی ذات مین جمع ہوتے ہین وہی ایک آدمی ہو کہ اپنے در دولت پر ہر روز غریبون اور محتاجون کو دولتمند کرے اور وہی آدمی ہو کہ ہر روز بیگناہون کے کشتون کے پشتے اپنے دروازہ پر لگایا کرے ۔

محمد تغلق کے عہد مین مسلمانون کی وسعت سلطنت

طالب علمون کو ہمیشہ اس بات مین غور کرنی چاہئے کہ جسوقت کوئی نیا بادشاہ ہو تو دل مین سوچین اور نقشہ مین دیکھین کہ اس وقت کسقدر ملک اُس کے تصرف مین تھا اور جب مرا تو کس قدر چھوڑ مرا اس سے معلوم ہوگا کہ اُس کی سلطنت کا نتیجہ کیا ہوا ۔ اس بادشاہ کی آغاز سلطنت مین دریاے سندہ کے مشرقی جانب مین جیسی مسلمانون کی سلطنت وسیع اور فراخ ہوئی ایسی کبھی کسی اور بادشاہ کے زمانہ مین نہین ہوئی مگر آخر عہد مین اُسکی عملداری سے جو صوبے نکل گئے وہ اورنگ زیب کی سلطنت تک پھر قبضہ مین نہ آئے جن صوبون مین بغاوت نہین ہوئی تھی وہان بھی بادشاہی حکومت کو ایسے صدمے پہونچے کہ مغلون کی سلطنت تک پھر نہ پہنچا اس کے کئی سبب معلوم ہوتے ہین ۔ اول ترکون کے عہد مین جو ایک قوی اتحاد نمک حلال اور دولت خواہ صوبہ دارون اور بادشاہون کے درمیان تھا شاہیون اور ترکون کے عناد و فساد سے جاتا رہا ۔ دوم سلطنت وسیع ہو گئی تھی مگر فوج بادشاہ کے قابو مین نہ تھی یہ سچ ہے کہ بادشاہ جہان جاتا وہان فتح پاتا ۔ مگر جہان سے دور فاصلہ پر ہوتا وہین جھگڑا اُٹھا ہوتا ۔ سوم رستون اور راہون کا انتظام کچھ نہ تھا ۔ سارا ملک بے امن و امان تھا ۔

جان و مال کی حفاظت نہ تھی۔ غرض اس وسعت سلطنت سے مسلمانوں کی حکومت کا حال ایسا ہو گیا کہ جیسا کوئی آدمی بہت موٹا ہو کر ایسا لتھڑ پتھڑ ہو جائے کہ کوئی عضو اس کے قابو میں رہے ایک اور بات اس بادشاہ کی سلطنت سے سمجھنی چاہیے کہ مشرقی ملکوں میں اسکا بہت کم خیال ہوتا ہے کہ وہ بدکردار اور ستمگار ظلم شعار بادشاہ ہونیکے پنجے سے رہائی حاصل کریں نہایت صبر و تحمل سے اُسکے ظلموں کو وہ سہا کرتے ہیں اور کان نہیں ہلاتے اگر یہ عادت یہاں نہوتی تو کیوں ایک آدمی کے بدنظم اور ظالم ہونے سے ایسی مصیبتیں اور نقصان لوگ اٹھاتے۔

ابن بطوطہ نے جو ہندوستان میں اپنے آنیکا اور ہندوستانکا حال لکھا ہے

ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم اللواتی الطنجی المعروف بابن بطوطہ اور بلاد مشرقیہ میں معروف بشمس الدین ایک نامور سیاح افریقہ کا رہنے والا تھا جس نے زمین کا طواف کیا اور بہت ملکوں اور شہروں کو دیکھا بہت قوموں سے ملا جلا کل ایشیا کو چھان مارا عرب و عجم کی سیر کرکے ہند میں اپنا قدم رکھا یہاں کے بادشاہ کی خدمت میں آیا عہدہ قضا پایا اس نے ایک کتاب مسمی تحفۃ النظار فی غرائب الامصار و عجائب الاسفار جس کو ہم کتاب رحلہ ابن بطوطہ یعنی سفرنامہ ابن بطوطہ کہتے ہیں تصنیف کی جس کے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے صدہا امصار و دیار کا سلاطین و امراء و علماء و اولیاء کبار کا اور عجائب و غرائب اشیاء کا بیان کیا ہے اور جو ہندوستان اور اُسکے بادشاہ سلطان محمد تغلق کی سلطنت کا بیان لکھا ہے اوسکو انگریزی مورخ نہایت معتبر اور سچ جانتے ہیں۔ چنانچہ الفنسٹن صاحب اپنی تاریخ ہند میں تحریر کرتے ہیں کہ افریقہ میں جا کر ابن بطوطہ نے یہ حال لکھا ہے کہ یہاں اسکی کوئی اپنی ذاتی غرض جھوٹ ملانے کی نہ تھی اسلئے اُسنے صحیح اور درست بے کم و کاست لکھا ہے یہ کہنا صرف ان کا بیجا ہے۔ اُس نے جو مفصل حالات بیان کئے وہ اور محقق مورخوں کے بیانات تاریخی کے ساتھ بہت کم ملتے جلتے ہیں اور مطابقت نہیں رکھتے۔ لیکن اس کے بیان کے طرز سے سچ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کو اسکا یقین ہوتا ہے افریقہ میں اپنے گھر کے اندر بیٹھ کر وہ حالات نہایت احتیاط و خوبی سے لکھے ہیں جو یہاں اسکو تحقیق کرنے سے اور معتبر اور باخبر آدمیوں کی ملاقاتوں اور گفتگوؤں میں معلوم ہوئے

ہونگے بیشک اُس نے یہان ایسے واقعات اور حالات اور رائین سُنے ہونگے جن کے کہنے والے انکے لکھنے کی اور اشاعت کرنیکی خود جرأت نہ کرتے تھے مگر اُسنے انکا بیان بے باکانہ اور دلیرانہ بغیر اس کے کیا ہے کہ عام لوگ وقعت کی معیار امتحان پر انکو کسا ہو چنانچہ اس بیان کی قیمت ان بیانو نسے جو اوپر لکھے ہین ہوتی ہے مقدمہ مین اس سفرنامہ اور سیاحون کے سفرنامہ سے ایک بحث لکھی ہے او دیکھو

ابن بطوطہ کا ہندوستان مین آنا

یہ لکھا ہے کہ غرہ ماہ محرم کو جسے آغاز سنہ ۷۳۴ھ (۱۳۳۳ء) کا ہوتا ہے وادی سند مین جو پنجاب یا پن مشہور ہے مین آیا یہ وادی دنیا کے وادیون مین سب سے بڑا ہے اور موسم گرما مین سے ملک ہند مین زراعت اسی طور سے ہوتی ہے جس طرح سے کہ مصر مین دریاے نیل سے اسی دریا سے سلطان محمد تغلق کی سلطنت کا آغاز ہوتا ہے مخبر جو یہان متعین ہتے ہین میرے پاس آئے اور انہون نے ملتان کے امیر سرتیز کو جو سلطان کی طرف سے یہان حاکم ہے میرے آنیکی خبر لکھی مین سیوستان مین اتا تھا جسکا فاصلہ ملتان سے دس دن کا رستہ تھا اور دار السلطنت دہلی کا فاصلہ سند سے پچاس دن کا رستہ تھا مگر برید (ڈاک) کے ذریعہ سے میرے آنیکی خبر سلطان کو پانچ ہی روز مین ہو گئی۔

برید یعنی ڈاک کا بیان

برید یعنی ڈاک ہندوستان مین دو قسم کی چلتی ہے ایک برید الخیل یعنی گھوڑے کی ڈاک ہے جسکا نام الوالاق یا اُولاق[ع] ہے کل مسافت مین چار چار میل پر گھوڑون کی چوکیان ہین یہ ڈاک سلطان کے واسطے ہے دوسرے برید الرجالہ یعنی پیدل قاصدون کی ڈاک ہے ایک میل کی مسافت مین اسکی تین چوکیان ہوتی ہین اور اسکو داوہ کہتے ہین اور میل کو کروہ (کوس) یہان کہتے ہین اور ان چوکیون کی ترتیب یہ ہے کہ ایک کوس کے اندر تین گانون آباد ہین اور اس کے باہر تین تین خیمے لگے رہتے ہین انہین قاصد چلنے کے لئے تیار رہتے ہین وہ اپنے کمر ون کو کستے ہین اور اپنے ہاتھون مین ایک مقرعہ (دیا یاکیا) دو درع لمبا لیتے ہین جس کے سرے پر تانبے کے گھونگرو لگے ہوتے ہین جب قاصد چلتے ہین تو ایک ہاتھ مین خطوط لیتے ہین اور دوسرے ہاتھ مین چابک جسکی آواز دوسری چوکی جہان قاصد کے کان مین پہونچی فوراً چلنے کو تیار ہوتا ہے اور دوسرے قاصد سے خطوط کو لیکر جسقدر جلد چل سکتا ہے چلتا ہے اور چابک کو ہلاتا جاتا ہے

[ع] الاق کو بگاڑ کر اولاق اور دوان کو بگاڑ کر داوہ بنایا ہے اسکے معنی ترکی مین تیز روی اور پیوستہ چلنے کے ہین اور دوا کے جانا

خطوط منزل مطلوب پر پہونچتے ہین یہ قاصدون کی ڈاک گھوڑدون کی ڈاک سے زیادہ تیز رو تھی۔ اسی ڈاک کے ذریعہ سے خراسان کے میوے جو ہندوستان مین بڑے نامور سمجھے جاتے تھے انکو طباقون مین قاصد بند کرکے دہلی کے بادشاہ پاس پہونچاتے تھے بعض خطا وار مجرم قیدی ایک سریر پر بٹھائے جاتے تھے اور انکے سر پر رقعہ اوڑھایا جاتا تھا اور یہ سریر قاصدون کے سر پر رکھا جاتا تھا اس طرح وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجے جاتے تھے سلطان کے لئے گنگا کا پانی پینے کے لئے چالیس دن کے رستہ سے لایا جاتا تھا جو کوئی اجنبی مسافر سلطان کی عملداری مین آتا تو اسکی اطلاع مخبر خبر بھیجتے کہ فلان شخص آیا ہے جس کی صورت اور لباس ایسا ہے اس کے ساتھ مصاحب غلام وخادم ودواب اتنے ہین اور اس کے قیام وسفر کی ترتیب اس طرح ہے اور اسکا خرچ اتنا ہے ان باتون کی تفصیل مین کوئی بات چھوڑی نہین جاتی جب ملتان مین جو ملک سندہ کا قاعدہ الملک ہے یہ مسافر پہونچتا تو اسکو یہان جبتک قیام کرنا پڑتا کہ حکم شاہی آئے پڑھنے کا اور دربار شاہی مین حاضر ہونیکا آتا اور اس کے ساتھ یہ بھی لکھا آتا کہ اس مہمان مسافر کی ضیافت حسب حیثیت اسکے کی جائے گو یہ نہ معلوم ہو کہ اسکا حسب کیا ہے اوسکا باپ کون ہے ابو مجاہد محمد شاہ کی عادت یہ ہے کہ وہ غریب الوطن کے ساتھ اکرام ومحبت کرتا ہے اور اپنی ولایت مین انکو مناصب جلیلہ ومراتب نبیہ پر ممتاز ومخصوص کرتا ہے اکثر اسکے خواص حجاب ووزراء وقضاۃ اور داماد غریب الوطن ہی ہین دربار شاہی مین جب اجنبی مسافر جائیگا تو اسکو ضرور ہے کہ وہ کوئی ہدیہ نذر مین پیش کریگا۔ اس کے عوض مین سلطان نذر سے دوچند سہ چند قیمت خلعت مین دیگا سلطان کی یہ عادت ایسی مشہور ہوگئی ہے کہ ملک سندہ وہند کے تجار جو مسافر آتا ہے اسکو سلطان کی نذر کے لئے ہزارون دینار قرض دیدیتے ہین اور جن ہدیونکو سلطان کی نذر مین وہ دینا چاہتا ہو وہ اور گھوڑے اونٹ اور اسباب متاع اور خادم سب کچھ مہیا کردیتے ہین جب یہ غریب الوطن بادشاہ کو نذر دیتا ہے اور اسکے عوض مین عطایا گران بہا پاتا ہے تو وہ تجار کا کل قرضا ادا کردیتا ہے اور انکے حقوق ایسے ادا کرتا ہے جس سے ان تجار کو بہت فائدہ حاصل ہوتا ہے غرض جب مین نے یہ عادت مشہورہ دیکھی اور بلاد سندہ مین وارد ہوا تو مین نے بھی اسی طریقہ کو اختیار کیا کہ تجار سے گھوڑے اور اونٹ اور غلام وغیرہ خریدے۔ محمد الدوری ایک تاجر عراقی اہل تکریت سے تھا۔ اس

مین نے شہر غزنین مین تیس گھوڑے اور اونٹ خریدے۔ اس تاجر نے انکی قیمت مجھسے ایسی لی کہ جس کے سبب سے اس کو فائدہ عظیم ہوا۔ اور بڑے تاجرونمین ہو گیا۔

دریاء سندھ کے عبور کرنے کے بعد مین شہر جنانی مین آیا۔ دریاء سندھ کے کنارہ پر یہ شہر نہایت خوبصورت ہے اور اس مین بڑے بڑے بازار عمدہ ہین اور یہان کے باشندون مین ایک گروہ سامرہ (سومرہ) کا ہے جو یہان مدت سے آباد ہے۔ حجاج بن یوسف کے زمانہ مین جب ملک سندھ فتح ہوا ہے تو فتح سندھ کی تاریخ مین لکھا ہے کہ انکے باپ دادا یہان آباد ہوئے تھے جنکی اولاد یہان بڑھ کر ایک بڑا گروہ بن گیا انکا نام سامرہ مشہور ہے نہ وہ کسیکے ساتھ کھاتے ہین نہ اپنے کھانے کو کسی کو دیکھنے دیتے ہین نہ وہ غیر قومون سے خود شادی بیاہ کرتے ہین اور نہ اورون کو وہ اپنے ہان بیاہ کرنے دیتے ہین اس زمانہ مین انکا جو امیر ہے اسکا نام اُنار ہے۔

وہ کہتا ہے کہ جب مین دار السلطنت ہند دہلی مین آیا تو بادشاہ دس دن کی راہ پر قنوج مین گیا ہوا تھا اس لئے بادشاہ کی حضرت والدہ مخدومہ جہان کی خدمت مین گیا بادشاہ کا وزیر خواجہ جہان تھا جب بادشاہ کو میرے آنیکی خبر بھیجی گئی تو تین دن مین ڈاک مین جواب آگیا۔ پھر تو میری زیارت کے لئے بڑے بڑے امیر وزیر فقیہ عالم آئے۔ مینے دیکھا کہ دہلی ایک مشہور عظیم الشان شہر ہے اور اس مین دونون حسانت اور حصانت موجود ہین اور اسکے گرد ایسی فصیل ہے کہ دنیا مین اسکی نظیر نہین ہے اور مشرق مین اسلام کے شہرون مین کوئی شہر دہلی سے بڑا نہین ہے۔

دہلی کے اوصاف

شہر دہلی بہت وسیع اور نہایت آباد شہر ہے اسمین چار شہر آبسے ہین ملے جلے ایک دوسرے کے ہمسایہ مین ہین اول دہلی یہ شہر قدیمی ہے جسکو ہندوؤن نے آباد کیا تھا اسکو مسلمانون نے سنہ ۵۸۴ھ ۱۱۸۸ع مین فتح کیا ہے۔ دوم سیری جسکو دار الخلافہ بھی اسی سبب سے کہتے ہین اسکو مستنصر باللہ کے پوتے غیاث الدین کو جب وہ یہان آیا۔ سلطان نے دیدیا تھا اس شہر مین سلطان علاء الدین اور انکا بیٹا قطب الدین رہتے تھے۔ سوم تغلق آباد ہے جو اس سلطان کے والد نے

کے باپ نے آباد کیا تھا جس کے دربار میں ہم آئے ہیں۔ چہارم جہان پناہ اسی سلطان محمد تغلق نے آباد کیا ہے اس بادشاہ کا ارادہ ہوا تھا کہ ان چارون شہرون کے گرد فصیل بنا کر ایک شہر بنا دے اور خود اسمین رہے کچھ حصہ اُس نے بنوایا لیکن خرچ عظیم کے سبب سے فصیل نہ بنی

دہلی کی فصیل اور اُس کے دروازے

دہلی کے گرد جو فصیل ہے وہ اپنا جواب نہین رکھتی۔ گیارہ ہاتھ عریض ہے اُسکے اندر مکانات بنے ہوئے ہین جنمین دروازونکے محافظ اور رات کے چوکیدار رہتے ہین اور انہین مین غلون کے مخازن ہین جنکو انبار کہتے ہین اور انہین مین مخازن اسباب جنگ اور مخازن منجنیق و رعد رہتے ہین اسمین غلہ مدتون تک نہین بگڑتا۔ انہین چاول کالے ہوگئے تھے مگر مزے مین کچھہ نہین بگڑے تھے یہی حال اور اناجون کا تھا سلطان بلبن کے عہد سے چہر نوّے برس گذرتے ہین غلونکی بہرتی ہوتی ہے۔ اس فصیل کے اندر گہوڑے اور پیدل شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جا سکتے ہین اس کے اندر شہر کی طرف کہڑکیان روشنی کے لئے بنی ہوئی ہین اسکا نیچے کا حصہ پتہر کا اور اوپر کا اینٹ کا بنا ہوا ہے اور کثرت سے برج نزدیک نزدیک بنے ہوئے ہین اور اس شہر کے اٹھائیس دروازے ہین جنمین سے سب مین بڑا بداون دروازہ ہے اور اسی طرح اور دروازونکے نام ہین

دہلی کی جامع مسجد

دہلی کی جامع مسجد بڑی وسیع ہے اور اسکا احاطہ اور چہت اور فرش بالکل سنگ سفید سے بنا ہوا ہے جو نہایت عمدہ طرح سے تراشا گیا ہے اور سیسہ سے جوڑا گیا ہے اوسمین کہین لکڑی کا نام نہین ہے اسمین پتہر کے بنے ہوئے تیرہ گنبد ہین منبر اسکا سنگین ہے اسمین چار صحن ہین اور بیچ صحن مین ایک گول منار ہے جو یہ نہین معلوم ہوتا کہ کس دہات کا بنا ہوا ہے بعض عقلا نے ساتون دہاتون کو آمیزش کر کے ہفت جوش بنایا ہے اور اُس سے اس منار کو بنایا ہے اگر کوئی اسکو انگلی کی برابر جلا کرے تو اسمین بجلی کی چمک نظر آتی ہے۔ لوہا اسپر اثر نہین کرتا طول اسکا تیس ذرع ہے اور اسکا دور آٹھہ ذرع اور مسجد کے دروازون مین سے شرقی دروازہ پر دو بڑے بت زمین پر پڑے ہوئے ہین جو مسجد کے آنے جانیوالون کے پانون تلے آتے ہین یہان پہلے بتخانہ

بنایا ہے اور اُس مین پچی کاری کا کام کیا ہے اور سونے سے منقش کیا ہے اتنا اونچا ہے کہ ہاتھی اُس کے اندر آسکتا ہے اُس کو معز الدین بن ناصر الدین ابن سلطان غیاث الدین بلبن نے تعمیر کرایا ہے صحن مین بڑا ایک ورعبادتخانہ بنانا چاہا تھا اُس کی بنا تھا کہ پھر وہ چھوڑ دیا گیا سلطان محمد تغلق نے اُس کے پورا بنانے کا ارادہ کیا تھا مگر پھر اس ارادہ کو ترک کر دیا۔ یہ عبادتخانہ بھی عجائبات دنیا سے ہے گو وہ تہائی بنا ہوا ہے مگر ارتفاع مین سب سے بلند ہے۔ اُس پر چڑھ کر سارا شہر نظر آتا ہے اور نیچے بڑے آدمیونکے قد بچون کے سے نظر آتے ہین سلطان قطب الدین نے بھی ایسی ہی ایک مسجد جامع بنانیکا ارادہ کیا تھا اور اُسکو سفید و سیاہ و سرخ و سبز پتھرون سے بنانا شروع کیا تھا مگر اُسکے احاطہ اور محرابین بننے پائی تھین کہ سلطان قتل ہو گیا سلطان محمد تغلق نے اُسکے پورا بنانیکا ارادہ کیا تھا مگر اس سبب سے کہ ۳۵ لاکھ روپیہ اس مین خرچ ہوتا نہ بنایا اُس کو منحوس اس سبب سمجھ کر کہ بانی اول قتل ہوا تھا چھوڑ دیا۔ اگر یہ مسجد پوری تعمیر ہو جاتی تو دنیا مین اُسکا جواب نہ ہوتا۔

دو حوضون کا بیان

دلی سے باہر دو حوض تھے جنمین سے ایک حوض سلطان شمس الدین التمش سے منسوب ہے اسی کا پانی جو برسات مین بھرتا ہے سارا شہر پیتا ہے اسکا طول دو میل و عرض اس سے آدھا ہے غربی جہت مین اس کے پتھر کے مکانات مثل دکانون کے بنے ہوئے ہین جنکے ایک درجے مین پانی جاتا ہے اور کل دکانون پر سنگین گنبد بنے ہوئے ہین جنمین لوگ بیٹھ کر تفریحاً سیر دیکھتے ہین وسط حوض مین ایک بہت بڑا گنبد منقش پتھرون کا بنا ہوا ہے اور اس کے دو طبق ہین جب پانی کی کثرت ہوتی ہے تو کوئی بغیر کشتی کے اُسکے پاس نہین جا سکتا جب پانی کم ہو جاتا ہے تو اُس مین آدمی جاتے ہین اُسکے اندر ایک مسجد بنی ہوئی ہے اور اس مین اکثر اوقات وہ فقیر گوشہ نشین ہوتے ہین جو دنیا سے انقطاع اور اللہ پر توکل کرتے ہین اور اس کی اطراف مین جب پانی خشک ہو جاتا ہے تو اُسمین نیشکر و کھیرا ککڑی خربوزہ تربوز کی زراعت ہوتی ہے یہ میوے شدید الحلاوۃ و صغیر الجرم ہوتے ہین دہلی اور دار الخلافہ کے درمیان حوض خاص ہے جو اس حوض شمسی سے بڑا ہے اور اُس کے چارون طرف چار گنبد ہین اور اس کے گرد اہل طرب بستے ہین اسلئے طرب آباد اُنکے رہنے کی جگہ کو کہتے ہین اس مین بڑے بڑے بازار ہین اور جامع مسجد کے سوا اور

مسجدین کثرت سے ہین مجھ سے لوگون نے کہا کہ جو عورتین گانیوالی ہمین رہتی ہین وہ رمضان کے مہینے مین تراویح پڑھتی ہین اور مسجدون مین اُن کی جماعت ہوتی تہی ہے اور اُنمین سے ایک عورت امام ہوتی ہے اور اسکی مقتدی کثرت سے عورتین ہوتی ہین جو مرد گانے والے ہین انکو مین نے خود ایک شادی مین دیکھا کہ جسوقت نماز کا وقت آیا تو اُنہون نے اوسیوقت وضو کر کے نماز پڑھی۔

مزارات کا ذکر

ان مزارون مین سے ایک مزار حضرت شیخ الصالح قطب الدین بختیار کعکی کا ہے وہ ظاہر البرکہ کثیر التعظیم ہے۔ وجہ تسمیہ کعکی کی یہ ہے کہ جب قرضدار اپنے قرض کی شکایت لیکر اور فقیر اور آدمی جنکی لڑکیان جوان ہو گئی تہین مگر وہ اُن کے جہیز کا سامان نہین کر سکتے تہے اپنی احتیاج لیکر حضرت کے پاس آتے تو وہ انکو چاندی سونے کے کعک دیتے تہے اسی سبب سے حضرت کا نام کعکی رحمۃ اللہ علیہ ہو گیا۔ کعک عربی کا لفظ ہے جس کے معنی ہین خشک آٹے کی روٹی بغیر دودھ و گھی کے یہ کاک اب بہی وہان بکتی ہین غرض پہلے وہان کاک سونے یا چاندی کا ملتا اب خشک آٹے کا۔

ابن بطوطہ نے جو سلطان ابو المجاہد محمد شاہ کا حال لکھا ہے ہم اس مین سے انتخاب کر کے لکھتے ہین۔

وصف سلطان محمد تغلق

وہ لکھتا ہے کہ عطا کے دینے مین اور دمار (خون) کے بہانے مین آپ سب سے بڑھا ہوا ہے اسکا دروازہ کسی روز اس سے خالی نہین رہتا کہ کوئی فقیر غنی نہ ہو اور کوئی زندہ آدمی مردہ نہ بنایا جائے اُس کے کرم اور شجاعت کی مجرمون پر غیظ و غضب کرنے کی اور اُنکے قتل کرنے کی حکایات خلق مین مشہور ہین۔ باوجود اشد الناس ہونے کے وہ متواضع بھی ہے اور عدل و حق کیلئے اکثر تشدد کرتا ہے کل شعائر دین کو وہ محفوظ رکھتا ہے۔ احکام صلوٰۃ مین اشتداد کرتا ہے اور تارک الصلوٰۃ پر بڑی عقوبت رکھتا ہے یہ اُن بادشاہون مین سے تہی جنکی سعادت شاذ و نادر اور جنکی کامیابی خرق عادت ہوتی ہے مگر سخاوت کی صفت اسکی اور تمام صفات پر غالب ہے اس کی جود کی برابر کسی اور پہلے بادشاہ کی سخاوت نہین سُنی مین خدا کو گواہ کر کے کہتا ہون کہ مین اسکی سخاوت کا حال سچا سچا آگے بیان کرونگا گو آدمیون کو وہ خرق عادت معلوم ہو اور اسپر یقین نہ آئے۔

ذکر بادشاہ کے ابواب مشور و آرایش گاہ کی ترتیب کا

سلطان نے دہلی مین دار سرا بنائی ہے اُس کے ابواب (دروازے) بہت سے ہین باب اول پر سپاہ متعین ہے اور وہان نفیری و ڈہول و قرنا بجانے والے رہتے ہین جب کوئی امیر کبیر آتا ہے تو ان باجون کو بجاتے ہین اور انہین کی آواز ہین کہتے ہین کہ فلان فلان شخص آیا ہے یہی حال باب دوم و سوم کا ہے۔ باب اول کے باہر دکانین ہین جہان جلاد کہڑے رہتے ہین اور آدمیون کو قتل کرتے ہین۔ عادت یون ہے کہ جب سلطان کسی کے قتل کا حکم دیتا ہے تو وہ اسکو باب المشور پر قتل کرتے ہین اور لاش کو تین روز تک یہین پڑا رکہتے ہین باب اول اور دوم کے درمیان ایک بڑی دہلیز ہے اور اُسکی ایک جہت مین دکانین ہین جنمین اہل النوبت حفاظ ابواب کہڑے رہتے ہین اور دوسرے دروازہ پر بواب کہڑے رہتے ہین اور باب دوم و سوم مین دکان کبیر ہے جنمین نقیب النقبا کہڑا رہتا ہے۔ اُس کے ہاتہہ مین سونے کی جریب ہوتی ہے اُس کے سر پر کلاہ زرین مرصع بجواہر جس کے اوپر مورون کے پر لگے ہوتے ہین اور جو نقیب اُسکے پاس ہوتے ہین اُن مین سے ہر ایک کے سر پر دستار زرین اور کمر مین پٹکا اور ہاتہہ مین کوڑا جسکا دستہ سونیکا یا چاندیکا ہوتا ہے اس باب ثانی کا فضا باب مشور تک ہے اور بڑا وسیع ہے اسمین آدمی کہڑے رہتے ہین۔ باب ثالث پر دکانین ہین اسمین کتاب لیاب اور معزز آدمی کہڑے رہتے ہین کوئی شخص اس دروازہ مین نہین داخل ہوتا جو بادشاہ کی آنکہون کے سامنے نہین آتا۔ ہر شخص کے واسطے اُس کے صحاب اور پیادون کی تعداد مقرر ہے کہ وہ اُنکو ساتھ لیکر داخل ہو۔ پس جو شخص اس دروازہ پر آتا ہے اُسکو کتاب لکہتا ہے کہ فلان ساعت مین فلان فلان شخص ن کو اخر ساعت تک آئے بعد عشا کے سلطان جلوہ افروز ہوتا ہے جو کچہہ حال گذرتا ہے وہ بہی لکہا جاتا ہے اور ابنا الملوک جو سلطان پاس آتے ہین وہ بہی لکہے جاتے ہین اور اُنکے عوائد بہی۔ جو شخص تین روز تک خواہ کسی عذر کے سبب یا بغیر عذر کے غیر حاضر رہتا ہے وہ پہر اس دروازہ پر بغیر سلطان کے حکم نہین داخل ہو سکتا۔ اگر کسی شخص کا مرض یا کسی اور عذر کے سبب آنا نہین ہوتا تو جب وہ آتا ہے تو سلطان کی خدمت مین مناسب ہدیہ پیش کرتا ہے۔ سلطان کی خدمت مین جو سفیر و فضلا آتے ہین وہ مصحف و کتاب یا مثل اُس کے

اور کوئی چیز اور جو فقرا آتے ہین مصلّے وتسبیح و مسواک اور جانماز آتے ہین وہ گھوڑا اونٹ ہتیار
سلطان کو نذر دیتے ہین باب ثالث کا فضا قصر ہزارستون تک پہیلتا ہی۔ وجہ تسمیہ اس قصر کی یہ ہی
اس مین ہزار ستون چوبی ہین و اسکی چہت بہی چوبی ہی اور اسپر نہایت عمدہ نقش و نگار بنے ہوے
ہین اُس کے نیچے آدمی بیٹھتے ہین اور بادشاہ جلوس عام کرتا ہے۔

جلوس عام مین آدمیون کے نشست برخاست کی ترتیب

یہ جلوس اکثر عصر کے بعد ہوتا ہے کبہی کبہی اول روز مین بہی۔ ایک مصطبہ (چبوترہ) جسپر سفید فرش
بچہا ہوتا ہے اور اُسکے پیچہے کی طرف بڑے بڑے گاؤتکیے اور دائین بائین چہوٹے گاؤتکیے لگے ہوتے
آدمی اس طرح بیٹھتے جیسے کہ نماز کی تشہد مین یعنی التحیات پڑہتے ہین۔ جس وقت بادشاہ کا اس
چبوترہ پر اجلاس ہوتا تو وزیر اول امام کی طرح آگے کہڑا ہوتا اور اُس کے پیچہے اس ترتیب سے آدمی کہڑے
ہوتے۔ کاتب حجاب پہر کبیر الحجاب (فیروز ملک ابن عم سلطان) اسکا نائب پہر اولی الحجاب سلطان کا ہے
پہر خاص حاجب اور اسکا نائب پہر وکیل الدار اسکا نائب پہر شرف الحجاب اسکے ماتحت جماعت پہر سو حجاب
النقباء جسوقت بادشاہ تخت پر بیٹہتا تو حجاب و نقباء بلند آواز سے بسم اللہ پکارتے اور سلطان
کے سر پر ملک کبیر سورچہل جہلتا کہ مکہیان نہ بیٹہین۔ پہر سلطان کے دائین بائین طرف سو سو سلحدار
کہڑے ہوتے جن کے ہاتہون مین تلوارین اور کمانین ہوتین۔ پہر طول شور کے دائین بائین طرف قاضی
القضاۃ و خطیب الخطباء پہر کل قضاۃ پہر کبار الفقہاء۔ پہر کبار الشرفاء پہر مشائخ پہر سلطان کے بہائی
اور دامادہ پہر امراء کبار پہر کبار الاعزہ و کبار الغرباء (معزز مسافر) پہر اُس کے بعد ساٹہ کوتل کے گہوڑے
کہڑے ہوتے جنکی شاہانہ لگامین اور زرین پوش ہوتے اور انمین سے بعض کے زین پوش کالے زرین حریر
کے ہوتے اور بعض سفید زرین حریر کے اور انپر سوا سلطان کے کوئی اور شخص نہین سوار ہوسکتا تہا اور
انمین آدہے دائین طرف ہوتے اور آدہے بائین طرف اسطرح کہڑے ہوتے کہ سلطان انکو دیکہہ سکتا۔ پہر انکے
بعد پچاس ہاتہی کہڑے ہوتے جنکی جہولین حریر کی زردوزی کے کام کی ہوتین اور انکے دانتو پر لوہا لگا ہوتا
کہ وہ مجرمون کو قتل کرسکین اور ہر ہاتہی کی گردن پر فیلبان سوار ہوتا اور اسکے ہاتہ مین
انکس ہوتا جس سے وہ ہاتہی کی تادیب کرتا اور اسکو اٹہاتا بٹہاتا اور حسب قامت و ضخامت فیل کے موافق اسکی پیٹہہ پر

ہوتا اور اُسکے چارکونون پر چار علم کھڑے ہوتے اور ہر ایک ہاتھی کا ایک علم ہوتا وہ جسوقت بادشاہ کا مجرا بجا لاتا تو ہاتھی کے سر و پیر سے اترتا اور حجاب پکارتے بسم اللہ اور بعد اس مجرے کے وہ آدھے داہنی طرف اور آدھے بائین طرف ایستادہ آدمیون کے پیچھے جا کھڑے ہوتے جب بائین بائین طرف سو آدمی جنکے کھڑے ہونے کی جگہ معین ہوتی ہے جا کے موقف کے قریب آتکے مجرا بجا لاتے اور حجاب و نقیب بسم اللہ اتنی بلند آوازی سے کہتے ہیں جتنا کہ مجرئی بلند مرتبہ ہوتا۔ بعد اس مجرے کے وہ اپنے موقف پر مراجعت کرتا اور پھر اسکا اعادہ نہین ہوتا اور اگر یہ مجرئی ہندو ہوتے تو حجاب و نقیب بجائے بسم اللہ کے ھداک اللہ (ہدیت کرے اللہ تجہے) آواز لگاتے اور سلطان کے غلام سب پیچھے کھڑے رہتے اور ہر ایک کے ہاتھ مین تلوار اور سپر ہوتی ممکن نہین تہا کہ کوئی شخص اُنکے درمیان گذر سکے مگر حجاب انکے اور سلطان کے درمیان گذر سکتا تہا۔

غربا یعنی مسافرین اور اصحاب ہدیہ کا داخل ہونا

جب کوئی شخص سلطان کے دروازہ پر ہدیہ دینے کیلئے آتا تو موافق ترتیب کے حجاب سلطان کے پاس جاتے۔ اول امیر حاجب اسکے بعد نائب اسکے بعد خاص حاجب اور اسکے بعد اُسکا نائب پھر وکیل الدار اور اُسکا نائب پھر سید الحجاب شرف الحجاب اور یہ تین جگہ مجرا بجا لاتے اور سلطان کو مطلع کرتے کہ کون دروازہ پر آیا ہے پھر سلطان حکم دیتا تو امام الناس اس ہدیہ کو اس طرح پکڑتا کہ بادشاہ اُسے دیکھ لیتا۔ اور پھر صاحب ہدیہ کو بلاتا۔ وہ پہلے اس سے کہ سلطان سے ملے تین جگہ مجرا بجا لاتا پھر موقف الحجاب پر پہونچکر مجرا کرتا۔ اگر یہ کوئی بڑا آدمی ہوتا تو امیر حاجب کی صف مین کھڑا ہوتا اور اگر ایسا نہوتا تو امیر حاجب کے پیچھے کھڑا ہوتا تو پھر سلطان خود اُس سے لطف کیساتھ مخاطب ہوتا اور مرحبا کہتا اور اگر شخص مستحق تعظیم ہوتا تو اس سے بادشاہ مصافحہ یا معانقہ کرتا اور اُس کے بعض ہدیون کو منگا کر دیکھتا اور اگر وہ ہتیار اور کپڑے کی قسم کے ہوتے تو انکو ہاتھ لگا کر دیکھتا ہدیہ دینے والے پر خاطر خواہ احسان کرکے اُسکو خلعت دیتا اور اپنی عادت کے موافق سرشستی کے لئے مال دیتا جسکا ہدیہ دینے والا مستحق ہوتا۔

عمال کو ہدیونکا سلطان تک بہیجنا

جب ملکون سے لڑائیون کی غرض سے بعد عمال ہدیے لاتے ہین تو وہ چاندی سونے کے برتن اور

خشتیں یعنی اینٹیں بنا لیتے ہیں اور انکو فراش جو بادشاہ کے غلاموں کی ایک صف ہوتی ہے ہاتھوں میں اٹھا کر سلطان پاس لے جاتے ہیں اور اگر ان ہدایا میں ہاتھی بھی ہوتے ہیں تو پھر وہ پیش ہوتے ہیں انکے بعد گھوڑے جنپر زین کسے ہوئے ہوتے ہیں اور لگام میں لگی ہوئی۔ بعد اس کے سانڈنیاں اور مال کے لدے ہوئے اونٹ پیش ہوتے ہیں۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ میں نے ایکدفعہ خواجہ جہان جو دولت آباد سے ہدایہ لایا تھا اس ترتیب سے پیش ہوتے دیکھا۔ ان ہدایہ میں ایک سینی یاقوتوں سے اور دوسری سینی زمردوں سے اور تیسری سینی بیش قیمت موتیوں سے بھری ہوئی دیکھی۔

عید میں بادشاہ کا سوار ہونا

جب عید کی رات ہوتی تو ملوک و خواص کو ارباب دولت و اہل عزت و کتاب و حجاب و نقبار و غلاموں و اہل الاخبار کو بادشاہ خلعت دیتا ہے۔ جب صبح عید ہوتی ہے تو ہاتھی آراستہ کئے جاتے ہیں انپر زردوزی کی جھولیں ڈالی جاتی ہیں اور زر و جواہر سے وہ آراستہ کئے جاتے ہیں۔ سولہ ہاتھی بادشاہ کی سواری کے لئے مخصوص ہیں کہ انپر کوئی دوسرا سوار نہیں ہو سکتا۔ اور انپر سولہ چھتر جواہر سے مرصع لگائے جاتے ہیں اور ہر چھتر کی ڈنڈی خالص سونے کی ہوتی ہے۔ اور بادشاہ ان ہاتھیوں میں سے کسی ایک ہاتھی پر سوار ہوتا ہے اسکے مستک کے آگے ستارہ روشن لگا ہوتا ہے جس کے اندر نفیس جواہر لگے ہوتے ہیں پھر اس ہاتھی کے آگے بادشاہ کے غلام دما ایک ہوتے ہیں جن کے سر و نپر سونے کی کلغیاں لگی ہوتی ہیں اور کمر میں پٹکا ہوتا ہے جنمیں بعض جواہر سے مرصع ہوتے اور انکے آگے تین سو نقیب چلتے جنکے سر سونے سے ڈھکے ہوتے ہیں اور کمر میں سونیکا پٹکا پڑا ہوتا اور اسکے ہاتھ میں مقرعہ ہوتا ہے جسکا دستہ سونیکا ہوتا۔ پھر امراء ہاتھیوں اور گھوڑوں پر سوار ہوتے اور سپاہ ہمراہ ہوتی۔ اور راہی مراتب ساتھ چلتے جب بادشاہ عیدگاہ کے دروازہ پر پہونچتا ہے تو ٹھیر جاتا ہے اور قضاۃ اور امراء کبار کو اس کے اندر جانے کا حکم دیتا اور پھر خود اترتا اور امام نماز پڑھاتا اور خطبہ پڑھتا اور عید الضحےٰ ہوتی ہے تو بادشاہ کے ساتھ ایک اونٹ آتا ہے اور اسکے سینہ پر نیزہ مار کر بادشاہ قربانی کرتا ہے اور اپنے کپڑوں پر حریر کا ایک غلاف چڑھا لیتا ہے کہ اونٹ کے خون کی چھینٹیں اوسپر پڑیں اور پھر ہاتھی پر سوار ہو کر اپنے قصر کو چلا جاتا ہے۔

جلوس عید سریر اعظم و منجرہ عظمیٰ

قصر میں فرش بچھایا جاتا اور اسکی بڑی آرایش وزیبایش ہوتی اور مشور کے اوپر ایک بارگاہ یعنی خیمۂ عظیم لگایا جاتا اور وہ بڑی بڑی چوبون پہ کھڑا کیا جاتا اور اس کے ہر طرف قبے لگائے جاتے اور حریر کے درخت جنمین کلیان بھی لگی ہوتین بنا کے لگائے جاتے اور مشور مین انکی تین صفین لگائی جاتین اور ہر دو درختون کے درمیان ایک سونے کی کرسی بچھائی جاتی اور اُسپر گدا بچھایا جاتا اور صدر مشور مین سریر اعظم قایم کیا جاتا جو خالص سونے کا تہا اور ہر ایک پایہ اسکا جواہر سے مرصع اور طول اسکا ۲۳ شبر (بالشت) تہا اور عرض اس کا نصف طول تہا۔ اس کے اجزا ایسے ہوتے کہ جب چاہو اُن کو جدا کر لو اور جب چاہو جوڑ لو ہر قطعہ سونے کا وزن رکہتا پہر اُس کی چست ترتیب کی جاتی اور بادشاہ کے سر پر ایک چتر لگایا جاتا جو جواہرات سے مرصع ہوتا تہا۔ جب سلطان تخت پر قدم رکہتا تو نقیب بسم اللہ کا آوازہ بلند لگاتے اور پہر اس ترکیب سے بادشاہ کے سلام کو لوگ جاتے اول قضاۃ و خطباء۔ علماء۔ شرفاء مشایخ اور سلطان کے بہائی اور اقارب داماد پہر اعزہ پہر وزیر امراء لشکر پہر شیوخ الممالیک پہر کبار الاجناد ایک دوسرے کے پیچھے سلام کرلیتے اور کوئی اسکی مزاحمت و مدافعت نہین کرتا عید کے دن کی عادات مین سے یہ عادت ہے کہ جس شخص کے پاس کوئی قریہ عطیہ شاہی ہے وہ اشرفیونکی تہیلی کہ جسپر اسکا نام لکہا ہوتا لاتا اور اُسے سونے کے طشت مین کہ وہان رکہا ہوتا ڈال دیتا۔ یون بہت مال اکہٹا ہوجاتا اور بادشاہ وہ مال جس کو چاہتا دیدیتا جب آدمی سلام سے فارغ ہوتے تو ہر ایک کے حسب مراتب طعام کی ضیافت کی جاتی اور عید کے دن ایک منجرہ عظمیٰ نصب کیا جاتا اُس کی شکل برج کی سی ہوتی اور خالص سونے کا بنا ہوا تہا اور اس کے اجزاء کو چاہو جدا جدا کر لو اور چاہو جوڑ لو اور اسکے ہر قطعہ کو آدمی اٹہا کر لیجاتے اور اُس کے اندر تین گھر ہوتے اور اُن مین عود قماری و قاقلی اگر و عنبر اشہب و جاوی جلائے جاتے اور کل مشور اس دہونی سے بہر جاتا اور خواجہ سرایون کے ہاتہون مین سونے چاندی کے برتن گلاب و پہولون کے عرق سے بہرے ہوتے اور وہ آدمیون پہ

چھڑکے جاتے یہ سر پر وبخرہ سوا عیدین کے کسی اور روز نہین نکلتا۔عید کے دن اس تخت پر بادشاہ بیٹھتا۔باقی اور دنون مین سونے کے تخت پر بیٹھتا۔ایک بارگاہ (خیمہ عظیم) لگایا جاتا جس کے تین دروازے ہوتے اور اس کے اندر بادشاہ جلوس کرتا۔اور باب اول پر عماد الملک سرتیز اور باب دوم پر ملک نکبیہ اور باب سوم پر یوسف بغیرہ دائین بائین طرف امرا ممالیک سلحدار اور اور آدمی اپنے مرتبے کیموافق بیٹھتے۔اور بارگاہ کا شحنہ ملک طغی کے ہاتھہ مین سونے کا عصا اور اس کے نائب کے ہاتھہ مین چاندی کا عصا ہوتا وہ آدمیون کو حسب مراتب اپنی اپنی جگہ پر بٹھاتے اور صفونکو برابر کرتے۔اول وزیر اور اُسکے پیچھے کتاب حجاب ونقبا کھڑے ہوتے۔پھر اہل طرب آتے اور اُن کے اول ہندو ملوک کی لڑکیان جو سنہ حال مین کنیزک بنائی جاتین وہ آکر گاتین ناچتین۔سلطان اُنکو اپنے امرا اور اعزا کو بخش دیتا۔اور بعد اُن کے اور ہندوون کی لڑکیان آکر گاتین وناچتین اُنکو سلطان اپنے اخوان اور اقارب وداماد ون اور ابناء ملوک کو عطاء کرتا یہ جلوس بعد عصر ہوتا اور پھر دوسرے دن بھی اسیوقت یہ جلوس ترتیب مذکور کے موافق ہوتا اور گانے والی عورتین آکر گاتین اور ناچتین اور امراء ممالیک کو ہبہ کی جاتین اور تیسرے دن بادشاہ اپنے اقارب کے بیاہ کرتا اور اُنکو انعام دیتا چوتھے روز غلامون کو آزاد کرتا اور پانچوین دن لونڈیون کو عاق کرتا چھٹے روز لونڈی اور غلامون کے نکاح کرتا۔ساتوین روز صدقات جو کثرت سے ہوتے تقسیم کرتا۔

بادشاہ کا سفر سے آنا

جب سفر سے اپنی دار السلطنت مین بادشاہ آتا تو ہاتھی آراستہ کئے جاتے سولہ ہاتھیون پر سولہ ہودے مرصع لگائے جاتے اور انکے مستکو نپر ایک ستارہ مرصع با جواہر و گوہر لگایا جاتا اور کئی کئی منزل کے چوبی قبے بنائے جاتے اور انپر ریشمی کپڑے لپیٹے جاتے اور انکی ہر منزل مین خوبصورت لونڈیان پر تکلف کپڑے اور زیور پہنکر گاتین ناچتین اور ہر قبے کے وسط مین ایک بڑا حوض کہالکو بناتے اور اسمین گلاب اور پانی بھرتے تھے اور سب اور صادر وشہری ومسافر اُسے پیتے۔ اور اُن کو پان اور چھالیا دیجاتی اور قبون کے اندر ریشمی فرش بچھایا جاتا اور اُسپر سلطان کی سواری

چلتی اور شہر کے دروازہ سے لیکر قصر کے دروازے تک بستے آراستہ کیے جاتے اور اُنپر ریشمی فرش بچھائے جاتے۔ بادشاہ کے آگے ہزار غلام ہوتے اور بادشاہ کے پیچھے پیادہ ہوتی۔ بادشاہ کیساتھ ہاتھیوں پر رعادے رکھے ہوتے جو دینار و درہم چاروں طرف آدمیوں پر پھینکے جاتے اور لوگ اُنکو جب تک چنتے رہتے کہ بادشاہ شہر میں ہوکر قصر میں داخل ہوتا۔

طعام خاص کی ترتیب کا ذکر

سلطان کے گھر میں طعام دو طرح کے ہوتے ایک طعام خاص دوسرا طعام عام۔ طعام خاص جس میں سے بادشاہ بھی کھاتا۔ اُسکی عادت تھی کہ وہ مجلس میں حاضرین کے ساتھ کھاتا۔ اور یہ حاضرین امرا خاص ہوتے جیسے امیر حاجب ابن عم سلطان وعماد الملک سرتیز و امیر مجلس۔ اور سلطان جن اپنے اعزا اور امرا کبار کی تشریف و تکریم چاہتا اُنکو دعوت میں کھانے کو بلاتا اور اُنکے ساتھ کھاتا۔ کبھی یہ بھی ہوتا کہ جب بادشاہ کو حاضرین میں سے کسی خاص شخص کی تشریف منظور ہوتی تو وہ ایک کاسۂ بزرگ لیتا اور اُسپر روٹی رکھتا اور اُس شخص کو اپنے ہاتھ سے دیتا اور یہ شخص اُس کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر دائیں ہاتھ کو زمین سے لگا کر سلام کرتا۔ بعض دفعہ اُس آدمی پاس یہ کھانا بھیجا جاتا جو مجلس سے غائب ہوتا وہ ایسا ہی سمجھا جاتا کہ گویا حاضر ہی تھا۔ میں نے جب بادشاہ کے ساتھ کھانا کھایا ہے تو اُسکے دسترخوان پر اکثر آدمی دیکھے ہیں۔

طعام عام کی ترتیب کا ذکر

جب مطبخ سے طعام عام آتا تو امام نقیبان بسم اللہ کی آواز لگاتا اور نقیب النقبا جسکے ہاتھ میں سونے کا عصا ہوتا اور اُسکے نائب کے ہاتھ میں چاندی کا عصا ہوتا وہ جب چوتھے باب سے داخل ہوتے تو وہ مشور میں یہ آواز لگاتے کہ سب کھڑے ہو جائیں اور سوائے بادشاہ کے کوئی بیٹھا نہ رہے۔ پھر کھانا زمین پر رکھا جاتا اور نقبا اُس کو صفوں میں چنتے اور اُن کا امیر و پیشوا کھڑا ہوتا اور سلطان کی مدح و تعریف کرتا۔ پھر وہ اور نقیب اور سب چھوٹے بڑے بادشاہ کو مجرا کرتے۔ عادت یوں ہے کہ جس وقت نقیب النقبا کا کلام لوگ سنتے تو اپنے موقف پر کھڑے ہو جاتے اور ذرا حرکت نہیں کرتے جب وہ نقیب النقبا اپنے کلام سے فارغ ہوتا تو پھر نائب اُس کا اسی کلام کو مکرر کہتا۔ پھر سب کے سب

دوسری مرتبہ مجرا بجالاتے۔ پھر سب بیٹھ جاتے۔ ان سب حاضرین کی فہرست کتاب الباب لکھتا اور اُسکو بادشاہ پاس کوئی شہزادہ لے جاتا اور کوئی امیر اُسکو پڑھتا۔ پھر کھانا شروع ہوتا۔ طعام طرح طرح کے ہوتے۔ مرغ مچھلی و حلوا اور روٹیاں کئی کئی طرح کی عادت یوں تھی کہ دسترخوان کے صدر پہ قضاۃ و خطبا فقہا و شرفا و مشائخ ہوتے بعد اُن کے بادشاہ کے اقارب، و امراء کبار بعد اُس کے اور تمام آدمی۔ ہر شخص اپنے معین مقام کے سوا کہیں اور نہیں بیٹھتا۔ اور ایک دوسرے کا مزاحم نہیں ہوتا۔ جب وہ بیٹھ جاتے تو شربدار آتے وہ سقے ہوتے۔ جن کے ہاتھ میں سونے چاندی تانبے سیسے کے برتن ہوتے اور اُن میں مصری کا شربت بھرا ہوتا ہے اور پہلے کھانا کھانے سے سب آدمی اس شربت کو پیتے۔ جب یہ پی چکتے تو حجاب کہتا کہ بسم اللہ تو کھانا شروع ہوتا اور سب آدمی جو دسترخوان پر بیٹھے ہوتے اُن میں سے کوئی ایک دوسرے کے آگے برتن میں نہیں کھاسکتا یعنی دو شخص ایک برتن میں نہیں کھاسکتے۔ جب کھانے سے فارغ ہو جاتے تو پھر پینے کے لیے فقاع (شراب خام کہ جو اور مویز وغیرہ سے بناتے) کوزوں میں آتی جب آدمی اُن کوزوں کو پی لیتے تو حجاب کہتا بسم اللہ پھر طبقوں میں گلوریاں آتیں جنمیں سے ہر ایک میں پندرہ پان اور چھالیاں کتری ہوئی ہوتی اور ریشمی تاگہ سے بندھی ہوئی۔ جب سب آدمی یہ گلوریاں لے لیتے تو حجاب کہتا بسم اللہ پھر آدمی کھڑے ہو جاتے اور جو امیر اس خدمت پر مقرر ہوتا اُس کو سلام کرکے اپنے اپنے گھر چلے جاتے۔ دنکو دو مرتبہ یہ کھانا کھلایا جاتا اول مرتبہ قبل ظہر اور دوسری مرتبہ بعد عصر۔

بادشاہ کی فیاضی کی حکایات

ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ زمین ہند سے جو ملک متصل ہیں جیسے کہ یمن۔ خراسان۔ فارس۔ ان میں اس بادشاہ کی جود و سخا کی حکایات بہت مشہور ہیں۔ وہ مسافروں پر ایسی نوازش کرتا تھا کہ اہل ہند پر اُنکو فضیلت ہو جاتی تھی۔ مواہب عظیمہ اور عطایا جزیلہ سے اُنکو ممتاز کر دیتا اور کسی مسافر کو شکستہ خاطر نہیں ہونے دیتا۔ شہاب الدین کازرانی جو ہدیہ بادشاہ کے لیے لاتا تھا وہ لٹ گیا اور اُس کا حال سلطان کو معلوم ہوا تو اُس پاس نہروالہ میں تیس ہزار دینار بھجوائے مگر اُس نے اُنکے لینے سے انکار کیا اور یہ غرض کی کہ میرا قصد بادشاہ کی زیارت کا ہے۔ بادشاہ نے اُس کو آنے کی اجازت دی۔ جب آیا تو

خلعت وانعامات کے سوا، چھ ہزار تنکہ دینے کا حکم دیا اسیر بہاء الدین ابن فلکی نے کہا اے خداوند عالم سخی دہم بادشاہ نے کہا کہ شنیدم زحمت دارد۔ پھر سلطان نے کہا کہ برو ہمین زمان در خزانہ یک لک تنکہ زر بگیری و ببینی او بہ بری تا دل او خوش شود مصنف کہ شیخ الشیوخ رکن الدین کو خلیفہ ابو العباس نے حسب الطلب سلطان کے یہان بھیجا تھا تو اُسکو بہت کچھ مال دیکر رخصت کیا مگر اُس کا سارا مال قاضی جلال الدین نے چھین لیا تو وہ سلطان پاس آیا تو اُس نے مزاح کے طور پر کہا کہ آمدی کہ زر بری تا با دلربائے صنم خوری زر نہ بری و سر نہی۔ بادشاہ نے پہلے سے اُس کو دو چند دیا

ناصر الدین واعظ ترمذی جب سلطان پاس معبر دملیبار میں گیا تو اُس کے وعظ سُننے کا شوق ہوا اُس کے واسطے ایک منبر سفید صندل کا بنایا اور اُس میں سونے کی میخین اور پترے جڑواتے اور اُس کے سرے پر بڑا یاقوت جڑوایا اور واعظ کو خلعت گران بہا دیکر اُسپر بٹھایا اور وعظ سُنا اور جب منبر سے واعظ اترا تو اُس سے معانقہ کیا اور ہاتھی پر بٹھایا اور بہت کچھ مال اور بڑے بڑے سونے کے برتن عطا کئے۔

شمس الدین اندکانی حکیم و شاعر عام پسند تھا اُس نے سلطان کی مدح میں ایک قصیدہ فارسی زبان میں لکھا جس کے ستائیس شعر کے صلہ میں لاکھ دینار انعام کے دیتے جو ابتک کسی بادشاہ نے ایک شعر کے صلہ میں لاکھ درہم بھی کبھی نہین دئے تھے۔

عضد الدین شونکارنی کو جو اپنے ملک میں بڑا فاضل کبیر القدر عظیم اللقب و شہیر الذکر تھا۔ جب اُسکی خبر سلطان کو پہونچی تو اس کے پاس شہر سونکار میں دس ہزار دینار درہم بھیجدیئے اور ایسے ہی قاضی مجد الدین شیرازی کی شہرت سنکر دسہزار دینار دراہم بھیجدیئے واعظ برہان الدین صاغرجی جو اپنی سخاوت کے سبب قرضدار ہوگیا تھا اس کے قرض کی خبر جب سلطان کو معلوم ہوئی تو چالیس ہزار اس پاس بھیجدیئے جس سے اُس کا سارا قرض اتر گیا۔

خواجہ جہان وزیر نے سلطان کو جب تین سینیان یاقوت و زمرد و مرواریدسے بھری پیش کین تو اُنکو حاجی کاوان کو دیدیا۔ ایسی سخاوت کی بہت سی حکایتین لکھی ہین۔

سلطان کی تواضع اور انصاف کی حکایات

کسی امیر ہندو نے قاضی کے ہان نالش کی کہ سلطان نے اُسکے بھائی کو بے سبب قتل کیا ہے قاضی نے سلطان کو بلایا۔ قاضی کی مجلس مین وہ گیا کوئی ہتیار ساتھ نہ لے گیا۔ قاضی کو سلام کیا جبتک قاضی نے بیٹھنے کو نہ کہا نہ بیٹھا اور قاضی کی مجلس مین ٹھیرا رہا کہ وہ امیر ہندو اپنے بھائی کے خون پر راضی ہوگیا اور ایسی اور چند حکایتین لکھی ہین۔

اقامت صلوٰۃ و احکام شریعت مین سلطان کا اشتداد

اقامت صلوٰۃ مین سلطان بڑا اشتداد کرتا تھا اور ملازمون کو جماعت کیساتھ نماز پڑھنے کا حکم دے رکھا تھا جو تارک الصلوٰۃ ہوتا اُسے سخت سزا دیتا ایک دن تین سو آدمیون کو تارک الصلوٰۃ ہونے کے سبب مار ڈالا جن مین سے ایک ڈوم تھا اُس نے بازارون مین آدمی تعین کر رکھے تھے کہ وہ نماز کے وقت تارک الصلوٰۃ آدمیوں کو سزا دین اُسنے حکم دے رکھا تھا کہ آدمیون کو بلا بلا فرائض وضو و نماز و شرائط اسلام سکھائین کوچہ و بازارون مین یہ احکام شرعی عوام الناس کو سکھائے جاتے تھے سوائے نماز کے اور احکام شرعی کی پابندی کے لئے بھی وہ تشدد کرتا تھا۔

بادشاہ کے ناگاہ قتل کرنے اور کینہ و انتقام کے افعال

بادشاہ کے اوصاف تواضع و انصاف کے مساکین کے ساتھ رفاقت کے کرم و سخا کے جنکی نوبت خرق عادت پر پہونچ گئی اُس نے بیان کئے ہین مگر اسکے ساتھ یہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ بہت لوگون کی جانین لیتا تھا شاذ و نادر کوئی دن ایسا ہوتا ہوگا کہ اُسکے دروازہ پر کوئی مقتول نہ پڑا ہو۔ اُس نے اکثر مقتولون کی لاشون کو پڑا ہوا دیکھا۔ ایکدن قصر شاہی کو جاتا تھا کہ اُسکا گھوڑا جھجکا اُس نے اپنے آگے ایک سفید قطعہ زمین کو دیکھا جب اُس نے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو اُس کے ہمراہیون مین سے ایک شخص نے جواب دیا کہ وہ ایک آدمی کا دھڑ تین ٹکڑے کیا ہوا ہے اس بادشاہ کی عادت تھی کہ وہ جرم صغیرہ کی بھی سزا مثل گناہ کبیرہ کے دیتا اور اہل علم و صلاح و شرف کا احترام قتل کرنے کیلئے کچھہ نہ کرتا تھا ہر روز اسکے مشور پر سیکڑون قیدی گلے مین طوق پڑے ہوئے آتے تھے اور اُنکے ہاتھ اُنکی گردنون سے بندھے ہوئے ہوتے تھے اور انکے پانون بندھے ہوتے تھے انہین سے بعض قتل ہوتے بعض کو عذاب دیا جاتا تھا بعض پر ضربین لگتین یہ دستور تھا کہ جمعہ کے سوا ہر دن

اسطرح قیدی قیدخانہ سے آتے جمعہ کا دن قیدیون کے لئے تعطیل کا تہا اُس روز وہ نہاتے دہوتے اور آرام کرتے اعاذنا اللہ فی البلاء

سلطان کا قتل کرنا اپنے بھائی کو

سلطان کا ایک بہائی مسعود خان تہا جس کی مان سلطان علاء الدین کی بیٹی تہی وہ ایسا خوبصورت تہا کہ ابتک مین نے دنیا مین اُسکی مثل نہین دیکہا۔ بادشاہ نے اُسپر یہ تہمت لگائی کہ وہ اس سے بغاوت کرنی چاہتا ہے۔ اس سے یہی سوال پوچہا اُس نے عذاب کے خوف سے اس جرم کا اقرار کیا جب کوئی اس جرم سے جسکا الزام بادشاہ لگاتا تہا انکار کرتا تہا اُسکو عذاب دیا جاتا تہا کہ وہ موت کو اس عذاب سے آسان سمجہتا تہا سلطان کے حکم سے اُس کی گردن کاٹی گئی اور بازار کے بیچ مین پہینکی گئی اور حسب دستور لاش تین روز تک پڑی رہی اس سے دو برس بعد مسعود کی مان بہی زنا کے اقرار کرنے کے سبب سے سنگسار کی گئی۔ قاضی کمال الدین نے اُسپر یہ فتوے لگایا تہا۔

ساڑھے تین سو آدمیون کا قتل ایک ساعت مین

ایک دفعہ سلطان نے ملک یوسف بغیرہ کے ساتھ ایک حصہ سپاہ کا ہندؤون سے لڑنے کیلئے دہلی کے قریب کے پہاڑون مین بہیجا وہ ایک لشکر عظیم کے ساتھ روانہ ہوا مگر ایک گروہ اس سے پیچہے رہ گیا جسکی اطلاع سلطان کو پہونچنے کی سلطان نے حکم دیا کہ سارے شہر مین ان آدمیون کو تلاش کر کے گرفتار کریں ساڑھے تین سو آدمی گرفتار ہوئے ان سب کو قتل کرا دیا۔

ایک واعظ اعظم جسکو جواہر سپرد تہے وہ ہندؤون کی دمبازی سے رات کو ان جواہر کو چرا کر لیگیا اسپر سلطان نے خود اپنے ہاتہ سے مار مار کر دم نکالدیا۔ ایک امیر فرغانہ جسکو بہت کچہ انعام و اکرام دیا تہا جب اُس نے بہاگنے کا ارادہ کیا تو ایک مخبر نے سلطان کو اسکی خبر کی جسپر امیر تو مارے گئے اور ساری دولت مخبر کو ملی یہ دستور تہا کہ جب دوسرے آدمی کے بد ارادے کی کوئی مخبر خبر دیتا اور وہ سچ ہوتی تو وہ شخص مارا جاتا اور اُسکا سارا مال اسباب مخبر کو ملتا

ابن بطوطہ نے جو اپنا حال دہلی مین آنیکا لکہا ہے اُس کا مختصر بیان

جب ابن بطوطہ مع اپنے ہمراہیون کے دہلی مین آیا تو وزیر قاضی اُس کے استقبال کو آئے اور

مخدومۂ جہان مادر سلطان کے قصر پر اُنکو لے گئے۔ قصر پر اول وزیر و قاضی نے اور پہر اُن لوگون نے اور اُنکے ہمراہیون نے مراسم تعظیم ادا کین ان مین سے ہر ایک نے حسب حیثیت اپنا اپنے ہدیے پیش کئے وزیر ملک نے اُنکو لکہا اور ملکہ کو اُس کی اطلاع دی۔ ہدیے منظور ہوئے اور اُنکو بیٹہنے کی اجازت دی۔ پہر کہانا آیا وہ نہایت ادب سے اُن سب نے کہایا پہر خلعت دیکر اُن کو رخصت کیا کہ وہ اُن مکانون مین جو اُنکی سکونت کے لئے تجویز ہوئے تہے جائین۔ رخصت کیوقت سر جہکا کر اور ایک ہاتہہ زمین پر لگا کر انہون نے سلام کیا اور اپنے اپنے مکانون پر آئے یہ مکان سب طرح سے فرش اور اسباب سے آراستہ تہے اور کل ضروری چیزین انمین موجود تہین مادر سلطان کی طرف سے اُنکے لئے کہانا پککر آتا۔ وزیر کی خدمت مین روز حاضر ہوتے اُس نے ایکدن اُنکو دو ہزار دینار دئے اور کہا کہ یہ آپ کی سرشتے کے لئے ہین اور ایک خلعت گران بہا ابن بطوطہ کو عطا کیا اور اُس کے ملازمین کو جو چالیس تہے دو ہزار دینار دئے۔

ڈیڑہ مہینہ یہان آئے ہوئے ہوا تہا کہ ابن بطوطہ کی بیٹی مر گئی۔ جب وزیر کو اُس کی وفات کی خبر ہوئی تو اُس نے حکم دیا کہ پالم دروازہ کے باہر مقبرہ شیخ ابراہیم مین وہ دفن کیجائے اور سلطان کو بہی اسکی خبر کی وہ اسوقت دہلی سے دس دن کی راہ پر تہا اُسکے جواب آنے پر اُنکی بیٹی کا سوم امیرانہ ہوا اور سارا خرچ وزیر نے اٹہایا۔ مخدومۂ جہان نے اُنکی بیوی کو بلا کر زیور و لباس اور ایک ہزار دینار عطا کئے اور ایک دن مہمان رکہا۔ یہ ملکہ افضل النسا اور کثیر الصدقات تہی مگر آنکہون سے معذور تہی۔

اِس کے بعد خبر آئی کہ دہلی سے سات کوس پر بادشاہ کی سواری آن پہونچی ہے۔ وزیر وہان گیا اور اپنے ساتہہ اِن مسافرونکو لیگیا جنکو بادشاہ کے روبرو پیش کرنا چاہتا تہا ہر شخص اپنی نذر ساتہہ لیتا گیا۔ بادشاہ جس قصر مین فروکش تہا وہان یہ سب پہنچے۔ سب کی نذرونکو دبیر لکہہ کر بادشاہ کے روبرو لے گیا پہر اِن نذرون کو آدمی اٹہا کر لے گئے اور اہل ہدیہ سب بادشاہ کے روبرو بالترتیب پیش ہوئے ابن بطوطہ بہی سامنے آیا اور مراسم تعظیم بجا لایا۔ بادشاہ نے اسکا ہاتہہ پکڑ کر سب طرح کی عنایت فرمانیکا وعدہ فرمایا۔ ہر مسافر کو بادشاہ نے خلعت دیکر رخصت کیا۔ قصر کے باہر بہاری ضیافت ہوئی وزیر معہ اور امرا کے خادمون کی طرح کہڑا رہا۔ پہر بادشاہ نے اپنے خاصہ کا گہوڑا اصطبل سے منگا کر ہر مسافر کو دیا اُنکو اپنے ہمراہ لیکر قصر دہلی مین تشریف فرما ہوا تیسرے دن یہ سب مسافر پہر قصر سلطانی کے

دروازہ پر حاضر ہوئے بادشاہ نے ان مسافرون سے دریافت کیا کہ کوئی ہمین سے عہدہ منشی دبیر قاضی
وغیرہ کا چاہیے تو ہمین اُسپر مقرر کردون ہر شخص نے اپنے مناسب حال جواب دیا۔ ابن بطوطہ نے کہا کہ
میرے باپ دادا عہدہ قضا کا کام کرتے چلے آئے ہین وہ مجھے عطا ہو۔ یہ سب جواب بادشاہ کے
روبرو پیش ہوئے پھر ہر مسافر بادشاہ کے روبرو آیا اور ہر ایک کو اُس کے حسب حال عہدہ عنایت ہوا
خلعت و اسپ دیا گیا اور ہر ایک کو زر نقد عہدہ کی تنخواہ کے موافق دیا گیا اور کچھ دیہات کی آمدنی
اُس کو عنایت ہوئی جب ابن بطوطہ بادشاہ کے روبرو پیش ہوا تو وزیر نے کہا کہ حضور نے تجھکو
دہلی کا قاضی مقرر کیا اور خلعت و اسپ عنایت کیا ہے اور بارہ ہزار دینار بالفعل خرچ کے لئے
دیئے اور سالانہ تنخواہ بارہ ہزار دینار مقرر ہوئی اور اسی قدر آمدنی کے دیہات مرحمت ہوئے
جب اس موقع پر بادشاہ نے اُس سے کہا کہ دہلی کے عہدۂ قضا مین ایسی محنت کی ضرورت نہین ہے
جیسی کہ تو نے کی۔ اس کا جواب عربی زبان مین بادشاہ کو اُس نے دیا مین امام ابن مالک کا مقلد
ہون اور اہل دہلی امام ابو حنیفہ کے اور مین اُن کی زبان نہین سمجھتا اس پر بادشاہ نے کہا کہ مین نے
دو عالم تیرے نائب مقرر کر دیئے ہین جو تجھکو یہان کے آدمیون کی زبان سمجھا دیا کرین گے اُس نے
بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور اپنے گھر چلا آیا وہ پچپن ہزار دینار کا قرضدار ہو گیا تھا بادشاہ نے
یہ قرض بھی ادا کر دیا۔ بادشاہ کی مدح مین ابن بطوطہ نے ایک قصیدہ پڑھا جس کو بادشاہ سنکر
نہایت متعجب ہوا۔ اس زمانہ مین یہان اہل ہند عربی قصائد کی بڑی قدر کرتے تھے۔
بادشاہ معبر کی مہم سے جب واپس آیا تو ایک شیخ سے جسے پہلے بہت عقیدت
تھی خفا ہو گیا اور اُس کو قیدخانہ مین بھیجدیا اور اُس کے بچون سے پوچھا کہ شیخ پاس کون
کون آتا تھا آنے والون مین ابن بطوطہ کا نام بھی تھا وہ شیخ سے اُس کے غار مین
ایک دفعہ ملا تھا۔ اس پر اُس کی طلبی ہوئی چار روز وہ حاضر رہا کوئی شخص شیخ پاس جانے
والا موت سے نہ بچا تھا۔ اسی صورت مین چار روز بڑے سخت اُس پر گذرے اور اُس نے
حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل کو تینتیس ہزار دفعہ پڑھا چوتھے دن رہائی ہوئی
شیخ اور سب اُس کے پاس جانے والے قتل ہوئے صرف ابن بطوطہ بچا۔ اس سبب سے
اُس نے عہدۂ قضا سے استعفا دیدیا جو کچھ پاس تھا وہ فقیرون کو تقسیم کر دیا اور فقط کرتہ پہنکر

شیخ کمال الدین عبداللہ الغاری کی خدمت مین رہنے لگا۔ پانچ مہینے شیخ کی خدمت مین رہا پانچ دن کا ایک روزہ رکھا اور چالوں کے بعد اسے کھولا کہ بادشاہ نے آسے بلا یا وہ اپنا کرتہ پہنے ہوئے بادشاہ کی خدمت مین گیا بادشاہ نے اُس پر مہربانی کی اور فرمایا کہ تجکو سیاحی کا بڑا شوق ہے ہم تجکو خاقان چین پاس اپنا سفیر بنا کے بھیجتے ہین اُس نے یہ سفارت قبول کی۔ اُس کے لئے ضروری سامان سفر تیار ہوا۔

خاقان چین کا تحفہ تحایف بھیجنا اور ابن بطوطہ کا روانہ ہونا

اس زمانہ مین خاقان چین نے سلطان پاس یہ تحائف بھیجے تھے ایک سو غلام پچاس لونڈیان۔ پانچسو لباس الملکبخہ۔ پانچسومن مشک۔ پانچ لباس بجواہرنگار۔ پانچ ترکش زرین۔ پانچ تلوارین مرصع کار اور یہ درخواست سلطان سے کی کہ ہم اپنا بتخانہ جو کوہ قراد (ہماچل) مین تھا اسکو دوبارہ بنالین ہندو پہاڑ کی چوٹی پر جہان جانا بھی مشکل ہے اور میدان سے تین مہینے کی راہ تھی رہتے تھے اور وہان بہت سے ہندو راجہ بھی راج کرتے تھے اس ملک کی حدود تبت سے ملی ہوئی ہین جہان غزالان مشکی پیدا ہوتے ہین یہان کے پہاڑونمین سونے کی کانین بھی ہین اور ایسی زہریلی گھاسین پیدا ہوتی ہین کہ جب بارش ہوتی ہے اور اُسکا پانی بہتا ہے تو ان زہریلی گھاسون کے اثر سے پانی ایسا ہوجاتا ہے کہ کوئی آدمی نہین پیتا اور جو پی لیتا ہے وہ مرجاتا ہے جب مسلمانون کا اس ملک پر قبضہ ہوا تو اُنھون نے یہان کے بتخانہ کو جو پایۂ کوہ مین تھا مسمار کردیا مسلمانون سے میدان مین پہاڑی ہندو لڑنہین سکتے تھے اور میدانون کی ضرورت کھیتی کیلئے پہاڑیونکو ہوتی تھی۔ اسلئے خاقان چین نے سلطان سے درخواست کی کہ وہ میدان اُسکو دیدیا جاتے کہ بتخانہ پھر بنا لیا جائے سو اس بتخانہ کے اہل چین جاترا کیلئے سمبل مین بھی آتے تھے۔ بادشاہ نے خاقان چین کو یہ جواب لکھا کہ وہ مسلمانون کی آبادی مین بتخانہ بننے کی اجازت نہین دیسکتا اور نہ اُسکی عملداری مین جب تک جزیہ نہ دیا جائے کلیسا اور بت خانہ قائم رہ سکتا ہے اگر خاقان کو یہ جزیہ دینا منظور ہو تو بت خانہ بننے کی اجازت ہوسکتی ہے اس جواب کے ساتھ خاقان کیواسطے تحفے جو اُسکے تحفو نسے زیادہ قیمت کے تھے۔ ظہیرالدین الزنجانی والفتیٰ کافور کو دیکے ابن بطوطہ کے ہمراہ کئے چور راہ مین لُٹ لُٹ گئے۔ ابن بطوطہ مصر کی راہ سے اپنے گھر افریقہ مین پہونچا۔

ذکر سلطنت فیروز شاہ تغلق

فیروز شاہ سنہ ۷۰۹ھ میں پیدا ہوا اُسکی ولادت کا حال اِس طرح لکھا ہے کہ اِس کے باپ کا نام سپہ سالار رجب تھا وہ سلطان غیاث الدین تغلق غازی کا بھائی تھا۔ سلطان علاؤالدین کے زمانہ میں تین بھائی تغلق۔ رجب۔ ابوبکر خراسان سے دہلی میں آئے اور اِس بادشاہ کی عنایتوں اور اپنی لیاقتوں کے سبب مناصب جلیلہ پر وہ سرافراز ہوئے سلطان نے اِنکی دلاوری دیکھکر مشہور شہر دیپال پور کا حاکم تغلق کو مقرر کیا اور اور بھائیوں کو اچھے عہدے دیدیئے تغلق یہ چاہتا تھا کہ دیپالپور کے رایوں میں کسی رانا کی لڑکی سے اپنے بھائی سپہ سالار رجب کی شادی کروں۔ اِس تلاش میں تھا کہ اُسکو دوستوں نے بتلایا کہ رانا مل بھٹی کی بیٹیاں بڑی صاحب جمال و باکمال ہیں۔ اِس زمانہ میں تمام ریاستیں اعلیٰ ادنیٰ اور سارا جنگل ہنیوں اور بھٹیوں کا قصبہ ابوہر مضافات دیپال پور سے متعلق تھا تغلق نے چند عاقل آدمیوں کو رانا مل پاس بھیجکر اِس شادی کا پیغام اُسکو دیا۔ رانا اپنی رعونت و نخوت کے سبب سے اِس پیغام سے خفا ہوا۔ اور الفاظ ناہموار اور کلمات ناشائستہ زبان پر لایا۔ یہ خبر تغلق کو پہنچی کہ رانا مل انکار کرتا ہے بعد مشورہ کے یہ صلاح ٹھیری کہ تغلق شاہ موضع تلونڈی میں جو رانا مل کے علاقہ میں ہے جائے اور اِس سے ایک سال کا مال طلب کرے۔ دوسرے روز تغلق شاہ تلونڈی میں گیا اور کل علاقہ کے مقدموں اور چودھریوں پر تشدد کیا اور تمام مال سالیانہ نقد طلب کیا۔ رانا مل کے سارے آدمی عاجز ہوگئے سلطان علاؤالدین کا عہد تھا چیں چپڑ بھی نہیں کرسکتے تھے۔ دو تین روز میں اُن کا ناک میں دم آگیا اور سختی ایسی اُن پر ہوئی کہ وہ بتنگ ہوگئے۔ رانا مل کی ماں بڑھیا نے جب سُنا کہ خلق پر تغلق سختی کر رہا ہے تو وہ مغرب کی نماز کے بعد رانا مل پاس گئی اور روئی پیٹی بال بکھیرے اسوقت رانا مل کی بیٹی جو سلطان فیروز شاہ کی ماں بنی صحن میں کھڑی تھی جب اِس نیک اختر و خجستہ دادی کو گریہ وزاری کرتے ہوئے دیکھا تو اُس سے پوچھا کہ تمہاری یہ حالت ایسی کیوں ہے دادی نے کہا کہ میں تیری جان کو روتی ہوں کہ نہ تو ہوتی نہ ہماری رعایا کی چھاتی پر تغلق شاہ مونگ دلتا۔ تو اِس لڑکی نے دادی سے کہا کہ اگر میرے دینے سے تمہاری رعایا کو خلاصی ہوتی ہے تو فوراً اُسکا پیغام قبول کرلو اور مجھے اُس پاس

بھیجو اور یہ سمجھو کہ ہماری ایک لڑکی کو مغل لے گئے۔ یہ لڑکی کی بات رانا مل سے جا کر اسکی ماں نے کہی۔ رانا مل نے بھی اس بات کو مان لیا۔ اور تغلق شاہ پاس بیاہ کے منظور کرنے کا پیغام بھیجا اور لڑکی دیبال پور میں آگئی۔ پہلے میکے میں اس کا نام بی بی نائلہ تھا اور سسرال میں سلطان بی بی کدبانو خطاب ملا چند سال بعد فیروز شاہ پیدا ہوا۔ اس خوشی میں تغلق شاہ نے خاص و عام کو انعام اکرام دیا۔ فیروز شاہ سات برس کا نہ ہوا تھا کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ بیچاری بیوہ ماں یہ کہہ کہہ کر روتی اور پیٹتی تھی کہ ہائے میرا یہ بچہ کیونکر پلے گا اور کون پالے گا۔ جب تغلق نے اسکا یہ حال سنا تو اسکی بڑی دلداری کی اور فرمایا کہ لڑکے کی طرف تو غم نہ کر وہ میرا فرزند جگر گوشہ ہے جبتک جیتا ہوں اسکی پرورش کرونگا۔ بی بی کدبانو کے کوئی اور اولاد نہ تھی۔ فیروز شاہ کے بھائی ملک قطب الدین اور ملک نائب باربک اور ماؤں سے پیدا ہوئے تھے۔

فیروز شاہ کا قوانین و آئین سلطنت میں تعلیم پانا

آئین ملک داری اور قوانین بادشاہی میں فیروز شاہ نے دو بادشاہوں سے تعلیم پائی ایک سلطان تغلق شاہ سے۔ دوم سلطان محمد شاہ سے۔ تاتار خان بزرگ کہا کرتا تھا کہ رسوم شہریاری میں فیروز شاہ سے تعلیم پانے سے کسیکو کچھ خطرہ نہیں ہے۔ جسوقت سلطان تغلق شاہ بادشاہ ہوا ہے تو فیروز شاہ کی عمر چودہ برس [illegible] تھی سلطان ساڑھے چار سال تک اپنے ملک میں جولاں گری کرتا پھرا اس میں فیروز شاہ کو اپنے ساتھ وہ رکھتا تھا اور اسرار سلطنت اور رموز حکومت سے اُسے ماہر کرتا تھا۔ جب سلطان تغلق کا انتقال ہوا اور سلطان محمد شاہ بادشاہ ہوا تو فیروز شاہ اٹھارہ برس کا تھا۔ سلطان نے اسکو امیر نائب مقرر کیا اور نائب باربک کا خطاب دیا اور بارہ ہزار سوار اُسکی سپاہ میں متعین کیے سلطان [illegible] پر ہمیشہ مرحمت اور شفقت بہت کرتا تھا اور ہمیشہ اپنے پاس رکھتا تھا اور معاملات سلطنت جو اُسکے پیش آتے انکو وہ فیروز شاہ کو بتلاتا اور سمجھاتا۔ اس زمانہ میں عام خلائق پر فیروز شاہ لطف و احسان کرتا اور حاجتمندوں کی حاجت روائی جلد کرتا۔ بزرگوں کا قول ہے کہ جو شخص ایک معاملہ کے فرائض کو اچھی طرح ادا کریگا وہ مملکت کے کاموں اور سلطنت کے معاملوں کو بھی اچھی طرح سرانجام دیگا اسی لیے سلطان [illegible] نے جب مملکت دہلی کو چار حصوں میں منقسم کیا۔ تو ایک ربع فیروز شاہ کو حوالہ کیا کہ وہ ماشاء اللہ

امور مملکت رانی اور آئین شہریاری میں کامل ہوجائے۔ عوام جو یہ کہتے ہیں کہ سلطان محمد شاہ فیروز شاہ کو اکثر اوقات محنت و مشقت میں رکھتا تھا تو اس کا سبب کوئی عداوت حسد نہ تھا اگر یہ ہوتا تو اُس کو اپنے تخت سے فوراً جدا کر دینا کیا مشکل تھا بلکہ وہ فیروز شاہ کو معلمانہ آداب شاہی سکھاتا تھا کہ آئین جہانداری سے وہ ماہر ہوجائے۔ اِس بادشاہ کے زیر تعلیم وہ پینتالیس برس کی عمر تک رہا۔

سلطان فیروز شاہ کی تخت نشینی

جب ملک ٹھٹہ میں سلطان محمد شاہ کا بُرا حال بیماری سے ہوا تو اُسکے علاج اور خدمت اور تیمارداری میں فیروز شاہ ایسا مصروف ہوا کہ بادشاہ کی عنایت اور رحمت اُسکے حال پر دہ چند ہوگئی اور وقت رحلت جب قریب آیا تو یہ وصیت کی کہ میرے بعد فیروز شاہ پادشاہ ہو اور یہ شعر پڑھا

تو سر سبز باشی بہ شاہنشہی — کہ من کردہ ام سر زبالیں تہی

جب محمد تغلق نے اِس دنیا سے کوچ کیا تو دنیا میں ایک شور شغب مچا۔ فساد برپا ہوا۔ ملک فیروز اور امیر اسکے دبانے اور مٹانے میں مصروف ہوئے۔ اِس فساد کے بانی مبانی مغل تھے۔ بادشاہ کی اعانت کے واسطے امیر فرغن نے التون بہادر اور امیر بھیجے تھے اُنکو ملک فیروز نے انعام خلعت دیکر سمجھایا کہ مصلحت وقت یہی ہے کہ آپ اپنے وطن کو تشریف لیجائیں۔ مبادا ہمارے تمہارے لشکر میں اَن بن و مشت بھیڑ ہو جائے۔ التون بہادر آدمی دانشمند تھا وہ بات سمجھ گیا اور چلدیا۔ مگر ترم شیرین خاں داماد امیر نوروز گرگین جو یہاں کے امراء سلطنت میں سے تھا اُس نے جا کر التون بہادر کو فہمایش کی کہ تو کس وقت گھر چلا ہے دیکھ بادشاہ ہند مر گیا ہے اُسکی جگہ کوئی تخت پر بیٹھا نہیں لشکر بے سر و سامان شتر بے مہار ہو رہا ہے۔ سپاہیانہ کام یہی ہے کہ کل الٹا چل اور خزانہ اور اسباب نقد و جنس چھین جھپٹ چین سے اپنے ملک کو جا۔ اِس بہکانے میں التون بھی آگیا۔ دوسرے روز اُلٹا پھر آیا ؎

مغل را بغارت اشارت دہی — ازاں بہ کہ جنت بشارت دہی

اُس نے چلتے لشکر پر کہ غیر مرتب تھا اور رکا۔ دان کی طرح جاتا تھا حملہ کیا اور اُس میں ایک ہل چل ڈالدی۔ خزانہ کے اونٹ چھین لئے۔ خوب دل کھول کر ہاتھ صاف کئے۔ ہزاروں بچے اسیر کئے ٹھٹھہ کے مفسدوں نے بھی لشکر پر دست درازیاں کیں۔ لشکر پر دو روز تک کھانا پینا سونا حرام ہو گیا

مغلوں کو حوصلہ نہ ہوا کہ اس سے لڑتے۔ التون بہادر نے امیر نوروز گرگین سے جب یہ حال دیکھا کہ اب ہماری دال نہیں گلتی تو وہ اپنے گھروں کو اُلٹے چلے گئے یعنی باغی کے اغوا سے ٹھٹھے کے مفسد جو فساد برپا کر رہے تھے وہ بھی فرو ہو گیا۔ بعد اس فتح کے سلطان شاد و خرم دہلی کی طرف چلا۔

سلطان محمود شاہ کے تخت نشین کرنے میں خواجہ جہاں احمد ایاز کا غلطی کرنا

جب آخر وقعہ دولت آباد میں سلطان محمد گیا ہے تو وہ دہلی میں ملک احمد کبیر تغلق خاں فیروز شاہ کو چھوڑ گیا تھا اُن میں سے اوّل دو سلطان کے مرنے سے پہلے دنیا سے چل بسے تھے اور فیروز شاہ کو سلطان نے اپنے پاس بلا لیا تھا اور دہلی خالی تھی اسلیئے ٹھٹھہ سے سلطان نے خواجہ جہاں کو اپنا نائب غیبت مقرر کر کے دہلی بھیجدیا تھا۔ اُسکے ساتھ یہاں ملک قوام الملک یعنی خان جہاں اور ملک حسن و حسام الدین ایبک اور رچیند اور امرا بھی تھے جب خواجہ جہاں نے سُنا کہ سلطان محمد کا انتقال ہوا اور ملوک و علماء و مشایخ نے فیروز شاہ کو بادشاہ بنایا تو اسکو اسّی برس کی عمر میں یہ خبط اُچھلا کہ ایک مجہول النسب چھ برس کے لڑکے کو کاٹھ کی پتلی کی طرح تخت پر بٹھایا اور غیاث الدین محمود اس کا لقب رکھا۔ اور سلطان محمد تغلق کا بیٹا اُسکو مشہور کیا۔ مگر شمس سراج عفیف اپنی تاریخ فیروز شاہی میں یہ لکھتا ہے کہ یہ بات عوام میں مشہور تھی مگر غلط تھی صحیح یہ ہے جو میں نے مجلس عالی کشاد خان بہرام ایبہ سے سُنی ہے کہ ٹھٹھے سے سُنی ہے کہ ٹھٹھے میں جب سلطان محمد کا انتقال ہوا تو خراسان کے امیران ہزارہ نے جو سلطان محمد کی مدد کو آئے تھے بازار بزرگ کو غارت کیا اور بنگاہ لشکر کو برباد کیا جس سے سارا لشکر پریشان و متفرق ہوا سلطان فیروز شاہ ابھی بادشاہ نہوا تھا کہ خواجہ جہاں کا غلام ملیح تو تون (التون) جو سلطان پاس ٹھٹھے گیا ہوا تھا وہ اُسوقت کہ لشکر میں متوحش خبریں اُڑ رہی تھیں وہاں سے دہلی کی طرف چلدیا اور یہاں دہلی میں صحیح سلامت پہنچکر اُس نے خواجہ جہاں سے یہ بیان کیا کہ سلطان محمد شاہ جہان سے رخصت ہوا مغلوں نے بازار بزرگ لوٹ لیا اور لشکر میں بڑی خونریزی ہوئی اور تاتار خان اور سلطان فیروز غائب ہیں معلوم نہیں کہ وہ مغلوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے یا مارے گئے۔ اور بہت سے ملوک شہید ہوئے۔ ملیح کو خواجہ جہاں معتبر جانتا تھا یہ خبر سُنکر وہ دوہرے ماتم میں بیٹھا۔

ایک ماتم سلطان محمد کے مرنے کا تھا۔ دوسرا سلطان فیروز کے غائب ہونیکا۔ خواجہ جہاں کو فیروزشاہ سے بڑی محبت تھی اُسکو وہ اپنا بیٹا کہا کرتا تھا۔ جب اِس ماتم کو تمام کرچکا تو اُس نے پسر سلطان محمد کو تخت پر بٹھایا۔ مگر جب اُسکو معلوم ہوا کہ فیروزشاہ زندہ ہی اپنی غلطی پر مطلع ہوا۔ وہ جانتا تھا کہ رسوم جہانداری کے موافق کوئی میری اس حرکت پر یہ خیال نہیں کریگا کہ میں نے غلطی وسہو سے یہ کام کیا ہی اسلئے مصلحت یہی ہی کہ لشکر جمع کیجئے اور جب تک طرفین میں التیام نہو خطر عظیم سے بے فکر نہو جیئے۔ پس خواجہ نے دہلی میں لشکر عظیم بیس ہزار سواروں کا جمع کیا۔ اُس نے خلق کو بہت مال دیا۔ سلطان محمد کی ستائیس برس کی بذل وسخا کے سبب سے خزانہ میں روپیہ کی کمی تھی۔ جلد خزانہ خالی ہوگیا تو اُس نے ظروف زرین وسیمین لوگوں کو دیدیئے۔ اور جب یہ ظروف بھی نہ رہے تو جواہر تقسیم کردیئے عجب یہ ہی کہ لوگ خواجہ جہاں سے زرومال لیتے اور اُسی پر لعنت بھیجتے اور فیروزشاہ کے لئے راتدن دعائیں مانگتے۔

خواجہ جہان کا سُنا کہ سلطان فیروزشاہ بادشاہ ہوگیا

جب خواجہ جہاں نے سنا کہ فیروزشاہ بادشاہ ہوگیا تو اپنی غلطی پر نہایت افسوس کرتا تھا دونوں لشکروں میں مختلف یہ خبریں اڑتی تھیں کہ خواجہ جہاں کا ارادہ ہی کہ سلطان کی سپاہ دہلی پہونچیگی تو جو امیر اُس لشکر سلطانی میں ہونگے اُنکے سب کے اتباع ومتعلقین وجورو بچوں کو منجنیق میں رکھ کر اُڑاؤں گا یہ افواہ بھی تھی کہ خواجہ جہاں پاس فوج قاہرہ ہی وہ سلطان سے سخت مقابلہ کریگا۔

جب سلطان کے کان میں یہ اخبار غیر مکرر متواتر پہونچی تو اُس نے جو خوانین وملوک لشکر میں موجود تھے اُنکو جمع کرکے پوچھا کہ تم سب صاحب بادشاہ کے مصاحب ہمیشہ رہے ہو اگر تمکو معلوم ہو کہ بادشاہ کا بیٹا تھا تو ہم سب چلکر اُسکو تخت پر بٹھائیں اور اسکی اطاعت کمائیں۔ اِس پر مولانا کمال الدین نے فرمایا کہ جس نے اول سلطنت کا کام شروع کیا اُسی کا بادشاہ ہی۔ اِس گول مول فقرہ سے یہ تحقیق نہوا۔ واقعی بادشاہ کا کوئی بیٹا تھا یا نہ تھا۔ مگر اصل حال یہ ہی کہ شاہ کے صرف ایک دختر تھی معلوم نہیں کہ خواجہ جہاں نے یہ پسر کہاں سے پیدا کرلیا۔ سب عاقل یہ کہتے

تھے کہ احمد ایاز (خواجہ جہاں) یا مسلوب العقل ہوگیا ہے یا کسی مظلوم کی بد دعا اُسکے حق میں مستجاب ہوگئی اور اجل اُسکی قریب آگئی ہے کہ بیٹھے بٹھائے اپنے پانوں میں آپ کلہاڑی ماری ہے اور کس بدنامی و دشمن کامی پر اپنا خاتمہ چاہا۔ غرض سب کو خواجہ جہاں کی اس حرکت پر حیرت تھی سلطان سمجھتا تھا وزیر کی پیرانہ سالی کے سبب سے یہ حماقت و سفاہت کی حرکت سرزد ہوئی۔ مگر پھر بھی وہ اُسکی طرف سے اندیشہ مند تھا وہ دہلی کی طرف چلا۔ اِدھر سارے لشکر کے وضیع و شریف دل سے اُسکے طرفدار تھے اودھر ساری دہلی بادشاہ کے آنے کی انتظار میں چشم براہ تھے۔ اب یہ امر تحقیق ہوگیا کہ خواجہ جہاں کا ارادہ مقابلہ کا ہے بادشاہ جانتا تھا کہ ٹھٹھہ کے لشکر نے جو سلطان محمد کے ساتھ تھا نہایت محنت و مشقت اٹھائی ہے سلطان محمد کی بذل و سخا سے خزانہ میں نقدی نہیں رہی ہے اور مغلوں کی ضرر رسانی سے لشکر کا نقصان بہت ہوا ہے۔ وہ شکستہ و خستہ حال ہوکر دہلی کی طرف چلا ہے اور سوا اِسکے بیوی بچے اُسکے حصار دہلی میں موجود ہیں اسلئے سلطان فیروز شاہ لشکر پر خواجہ جہاں کی عداوت کا حال ظاہر نہیں ہونے دیتا کہ مبادا اس میں ہراس پیدا ہو۔ وہ ملتان میں آگیا مگر زبان پر خواجہ جہاں کا ذکر کچھ نہ لایا۔ اِس معاملہ میں وہ کامل عاقل شہریار وہ کی حکمت پر چلا اصل حال کو کھلنے نہ دیا کہ جس سے لشکر کو یہ معلوم ہو کہ سلطان کے پیچھے خواجہ جہاں کا خوف لگا ہوا ہے۔

سلطان فیروز شاہ کا سفر ٹھٹھہ سے دہلی کو

جب ٹھٹھے سے سلطان نے دہلی جانیکا قصد کیا تو اس باب میں مشورہ کیا کہ کس راہ سے سفر کیا جائے اہل مشورہ نے کہا کہ گجرات کی راہ سے چلنا اسلئے بہتر ہوگا کہ دولت ہاتھ آئیگی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ سلطان تغلق جب خسرو خاں کے شر دفع کرنے کے لئے دیپالپور کی راہ سے روانہ ہوا تھا تو اس راہ سے سفر اُسکو مبارک ہوا تھا۔ ہم بھی اُسی کی راہ پر چلیں گے کہ سفر ہمکو مبارک ہو اور ہم صحیح سلامت دہلی پہنچ جائیں۔ غرض بادشاہ نے طغی باغی کی سرکوبی کے لئے ایک سند میں تھوڑی فوج چھوڑی اور آپ دیپالپور اور ملتان کی راہ سے روانہ ہوا جب اہل دہلی کو اس روانگی کی خبر پہنچی کہ بادشاہ پایہ تخت گاہ دہلی آتا ہے تو اُنکو ظاہر و باطن میں بڑی خوشی ہوئی۔ بعض امراء ملوک و معارف اہل صدور دہلی سے بھاگ کر بادشاہ پاس جانے شروع ہوئے۔ خواجہ جہاں جب سلطان کی طرف یہ میلان خلائق دیکھتا تو دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتا مگر زبان سے کچھ نہ کہتا۔ اہل مشورہ

اُنکے اُس سے کہتے تھے کہ یہ بھاگنے والے بادشاہ پاس دہلی سے دولت لئے جاتے ہیں۔ اُنکے روکنے کے لیئے یہ تدبیر کیجیے کہ اُنکے بیوی بچوّں کو پکڑنے۔ خواجہ جہاں یہ سب باتیں سنتا مگر کچھ جواب نہ دیتا۔ غرض جو صاحب مقدور تھے وہ بھاگ کر سلطان پاس چلے گئے اور جن میں جانے کا مقدور نہ تھا وہ سلطان کے آنے کی رات دن دعائیں مانگتے تھے۔ اہل دہلی کو بادشاہ سے عجیب محبت تھی کہ یہاں اپنے بیوی بچوں کو مہلکہ جانی میں چھوڑ چھوڑ کر اُسکے پاس چلے جاتے تھے۔ سلطان ملتان کے قریب کوچ کرتا ہوا آتا تھا کہ اُس نے دُور سے دیکھہ کر پہچانا کہ خواجہ جہاں کا غلام ملیح توں توں چلا آتا ہی سمجھا کہ خواجہ جہاں مرگیا کہ اُسکی یہ خبر لایا ہی۔ جب آدمی بھیجکر اُس سے خواجہ جہاں کی خیر و عافیت کی خبر پُچھوائی تو اُس نے مغرورانہ جواب دیا۔ اُسکے پاس حمایل میں پسر سلطان محمد کا فرمان یہ تھا کہ پسر سلطان محمد کی فیروز شاہ اطاعت کرے۔ جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے فرمایا کہ ہم کو کرم حق چاہیئے۔ خواجہ جہاں اور راو رہمارا کیا کرسکتے ہیں۔ دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست ملتان میں بادشاہ آیا۔ ملتان کے مشایخ پر اُس نے بہت احسان کئے اور وہاں سے اجودھن میں آکر شیخ الاسلام فریدالحق کے مزار کی زیارت سے مشرف ہوتے پھر وہ سرستی میں آیا جو دہلی سے نوّے کوس پر ہی یہاں کے مہاجنوں اور صرافوں اور بقالوں نے کئی لاکھہ تنکہ جمع کرکے سلطان کو دیئے۔ سلطان نے یہ کل روپیہ لشکر میں تقسیم کردیا اور مہاجنوں سے فرمایا کہ یہ تمہارا روپیہ ہم پر قرض ہی۔ انشاءاللہ شہر دہلی میں جاکر وہ سب ادا کیا جائیگا۔ ملک عمادالملک کو حکم ہوا کہ وہ دہلی جاکر اس قرض کو ادا کرے

سلطان فیروز سے قوام الملک خان جہاں مقبول کا ملنا

سلطان فیروز جتنا آگے بڑھتا تھا۔ ملتان۔ دیپال پور۔ سرستی اور مقامات کے آدمی آسی ایسے ہی ملتے جاتے تھے جیسے پہلے سلطان محمد شاہ سے اُسکی مدد کے لئے ملے تھے۔ خانان کبار ملوک نامدار۔ معارف خوش کردار۔ گردان جرّار۔ پہلوانان ذی اختیار۔ لشکریان نیک کردار و جمیع راجہ غرض ہر فرقہ و زمرہ و طائفے کے آدمی سلطان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اِس طرح لشکر بہت بڑھ گیا سلطان سب سے دوستانہ باتیں کرتا اور نیک وعدے کرتا۔ روز بروز دہلی کے آدمی بادشاہ پاس چلے جاتے تھے۔ مگر بادشاہ کو جب تک اطمینان نہیں ہوا کہ قوام الملک خان جہاں مقبول

نے اس کام میں سبقت نہیں کی اس نے برابر اپنے عرائض میں یہاں کے حالات لکھکر بھیجے اور بادشاہ کی خدمت میں اپنی بڑی خیرخواہی کے ساتھ عرضداشتیں بھیجتا رہا۔ سلطان نے بھی طالب کے مطلوب کے موافق جواب لکھے شہر میں لوگوں کے اندر کانا پھوسی ہونے لگی کہ قوام الملک بادشاہ کو عرائض بھیجتا ہے۔ آجکل میں اس پاس بھاگنے والا ہے۔ خواجہ جہاں کو بھی یہ تحقیق ہو گیا تو وہ قوام الملک کی گرفتاری کے درپے ہوا۔

ایک دن صبح کو قوام الملک زرین چوڈول میں معہ لشکر کے سوار ہوا اور بیوی بچوں دوستوں اور سب متعلقین کو ساتھ لیا اور میدان دروازہ پر آیا۔ تو دربانوں نے اسے روکا اور دروازہ بند کرنا چاہا مگر سواروں نے تلواریں سوت کر انکو روک دیا۔ قوام الملک شہر سے باہر نکلکر آہستہ آہستہ فیروز شاہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور منزل اکدار میں سلطان کا پابوس ہوا۔ ایک شادی تو اس کے آنے کی بادشاہ کو ہوئی دوسری شادی یہ ہوئی کہ بادشاہ کے ہاں اسی روز ایک بیٹا پیدا ہوا۔ بادشاہ نے بیٹے کا نام فتح خاں رکھا اور ایک شہر یہاں تعمیر کر کے اس کا نام فتح آباد رکھا۔ قوام الملک خانجہاں مقبول اصل میں شریف قوم کا ہندو تھا اور اس کا نام کٹو تھا تلنگانہ میں رہتا تھا۔ راجہ تلنگانہ کے ساتھ دلی کو آتا تھا کہ راجہ راہ میں مرگیا تو اس نے اپنے تئیں سلطان محمد تغلق کی نذر کیا اور اسلام قبول کیا اس لئے سلطان نے اس کا نام مقبول رکھا۔ پھر درجہ بدرجہ وہ مناصب جلیلہ پر ترقی کرتا گیا۔ قوام الملک کا خطاب ہوا۔ جب سلطان مرا تو نائب وزیر ہوا اور پھر وزیر ہوا خان جہان خطاب ہوا۔

خواجہ جہاں کا سلطان سے ملنا

جب خواجہ جہاں نے دیکھا کہ قوام الملک اسکے پاس سے اپنی ہوا میں اڑ گیا تو نہایت متفکر و پریشان خاطر ہوا۔ وہ اپنے دل میں سمجھتا تھا کہ اسکے کام کی بنا غلطی پر تھی وہ کبھی درست و راست نہیں ہو سکتے اسلئے اس نے ارادہ کیا کہ میں بھی سلطان فیروز سے جاکر ملوں اور اپنی غلطی کو بیان کروں بہتر یہی معلوم ہوتا ہے آگے جو خدا کی مرضی ہوگی وہ ہوگا پنجشنبہ کو وہ دہلی سے باہر آیا اور اسی روز [illegible] میں پہنچا کہ دہلی سے چوبیس کوس تھا۔ (ہانسی اور دہلی کے درمیان جو سڑک تھی اس پر [illegible] بڑا گاؤں تھا۔ پہلے اسکی فصیل مضبوط بنی ہوئی تھی مگر اب [illegible] کھلا ہوا ہے) دوسرے روز

جمعہ کو نماز جمعہ سے فارغ ہو کر حوض خاص علائی پر آیا۔ ملک حسن۔ ملک حسام الدین ایبک (اوزبکیا) ملک خطاب اور تمام ملوک جو خواجہ جہاں کے دل و جان سے ہواخواہ تھے اس حوض پر آتے اور سب نے کہا کہ آپ تو سلطان فیروز سے ملنے جاتے ہیں ہمکو آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں تو خواجہ جہاں نے کہا کہ اے یاران بے ریا تم سمجھ لو کہ میں نے جو پسر سلطان محمد کو پادشاہ بنایا اس میں میری ذاتی کوئی طمع و غرض نہ تھی۔ جب میں نے سُنا کہ سلطان محمد نے وفات پائی اور لشکر کو مغلوں نے تاخت و تاراج کیا اور تاتارخان اور ملک فیروز وہاں سے غائب ہوئے تو میں نے ملک کی بھلائی اور خلق کی بہبودی کے واسطے یہ بادشاہ بنایا۔ میں نے بہت سی خطائیں اور غلطیاں کیں مگر وہ سب خلق کے دباؤ اور غل شور سے ورنہ مجھے مقام سلاطین سے کیا کام تھا۔ میں سلطان محمد شاہ کے عہد میں سلطان فیروز شاہ کو بیٹا کہتا تھا۔ اور وہ مجھکو باپ۔ میری بیوی۔ بہو بیٹیاں اُسکے گھر میں جاتی تھیں۔ اگرچہ میں نہیں جانتا کہ خدا کو کیا منظور ہوگا۔ مگر سلطان فیروز نیک مرد ہے مجھے بھی اور تمکو بھی معاف کر دیگا۔ خواجہ جہاں کی عمر اسی برس کی تھی۔ سارے بال اُسکے سفید تھے۔ جب اُسکے دوستوں نے اُسکی زبان سے یہ باتیں سنیں تو وہ روئے اور اُنہوں نے کہا کہ تاجداروں کی یہ روش چلی آئی ہے کہ قوانین اور آئین ملکی میں پدری و پسری کو دخل نہیں دیتے۔ اور سہو و غلطی پر کچھ خیال نہیں کرتے۔ فیروز شاہ گو نیک مرد ہو مگر سلاطین کی روش کے خلاف کام نہیں کریگا۔ اِسپر خواجہ جہاں نے کہا کہ اگر میں اُلٹا دہلی چلوں اور وہاں حصاری ہوں اگرچہ میرے پاس لشکر و پیل موجود ہیں مگر سلطان فیروز دہلی کو فتح کر لیگا۔ مسلمانوں کی عورتیں نااہلوں کے ہاتھ پڑینگی تو اس پیرانہ سالی میں مجھے یہ سزاوار ہے کہ قیامت کے مواخذہ میں گرفتار ہوں۔ رضینا بقضاء اللہ تعالیٰ جو کچھ خدا کو کرنا منظور ہوگا وہ ہوگا جب اُسکے ہمراہیوں نے یہ حال دیکھا تو بعض اُسکے ساتھ چلے اور بعض بھاگ گئے۔

فتح آباد میں ظہر کی نماز کے بعد فیروز شاہ صندلی پر بیٹھا ہوا دربار کر رہا تھا اور سب ارکان دولت موجود تھے کہ خواجہ جہاں اس ہیأت سے بادشاہ پاس آیا کہ پگڑی سر سے اُتری ہوئی گلے میں پڑی ہوئی سر منڈا ہوا ننگا تلوار اُسکے گلے میں لٹکی ہوئی۔ ایک تیر کے فاصلہ پر بادشاہ کی نظر جو ہیں اُس پر پڑی اُسکو دیکھکر پگڑی کو اُسکے سر پر بندھوایا اور اپنا چوڈول زرین سواری کے لئے

بھجوایا کہ اُسکو سوار کرا کے سنہرے پر لیجائیں اور اُس سے کہیں کہ میں آپکی ملاقات کیلئے آؤنگا اور باتیں کرونگا

خواجہ جہاں کے باب میں سلطان کی گفتگو امرا کیساتھ

سلطان فیروز شاہ کی یہ مرضی تھی کہ خواجہ جہاں کو مضرت نہ دسے اور پھر وزارت پر بحال کرے وہ یہ سمجھتا تھا کہ زمرہ وزرا و فرقہ اہل قلم کا یہ دستور ہی کہ دولت کے جمع کرنے کے لئے کوشش کرتے ہیں مگر وہ بادشاہ بننے سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے۔ خواجہ جہاں نے بھی غلطی سے یہ کام کیا اُسکو معاف کرنا چاہئے اور پھر وزیر کر دینا چاہئے۔ جب ارکان سلطنت نے یہ دیکھا کہ بادشاہ کی نیت میں یہ ہی کہ خواجہ جہاں کی خیانت کو معاف کرے تو تمام خانان عظام اور ملوک با احترام جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کر کے اِس پر اتفاق کیا کہ آئین و قوانین ملکی میں دشمنوں کی خیانت سے درگذر کرنے میں عاقبت کو پشیمانی ہوتی ہی وہ سب ملکر دربار سلطانی پر گئے۔ عماد الملک نے اُنکے آنیکی اطلاع بادشاہ کو دی بادشاہ نے بلایا۔ ان سب نے متفق ہو کر اُس سے یہ عرض کیا کہ خدا تعالی کے فضل و کرم سے آپ بادشاہ ہو گئے۔ دہلی فتح ہو گئی خواجہ جہاں حضور کی خدمت میں آگیا۔ اب کوئی اندیشہ باقی نہیں رہا مسلمان پر ایک حج فرض ہوتا ہی ہم سب کو حضور اجازت فرمائیں کہ حج کر آئیں۔ فیروز شاہ اصل مطلب کو سمجھ گیا کہ اِنکا کیا ہی اُس نے کہا کہ اہل قلم سے جو کوئی فعل غیر معتاد سرزد ہو تو اُس سے پہلے سلاطین نے درگذر کی ہی۔ امیران ارکان سلطنت نے کہا کہ بادشاہ کے ملازموں کے گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک صغیرہ دوسرے کبیرہ صغیرہ گناہوں کے معاف کرنے میں مضائقہ نہیں مگر گناہ کبیرہ کے معاف کرنے سے آخرکار بڑی پشیمانی ہوتی ہی۔ خواجہ جہاں نے طمع جاہ سے ایک بچہ کو بادشاہ بنا خزانہ کا سارا روپیہ لٹا دیا۔ جب روپیہ نہ رہا تو ظروف زریں و سیمیں و جواہر کو دیا اور کچھ باقی نہ رکھا۔ جب اُس نے آخرکار یہ دیکھا کہ سب بادشاہ کے دوستدار ہیں تو وہ مجبور ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اگر ہم اُس سے کسی طرح کم رہتے تو ہم میں سے ایک کو وہ زندہ نہ چھوڑتا۔ جو ہماری عقل میں آیا وہ عرض کیا آگے بادشاہ کو اختیار ہے جب فیروز شاہ نے دیکھا کہ خواجہ جہاں کے تلف کرنے پر سب متفق ہیں تو اُسکا رنگ سفید ہو گیا اور کئی روز تک وہ غمگین رہا اور غور و فکر کرتا رہا آخرش کو اُس نے عماد الملک کو بلا کر کہدیا کہ میں خواجہ جہاں کے مقدمہ کو تمہارے سپرد کرتا ہوں جو مصلحت جانو

وہ کرو۔ اِن سب نے متفق ہو کر یہ تجویز کیا کہ خواجہ بڑا بوڑھا ہے اُسکو سامانہ انعام میں دیا جائے اور اُسکو حکم سنا دیا جائے کہ وہاں جائے اور عبادت الٰہی میں زندگی بسر کیجئے خواجہ سامانہ کو روانہ ہوا کچھ منزلیں طے کی تھیں کہ شیر خاں نے اِسکو جا لیا اور اس سے ملنے نہ گیا۔ خواجہ سمجھ گیا کہ یہ میرے لیئے عزرائیل آیا ہے۔ اِس سے ایک خیمہ میں جانے کی اجازت چاہی۔ اُس میں نماز پڑھنے گیا تھا کہ قاتل اُسکے سر پر موجود تھا۔ قاتل اُسکا یار تھا اُس نے اُس سے پوچھا کہ تیری تلوار تیز ہے۔ قاتل نے اپنی تلوار دکھائی۔ خواجہ نے کہا کہ مجھپر جب تلوار چلائیو کہ میں وضو کر کے نماز سے فارغ ہوں۔ ادہر خواجہ نماز کے سجدہ میں گیا خدا کا نام زبان پر تھا کہ یار نے تلوار مار کر تن سے سر کو جُدا کیا۔ اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون

ہانسی میں سلطان فیروز شاہ کا آنا

اب سلطان کو دہلی کے تمام خطروں سے انفراغ ہوا وہ منزل بمنزل طے کرتا ہوا دہلی میں آیا اور شیخ الاسلام قطب الدین کی ملاقات کو گیا۔ شیخ نے بادشاہ سے مصافحہ کیا اور یہ نصایح کیں کہ دعاگو نے سنا ہے کہ بادشاہ کو شراب پینے کا بڑا شوق ہے جب سلاطین اور ائمہ مذہب مے نوشی میں مشغول ہوں تو بیچارے حاجتمندوں کی حاجت روائی میں خلل پڑتا ہے۔ بادشاہ کو خلق کے حال سے غافل رہنا مصلحت نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اب میں شراب کے پینے سے توبہ کرتا ہوں۔ دوسری نصیحت یہ کی کہ دعاگو نے سنا ہے کہ بادشاہ کو شکار کھیلنے کا شوق بہت ہے شکار سے خلق کو سرگردانی و حیرانی ہوتی ہے۔ جاندار کو بیفائدہ بیجان کرنا اچھا نہیں۔ شکار بقدر ضرورت کرنا مناسب ہے بغیر ضرورت کے شکار کرنا مصلحت نہیں ہے شرعاً منع ہے سلطان نے شیخ سے کہا کہ آپ دعا کیجئے کہ میں اِس شغل کو چھوڑ دوں۔ یہ سُنکر شیخ نے چلا کر کہا کہ تم ہماری دعا کے منکر معلوم ہوتے ہو جو یہ نہیں کہتے کہ میں نے شکار سے توبہ کی۔ ہانسی میں بادشاہ نے شیخ قطب الدین منور و شیخ نصیر الدین محمود سے ملاقات کی یہ رباعیاں سماع کے باب میں اُنہوں نے پڑھیں۔

رباعی

بر نارک دل سماع چون تاج بود — بر دو شش دل حزین چون دواج بود
از احمد خستہ بشنو این زمزمہ را — مر مرداں را سماع معراج بود

دیگر

تاحکم سماع را بدانی در حال — در حرمت و حل او سخن گفت جمال
اصحاب نفوس را حرامست سماع — ارباب قبول یا حلال ست حلال

سلطان فیروز شاہ کا دہلی میں آنا

جب شاہ فیروز فتح و فیروزی کے ساتھ دارالملک دہلی میں آیا تو نو طرح کے طبل بجے - سارا شہر زیور اور نفیس جاموں سے آراستہ ہوا چاروں طرف سے قبے بنائے گئے اور ہر قبے میں اکیس دن جشن ہوا اور طعام و شربت و پان میں ایک لاکھ ٹنکہ خرچ ہوا -

فیروز شاہ کی نوازش دہلی کے آدمیوں پر اور بقایا کی معافی

ان دنوں خواجہ فخر شادی مجموعدار تھا (یعنی سلطنت کے آمد و خرچ کا اور سب طرح کا حساب کتاب رکھتا تھا) سلطان محمد شاہ تغلق جب دولت آباد سے دہلی آیا ہے اور یہاں ممالک دہلی کے قصبات و قریات کو قحط سالی سے ویران دیکھا تو اُنکے آباد کرنے کے لئے اپنی حیات میں دو کروڑ ٹنکہ (مال) بطور سوندہار (تقاوی) کے دہلی کے لوگوں کو دیدیا تھا - جب فیروز شاہ تخت میں بادشاہ ہوا تو خواجہ جہاں کے وزیر نے بھی اس نظر سے خزانہ شاہی سے روپیہ و اجناس زرین و سیمیں و جواہر خلقت میں لٹا دیا تھا کہ وہ بادشاہ خورد سال کے طرفدار بنجائے - اس نقد و جنس و جواہر کا اور سوندہار کا حساب کتاب دفتر شاہی میں خواجہ فخر شادی پاس موجود تھا کہ کس کس کو کیا کیا دیا گیا جب اُس نے بادشاہ کے روبرو اس حساب کو پیش کیا تو اُس نے قوام الملک خانجہان سے پوچھا کہ اس معاملہ میں کیا کرنا چاہیے - خان جہاں نے کہا کہ جب کوئی نیا بادشاہ ہوتا ہے تو خواص و عوام پر صلا انعام دیتا ہے کہ سب کی تقصیریں اور گناہ معاف کئے گئے بلکہ جو مجرم جلا وطن ہوتے ہیں اُنکو بھی اپنے وطن میں آنیکی اجازت دیتا ہے گویا پہلے احکام کو منسوخ کرتا ہے پس جو سلطان محمد نے روپیہ بطور سوندہار کے کسی مصلحت کے لئے دیا ہے اور خواجہ جہاں نے خام طبعی سے جو زر و جواہر و نقد و جنس لوگوں کو بانٹا ہے اُسکا مطالبہ مستحسن نہیں ہے -

پہلے ہی سے بینوائی اور گدائی کے سبب سے خلق کی کمر ٹوٹ رہی ہے اگر اُس سے یہ مطالبہ

زر ہوگا تو وہ اور زیادہ حیران و پریشان ہوگی اور کچھ مال ہاتھ نہیں لگے گا۔ ناحق کی بدنامی ہوگی یہ سنکر فیروز شاہ سے کہا کہ اب کیا کرنا چاہیئے تاکہ خلق کے دل سے اسکے مطالبہ کا خوف بالکل نکلجائے

اس وزیر خوش گفتار اور شہریار نکوکار کے سبب سے یہ سارا دفتر جلکر خاکستر ہوا اور ساری خلقت نے اپنی آنکھوں سے اسکا جلنا دیکھ لیا۔ اسوقت قوام الملک کو بادشاہ نے سند وزارت دی اور چتر عطا کیا۔ اس وزیر نے کشور دار الملک دہلی کا محصول چھ کروڑ پچھتر لاکھ تنکہ مقرر کیا جو چالیس برس تک ہمیشہ اس بادشاہ کی سلطنت میں وصول ہوتا رہا۔

سلطان فیروز شاہ کا قاعدہ جدید معافیات جسکو قانون نان بھی کہتے ہیں

یہ اسی بادشاہ کا ایجاد تھا کہ افسروں و عہدہ داروں کو نقد تنخواہ کے عوض زمین اور دہات اور جاگیریں معافی کی ملیں۔ کسی افسر کو دس ہزار تنکہ کی کسی کو پانچہزار تنکہ کی کسی کو دو ہزار تنکہ کی معافی علی قدر مراتب عطا کی۔ سلطان علاء الدین کی رائے اسکے برخلاف یہ تھی کہ جہانتک ہوسکے افسروں اور عہدہ داروں کو زمین اور دہات نہ دیئے جائیں اسلیئے کہ معافی کے گانوں میں دو تین سو آدمی رہینگے اور سب گانوں کی آمدنی میں شریک ہونگے۔ اور جب ایک جگہ اتنے عہدہ دار (پیشہ دار) جمع ہونگے تو وہ مغرور ہوکر مطیع نہیں رہینگے اور اگر آپسمیں متفق ہوجائیں گے تو وہ فساد کریں گے فیروز شاہ نے یہ کام وہ کیا جو پہلے کسی بادشاہ نے نہیں کیا تھا۔ اس دیار میں اس شہریار کی یہ یادگار باقی رہی اس نے پہلے بادشاہونکے خلاف کام کیا اور اسکے چالیس برس کے عہد سلطنت میں اس انتظام سے کوئی فساد برپا نہیں ہوا۔ ایک اور قانون اس نے نوکروں کے واسطے یہ جاری کیا کہ اگر کوئی نوکر مرجائے تو اسکی جگہ بیٹا اسکا مقرر ہو اور بیٹا نہو تو داماد اور داماد نہو تو غلام اور غلام نہو تو قریب کا رشتہ دار اور قریب کا رشتہ دار نہو تو اسکی بیوی کا کوئی قریب کا رشتہ دار مقرر کیا جائے اس بادشاہ خوش خصال کی سلطنت چہل سال میں ہر نوکر کا کام ہمیشہ اسی قاعدہ کے موافق ہوتا رہا اس قاعدہ کے باب میں دہلی کے شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین ذکریا نے لکھا ہے جب آدمی مرتا ہے تو اسکو دو غم پہونچتے ہیں ایک دین کا دوسرا دنیا کا دین کے اندوہ کے ہونے کا کچھ علاج نہیں ہوسکتا اسلیئے کہ سوا انبیاء کے کسیکو معلوم نہیں ہوتا کہ وہاں جاکر کیا ہوگا مگر دنیا کا اندوہ و ملال جو یہ ہوتا ہے

کہ بعد مرنے کے اہل وعیال تا وقتیکہ وسال بچوں کا وبیوی فرزند کا حال دنیا میں کیا ہوگا۔ ان معافیات اور قایم مقامی کے قاعدہ مقرر کرنے سے بادشاہ نے دور کر دیا۔

بادشاہ کی رعیت پروری

پہلے بادشاہوں کے عہد میں بہت قانون ایسے مقرر ہو کر جاری ہو گئے تھے کہ وہ رعایا کو مال کے ادا کرنے میں ہلاک کرتے تھے کسی رعیت کے پاس ایک گائے سے زیادہ نہ چھوڑتے تھے مگر اس بادشاہ نے شریعت کے موافق سب کام کرنے شروع کئے اور تمام غیر مشروع قوانین کو خارج کر دیا۔ اور جو مشروع قانون تھا اس میں بھی نرمی اختیار کی محصول ایک ٹنکہ میں دو جیتل مقرر کئے اگر کوئی کارکن اور اہل کار اس سے زیادہ لیتا تو اسکا تدارک کیا جاتا۔ اگر کسی کارخانہ شاہی کے لئے اسباب خریدا جاتا تو بازار کے بھاؤ سے اسکی قیمت دیجاتی۔ عدل کے موافق شرح ہونے سے بازار میں نفیس اور لطیف اسباب کا انبار لگا رہتا۔ ہر قسم کے گروہ کو فائدہ بہت تھا۔ سب خوش حال تھے کسی اہل حرفہ پر ظلم نہیں ہونے پاتا تھا۔ مزدور و کاریگر کو یقین تھا کہ میں اپنی اجرت پاؤنگا۔ اس عدل و داد سے ملک کی آبادی بڑھی۔ ایک ایک کوس کے اندر چار چار گاؤں آباد ہو گئے غلے و ال اسباب گھوڑوں سے رعیت کے گھر بھرے رہتے تھے۔ ہر ایک گھر میں سونا چاندی اور اسباب موجود تھا۔ کوئی عورت نہ تھی جس پاس زیور نہو۔ سب کے گھروں میں اچھے بستر و پلنگ چارپائیاں موجود تھیں غرض دہلی کی مملکت میں سب کو راحت اور آسودہ حالی تھی۔

خسرو ملک اور خداوندزادہ کا غدر

دہلی میں جب فیروز شاہ آنکر انتظام سلطنت میں مصروف ہوا تو خداوندزادہ معہ اپنے خاوند خسرو ملک کے سلطان محمد تغلق کے ایک محل میں رہتی تھی۔ سلطان میں اور اس میں ایسا اخلاص و اتحاد تھا کہ ہر جمعہ کو سلطان اسکے محل میں جاتا اور جامہ خانہ میں یہ دونوں بیٹھتے۔ ملک خسرو آگے کھڑا رہتا اور ملک داور ماں کے پیچھے بیٹھتا۔ رخصت کے وقت خداوندزادہ پان بنا کے بادشاہ کو دیتی۔ مگر کینہ و حسد بغیر اپنا زور کئے رہتے نہیں۔ ان دونوں کے دلوں میں حسد و حقد کا وہ زور ہوا کہ انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ ابکی دفعہ جمعہ کو سلطان آئے تو اسکا کام تمام کریں۔ اس مطلب کے لئے جمعہ کے دن انہوں نے محل کے اندر دروازہ کے بغلی حجروں میں زرہ پوش سپاہیوں کو چھپا کر بٹھایا اور

اندر کے آدمیوں کو سکھا دیا کہ جسوقت خداوندزادہ اپنے دوپٹے کو سر پر درست کرے تو سلطان کا سر اُڑا دیں اور باہر کے سپاہیوں کو یہ کہدیا کہ اگر سلطان اندر سے بھاگ کر نکلنا چاہے تو اُسے مار ڈالنا جب اِس جمعہ کو محل میں بادشاہ آیا تو داور ملک جو اِس سازش میں شریک نہ تھا اُس نے اپنی تین اُنگلیاں دانتوں میں پکڑیں اور بادشاہ کو ایسے اشارے کئے جس سے بادشاہ سمجھ گیا کہ وہ یہاں سے مجھے جلد بھاگنے کو کہتا ہی یہ سمجھ کر وہ سراسیمہ ہوکر اُلٹے پاؤں بھاگا۔ خداوندزادہ نے اِس سے کہا کہ اتنا تو ٹھیرو کہ میں پان بناکر تمکو دوں بادشاہ نے کہا کہ فتح خاں بہت بیمار ہی اُسکی عیادت کو جلد جانا ضرور ہی۔ آیندہ جمعہ کو آکر ٹھیرونگا محل سے نکلکر بادشاہ نے اپنے آدمیوں کو پکارا جمعہ کا روز تھا امرا میں سے کوئی موجود نہ تھا۔ راے بھیرو موجود تھا۔ اُس سے تلوار مانگی اُس نے کہا کہ میں حضور کے ساتھ ننگی تلوار لیکر چلتا ہوں۔ یہ سنکر بادشاہ نے اُس سے تلوار چھین لی اور اپنے کوشک میں بھاگ کر پہنچا۔ فورًا خوانین و ملوک کو بلاکر خداوندزادہ کے محل کو گھروایا اور مسلح سپاہیوں کو پکڑوایا۔ اِن سبنے سلطان کے روبرو سچا حال کہہ دیا تو سلطان نے اُنسے پوچھا کہ تمکو سارے حال کی خبر ہی۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم کو یہ معلوم ہی کہ سلطان محل کے اندر آیا ہی اور یہ خبر نہیں کہ کیونکر باہر چلا گیا۔ غرض بعد تحقیق و ثبوت جرم خداوندزادہ کو حکم ہوا کہ گوشہ نشین ہو اُسکو وظیفہ ملیگا۔ اُسکے پاس دولت بہت تھی جسکے سبب سے خسرو ملک کو یہ خیال ہوا تھا کہ سلطنت ہاتھ لگ جائیگی۔ وہ سب ضبط ہوکر خزانہ شاہی میں داخل ہوا اور خسرو ملک جلاوطن ہوا ملک داور کو حکم ہوا کہ ہر مہینہ کی اوّل تاریخ وہ بارانی اور کفش پہن کر بادشاہ پاس حاضر ہوا کرے ؎

کسی را کہ ایزد کند یاوری ــــ پناں کو کہ یاد کند داوری

سلطان فیروز کا نماز جمعہ اور نماز عیدین کے خطبوں میں سلاطین ماضیہ کا نام داخل کرنا اور سکّوں کا حکم دینا

یہ دستور چلا آتا تھا کہ نماز جمعہ اور نماز عیدین کے خطبہ [illegible] امام فقط بادشاہ وقت کا نام لیا کرتا تھا جب فیروز شاہ بادشاہ ہوا تو قاعدہ [illegible] لوگوں نے اُس سے درخواست کی تو [illegible] سلاطین ماضیہ کے نام [illegible]

اور بعدازان میرا نام ہے

بزرگیش نخوانند اہل خرد   کہ نام بزرگاں بزشتی برد

سلطان کے حکم سے خطبہ کے لئے سلاطین ماضیہ کے ناموں کی فہرست یہ مرتب ہوئی (۱) سلطان معز الدین سام (۲) شمس الدین التمش (۳) ناصر الدین محمد (۴) غیاث الدین بلبن (۵) جلال الدین فیروز خلجی (۶) علاء الدین محمد خلجی (۷) قطب الدین مبارک شاہ (۸) غیاث الدین تغلق شاہ (۹) محمد شاہ تغلق (۱۰) فیروز شاہ بعد فیروز شاہ کے نام کے دو اور یہ نام پڑھے جائیں محمد بن فیروز شاہ (۲) علاء الدین سکندر شاہ۔ اس بادشاہ کے سارے عہد میں خطبے میں یہ نام پڑھے گئے دوم تاجداری کے سکے۔ یہاں سکے سے مراد آئین و قانون ہیں ٹھپے کے معنی نہیں ہیں اس نے اکیس آئین تاجداری اور اکتیس علامت جہانداری مقرر کیں۔

بنگالہ کی پہلی مہم

جب تخت نشینی پر تین برس گذر چکے تو ۷۵۴ھ میں خوانین و ملوک نے ستر ہزار سپاہیوں کا لشکر جمع کیا۔ فیروز شاہ معہ ان ملوک و امرا کے لکھنوتی کو روانہ ہوا۔ اور دہلی میں اپنا نائب خان جہاں کو مقرر کیا۔ بنگال میں حاجی الیاس حاکم لکھنوتی نے فساد مچا رکھا تھا۔ اپنا نام شمس الدین شاہ رکھا تھا اور ملک پر بنارس تک قبضہ کر رکھا تھا۔ اُسکی اقامت کا مقام پنڈوہ تھا جو مالدہ کے پاس ہے جب بادشاہ گورکھپور اور کھرسہ کے ملک پر آیا تو یہاں راجاؤں نے اطاعت اختیار کی اور بادشاہ کو کئی لاکھ تنکہ نذر میں دیے اور خراج دینے کا وعدہ کیا۔ پھر بادشاہ بنگال میں دریا کے کنارے پر پہنچا۔ وہاں تھوڑے دنوں قیام کر کے آرام لیا اسکو معلوم ہوا کہ شمس الدین کی سپاہ دریا کے دوسرے کنارے پر اس مقام میں ہے جہاں گنگا سے دریا ملتا ہے۔ یہاں سے دریا سے گذرنا دشوار معلوم ہوا تو وہ کوسی کے اوپر کی طرف سو کوس چلا گیا اور جنپارن کے نیچے جا کر دریا کو عبور کیا۔ یہاں ایک مقام دریا میں پایاب تھا مگر پانی اس زور سے بہتا تھا کہ پانچسو من کا پتھر اُسکے زور میں ٹھیکری کی طرح غلطاں ہوتا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ دریا میں یہاں ہاتھیوں کی قطاریں اوپر اور نیچے باندھی جائیں اور نیچے کی قطار کے ہاتھیوں میں رستے باندھ دیے جائیں۔ اس طرح پانی کے زور کو اوپر کی قطار روکتی تھی۔ اگر کوئی شخص ڈوبنے لگتا تھا تو نیچے کی قطار کے رسّوں کو پکڑ کر ڈوبنے سے بچ جاتا تھا جب شمس الدین نے سنا کہ بادشاہ کا

لشکر دریا سے پار اُتر آیا ہے تو وہ پنڈوہ کو چھوڑ کر اکدالہ میں جا کر چھپا۔ سلطان بھی اکدالہ کی طرف گیا اور اس مقام کا محاصرہ نہایت اہتمام سے کیا اور اپنے لشکر کے گرد کنگرے بنائے اور خندق کھودی۔ ہر روز سلطان شمس الدین کی سپاہ اکدالہ سے باہر آتی۔ بادشاہ کا لشکر اُس پر تیروں کا مینہ برساتا۔ آخر کو دشمنوں نے مجبور ہو کر جزیرہ اکدالہ میں پناہ لی۔ بادشاہ کا لشکر نے اُس کا ملک تاخت و تاراج کیا۔ یہاں کے تمام راسے راجہ مقدم زمیندار سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُنکو امان دیگئی۔

ان دونو سلطانوں میں کچھ دنوں ہر روز خوب جنگ ہوئی پھر ہوا اسلئے یہ جفا کی کہ زمین نرم میں دانہ گرم بویا اور قریب ہوا کہ برج سرطان پر آفتاب نظر عنایت کرے یعنی برسات سر پر آگئی۔ بادشاہ نے ارباب مشورہ کو جمع کیا۔ اس مجلس میں بہت سی بحث و تکرار کے بعد یہ قرار پایا کہ سلطان شمس الدین اکدالہ میں حصاری ہوا ہے جسکے گرد اگرد جزائر ہیں وہ جانتا ہے کہ مجھے لڑنے کی ضرورت نہیں جب بارش ہوگی اور ملک بنگالہ کی زمین پر پانی ہی پانی ہو جائیگا تو یہ پانی و مچھر و پسو اور حشرات الارض بادشاہ کو اُلٹا بھگا دینگے۔ یہاں ڈانس ایسے ہوتے ہیں کہ انکے کاٹنے سے نہ آدمی نہ گھوڑا جی سکتا تھا۔ اسلئے یہ مناسب ہے کہ سلطان چند کوس اُلٹا چلا جائے اور دیکھے کہ دشمن کیا کرتا ہے۔ یہ تدبیر پسند ہوئی اور دہلی کی طرف سلطان سات کوس اُلٹا چلا گیا اور چند چغلی قلندر اکدالہ کو بھیجے اور اُن کو سکھا دیا کہ اگر لوگ تمکو پکڑ کر سلطان شمس الدین کے روبرو لیجائیں تو اُس سے یہ کہیں کہ بادشاہ دلی کو اُلٹا بھاگا جاتا ہے۔ یہ قلندر حصار میں گئے اور پکڑے گئے اور شمس الدین کے سامنے پیش ہوئے تو اُنہوں نے بھی کہا کہ بادشاہ مع اپنے لشکر و بنگاہ دہلی کو بھاگا جاتا ہے۔ شمس الدین کو اُنکے کہنے کا یقین ہوا اور وہ اکدالہ سے نکل پڑا۔ فیروز شاہ نے یہ حکمت بھی کی تھی کہ کچھ رخت و سیاہ بوجھ نہیں چھوڑ دیا تھا۔ کچھ اسباب میں آگ بھی لگا دی تھی۔ اب شمس الدین دس ہزار سوار اور دو لاکھ پیادے پچاس ہاتھی لیکر فیروز شاہ کے پیچھے پڑا۔ سلطان نے سات ہی کوس سفر کیا تھا اور دریا کے کنارے پر وہاں مقیم تھا جہاں وہ پایاب تھا۔ اسکے لشکر کی بہیر بنگاہ اس دریا سے اُتر رہا تھا کہ سلطان کو خبر ہوئی کہ دشمن کا

لشکر آپہنچا ہی۔ اُس نے یہ سُنکر اپنا لشکر اس طرح مرتب کیا کہ امیر شکار امیر دیلان کو میمنہ کا لشکر تیس ہزار سوار کا سپرد کیا اور ملک حسام نوا کو میسرہ کا لشکر تیس ہزار سوار کا سپہ سالار کیا۔ اِن تینوں تاتار خاں قلب لشکر تیس ہزار سوار کا سپہ سالار کیا۔ اِن تینوں فوجوں میں بادشاہ خود پھرتا تھا۔ اور سپاہ کی شاہانہ دلداری کرتا تھا۔ جب یہ سب تیاریاں ہوچکیں تو لڑائی کا نقارہ بجا اور دونو لشکروں میں لڑائی کا شور مچا شمس الدین نے دیکھا کہ فوج شاہی لڑائی کے لئے ایسی آراستہ ہی تو وہ خوف زدہ ہوا۔ اور سمجھا کہ قلندروں نے مجھے دہوکہ دیا کہ میں حصار سے لشکر کو لے آیا۔ اب لڑو جو تقدیر میں ہونا ہی وہ ہوگا۔

لشکر میسرہ سے جس کا افسر ملک حسام نوا تھا لڑائی کا آغاز ہوا۔ ابھی ادھر دونوں لشکروں میں لڑائی ختم نہوئی تھی کہ میمنہ میں جس کا افسر ملک دیلان تھا جنگ شروع ہوئی طرفین کے بہت آدمی مارے گئے۔ اب تیروں سے لڑائی کی نوبت گذر کر تیغ وسنان پر پہنچی پھر اُس سے بھی آگے یہانتک نوبت آئی کہ پہلوانوں نے ایک دوسرے کو پکڑ پکڑ کے دے مارا اور ہلاک کیا۔ بعد بڑی خونریزی کے قتل کے سلطان شمس الدین شکست پاکر اپنے شہر کی طرف بھاگا۔ پھر تاتار خان نے میمنہ میسرہ سے زور پاکر شمس الدین کا تعاقب شدومد سے اکدالہ تک کیا۔ تاتار خاں نے پکار کر کہا کہ اے شمس سیاہ رو پیٹھ مت دکھاؤ اور منہ کرکے لشکر فیروزی کی جوانمردی کو دیکھو مگر اُس نے کچھ پرواہ نکی۔ فیروز شاہ کو فتح ہوئی اور سینتالیس ہاتھی ہاتھ لگے اور تین ہاتھی مارے گئے۔ شاہ بنگال باوجود اس لشکر کثیر کے صرف سات سواروں کے ساتھ بھاگا۔ اور سارا لشکر اسکا پریشان و متفرق ہوگیا فیروز شاہ نے دریا کے کنارہ پر اکدالہ سے سات کوس پر قیام کیا۔ شمس الدین نے قلعہ اکدالہ میں پناہ لی لشکر فیروز شاہی نے شہر لے لیا۔ اِس شہر میں جب بادشاہ داخل ہوا تو کوٹھوں پر ہزارہا معزز گھرانے کی عورتوں کا ہجوم سر ننگا۔ زبان پر شور وفغاں تھا۔ اِسکو دیکھکر بادشاہ کو رحم آیا اور اپنی زبان سے یہ فرمایا کہ میں نے مانا کہ شہر کے اندر میں فتحمند ہوکر آیا۔ اور چند مسلمانوں کو گرفتار کرلیا اور اس ملک کو لے لیا۔ اور مُلک میں میرے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اب اگر حصار لیتا ہوں تو اور مسلمانوں کا خون کرتا ہوں۔ عورات مستورات

مخدرات کو نااہلوں کے ہاتھ میں گرفتار کراتا ہوں تو قیامت کے دن خدا کو کیا منہ دکھاؤنگا اور مجھ میں اور مغلوں میں کیا فرق ہوگا۔ تاتار خاں نے اصرار کیا کہ ہاتھ آیا ہوا ملک ہاتھ سے نہ دینا چاہیے۔ اس پر فیروز شاہ نے کہا کہ دار الملک دہلی کے چند سلاطین نے ان ممالک کو تسخیر کیا۔ مگر یہاں انکے کچھ آثار باقی نہیں رہے۔ اسکا سبب یہ ہی کہ بنگالہ کی زمین میں کیچڑ و تری بہت ہی۔ یہاں کے امرا آب سرد کے جزیروں میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ سچے سلاطین دہلی کی متابعت سے مخالفت نہیں کرنی چاہیے مصلحت ملکی یہی ہی۔ پس اس نے اکدالہ کا نام بدل کر آزاد پور رکھا اور خود بازگشت کی۔ میدان کارزار میں تاتار خاں نے بڑی مردانگی کی اوشمس الدین کا ایسا تعاقب کیا تھا کہ اگر وہ چاہتا تو اس کا سر اڑا دیتا مگر اس نے قصداً یہ نہیں کیا۔ جب فیروز شاہ نے اس سے پوچھا تو اس نے یہ جواب دیا کہ تاجدار پر تلوار کا ہاتھ مارنا مجھے سزاوار نہ تھا۔ بادشاہ اس جواب سے بڑا خوش ہوا۔

بادشاہ کی مراجعت دہلی کی طرف

جب بادشاہ نے دہلی کی مراجعت کا ارادہ کیا تو لشکر میں خوشی کے مارے عید ہوگئی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ بنگالہ کے سوار پیادوں کے سروں کو جمع کریں اشتہار دیا گیا۔ جو بنگالی کا ایک سر لائیگا ایک ٹنکہ نقرہ انعام پائیگا۔ اس لالچ سے سب نے سروں کے جمع کرنے میں کوشش کی۔ ایک لاکھ اسی ہزار سر سے کچھ زیادہ جمع ہوئے۔ اتنے سر کہیں نہ جمع ہوتے سات کوس میں کشش میں کوشش کی گئی تھی۔ بادشاہ ان سروں کو دیکھکر روتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ یہ مسکین بیچارے پیٹ و عیال و اطفال کے مارے جان سے مارے گئے۔

بحسرت سوئے کشتگاں بنگریست	بخندید پیدا و پنہاں گریست
کہ چندین خلائق دریں کارو گیر	چرا کشتہ شاید بشمشیر و تیر
فلک را سر اندا فتن شد سرشت	نشاید کشیدن سر از سرنوشت

بادشاہ لشکر سمیت بہت جلد دہلی کی طرف منزل بمنزل روانہ ہوا۔ پنڈوہ میں آیا اور راہ میں

خطبہ اپنے نام کا پڑھوایا اور اس کا نام فیروز آباد رکھا۔ پھر دفاتر سلطانی میں یوں لکھا جانے لگا کہ آزاد پور عرف اکدالہ اور فیروز آباد عرف منڈوہ۔ جب بادشاہ کوسی کے کنارہ پر آیا تو لشکر کو کشتیوں میں بٹھا کر اتارا۔ جب شمس الدین اکدالہ میں آیا تو کوتوال کو جس نے دروازہ بند کیا تھا قتل کیا۔

سلطان نے دہلی میں خواجہ جہاں پاس جو اسکی نیابت کر رہا تھا لکھنوتی کی فتح کا فرمان بھیجا تو یہاں بڑی خوشی خاص و عام کو ہوئی۔ ایک خوشی فتح کی تھی دوسری بادشاہ کے صحیح سلامت آنے کی جب بادشاہ دہلی کے قریب آیا تو خواجہ جہاں اسکے استقبال کو گیا اور بادشاہ کی سواری بڑی دھوم دھام سے شہر میں آئی اور ۴۸ ہاتھی جو بنگالہ کی فتح میں حاصل ہوئے وہ سواری کے جلو میں سب سے آگے تھے۔ بادشاہ نے گیارہ مہینے اس مہم میں صرف کئے

شہر حصار فیروزہ کا بنانا اور نہر کا جاری کرنا

بنگال کی مہم سے جب بادشاہ فارغ ہو کر دہلی آیا تو کئی برس تک وہ دہلی کے گرد سیر کرتا رہا اور دوسرے سال میں وہ حصار فیروزہ کی طرف گیا تھا اور مملکت کی استمالت میں خدمت کرتا تھا اور رعایا پر احسان طرح طرح کے کرتا تھا۔ انھیں دنوں نے حصار فیروزہ کی بنا ڈالی۔ یہاں جب سلطان آیا تو چند روز مقیم رہا۔ اب جس جگہہ کہ حصار فیروزہ ہے وہاں پہلے دو گانوں بڑے بڑے تھے ایک کو لراس بزرگ اور دوسرے کو لراس کوچک کہتے تھے۔ بادشاہ نے لراس بزرگ کو دیکھہ کر پسند کیا اور فرمایا کہ یہاں شہر آباد کیا جائے تو خوب ہو یہاں کی زمین بے آب تھی اور گرمی کے موسموں میں خراسان و ایران سے جو سوداگر آتے تھے۔ انکو پانی کی بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ چار جیتل کو ایک پانی کا مٹکا ملتا تھا۔ اس کو امید تھی کہ اگر میں مسلمانوں کے فائدہ کے لئے یہ شہر آباد کرونگا تو خدا تعالی کی قدرت سے یہاں پانی بھی پیدا ہونے لگے گا۔ بادشاہ نے یہاں آکر شہر کے بنانے کی فرمائش کی اور اس کا بننا شروع ہوا۔ چند سال تک بادشاہ اور خوانین و ملوک اس کام میں مصروف رہے ترسائی کے پہاڑوں سے سخت پتھر تراش کر یہاں

آہا سمنٹ چونے اور رکھور (اینٹ کھویا) کو آمیختہ کرکے اِن پتھروں کو عمارت میں لگاتے۔ ایک حصار بزرگ یہاں تعمیر ہوا۔ اُسکے مختلف حصوں کی تعمیر امیروں کو سپرد تھی جنہوں نے جلد اِس حصار کو تعمیر کرا دیا۔ بادشاہ نے اِس حصار کا نام حصار فیروزہ رکھا اور پھر اِس حصار کے گرد خندق کھدوائی اور اُسکی مٹی سے حصار کے گرد دمدمہ بنایا اور حصار کے اندر ایک بڑا گہرا تالاب بنوایا اور اُس کا پانی خندق کے اندر چھڑوایا ہمیشہ خندق میں یہ پانی بھرا رہتا تھا۔ اور حصار کے اندر ایک کوشک بنوایا جس میں بہت سے محل تھے اور اِس میں بڑی حکمت یہ رکھی تھی کہ اگر کوئی عاقل بھی کوشک میں آتا اور چند محلوں میں پھرتا تو بیچ کے محل میں آجاتا جو نہایت تاریک تھا اور اُسکی راہیں باریک تھیں۔ اگر کوشک کی نگہبان اُسکی رہبری نہ کریں تو پھر وہ اِس تاریکی سے نہیں نکلتا چنانچہ ایک فراش اِس میں چلا گیا تو کئی روز تک وہ اِس میں غائب رہا پھر اُسکو نگہبان کوشک ہی نکال کر لائے۔ جب بادشاہ نے اپنا محل یہاں بنوایا تو پھر تمام خانان عظام اور ملوک با احترام نے اپنے محل اور خاص و عام نے بھی اپنے مکان یہاں بنوائے۔ غرض شہر خوب آباد ہوگیا۔

رفاہ عام کا کام سب سے بڑا یہاں نہر کا جاری کرنا ہے جب بادشاہ نے حصار فیروزہ کے ملک میں پانی کی تکلیف دیکھی جس کے سبب سے ملک اُجاڑ تھا تو اُس نے ایک نہر جمنا کی اِس جگہ سے نکالی جہاں پہاڑوں سے وہ نکلکر الگ ہوتی ہے وہ کرنال ہوکر ہانسی حصار پہنچی تھی اور پھر دریا گھاگرا (دگاگر) میں گرتی ہے۔ اِس نہر کا نام راجواہ تھا اور دوسری نہر دریا ستلج سے لایا جس کا نام الغ خانی تھا۔ یہ دونوں نہریں کرنال کے قریب گذرتی تھیں اور رانسی کوس چلکر وہ ملجاتی تھیں اور شہر حصار فیروزہ میں جاتی تھیں۔ سلطان فیروز نے ڈھائی سال میں اِس شہر کو بنایا اور بعد ازاں اُس کے گرد باغ لگائے جن میں سب قسم کے میوے ہوتے تھے۔ پہلے یہاں خریف کی فصل ہوتی تھی۔ گیہوں نہیں پیدا ہوتا تھا۔ اِسکے لئے پانی یہاں میسر نہیں ہوتا تھا مگر اب دونوں فصلیں خریف و ربیع ہونے لگیں۔ ہزاروں جگہوں میں آبپاشی ہوتی تھی۔ اِن نہروں نے اِس ملک کو راغ سے باغ بنا دیا

پہلے بادشاہوں کے زمانہ میں صدر مقام تحصیل مالگزاری ہانسی تھا اب بادشاہ نے

یہ صدر مقام حصار فیروزہ میں منتقل کردیا۔ اور اس یعنی یعنی قسمت حصار فیروزہ میں ضلاع ہانسی اور اگروہ وہ فتح آباد سرستی داخل کردیے۔

استقامت املاک یعنی بادشاہ کا محصول زمین مقرر کرنا

بادشاہ نے دو شہر فتح آباد اور فیروزہ حصار آباد کئے فتح آباد کا پہلے ذکر ہوچکا ہی اور فیروزہ حصار کا اب ذکر ہوا۔ اب دونوں شہروں میں نہریں جاری کیں گویا کہ ان شہروں میں دونوں بحر و بر بسا دیے۔ ان اضلاع میں اسی کوس سے نوے کوس تک کے درمیان آبپاشی ہوتی تھی۔ تمام قصبات۔ قریات۔ جلنید۔ دہاترہ اور ہانسی اور اسکے مضافات میں پانی کے سبب سے پیداوار بڑھ گیا اور اس سے بہت فائدہ ہونے لگا کو بادشاہ نے فضلاء و علماء نیک صفات و مشایخ بابرکات کو جمع کرکے فتوی طلب کیا کہ اگر کوئی شخص بہت محنت و مشقت کرکے اور اپنا روپیہ خرچ کرکے قصبات و قریات کی حدود میں نہریں جاری کرے اور اس سے وہاں کے رہنے والیکو نفع بہت حاصل ہو تو اس محنت اُٹھانے والے کا بھی حق سعی ہی یا نہیں۔ سب نے متفق ہوکر کہا کہ ایسا سعی کرنے والا حق شرب یعنی دہ یکی کا مستحق ہے۔ بادشاہ نے مثل پہلے بادشاہوں کے ویران زمینوں میں بہت دہات آباد کئے اور ان پر محصول مقرر کیا اور اس محصول کو بیت المال سے خارج رکھا۔ اور اسکو سہام میں تقسیم کرکے علماء و مشایخ کے نام معین کردیا۔ پس بادشاہ کی آمدنی دو صیغوں سے بڑھی ایک حق شرب سے دوم نئی زمینوں کی زراعت سے اس طرح بادشاہ کی املاک میں دو لاکھ ٹنکہ کی آمدنی بڑھ گئی۔ دارالملک دہلی میں کسی بادشاہ کی املاک ایسی نہیں زیادہ ہوتی کہ خاص اس املاک کے واسطے عہدہ دار مقرر ہوں اور اس کا خزانہ جدا ہے جب برسات کے موسم کی شدت ہوتی تو خاص ملوک کو بادشاہ مقرر کرتا کہ وہ نہروں کی کنارے پر پھر کر بادشاہ کو اطلاع دیں کہ سیلاب کا پانی کہاں سے کہاں تک پہونچا۔ ان نہروں سے جتنی آبپاشی زیادہ ہوتی اُتنا ہی یہ بادشاہ خوش ہوتا۔ اور اگر کوئی اُسکی املاک میں سے گانوں خراب ہوجاتا تو وہاں کے عہدہ دار کو ذلیل کرکے بادشاہ نکال دیتا۔ اس سبب سے ملک بہت آباد و معمور ہوگیا۔

ہانسی میں بادشاہ کی ملاقات شیخ نورالدین سے

شیخ قطب الدین کا انتقال ہوگیا تو شیخ نورالدین اُنکے سجادہ نشین ہوئے۔ بادشاہ حصار فیروزہ سے اُنکی خدمت میں گیا اور عرض کیا کہ میں نے یہ شہر آباد کیا ہے حضرت سے یہ درخواست ہی کہ ہانسی سے وہاں تشریف لیجائیں میں جناب کے لئے ایک خانقاہ تعمیر کرادوں اور اُس کا خرچ وارد و صادر کے لئے مقرر کردوں حضرت نے جواب دیا کہ یہ دعاگو ہانسی میں ہی رہیگا کہ وہ میرے باپ دادا کا وطن ہی اور ان بزرگوں نے مجھے یہی مقام دیا ہی۔ بادشاہ نے کہا اچھا آپ یہیں رہیں مگر دعا کیجئے کہ حصار فیروزہ آباد رہے۔

جمنا کے کنارہ پر فیروزآباد کا آباد کرنا

بادشاہ نے مہم بنگالہ میں دوبارہ جانے سے پہلے ۷۵۵ھ (۱۳۵۴) میں جمنا کے کنارہ پر گادیں گانوں کی جگہہ پسند کرکے اِس شہر کو بنانا شروع کیا۔ اور اُس میں کوشک عالیشان تعمیر کرایا اور خوانین و ملوک نے اپنے مکانات وہاں بنائے۔ اِس طرح دہلی سے پانچ کوس پر ایک نیا شہر آباد ہوگیا۔ اِس شہر میں فیروزآباد کی حدود میں اٹھارہ مواضع کی زمین آئی جنکی تفصیل یہ ہی کہ قصبہ اندرپت کی سرائے شیخ ملک یار پران کی۔ سرائے شیخ ابوبکر طوسی کی۔ گادیں کی۔ کھیت واڑہ۔ لہراوت کی۔ اندھاولی کی۔ سرائے ملکہ کی۔ مقبرہ سلطان رضیہ کی۔ بھارنی کی۔ بھرلہ کی۔ سلطان پور کی۔ اور اور دیہات کی زمینیں اِسقدر مکانات تعمیر ہوگئے تھے کہ قصبہ اندرپت سے کوشک شکار تک کہ پانچ کوس کا فاصلہ تھا۔ ساری زمین آباد تھی اور اُس میں مکانات ریختہ اور سرچج کے بنے ہوئے تھے۔ آٹھ مساجد جمعہ ایسی وسیع اور عظیم الشان تھیں کہ اُنہیں سے ہر ایک مسجد میں دس ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے تھے۔ اور ایک مسجد خاص تھی۔ بڑے بڑے امیروں نے یہ مسجدیں بنائی تھیں اور اُنکے نام پر ان مسجدوں کے نام لئے جاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ شاہجہاں آباد میں یہ مسجد جس کا نام کالی مسجد ہے اور ترکمان دروازہ کے پاس ہے وہ انھیں مسجدوں میں سے ہی۔

اِس بادشاہ کی چالیس برس کی سلطنت میں دہلی اور فیروز آباد کے درمیان پانچ کوس کے اندر خلق کی آمد و رفت کثرت سے رہتی تھی ہر وقت اژدہام لگا رہتا تھا۔ صبح کی شام کے وقت اونٹ۔ گھوڑے۔ خچر۔ گاڑیاں۔ چھکڑے۔ پالکیاں یہ سب سواریاں تیار رہتی تھیں انہیں سوار ہوکر فیروز آباد سے دہلی اور دہلی سے فیروز آباد میں آدمی آتے جاتے تھے اِن سواریوں کا کرایہ معمولی یہ مقرر تھا کہ گاڑی کا کرایہ چار جیتل فی نفر۔ شتر کا کرایہ چھ جیتل گھوڑے کا کرایہ بارہ جیتل۔ کرایہ ڈولہ نیم ٹنکہ۔ شہر کے نزدیک مزدور کثرت سے موجود رہتے تھے انکو مزدوری خاطر خواہ مل جاتی تھی۔ افسوس ہے کہ مغلوں کے ہاتھ سے اُسکے بہت سے باشندے ہلاک ہوئے اور باقی ماندہ اطراف میں چلے گئے ایسا بڑا شہر برباد ہو گیا۔

ظفر خاں کا سنار گانوں سے آنا اور فیروز شاہ کی پناہ مانگنا

سنار گانوں کا بادشاہ سلطان فخر الدین تھا۔ اور ظفر خاں اُس کا داماد تھا۔ تخت گاہ پنڈوہ سے پہلے تخت گاہ سنار گانوں تھا۔ اوّل دفعہ بنگالہ سے دہلی کو جب فیروز شاہ نے مراجعت کی تو کینہ کے سبب سے شمس الدین کشتی میں ہوکر ہوکر چند روز میں سنار گانوں آیا سلطان فخر الدین جسکو عوام فخرا کہتے تھے۔ بےغم و بیفکر اپنی مملکت میں بیٹھا تھا کہ شمس الدین نے اُسے زندہ گرفتار کرکے مار ڈالا اور سارا ملک اُس کا دبا بیٹھا۔ تمام اعوان و انصار اُس کے پراگندہ ہوگئے۔ اسوقت تحصیل مال کے لئے ظفر خاں گیا ہوا تھا۔ جب اُس نے یہ حال سُنا تو وہ مملکت سنار گانوں سے بھاگ کر کشتی میں سوار ہوا اور بہت تکلیفیں اُٹھاکر دہلی میں آیا اور یہاں سے بادشاہ کی خدمت میں حصار فیروزہ کے اندر پہنچا اور ایک ہاتھی نذر میں دیکر باریاب ہوا بادشاہ نے اُس پر مراحم خسروانہ فرماکر حالات دریافت کئے اور اُسکی خاطر جمع کی کہ وہ کچھ اندیشہ نہ کرے جو سنار گانوں میں اِس پاس تھا اُس سے دو چند اُسکو یہاں ملجائیگا۔ بادشاہ نے ظفر خاں اور اُسکے ہمراہیوں کو خلعت عنایت کئے اور اوّل روز تین ہزار ٹنکہ جامہ شستن کے مرحمت کئے اور اُسکا خطاب ظفر خاں بحال رکھا۔ پھر چار لاکھ ٹنکہ دیئے اور ایک ہزار سوار اور بہت سے پیادے اُسکے لئے تنخواہ کئے اور نائب وزیر مقرر کیا اور پھر عہدہ وکالت عطا کیا

دوسرے روز بادشاہ کے دربار میں جو ظفر خاں گیا تو بادشاہ نے اُسے غمگین دیکھکر اُس سے پوچھا کہ کیا حال ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ میری پریشانی حضور کی مرحمت سے دفع ہو سکتی ہے بادشاہ نے اُسے خواجہ جہاں پاس دہلی بھیجدیا۔ حصار فیروزہ سے سلطان دہلی میں آیا خواجہ جہاں سے ظفر خاں کے باب میں صلاح و مشورہ کیا پھر حکم دیا کہ مہم بنگالہ کی تیاری کیجائے جب اس تیاری کی خبر شمس الدین کو پہنچی تو وہ ڈرا اور اکدالہ کے قیام میں اپنی مصلحت نہ دیکھی سنار گانوں میں وہ چلا آیا جو بنگالہ کے وسط میں تھا۔ یہاں کے آدمیوں نے بھی اسکے ہاتھ سے تنگ ہو کر بادشاہ پاس فریاد کی عرضیاں بھیجنی شروع کیں۔

لکھنوتی کی طرف بادشاہ کا دوبارہ روانہ ہونا

جیسے کہ بادشاہ پہلی دفعہ لکھنوتی کو گیا اس طرح ایکی دفعہ روانہ ہوا کہ اسّی یا ستر ہزار سوار اور بہت سے پیادے و چار سو ستر ہاتھی اور کشتیاں بند کشا اور بہت سے اور آدمی جو دہلی میں لڑنے کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ دو دہلیز (خیمے) دو بارگاہ۔ دو خوابگاہ۔ دو دہلیز مطبخ۔ ایک سو اسی علم ہر قسم کے اور چوراسی خروار طبل دو مامہ شتری و فیلی و اسپی۔ اس ساز و سامان سے سنہ ۷۶۰ھ ۱۳۵۹ میں خود بادشاہ لکھنوتی روانہ ہوا۔ خواجہ جہاں وزیر کو دہلی میں اپنا نائب مقرر کیا۔ خان اعظم تاتار خان بھی بادشاہ کے ہمراہ چند منزل گیا مگر بعد ازاں وہ حصار فیروزہ کو واپس بھیجا گیا۔ وجہ اُس کے واپس بھیجنے کی شمس سراج نے یہ بیان کی کہ بادشاہ کبھی کبھی شراب پیتا تھا۔ اور یہ شراب مختلف مزونکی اور رنگ برنگ کی زعفرانی۔ گلابی۔ سرخ۔ سفید ہوتی تھی اور اس سفید شراب کا مزہ میٹھے دودھ کا سا ہوتا تھا۔ بادشاہ صبح کی نماز اور وظیفہ سے فارغ ہو کر یہ چاہتا تھا کہ شراب کا پیالہ پیئے کہ تاتار خاں سلطان کے دروازہ پر آیا۔ بادشاہ کو اسوقت اس سے ملنا ناگوار تھا مگر اُسکے اصرار سے بُلا لیا اور شراب کے سامان کو پلنگ کے نیچے چھپا دیا۔ جب تاتار خاں آیا تو اُس نے پلنگ کے نیچے یہ سامان دیکھ لیا تو سلطان کو اُس نے یہ نصیحت کی یہ دن توبہ و استغفار کے ہیں۔ ہر گھڑی خدا سے دعا مانگنی چاہیئے نہ کہ شراب پینی۔ دشمن کو خرد نہ جاننا چاہیئے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ میں یہ قسم کھاتا ہوں کہ جب تک تم اس لشکر میں رہو گے میں شراب نہیں پیونگا۔ تاتار خاں الحمد للہ کہکر باہر چلا آیا۔ مگر بادشاہ اس نصیحت کو گستاخی سمجھا۔ چند روز بعد تاتار خاں کو حصار فیروزہ یہ کہکر بھیجدیا کہ وہاں کی رعایا

کو تشویش ہو رہی ہے تم جا کر امن امان قایم کرو بادشاہ قنوج کی راہ وہاں آیا جہاں اُس نے شہر جون پور آباد کیا۔

شہر جونپور کی بنا کا حال

بادشاہ نے یہاں جو ایک مقام وصحرا خوش و مرغوب دیکھا تو اُسکے دل میں آیا کہ یہاں شہر آباد کیا جائے۔ گومتی کے کنارہ پر بادشاہ نے چھ مہینے قیام کرکے اِس شہر کو آباد کیا۔ سلطان تغلق شاہ کے بیٹے سلطان محمد تغلق جوناخاں کے نام پر شہر کا نام جونا پور (جونپور) رکھا۔ جونا ترکی زبان میں آفتاب کو کہتے ہیں۔ آیندہ تاریخ میں پڑھوگے کہ یہ شہر سلاطین شرقیہ کا دارالسلطنت بنا۔

سلطان سکندر شاہ سے بادشاہ کی جنگ

چھٹے مہینے شہر جونپور سے بادشاہ بنگالہ میں متواتر کوچ کرکے پہنچا۔ اِس عرصہ میں سلطان شمس الدین تو مر چکا تھا اُسکا بیٹا سلطان سکندر سلطنت کرتا تھا وہ اپنے لشکر سمیت جزائر اکدالہ میں جا چھپا۔ بادشاہ نے اِن جزائر کو گھیر لیا۔ دونوں جانب عرادہ و منجنیق موجود تھے۔ حصار کے آگے ہر روز شتروں سے لڑائی شروع ہوتی۔ حصار سے دشمن کا لشکر میدان میں نہیں آسکتا تھا۔ جانبین میں روز و شب نگاہبانی ہوتی تھی اتفاق سے حصار سکندری کا ایک برج بودا تھا وہ اُسی کے آدمیوں کے بوجھ سے گر پڑا۔ حسام الملک نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو اسوقت حملہ کرکے فتح کر لیا جائے۔ سلطان نے بعد تامل کے فرمایا کہ جب حصار میں لشکر جائیگا تو ہزاروں پردہ نشین عورتوں کی بے پردگی پردہ دری ہوگی نااہلوں کے ہاتھ سے اُنکی عزت خاک میں ملیگی۔ ایک دن توقف کرو دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔ یہ سنکر بادشاہی افسروں نے صبر کیا۔ بنگالیوں نے اپنا برج ایک دن میں جیسا تھا ویسا بنا لیا۔ گل حصار تھا اُس کا برج بنانا آسان تھا۔ اب حصار میں علف وغلہ کی تنگی ہوئی اور لڑائی سے بھی طرفین تنگ ہوگئے اِسلئے دونو بادشاہوں میں مصالحت کی ٹھیری۔

فیروز شاہ و سکندر شاہ کی مصالحت

جب سکندر شاہ پر بُری بنی تو اُسکے وزرا نے صلاح مشورہ کرکے ایک دانشمند آدمی کو فیروز شاہ کے وزرا پاس بھیجا جس نے یہاں اُنکے وزرا سے یہ تقریر کی کہ لڑائی میں دونوں جانب میں مسلمان کشتہ و خستہ ہوتے ہیں آئین سلاطین و قوانین وزرا کا مقتضا یہ ہے کہ جب بادشاہوں میں کینہ دری کے سبب سے

لشکرکشی ہوا وراُس سے اہل اسلام کو مضرت پہنچتی ہو اُنکا کام یہ ہیکہ وہ بادشاہوںمیں صلح کرادیں۔ سلطان سکندر کو صلح منظور ہی۔ جب وزرا فیروزی نے یہ تقریر سُنی تو اُنھوں نے بھی آپس میں صلاح ومشورہ کرکے بادشاہ سے عرض کیا کہ سلطان سکندر صلح کا طالب ہے اگرحضرت کو بھی صلح منظور ہو تو اہل اسلام کی گردن پر سے تلوار میان میں جائے۔ خدا تعالیٰ کا بھی ارشاد ہی کہ الصلح خیر۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اگر سکندر شاہ اِس شرط کو قبول کرلے کہ سنارگانوں میں ظفرخاں تخت نشین ہو توصلح کرلینی چاہئے خان اعظم ہیبت خاں اِس رسالت پر مقرر ہوا۔ وہ سلطان سکندر شاہ پاس گیا۔ ہیبت خاں نے وہاں جاکر بزم وگرم گفتگو کرکے اِس شرط پر کہ ظفرخاں کو ولایت سنارگانوں حوالہ ہو صلح کو منظور کرالیا سلطان سکندر نے کہا کہ بادشاہ نے ناحق ظفرخاں کی تخت نشینی کے لئے تکلیف اٹھائی ہی۔ اگرمجھے فرمان بھیجدیتے تو میں اُسے تخت پر بٹھادیتا۔ فیروزشاہ نے سکندر شاہ پاس ملک قبول کے ہاتھ اسّی ہزار ٹنک کی قیمت کا تاج مرصع ومکلل بھیجا۔ ملک قبول نے سکندر شاہ کے تخت کے گرد سات دفعہ چکر کھاکر اُسکے سر پر تاج رکھا۔ وہاں یہ اپنا تماشہ بھی دکھادیا کہ اکدالہ کی بیس گز چوڑی خندق کو وہ گھوڑے پر سوار ہوکر پھلانگ گیا اور سکندر شاہ سے کہدیا کہ مجھ جیسے سوار بادشاہ پاس دس ہزار ہیں سلطان سکندر نے بھی چالیس ہاتھی نذرانہ میں بھیجے۔ اور آیندہ اس نذرانہ کے بھیجنے کا وعدہ کیا۔ ظفرخاں کو ولایت سنارگانوں میں بلاکر اُسکے حوالہ کرنے کا وعدہ کیا۔ مگر ظفرخاں کو جب سنارگانو کی حکومت مل گئی تو اُس نے وہاں ٹھیرنے میں مصلحت اپنی نہیں دیکھی اور بادشاہ سے عرض کیا۔ کہ یہاں کی سلطنت سے حضور کی صحبت ومعیت زیادہ پسند ہی۔ مجھے جو آسودگی دہلی میں میسر ہوگی وہ یہاں نہیں ہوگی۔ اسکے سارے رشتہ دار اور دوست مرچکے تھے کوئی باقی نہ تھا۔ یہاں کیونکر وہ رہ سکتا تھا۔ اب بادشاہ یہاں سے دہلی کی طرف روانہ ہوا دونوں دفعہ بادشاہ کی رحم دلی نے ان مہمات سے زیادہ فائدہ نہیں اُٹھانے دیا۔

سلطان کا روانہ ہونا اور جونپور سے جاج نگر جانا

ملک بنگالہ کی مہم سے بادشاہ فارغ ہوا جونپور میں آیا اور یہاں سے جاج نگر میں گیا۔ ولایت جاج نگر نہایت سیر حاصل اور نعمت خیز تھی۔ وہاں میوہ غلہ کثرت سے ہوتا تھا۔ ٹھیرنے سے لشکر گھوڑوں

اور جانوروں میں توانائی آئی۔ یہاں مویشی اس کثرت سے ہوتے تھے کہ ٹکے ٹکے بکتے تھے
لوگ اُنکو مفت چھوڑ دیتے تھے جانتے تھے جہاں جائیں گے وہاں خرید لینگے۔ یہاں کے آدمی ایسے
مرفہ الحال تھے کہ اُنکے مکان بڑے عالیشان تھے اور اون کے پاس باغات بہت سے تھے
جن میں صد طرح کے میوے ہوتے تھے غرض دنیا کی نعمتیں موجود تھیں مگر کوئی مسلمان آباد نہ تھا
اسلئے مسلمانوں کو یہاں یہ کہنا کہ الدنیا سجن للمومن وجنتہ للکافرین صادق آتا تھا۔ بادشاہ
اس ملک میں بنارس میں اُترا۔ یہ اس ملک کی قدیمی دارالسلطنت تھی اس میں دو بڑے
قلعے استوار تھے۔ ہر نئے راجہ کو یہ ضرور تھا کہ ان قلعوں میں کوئی نہ کوئی عمارت بڑھائے
اس لئے وہ بہت عالیشان و وسیع المکان ہو گئے تھے۔ کئی وجہ سے یہاں سے راجہ جاج نگر کو
چلا گیا تھا۔ اسلئے بادشاہ اسی محل میں فروکش ہوا جس میں راجہ رہتا تھا۔ جاج نگر کا راجہ خوف
زدہ ہوکر دریا میں کشتی کے اندر بیٹھ کر کہیں جا چھپا اور دریا کے آگے ایک مہنت ہاتھی چھوڑ گیا
کہ لشکر شاہی اس کی طرف متوجہ ہو۔ تین روز تک لشکر نے کوشش کی کہ ہاتھی کو زندہ گرفتار
کریں مگر جب وہ زندہ نہ پکڑا گیا تو اُسکو مار ڈالا۔

ہاتھی کا شکار و رائے جاج نگر کی اطاعت

جب بادشاہ یہاں کے جنگل میں گیا تو دیکھا کہ پندرہ[۱] پندرہ[۱] بیس[۲] بیس[۲] کوس تک ہاتھی ہی
ہاتھی بھرے ہوئے ہیں تو اس نے یہاں ہاتھی کا شکار کھیلا۔ ہاتھیوں کو کٹگھر میں گھیر کر خوب
تھکایا۔ اور پھر فیلبان درختوں پر چڑھ کر ہاتھیوں کی پیٹھ پر سوار ہو گئے اور اُنکو پکڑ لائے جب
بادشاہ کو اس سیر شکار سے فرصت ملی تو وہ رائے جاج نگر کے پیچھے پڑا جس محل میں وہ رہتا
تھا اس میں گیا بہت سے مکانات اس میں بنے ہوئے تھے۔ حصار کے اندر ایک بت خانہ تھا
اس میں جگن ناتھ کی مورت رکھی ہوئی تھی اسکو اُکھیڑ کر بادشاہ نے دہلی بھیج دیا۔ ہندو راجہ
و رائے و مقدم و زمیندار جن برہمنوں کی صلاح مشورہ لیتے ہیں اُنکو مہنت کہتے ہیں یہاں
اُن کو پاتر کہتے ہیں راجہ نے ان پاتروں کو بھیجکر بادشاہ سے صلح کر لی اور بیس ہاتھی نذر بھیجے
یہاں جنگلوں میں ہاتھی اس کثرت سے تھے کہ بھیڑ کے بھاؤ بکتے تھے۔ بادشاہ لکھنوتی اور جاج نگر

میں دو سال سات مہینے رہا اور ان دونوں ملکوں سے بہتر ہاتھی لیگیا۔

بادشاہ کی مراجعت جاج نگر سے دشوار گذار راہوں سے

جب بادشاہ نے دہلی کو بازگشت کی تو راہبروں نے راہ کے بتانے میں غلطی کی۔ لشکر کو پہاڑوں اور جنگلوں میں ڈال دیا۔ وہ ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ پر ایک جنگل سے دوسرے جنگل میں راہ بھولا بھٹکا پھرا۔ غلہ کی کمی ہوئی چھ مہینے تک خان جہاں کو دہلی میں بادشاہ کی کچھ خبر معلوم ہوئی حوالی شہر میں وہ سوار ہو کر پھرتا۔ اسکے خوف سے سارے ملک میں امن رہا۔ چھ مہینے بعد مشکل سے ایک راہ رونما ہوئی۔ بادشاہ نے ڈاک بھیجنے کا ارادہ کیا۔ سارے لشکر میں منادی ہوئی کہ جسکو اپنی سلامتی کی خبر اور اپنا احوال اہل وعیال کو لکھنا ہو وہ خط میں لکھ کر دولت سرا میں دیدے جب لشکر کے کان میں یہ آواز پہونچی تو انہوں نے دولت سرا میں اتنے خطوں کا ڈھیر لگایا کہ ایک اونٹ پر لدا۔ جب یہ دہلی ڈاک پہونچی تو وہاں گھر گھر خوشی کے شادیانے بجنے لگے جب بادشاہ دہلی کے قریب آیا تو ایک خلقت اپنے عزیز و اقارب سے ملنے گئے۔ بادشاہ کی سواری بڑی دھوم دہام سے داخل ہوئی۔ فیروزآباد کی کوشک میں بادشاہ نے ایک دیوار پر یہ کندہ کرایا کہ ہم نے اتنے ہاتھی شکار کئے اور اتنے ہاتھی ساتھ لائے تاکہ وہ ایک یادگار روزگار رہے۔

سلطان فیروز شاہ کے عہد میں رعایا کی خوشحالی و فارغ البالی

جب فیروز شاہ دہلی میں آیا تو اُس نے فیروزآباد میں اپنی کوشک کی عمارت کو پورا بنوایا اور شہر کے وسط میں بھی اُس نے ایک کوشک ہندورائے بڑے تکلف کا تعمیر کرایا۔ دو سال بعد لشکر آیا تھا اتنی مدت کے بعد اپنے گھروں میں مسافر سپاہیوں کے آنے کی بڑی شادیاں ہوئیں۔ بادشاہ اپنا وقت ان تین کاموں میں صرف کرتا تھا اول سب طرح کا شکار کھیلتا۔ دوم استمالت رعایا۔ سوم تعمیر عمارات۔ انتظام ملکی میں اُسکی توجہ سے ہر سال ملک کی ترقی اور رعایا کی آسودگی اور راحت برابر بڑھتی گئی۔ اُس نے علما و مشائخ کے لئے چھتیس لاکھ تنکہ اور نقرئی

اور فقرار کی پرورش کے لئے اور اہل دین کے وظائف کے واسطے سوا لاکھ ٹنکہ مقرر کئے۔ ہر قسم کے آدمیوں کی زندگی چین و آرام سے گذرتی تھی۔ ملوک و خوانین کو مسرت و بہجت۔ اہل تجارت کو ہر سال منفعت بکثرت۔ اہل بازار کو اصل سے سود زیادہ۔ اہل اجرت کی اجرت میں ہر سال بڑھوتری۔ ہر برس فقیر غنی ہوتے تھے ہر روز مزارعین مرفہ الحال اور فارغ البال زیادہ ہوتے تھے۔ سادات و قضات و فقیر و معارف اپنی لڑکیوں کی شادی خورد سالی میں کر دیتے تھے جہیز میں بہت کچھ دیتے تھے جنکو مقدور نہ تھا انکو خزانہ سے لڑکیوں کی شادی کرنے کے لئے روپیہ ملتا تھا۔ مکتبوں میں عالم ادیب خوش نویس مسلمانوں کے چھوٹے لڑکوں کو تعلیم کرتے تھے۔ جہیز میں بہت کچھ دیتے تھے فائدہ کے لئے دیتے تھے اور خزانہ شاہی سے تنخواہ پاتے تھے۔ تجارت کا مال تجار دور دور سے جاتے تھے اور خوب نفع کماتے تھے۔ غرض فیروز شاہ کی نیک نیتی سے اسکے عہد سلطنت میں چالیس برس تک رعایا کو خوب عیش و آرام سے گذرے بعد ازاں مغلوں نے اسکو برباد کر دیا۔

قلعہ نگر کوٹ کی فتح

جب لکھنوتی سے پھر بادشاہ دہلی میں آیا تو وہ شکار کھیلنے کے لئے دولت آباد روانہ ہوا۔ بیانہ تک پہنچا تھا کہ کسی مصلحت ملکی کے سبب سے دہلی واپس آیا اور یہاں سے فوج لیکر نگرکوٹ کو روانہ ہوا۔ دامن کوہ میں جب پہنچا تو وہاں اسکے واسطے برف آئی۔ اُسپر سلطان محمد تغلق کی یہ بات اسکو یاد آئی کہ اس مقام پر اُس کے واسطے برف کا شربت آیا تھا مگر میں اسوقت موجود نہ تھا۔ اسلئے بادشاہ نے وہ نہ پیا۔ یہ بات یاد کر کے سلطان محمد تغلق کے نام پر شربت کی سبیل لگوادی۔ بادشاہ نگرکوٹ پہنچا تو اسکو نہایت مستحکم پایا۔ راجہ یہاں کا اوپر قلعہ میں چلا گیا۔ بادشاہی لشکر نے اس کا ملک تاخت و تاراج کیا۔ راہ میں جوالا مکھی کا مندر تھا۔ اسکو دیکھنے سلطان گیا اور اس پر چتر زریں چڑھایا۔ یہاں چتر چڑھانے کا دستور ہے مگر اسکو مسلمان مورخ نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ ہندوؤں نے یہ بات ایسی ہی گھڑلی ہے جیسی سلطان محمد تغلق کی نسبت گھڑی تھی کہ اس نے بھی چتر چڑھایا تھا۔ یہ دونوں بادشاہ دیندار

مسلمان تھے بھلا ایسی حرکت اِن سے کب سرزد ہو سکتی ہے۔ اب بادشاہ اور راجہ کے لشکروں میں منجنیقوں اور عرادوں سے وہ سنگ باری ہوئی کہ پتھر آپس میں ہوا پر خوب لڑتے تھے قلعہ کے گرد بادشاہ کا لشکر چھ مہینہ تک رہا ایک دن بادشاہ قلعہ دیکھنے گیا تھا کہ اُس نے راجہ کو فصیل پر دیکھا کہ دست بستہ کھڑا ہو کر بادشاہ کی اطاعت کے لئے سر جھکاتا ہے بادشاہ نے بھی بغل میں سے رومال نکال کر ہلا دیا جس کے معنی یہ تھے کہ ہمارے پاس چلے آؤ۔ راجہ بے توقف و بے تامل اُس پاس آیا اور معذرت کی۔ بادشاہ نے اُسکو چتر و خلعت دیکر نگرکوٹ کی راجائی پر بحال کر دیا۔ نگرکوٹ کا نام محمد تغلق کے نام پر محمد آباد رکھا۔

ٹھٹہ کی مہم کا صلاح و مشورہ

سلطان فیروز شاہ باربار نہایت افسوس کے ساتھ یہ ذکر کیا کرتا تھا کہ سلطان محمد شاہ تغلق کی دل کی دل ہی میں یہ آرزو باقی رہی کہ ٹھٹے کو اُس نے فتح نہیں کیا۔ ایک دن بادشاہ نے وزیر خان جہاں سے اپنے دل کا راز یہ کھولا کہ سلطان محمد شاہ تغلق اپنی نزع کی حالت میں کہتا تھا اگر میں خدا کے فضل سے اچھا ہو جاؤں تو اہل ٹھٹہ کو زیروزبر کروں۔ مگر یہ آرزو اُسکی پوری نہوئی وہ یہ ارمان اپنے ساتھ لیگیا۔ اب میں اُسکی جگہہ مقرر ہوا تو مجھے اہل ٹھٹہ سے انتقام لینا چاہئے خان جہاں نے کہا کہ حضور کی یہ رائے صواب ہے اس میں اوّل یہ ثواب ہے کہ بزرگوں کی وصایا اور نصایح پر عمل ہوگا بزرگوں کا انتقام لینا فرزندوں اور برادروں پر لازم ہے۔ دوسرا نفع یہ ہے کہ بادشاہی قانون ہے کہ ہر سال قلعہ کشائی و ملک گیری میں بادشاہ کو کوشش کرنی چاہئے وزیر سے یہ باتیں سنکر بادشاہ نے اُسکو حکم دیا کہ لشکر کو تیار کرے۔ اُس نے حکم کی تعمیل کر کے لشکر تیار کیا۔

ٹھٹہ کی سمت فیروز شاہ کی روانگی اور وہاں پہنچنا

بادشاہ کی سواری ٹھٹہ کی طرف روانہ ہوئی۔ اوّل دہلی کے اندر جو خدا کے طالب قبروں میں آرام کرتے تھے اُنکے مزاروں کی زیارت کو بادشاہ گیا۔ اور راہ میں بھی ایسے

مزاروں کی زیارت کرتا گیا۔ اِسکے لشکر میں نوّے ہزار سوار اور چار سو اسّی ہاتھی تھے۔ تاتارخاں اندنوں میں زندہ نہ تھا۔ خان جہاں کو دہلی میں چھوڑا۔ جب بادشاہ قصبہ جودھن میں پہنچا تو شیخ الاسلام شیخ فریدالدین کے مزار کی زیارت کیلئے گیا اور یہاں سے بھکر میں پہنچا یہاں پانچہزار کشتیاں جمع کیں اور دریاء سندھ سے عبور کیا اور ٹھٹھہ میں پہنچا۔ ٹھٹھہ کی آبادی دو طرح کی ہے۔ ایک دریاے سندھ کے کنارہ پر دہلی کی طرف اور دوسرے کنارہ پر ٹھٹھہ کی طرف اِس زمانہ میں یہاں جام برادر راے انار اور بابنیہ اُس کا بھتیجا حکمران تھے اُنہوں نے دریا کے دونوں طرف نئے نئے قلعے بنالئے اُنکو اپنے لشکر و قوت پر بڑا غرور تھا۔ سامان جنگ سب اونہوں نے تیار کیا۔ بادشاہ کے لشکر میں غلہ روز بروز گراں ہوتا جاتا تھا۔ اور گھوڑوں میں وبا پھیلتی جاتی تھی۔ نوّے ہزار سواروں کے گھوڑوں میں چوتھائی زندہ رہے ہونگے۔ ایک آدمی کی غذا کی قیمت دو تین ٹنکہ ہوگئی۔ جب جام اور بابنیہ نے سلطان کے لشکر کو اِس وبا و قحط کی بلا میں مبتلا دیکھا تو اونہوں نے لڑنے کا ارادہ کیا۔

اہلِ ٹھٹھہ اور سلطان کی لڑائی

جام اور بابنیہ بہت پیادہ و سوار لیکر حصار سے باہر آنکر فیروز شاہ کے لشکر کے مقابل ہوئے بادشاہ اپنے لشکر کو ضعیف جانتا تھا اور وہ شمار میں بھی دشمن سے کہیں کم تھا مگر اُسنے میمنہ و میسرہ و قلب درست کرکے لڑنا شروع کیا۔ دشمن پاس بیس ہزار سوار اور چار لاکھ پیادے تھے۔ لڑائی ہورہی تھی کہ آندھی ایسی سخت آئی کہ لشکروں کو آنکھوں سے کچھ نہیں دکھائی دیتا تھا۔ مگر طرفین کے دلاور لڑائی سے باز نہ آئے لڑتے لڑتے تھک گئے۔ اور اپنے اپنے مقاموں پر آرام کرنے چلے گئے جب ٹھٹھہ نہ فتح ہوا تو بادشاہ کا ارادہ گجرات جانیکا ہوا

سلطان فیروز شاہ کا گجرات جانا

جب بادشاہ نے دیکھا کہ غلہ کا قحط ہے۔ گھوڑوں میں وبا ہے اِس سے لشکر ضعیف ہوگیا ہے۔ کب تک اپنی ہمت کرکے دشمن سے لشکر لڑیگا۔ اسلئے عقل و دانش کا یہ اقتضا ہے کہ گجرات چلئے اگر زندگی باقی ہے تو دوسرے سال یہاں آنکر پھر لڑینگے۔ اور ارباب صلاح نے بھی بادشاہ کو یہ صلاح دی کہ عاقل بادشاہوں کا ہمیشہ یہ دستور رہا ہے کہ وہ لشکر میں ضعف

دیکھتے ہیں تو لڑائی سے ہاتھ کھینچ [illegible] بھی اقدام ہے خلق کو غلہ ملے گا۔ پیادے پھر گھوڑوں کے سوار ہوجائیں گے [illegible] م ہوجائیگا جب اہل ٹھٹھہ کو معلوم ہوگا کہ بادشاہ نے اپنے شہر کی طرف بازگشت کی تو وہ اپنی زمینوں کی کاشت میں کوشش کرینگے اور ہم پھر یہاں ربیع میں آئیں گے تو غلہ بہت سا جمع پائیں گے۔ جب اہل شوریٰ نے صلاح دی تو بادشاہ کے لشکر نے کوچ کا نقارہ بجایا جب اہل ٹھٹھہ نے دیکھا کہ بادشاہ یوں بھاگا جاتا ہے تو انھوں نے اُس کا تعاقب کیا سب سے پیچھے ظفرخان تھا اُس سے اُنکی لڑائی ہوئی اُسنے اُنکے حملہ کو ہٹا دیا۔

بادشاہ کے لشکر کا کوچی رن (کچھہ کا رن)

جب بادشاہ نے بازگشت کی تو غلہ اور زیادہ گراں ہوگیا۔ فی سیر غلہ ایک دو ٹنکہ بکنے لگا بلکہ اس قیمت پر بھی غلہ کمیاب ہوگیا۔ بھوک کے مارے خلق مرنے لگی۔ جب غلہ نہ ملتا تو لوگ مردار و ناگوشت اور چرم خام کھانے لگے بعض آدمی بھوک کے مارے پرانے چمڑے کو پانی میں جوش دیکر کھاتے تھے۔ اِس قحط مہلک نے ایک خلق کو مارا۔ خوانین اور ملوک کے گھوڑے مرگئے وہ مجبوری پیادہ پا چلنے لگے۔ اِس بینوائی پر بس نہیں ہوئی بلکہ رہبروں نے دغا کی ایسے مقام پر لے گئے جسکو کوچی رن کہتے ہیں۔ اِس زمین میں آب شور ایسا تھا کہ اگر اُسکو زبان پر رکھتے تو وہ پاش پاش ہوجاتے۔ اب بادشاہ حیران تھا کہ کیا کروں ایک رہبر کو پکڑ کر مار ڈالا باقی اور رہبروں نے کہا کہ ہم تمکو ایسے مقام پر لائے ہیں کہ کوئی تم میں سے جان سلامت نہیں لیجائیگا خواہ وہ ہوا میں اُڑے یا ہوا کی طرح دوڑے سمندر یہاں سے قریب ہے اسکے سبب سے زمین میں یہ شوریت ہے اور اسکی تاثیر سے یہ مقام مہلک ہے جب رہبروں نے یہ کہا تو سب نے جان سے ہاتھ دھوئے۔ بادشاہ نے اِن رہبروں کو حکم دیا کہ وہ کہیں سے ہمارے لئے آب شیریں پیدا کریں اور ہمکو اس مقام سے باہر نکالیں۔ خدا خدا کرکے ایک جگہہ آب شیریں ملا۔ اُسکو برتنوں میں بھرا۔ مگر زمین آب شور سے ایسی نمناک تھی کہ اگر آب شیریں کی ٹھلیا زمین پر رکھتے تو پانی ایسا شور ہوجاتا کہ زبان پر نہ رکھا جاتا۔ یہاں سے لشکر نکلکر ایک ایسے جنگل میں گیا جہاں کبھی جانور نے نہ انڈا دیا تھا نہ پرندے نے پر مارا تھا نہ کبھی

اُس میں کوئی درخت اُگا نہ گھاس خلال کو تنکا نہ ملتا تھا۔ اُسکی ہیبت سے ہوا کا قدم بھی نہ اُٹھتا تھا۔ آدمی جان سے عاجز تھے یہ مصرع پڑھتے تھے ع۔ برآستان خواری جان دادنیست مارا عجب بیکسی و بے بسی تھی کہ بیٹا باپ کی اور باپ بیٹے کی جان نکلتے دیکھتا تھا۔ بھائی بھائی کو اور دوست دوست کو وصیت کرتا تھا کہ اگر خدا تمکو گھر سلامت لیجائے تو ہماری بیوی اور بچوں سے ہماری سرگذشت سُنا دینا۔ دُنیا میں کوئی ایسی بلا نہ تھی جس میں یہ لشکر مبتلا نہ تھا چھ مہینے سے دہلی میں نہ فیروز شاہ کی نہ سپاہ کی کچھ خبر آئی تھی وہاں یہ افواہ اُڑ رہی تھی کہ بادشاہ مع لشکر غائب ہو گیا گھر گھر ماتم تھا۔ خاں جہاں وزیر نے اپنی تدبیر و رعب و فراست و کیاست سے انتظام ایسا کر رکھا تھا کہ کوئی کان نہیں ہلا سکتا تھا۔ وہ کوتمک شاہی کا اسباب اپنے گھر میں لیگیا تھا اور ایک بادشاہ کا جعلی فرمان بنا کے بادشاہ و سپاہ کی سلامتی کا حال سُنا دیا تھا جس سے لوگوں کو خوشی ہو گئی۔

کونچی رن میں خلق کا زاری کرنا اور بادشاہ کا تاڑنا

اگرچہ بادشاہ منزل بمنزل کوچ کرتا تھا مگر اپنے لشکر کی یہ مصیبت دیکھکر کہ ہر منزل میں ہزاروں آدمی مرتے ہیں وہ روتا تھا۔ خدا سے بارش کی دعا مانگتا تھا۔ خدا نے اُسکی دعا قبول کی۔ مینہ خوب برسا جس سے پانی کی مصیبت خلق پر کم ہوئی۔ پھر ایک راہ بھی اس جنگل سے نکلنے کی ملگئی۔ جب بادشاہ جنگل سے نکلا تو دہلی میں خان جہاں پاس اپنی اور لشکر کی سلامتی کا فرمان بھیجا جس سے دلّی میں گھر گھر خوشی ہوئی۔

فیروز شاہ کا گجرات میں آنا

بادشاہ اس جنگل سے بہ مشکل نکلکر خدا خدا کر کے گجرات پہنچا۔ یہاں آدمیوں کو آرام ملا گجرات کے ناظم امیر حسین کو بادشاہ نے اس قصور میں کہ اُس نے غلہ لشکر کو ٹھٹھہ نہیں بھیجا معزول کیا۔ بادشاہ نے گجرات میں رہکر لشکر کو از سر نو تازہ کیا۔ لشکر غیر وجہی کو چھ دس گیارہ تنکہ وہ دیتا تھا تھوڑے دنوں میں سب پاس گھوڑے ہوگئے۔ پیدل سوار بن گئے۔ اور لشکر وجہدار کو خزانہ سے روپیہ قرض ملگیا۔ کسی کو پانچسو تنکہ کسی کو سات سو اور بعض کو ہزار تنکہ بادشاہ نے خان جہاں کو بھی لکھا کہ وہ کارگزاروں و عمال پر تاکید رکھے کہ وجہداروں کے

دیہات کے کسی اسم و رسم کی مزاحمت نہ کریں (وجہ دار وہ لشکر کہلاتا تھا جنکو تنخواہ کے عوض میں زمینیں اور دیہات دیئے گئے تھے اور غیر وجہدار وہ سپاہ تھی جسکو نقد تنخواہ ملتی تھی) بادشاہ نے گجرات کی کل آمدنی دس کروڑ کی لشکر کے کارخانوں میں خرچ کردی تاکہ ٹھٹھہ میں دوبارہ لشکر کشی اچھی طرح ہو سکے خان جہاں کو فرمان بھیجا جس میں گجرات آنے کا حال اور اپنا ارادہ دوبارہ ٹھٹے پر لشکر کشی کا لکھا تاکہ وہ سب سامان مہیا کرکے بادشاہ پاس بھیجے۔

سلطان فیروز شاہ پاس خان جہاں کا اسباب جنگ کا بھیجنا

جب خان جہاں پاس سلطان کا فرمان اسباب جنگ کی طلب میں آیا تو اُس نے گجرات میں دہلی سے بادشاہ پاس اسقدر اسباب و روپیہ بھیجا کہ گجرات میں اُسکی باربرداری کے لئے سامان ملنا دشوار ہوگیا۔ اس میں فقط ایک جنس کے ہتیار سات لاکھ ٹنکے کے تھے۔ اُس نے ایک عرضداشت بھی بادشاہ کی خدمت میں اس مضمون کی بھیجی کہ بادشاہ کا ٹھٹھہ جانا عین صواب ہے۔ بادشاہ گجرات سے ٹھٹھہ روانہ ہوا کہ اس اثناء میں بہرام خاں کی جو دولت آباد پر قابض ہوا تھا عرضداشت آئی کہ میرے اور نصیر حسن کانگوی کے درمیان مخالفت ہو رہی ہے اگر حضور یہاں تشریف لائیں تو اپنی مملکت پر قبضہ پائیں۔ بادشاہ نے جواب لکھا کہ جبتک میں ٹھٹھہ کو نہ فتح کرونگا دولت آباد کی طرف متوجہ نہونگا جب اس مہم سے فراغت ہوگی تو وہاں آؤنگا گجرات میں حاکم ظفر خاں کو مقرر کیا۔ پہلے ارادہ تھا کہ ملک نائب باربک کو وہاں حاکم مقرر کرے مگر قرآن شریف میں جو فال دیکھی تو اُسکے مخالف اور ظفر خاں کے موافق نکلی اسلئے اُسکو مقرر کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کو قرآن شریف کی فال پر کتنا اعتقاد تھا۔

سلطان کا گجرات سے ٹھٹھہ روانہ ہونا

جب بادشاہ ٹھٹھہ کی طرف گجرات سے روانہ ہوا تو لشکر اوّل دفعہ محنت و مشقت شاقہ اُٹھا چکا تھا وہ ڈرا اور اُس میں سے بہت سے آدمی معہ اسباب کے اپنے گھروں کی طرف فرار ہونے شروع ہوئے جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی اور ارکان سلطنت نے اُسکو یہ صلاح بتائی کہ منزلوں پر چوکیاں بٹھاویں کہ وہ سپاہیوں کو بھاگنے نہ دیں۔ بادشاہ نے اس تجویز کو پسند نہیں کیا اور فرمایا کہ پہلی دفعہ لشکر نے ایسی مصیبت اُٹھائی ہے کہ اُس کا ناک میں دم آگیا تھا اس دفعہ بھی اُسکو

یہ فکر وخوف ہے ایک قدیم سے رسم چلی آتی ہے کہ جب بادشاہ لشکر کشی کرتے ہیں تو بعض آدمی اس میں نوکر چاکر ہوتے ہیں اور بعض آدمی اپنی کسی مصلحت سے لشکر کے ساتھ ہو لیتے ہیں۔ ان چوکیوں سے خوف سے نوکر تو رہجائیں گے۔ لیکن جو لوگ نوکر نہیں ہیں اور اپنے گھر جانا چاہیں گے تو وہ بھی رک جائینگے اور یہ اُن پر ظلم ہوگا۔ اگر خدا کو منظور ہے کہ میں ٹھٹھے کو فتح کروں تو اُنکے جانے سے کیا ہوگا۔ اور اگر خدا کو یہ منظور نہیں ہے تو اُنکے رکھنے اور روکنے سے کیا ہوگا۔ بادشاہ نے خاں جہاں کے نام فرمان میں یہ لکھدیا کہ جو ہمارے نوکر سپاہی شہر میں جائیں تو اُنکو تلاش کرکے بلاؤ اور اُنکا تدارک خسروی یعنی قتل وجلاوطنی وقید نہ کرو بلکہ تدارک معنوی کرو یعنی ایک دو روز تک سربازار اُنکو ملامت کرو خاں جہاں پاس جب یہ فرمان پہونچا تو مفرور سپاہیوں کو سر برہنگ پکڑ کر وزیر پاس لاتے اور اُنکا تدارک معنوی ہوتا۔ مگر اُنکی تنخواہ و جاگیر کو ہاتھ نہ لگایا جاتا۔ بادشاہ نے اِسی طرح تالیف قلوب کرکے سپاہ کو تازہ دم کیا۔

اچھے موسم میں ٹھٹھے کے اندر سلطان کا آنا

جب بادشاہ ٹھٹھے میں پہنچا تو اُسکو اس دفعہ کشتیاں کم ملیں۔ یہاں رعیت اپنی زراعت میں مصروف تھی بادشاہ کی مراجعت کا خیال بھی اُسکو نہ تھا وہ بیغم یہ گیت گا گا کر مست ہو رہی تھی کہ سلطان محمد تغلق ہمارے پیچھے پڑا خدا نے اُسکو ہلاک کیا سلطان فیروز شاہ ہمارے سامنے آیا اُسکو اللہ نے پیچھے بھگایا۔ جب اُنہوں نے سُنا کہ گجرات سے سلطان بڑے لشکر کے ساتھ ٹھٹھے کے قریب آگیا ہے تو اُسکے خوف کے سبب سے اُنہوں نے سندھ کے کنارے کی زراعت کو غارت کیا اور خود دریا کے پار گلی حصاروں میں چلے گئے جب سلطان آیا اور اُس نے یہ حال دیکھا کہ یہاں کی رعایا کھیتی کو تباہ کرکے دریا پار چلی گئی ہے تو وہ دریا کے کنارے پر اُترا اور کنگرہ وخندق کو بنایا۔ لشکر کو آرام سے اُتارا۔ غلہ کا نرخ آٹھ دس جیتل فی ٹوہیری تھا مگر جب نیا غلہ آیا تو ارزاں ہوگیا۔ لشکر کے چاروں طرف لوگ کھیتی کرتے تھے اور اہل ٹھٹھہ اُنکے دہات سے غلہ چراتے تھے۔ سندھ کے کنارہ پر دہات کثرت سے تھی بعض دہات کے باشندے دریا کے پار نہیں بھاگ سکے تھے وہ گرفتار ہوتے جب بادشاہ کو یہ معلوم ہوا تو اُس نے اشتہار دیدیا کہ یہ تھوڑے سے

آدمی مسلمان ہیں اُنکو قید کرنا اور بردہ بنانا درست نہیں - ایسے قیدیوں کو کوئی شخص اپنے گھر میں نہ رکھے اُنکو دیوان میں لائیں جو ایسا نہ کریگا وہ مجرم ہوگا - بادشاہ کے اِس حکم سے چار ہزار سندھی دیوان میں جمع ہوئے اُنکو حکم دیا کہ ہر ایک کو تین سیر غلّہ دیا جائے - اسوقت مونگ پانچ تنکہ فی من تھے اور روئی چار تنکہ من تھی - اُنکو مونگ کا غلہ دیا جاتا تھا - یہ اسی بادشاہ کا کام تھا کہ اِنھیں سندھیونکو جنہوں نے بادشاہ کی فوج کو بھوکا مارنے کے لئے زراعت کو تباہ کیا ہوا انہیں کو قید میں خوب پیٹ بھر کے روٹی دے بادشاہ کی یہ رحم دلی قابل یاد ہے -

ملک عماد الملک و ظفر خاں کا دریائے سندھ سے پار جانا اور سندھیوں سے لڑنا

سلطان فیروز شاہ کا لشکر سندھ کے اِس کنارہ پر وارد تھا اور دشمنوں کا لشکر دوسرے کنارہ پر پار تھا کبھی کبھی لشکروں میں مٹ بھیڑ ہو جاتی - بادشاہ نے چاہا کہ ملک عماد الملک ظفر خاں دریا پار جا کر سندھیوں لڑیں - مگر ستر کوس تک دریا کے کنارہ پر دشمنوں کے سوار پھیلے ہوئے تھے وہ بادشاہ کے لشکر کو اُترتے دیکھ رہے تھے - اِسلئے لشکر سلطانی اکیس بیس کوس دہلی طرف چلکر بھکر سے دریا پار اُترا اور پھر وہاں سے اِتنی دُور چلکر سندھیوں کے مقابل آیا - دونوں لشکروں میں خوب لڑائی ہوئی - سلطان نے یہ سمجھکر کہ طرفین سے مسلمانوں کی جانیں تلف ہوتی ہیں اپنے لشکر کو اُسی راہ سے کہ گیا تھا بلا لیا - جب عماد الملک اور ظفر خاں بادشاہ پاس آئے تو اُس نے کہا کہ یہ تھوڑے سے اہل ٹھٹہ میرے ہاتھ سے بچکر کہاں جائیں گے اگر چیونٹیوں کے بلو نمیں جا کر چھپیں گے تو وہاں بھی خدا کی عنایت سے اِنھیں نہیں چھوڑونگا -

کمک کے لئے عماد الملک کا دہلی جانا

چند روز بعد بادشاہ نے صلاح و مشورہ کر کے عماد الملک کو دہلی خان جہاں کے پاس بھیجا کہ وہاں سے سپاہ امداد کے لئے لائے - اُس سے کہدیا کہ خواجہ جہاں پر سپاہ کے جمع کرنیکا تقاضا نکرنا اور صرف اُس سے یہ کہنا کہ اِس باب میں صلاح لینے کے لئے بادشاہ نے مجھے بھیجا ہے - وزیر دانشمند سمجھ گیا اُس نے ایک لاکھ تنکہ علوفہ کے لئے عماد الملک پاس بھیجا اور بدایوں - قنوج - سندیلہ - اودھ

جونپور۔ بہار۔ ترہت۔ چندیری۔ دہار اور دوآبہ کے اندر سے و دیبال پور۔ ملتان۔ لاہور سے سپاہ کو جمع کردیا۔ عماد الملک اس سپاہ کو لیکر سلطان پاس آیا۔ تو وہ سپاہ کو دیکھکر بڑا خوش ہوا اور ہر ایک سپاہی کو جامہ دیا۔ جب اس کمک کا حال سندھیوں کو معلوم ہوا تو انکے دل چھوٹ گئے۔ ایک اور بلاء آسمانی مہلک قحط کی انپر نازل ہوئی۔ فیروز شاہ کی سپاہ نے جو قحط کے ہاتھ سے آفتیں اور مصیبتیں اُٹھائی تھیں اب وہ سندھیوں کو اُٹھانی پڑیں۔ اب اُنکے لشکر میں سے لوگ بھاگنے شروع ہوئے یہاں یہ حال تھا وہاں فیروز شاہ کے لشکر میں وہ فراخ دستی تھی کہ جو آدمی اس میں سے بھاگ گئے وہ دست تاسف ملتے تھے۔ سندھیوں میں قحط پڑنے کا سبب یہ تھا کہ فیروز شاہ چلا گیا تھا تو اہل ٹھٹھہ اپنے مسکن و مکان میں آرام سے بیخوف وہراس بیٹھے تھے۔ جو غلہ ان پاس موجود تھا اس سب کو بو دیا تھا جب اُسکے کاٹنے کا وقت آیا تو فیروز شاہ آموجود ہوا اور اس زراعت پر قابض ہوا۔ اس کا لشکر غلہ کی طرف سے بےغم ہوا اور اہل ٹھٹھہ میں ایسا غلہ کم ہوا کہ لوگ اُنمیں بھوکے مرنے لگے ایک دو ٹنکہ فی سیر غلہ گراں ہوگیا ہر روز بھوک کے مارے لوگ کشتی پر سوار ہوکر بادشاہ کے لشکر سے آنکر ملنے لگے۔ جب جام اور بابنیہ نے یہ حال دیکھا کہ ٹھٹھہ تمام ہوا جاتا ہے تو اُنہوں نے یہ ارادہ کیا کہ سید جلال الحق والشرع والدین حسین بخاری کی معرفت اپنے تئیں سلطان فیروز شاہ کی حوالہ کیجیے

اہل ٹھٹھہ سے صلح ہونا بابنیہ کا فیروز شاہ پاس آنا

جب یہ صلح کا ارادہ ہوا تو اُچھ میں سید جلال الدین پاس ایک معتبر آدمی بھیجکر اپنے ارادہ کا حال بیان کیا۔ جب فیروز شاہ کے لشکر میں سید جلال الدین نے قدم رنجہ فرمایا تو سارا لشکر اُنکی پائے بوسی کے لئے گیا اور شیخ کو بادشاہ کے خیمہ میں بڑے احترام سے لایا۔ بادشاہ نے اُن سے مصافحہ کیا۔ سید نے سب حال عرض کیا کہ ایک پارسا عورت کی دعا سے ٹھٹھہ نہیں فتح ہوتا تھا۔ اب وہ مرگئی اسلئے ٹھٹھہ کے مطیع ہونے کی توقع ہوتی ہے۔ اہل ٹھٹھہ سید کی خدمت میں متواتر پیغام بھیجتے تھے اور اپنی دشواریوں اور مشکلوں کو بیان کرتے تھے۔ بادشاہ سے یہ حال اس طرح سید عرض کرتا تھا کہ اُس کو رحم آتا تھا۔

بابنیہ نے جام سے کہا کہ سلطان جانتا تھا کہ میرے ہی سبب سے یہ سارا فساد اُٹھا ہے اسلئے میں اوّل سلطان پاس جاتا ہوں جام نے بھی اس درخواست کو منظور کرلیا۔

بادشاہ شکار کر رہا تھا اور ایک بھیڑیے کو مار رہا تھا کہ اس نے سنا کہ محفل شکار میں بابنیہ آگیا۔ اسکے گلے میں آگے دستار اور پیچھے ننگی تلوار تھی وہ بادشاہ کے قدموں میں گرا۔ بادشاہ نے اسکی پیٹھ پر ہاتھ دھرا اور فرمایا کہ تو مجھسے کیوں اتنا ڈرتا ہے میں کسی کو مضرت نہیں پہنچاتا خاص کر تجھے کیوں پہونچاؤں گا۔ تو خاطر جمع رکھ اندیشہ نہ کر۔ جیسا کہ تو پہلے تھا اس سے اب اضعاف ہوجائیگا۔ اس نے ایک عربی گھوڑا اسکو عنایت کیا اور پھر خود شکار میں مصروف ہوا اسی روز بابنیہ کے بعد جام آیا اور بادشاہ کی شکارگاہ میں گیا اور سر پر دستار رکھے ہوئے وہ بادشاہ کے قدموں میں گرا اور اس نے کہا کہ ع شاہ بخشندہ تو ئی بندہ شرمندہ منم۔ بادشاہ نے جام پر بہت نوازش کی اسکو بھی ایک عربی گھوڑا عنایت کیا بعد ازاں خلعت گراں بہا عنایت ہوئے ان دونوں سے بادشاہ نے کہا کہ وہ معہ اپنے اہل وعیال کے دہلی تک میرے ہمراہ چلیں انھوں نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور سلطان کے لشکر کے ساتھ مع اہل وعیال ہوتے۔

فیروز شاہ کی مراجعت دہلی میں

جام و بابنیہ کے ملجانے سے بادشاہی لشکر میں بڑی خوشی ہوئی۔ بادشاہ نے دہلی کیطرف مراجعت کی۔ ٹھٹھہ میں جام کے بیٹے اور بابنیہ کے بھائی تماچی کو حاکم مقرر کیا۔ انھوں نے چار لاکھ تنکہ نقد نذر کیا اور کئی لاکھ تنکہ ہر سال خراج دینے کا وعدہ کیا۔ سلطان نے دہلی کی طرف سفر کیا جام و بابنیہ کو ملک سیف الدین کی حراست میں دیا۔

کچھ دنوں ملتان میں بادشاہ ٹھیرا۔ پھر وہاں سے چلا۔ خواجہ جہاں دہلی سے چلکر دیبال پور میں بادشاہ سے ملا۔ وزیر اور بادشاہ میں اس فتح کی باتیں ہوئیں۔ پھر بادشاہ دہلی میں آیا بادشاہ کے ساتھ جو لوگ اس ٹھٹھہ کی مہم میں ہلاک ہوئے انکے گھروں میں ماتم مچ رہا تھا تو سلطان نے فرمان جاری کیا کہ جو ہمارے ساتھ ٹھٹھہ و کونچی رن میں ہلاک ہوا۔ اس کو جو کچھ بادشاہ کے ہاں سے ملتا تھا وہ اہل وعیال کو ملیگا۔ اور جو لوگ اسکے لشکر سے بھاگ آئے تھے انکی بھی جاگیر و دہات برقرار رکھی جائیں۔

جام اور بابنیہ کے اہل وعیال کو ایک محل میں اتارا۔ اس کا نام سرائے ٹھٹھہ رکھا۔ ہر ایک کا

دو دو لاکھ ٹنکہ سالیانہ مقرر کیا۔ اُن کو اپنے دربار میں بیٹھنے کی اجازت دی۔ ۷۴۷ھ میں جب طماچی نے سرکشی کی تو جام کو اُسکے فرو کرنے کے لئے بھیجا۔ اُس نے وہاں پہنچکر طماچی کو دہلی بھیجدیا۔ بابنیہ سلطان کی خدمت میں رہا۔ سلطان تغلق شاہ نے اُسکو چتر دیکر ۷۴۸ھ روانہ کیا تھا کہ وہ راہ ہی میں مرگیا۔

حاکم گجرات کی بغاوت اور چھوٹے چھوٹے جھگڑے معاملات

۷۷۲ھ میں ملک مقبول خاں جہاں نے وفات پائی۔ اُسکے پسر بزرگ جونہ شاہ کو یہ خطاب ملا ۷۷۳ھ میں ظفر خاں حاکم گجرات نے انتقال کیا۔ اُسکے بڑے بیٹے دریا خاں کو ظفر خاں کا خطاب ملا اور باپ کا جانشین ہوا۔

۷۷۸ھ میں خواجہ شمس الدین دامغانی نے عرض کیا کہ عمال گجرات بادشاہ کی گماشتوں کو قرار واقعی خراج نہیں دیتے۔ تین سو فیل۔ چالیس لاکھ ٹنکہ و چار سو حبشی غلام ہندی اور دو سو عربی گھوڑے جمع گجرات پر اضافہ کرکے عہد کرتا ہوں کہ ہر سال بادشاہ کی خدمت میں بھیجتا رہونگا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اگر شمس الدین ابورجا کہ نائب ظفر خاں کا ہے اس اضافہ کو قبول کرتا ہے تو گجرات اُسکے حوالہ کیجائے۔ جب اُس نے قبول کیا تو وہ کمر زریں و چوڈول نقرہ بادشاہ نے اُسکو دیکر ظفر خاں کی جگہہ گجرات میں حاکم مقرر کیا۔ مگر جس جمع کے ادا کرنے کا عہد کیا تھا اُسکو ایفا نہ کرسکا تو بادشاہ سے مخالف ہوگیا۔ عمال گجرات اُس سے جلے بیٹھے تھے اُنھوں نے امیران صدہ سے اتفاق کرکے اُسکو قتل کیا اور بادشاہ پاس سر بھیجدیا۔ حکام میں سے سوائے اس شمس الدین کے فیروز شاہ سے کوئی اور برگشتہ نہیں ہوا۔ اسکے بعد گجرات کی حکومت مفرح کو ملی اور اُس کا خطاب فرحۃ الملک ہوا۔ ۷۷۹ھ میں پرگنہ اٹاوہ میں مقدموں اور زمینداروں نے سرکشی کی۔ بادشاہ نے خود جاکر ان سرکشوں کو غارت اور تباہ کیا اور اٹاوہ اور اور مقامات میں حصار بنا کے اہلکار کارگزار مقرر کئے۔ ۷۸۱ھ میں کٹھیر میں مقدم کھرکو نے حاکم بداوں سید محمد کو بھائیوں سمیت مہمان بلایا اور اُنکو قتل کر ڈالا۔ اس پر بادشاہ غصہ میں آکر ۷۸۲ھ میں دہلی سے نواح کٹھیر میں گیا۔ یہاں شہریوں کو اسقدر قتل کیا کہ ارواح سادات اُنکی

شفاعت کو آئیں۔ مقدم گھر کو کمایوں کو بھاگ گیا۔ اِسلئے اُس طرف بھی تاخت و تاراج بادشاہی ہوئی۔ اور تیس ہزار آدمی گرفتار ہوئے۔ کھر گو پہاڑوں کے شگافوں میں پارہ کیطرح غایب ہوگیا نہ اُس کے جینے کی خبر آئی نہ مرنے کی۔ برسات آگئی بادشاہ دہلی چلا سنبھل میں داؤد افغان کو حاکم مقرر کیا اور حکم دیا کہ کھیٹر کے سرکشوں کا سر ہمیشہ کچلتا رہے ۷۸۵ھ میں قلعہ بسولی میں بنایا اور اسکا نام فیروز پور رکھا۔

خلق ستم دیدہ نے اِس کا نام آخریں پور رکھا۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ لوگوں کا کہنا پورا ہوا کہ پھر بادشاہ کو قلعہ بنانا نصیب نہیں ہوا۔

بادشاہ کی ضعیفی کی باتیں

بڑا بیٹا فتح خاں تھا۔ جب بادشاہ لکھنوتی کو گیا تھا تو اُس نے اِس شاہزادہ کے نام کا خطبہ پڑھوایا تھا اور سکّہ میں اپنے نام کے ساتھ اُس کا نام بھی جاری کرایا۔ اور ایک جُدا اُسکا دربار مقرر کیا یہ شاہزادہ بڑا عقلمند تھا ہوشیار تھا۔ اُسکے لڑکپن کی یہ حکایت مشہور ہے کہ مکتب سے چھٹی لیکر اپنے محل کو جاتا تھا کہ راہ میں ایک بڑھیا نے گھوڑے کی لگام پکڑلی اور یہ فریاد کی کہ میرا خاوند اور بیٹا کچھ اسباب خرید کر کے تیرے لشکر میں بیچنے کے واسطے لاتے تھے۔ راہ میں چوروں نے اُنکو لوٹ لیا۔ اور جب وہ لشکر میں آئے تو جاسوس سمجھکر تیرے لشکر کے آدمیوں نے پکڑ لیا ہے اور قید میں ڈالدیا ہے۔ شاہزادہ کو رحم آیا اور دھوپ میں کھڑے رہ کر اور گواہ سُن کر اور تحقیقات مقدمہ کی کر کے بڑھیا کو باپ پاس لیگیا اور انصاف کرایا۔ اور صبح کا کھانا شام کو کھایا۔ مگر افسوس ہے کہ اُسکی عمر نے وفا نہ کی ۷۷۶ھ میں بستر مرگ پر آرام کیا۔ دوسرا بیٹا محمد خاں تھا وہ ایسا لائق نہ تھا کہ جیسا بڑا بیٹا تھا۔ یہ صدمہ بادشاہ کو پیرانہ سالی میں ایسا پہنچا کہ کمر ٹوٹ گئی اور سلطنت کے کاموں میں التفات کم ہوا۔ امرا نے عرض کیا کہ اِس واقعہ میں بجز رضا بقضا کے کوئی چارہ نہیں۔ حضور کی امور شاہی میں کم التفاتی مناسب نہیں ہے۔ بادشاہ نے اُنکی التماس کو قبول کیا۔ احوال مملکت پر مشغول ہوا۔ غم کی کلفت دُور کرنے کے لئے شکار پر رغبت کی گرد دہلی میں دو تین کوس تک دیوار کا احاطہ کھچوایا اور سایہ دار درختوں کو لگوا کے شکارگاہ بنایا جسکی

شان مدتوں تک باقی رہی۔ غرض سنہ ۱۳۸۵ء تک تو بادشاہ چھوٹے موٹے کاموں میں دل ہی مصروف رہا۔ اب سن اسّی برس کا پہونچا ضعیفی اور پیری کا زور ہوا حقیقت میں زندگانی مرگ کی صورت میں تھی۔ کاروبار سلطنت سے دل سرد ہوا سب کام کاج وزیر خان جہاں کے سپرد ہوا۔ جو کچھ وزیر کہتا بادشاہ وہی کرتا جب بادشاہ کی یہ نوبت پہنچی تو وزیر کو اپنے اختیار کا مزا پڑا۔ حکم اور حکومت کی چاٹ لگی۔ اب نیت کچھ اور سے اور ہوئی سنہ ۱۳۸۷ء میں بادشاہ سے اس وزیر نے عرض کیا کہ شہزادہ محمد خاں کا کچھ اور ارادہ ہے وہ ظفر خاں اور سرداروں کے ساتھ سازش کر رہا ہے۔ اور خود بادشاہ بننے کا ارادہ ہے۔ بادشاہ کی عقل میں خلل آ ہی گیا تھا۔ کچھ اس بات کے یقین کرنے میں تامل نہوا۔ اسیوقت شہزادہ محمد خاں اور ظفر خاں کے قید کرنے کا حکم صادر کیا ظفر خاں کو تو خان جہاں نے بلا کر اپنے گھر میں مقید کیا۔ شہزادہ کی گرفتاری کا فکر ہوا۔ جب یہ خبر شاہزادہ کو لگی اس نے گھر کا دروازہ بند کیا اور خوب حفاظت کرکے ہو بیٹھا۔ ہر چند خان جہاں اسکو دربار میں بلاتا۔ وہ آلے بالے بتا یونہیں ٹالتا۔ اور دربار میں نہ آتا۔ ایک دن ہتیار لگا اوچی بن محافہ میں بیٹھ سب طرف سے پردہ لگا اور یہ بہانا بنا کہ شاہزادہ کی حرم بادشاہ پاس جاتی ہے زنانہ محل میں وہ جا پہنچا۔ محل کی عورتوں نے یہ تماشا دیکھ غل مچایا کہ وہ بادشاہ کو مارنے کو آیا۔ مگر یہ شاہزادہ سیدھا باپ پاس گیا اور سر قدموں پر رکھدیا اور کہنے لگا کہ خان جہاں نے حضور سے عرض کیا ہے کہ میرا ارادہ حضور کے قتل کا ہے۔ بھلا کوئی بیٹا باپ کے مارنے کا قصد کرتا ہے اور جو کم بخت کرتا ہے وہ جوانا مرگ مرتا ہے۔ خان جہاں کا ارادہ ہے کہ میرا کام تمام کرے اور خود بادشاہ بنے۔ اگر میری نیت میں کچھ فتور اور خلل ہوتا تو اسوقت سے زیادہ کوئی اور وقت مجھکو مل سکتا ہے۔ بادشاہ کو یہ بات اسکی معقول معلوم ہوئی۔ اسکو گلے لگایا۔ اور حکم دیدیا کہ خان جہاں کو جا کر مار ڈال اور ظفر خاں کو چھڑا لے۔ محمد خاں نے باپ کا یہ حکم حاصل کیا اور دس بارہ ہزار غلاموں کو ساتھ لیا اور خان جہاں پر چڑھ گیا۔ خان جہاں نے یہ حال دیکھ ظفر خاں کو تو پہلے ہی اس دنیا سے رہائی دی اور خود تھوڑے آدمیوں کو ہمراہ لیکر لڑنے کو آیا۔ مگر زخمی ہو کر اپنے گھر میں پھر آیا اور دوسرے دروازہ سے نکلکر میوات کی راہ لی اور کوکا چوہان کے گھر میں پناہ لی۔ یہ سب کام کرکے شاہزادہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اب بادشاہ میں بڑھاپے سے

کچھ دم باقی نہ تھا۔ سب اسباب شاہی اور شاہی بیٹے کے حوالے جیتے جی کی۔ اور ناصرالدین محمد شاہ کا خطاب دیا۔ اور خود گوشہ عزلت اختیار کیا۔ اور یاد الٰہی میں مصروف ہوا۔

۷۸۹ھ میں یہ شاہزادہ تخت شاہی پر بیٹھا اور حکم دیا کہ جمعہ کو خطبہ دونوں بادشاہوں کے نام کا پڑھنا چاہئے۔ باپ کے سب ملازموں کو بدستور برقرار رکھا۔ ملک یعقوب آخر بیگ کہ امراء معتبر میں سے تھا سکندر خاں کا خطاب دیا۔ اور گجرات اُسکے سپرد کیا۔ جب وہ گجرات کو گیا تو اثناء راہ میں میوات میں کوکا چوہان نے خان جہاں کو اُسکے حوالہ کیا۔ اُس نے سر کاٹ کر بادشاہ پاس بھیجدیا۔ اب ناصرالدین کوہ پایہ میں شکار کھیلنے چلا گیا۔ وہاں اُسکو خبر پہنچی کہ امیران صدہ فرحۃ الملک نے اتفاق کرکے سکندر خاں کو مارڈالا یہ خبر سنکر دہلی میں چلا آیا۔ اور کچھ اِس مفسدہ کا علاج نہ کیا عیش و عشرت میں ڈوب گیا۔ اِس شاہزادہ میں امور سلطنت کے انصرام اور انجام دینے کی لیاقت ہی نہ تھی اب کم بختی جو آئی تو باپ کی زندگی میں اُسکے تجربہ کار امراء کو گھٹانا اور اپنے نالائق دوستوں کو بڑھانا شروع کیا۔ اِس سے امراء ہی بگڑ بیٹھے۔ اور ملک بہاؤالدین اور کمال الدین اس بادشاہ کے چچا کے بیٹے بھی پھر گئے۔ اور غلامان شاہی کہ قریب ایک لاکھ کے تھے اُنہوں نے اپنی طرف کرلئے اور ناصرالدین سے ایک جنگ عظیم شروع ہوئی۔ دونوں میں سخت لڑائی ہوئی۔ مگر ناصرالدین سے اُنہوں نے شکست پائی تو فیروز شاہ پاس دوڑے گئے اور اُسکو اپنے اختیار میں لاکر پھر ناصرالدین سے لڑائی شروع کی۔ غرض یہ فتنہ عظیم دارالملک میں برپا ہوا دو روز تک ایسی لڑائی رہی کہ غالب اور مغلوب نہ معلوم ہوتے تھے۔ غلاموں کے کہنے سے بادشاہ کو پالکی میں بٹھا کر رزمگاہ میں لے آئے جب لوگوں نے بادشاہ کا ہاتھی اور نشان اور سامان دیکھا تو وہ ناصرالدین کو چھوڑ چھاڑ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب ناصرالدین نے یہ حال دیکھا تو کوہ سرمور پر بھاگ گیا اب بادشاہ میں خود کچھ عقل باقی نہ رہی تھی ایک کٹ پتلی تھی جس طرح لوگ چاہتے تھے نچاتے تھے۔ غلاموں کے کہنے سے اپنے پوتے تغلق شاہ پسر فتح خاں کو تخت پر بٹھایا اور اپنے داماد سید حسن کو قتل کرایا۔ اب تغلق شاہ کا پہلا حکم یہ تھا کہ ناصرالدین محمد شاہ کے جہاں ہواخواہ ملیں قتل کئے جاویں۔

بادشاہ کی وفات

بعد اس ہنگامے کے تھوڑے دن گذرے تھے کہ ۲۳ رمضان المبارک سنہ ۷۹۰ھ مطابق ۲۳ اکتوبر سنہ ۱۳۸۸ء میں فیروز شاہ نے اس جہان کی کشمکش سے رہائی پائی تو وفات فیروز مرنے کی تاریخ ہوئی نوے برس کی عمر تھی اور چالیس برس کے قریب سلطنت کی۔ یہ بادشاہ بھی دلی کے تخت پر ایسا گذرا ہے کہ اُسکی ہر ایک بات قابل توجہ ہے گو فتوحات ملکی اعتبار سے اُس کی سلطنت بڑی نہ شمار کی جاتے۔ مگر اور رفاہ عام کے کاموں کے اعتبار سے بڑے رتبے اور شان کی بادشاہت تھی اُسکی سلطنت کے مختلف حالات اب ہم لکھتے ہیں۔

طاس گھڑیال کا ایجاد

بادشاہ نے بہت سی عجیب چیزیں ایجاد کی تھیں انہیں ایک طاس گھڑیال تھا جسکی آواز سے معلوم ہوتا تھا ۔ ہر ساعتے کہ بہ زدرِ شہ طاس میزنند نقصان عمر میشود آن یاد میدہند نمازوں کے اوقات۔ روزہ کہولنے کا وقت۔ سایہ کا حال۔ شب و روز کے گھنٹے بڑھنے کا حال اِس سے معلوم ہوتا تھا۔ فیروز آباد میں جہاں یہ گھڑیال لگایا گیا تھا اُس کے دیکھنے کے لئے خلائق کا ہجوم رہتا تھا۔

مہمات جنگی سے فیروز شاہ کا باز رہنا

بادشاہ انتظام ملکی میں مصروف تھا کہ اس پاس معبر (مالا بار) سے قاصد آئے اور یہ استغاثہ و شکایت لائے کہ معبر میں قربت حسین بادشاہ تھا۔ جب سلطان محمد تغلق شاہ کی وفات کے بعد فیروز شاہ بادشاہ ہوا۔ اِسکے فرمان معبر میں بھیجے گئے تو وہاں کے لوگوں نے اُسکی اطاعت نکی اور قربت حسین کو اپنا جدا بادشاہ مقرر کر لیا۔ یہ بادشاہ ایسا نالایق ہوا کہ دربار میں ہاتھ پانو میں عورتوں کا زیور پہنتا تھا۔ اور ایسی ہی بیہودہ حرکتوں سے ایسا بدنام ہوا کہ رعایا نے سرکشی کی۔ ہمسایہ کے رئیسوں میں سے بکن نے معبر کو فتح کیا اور قربت حسین کو قید کر لیا۔ جہاں پہلے مسلمان فرمانروائی کرتے تھے وہاں اب ہندو بادشاہی کرنے لگے مسلمان اور اُنکی عورتوں کو ستانے لگے۔ اب وہاں کی رعایا چاہتی ہے کہ بادشاہ یہاں آنکر اُنکو اِس بلا سے نجات دے۔

سلطان نے انکو جواب دیا کہ خدا تعالیٰ نے ان بدبختوں کو میری نافرمانی کی سزا دی ہے کہ انکو ہندوؤں کو مطیع بنایا ہے۔ میری سپاہ بالفعل مہمات عظیم کو سرانجام کرکے آئی ہے ہاری تھکی ہوئی ہے جب آرام پاکر تازہ دم ہوجائیگی تو میں معبر کی طرف آنے کا قصد کرونگا۔ بالفعل نہیں جاسکتا یہ کہکر ایلچیوں کو واپس کیا اس بادشاہ کی نرم دلی کے سبب سے ملک بنگالہ اور ملک دکن دہلی کی بادشاہی کی اطاعت سے نکلکر آزاد ہوگئے۔ فقط برائے نام سالانہ نذرانہ بھیجدیتے تھے اور دہلی کے بادشاہ کی بزرگی اتنی مانتے تھے۔

بادشاہ کا اہتمام غلاموں کے جمع کرنے میں

بادشاہ کو غلاموں کے جمع کرنے کا شوق ایسا تھا کہ اس نے اپنے جاگیرداروں اور عہدہ داروں کو تاکیداً حکم دے رکھا تھا کہ جہاں لڑائی میں انکو غلام ہاتھ آئیں انمیں سے انتخاب کرکے اچھے اچھے بارگاہ شاہی میں بھجوائیں۔ جب غلاموں کے جمع کرنے میں بادشاہ کا یہ اہتمام ہوا تو چاروں طرف جاگیرداروں نے خوبصورت و چیدہ و اصیل غلاموں کو آراستہ پیراستہ کرکے بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنا شروع کیا پہلے قاعدہ تھا کہ بادشاہ کی پائے بوسی کے لئے جب جاگیردار آتے تو بقدر استطاعت وہ اجناس لطیفہ اشیاء نفیسہ سب قسم کی بادشاہ کی نذر میں دیتے تھے انکو اسکی قیمت نہ ملتی تھی مگر اس بادشاہ نے یہ سوچ کر کہ جاگیرداروں کا خرچ بہت ہے یہ حکم دیا کہ نذر کی اجناس کی قیمت کا تخمینہ کیا جائے اور جو تخمینہ قیمت ہو وہ جاگیر کے محصول میں سے مجرا دیا جائے۔ نذر میں جو غلام گذرتے انکی قیمت جاگیرداروں کو ملجاتی چالیس سال تک یہ قاعدہ جاری رہا۔ اس قانون سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ اول یہ کہ بادشاہ کے لائق نذر گذرتی دوم جاگیردار کی حرمت ہوگی۔ جو جاگیردار زیادہ غلام نذر کرتے انپر بادشاہ بہت عنایت کرتا اور جو غلام کم نذر میں دیتے ان پر کم مہربان ہوتا۔ پس جب جاگیرداروں نے بادشاہ کا حال یہ دیکھا تو انہوں نے غلاموں کے جمع کرنے کو اپنے سب کاموں پر مقدم جانا بادشاہ پاس ہر سال غلاموں کا اژدہام زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ بادشاہ نے اس بھیڑ کو اس طرح چھانٹا کہ ملتان۔ دیپال پور۔ حصار فیروزہ۔ سامانہ۔ گجرات اور تمام اقطاع میں انکو بھیجدیا۔ اور انکی پرورش کا

بندوبست فیاضانہ کر دیا۔ بعض غلاموں کو سپاہ میں بھرتی کرکے دیہات عنایت کئے۔ غلاموں کو جو شہر میں رہے اُنکا مشاہرہ مقرر کر دیا جسکی شرح سو چالیس تیس بیس دس ٹنکہ تھی۔ دس ٹنکہ سے کم کسی کا مشاہرہ نہ تھا۔ ششماہی۔ چہارماہی و سہ ماہی و دوماہی میں اُنکو یہ مشاہرہ نقد ملتا تھا اور اس میں کچھ کٹوتی نہیں ہوتی تھی۔ بادشاہ اِن غلاموں کو سب طرح کا کام سکھواتا۔ کسیکو قرآن شریف حفظ کراتا۔ کسی کو فقیہ و محدث بنواتا۔ کسیکو خانہ کعبہ کو بھجواتا وہاں معلوف بنا تا کسی کو خوشنویس بناتا۔ کسی کو سپاہگری سکھاتا۔ غرض دنیا کا کوئی پیشہ و حرفہ باقی نہ تھا جو اُسکے غلام نہ سیکھتے ہوں۔ بارہ ہزار غلام اہل حرفہ تھے ایک لاکھ اسی ہزار غلام تھے۔ اُنکا دفتر بھی بادشاہ نے جُدا مقرر کر دیا۔ مجموعہ دار۔ خزانہ۔ دیوان اعلیٰ وزارت سے یہ سب اصحاب بندگان علیحدہ تھے۔ جب بادشاہ سوار ہوتا تو یہ غلام اُسکی سواری کے آگے اِس ترتیب سے ساتھ ہوتے سب سے آگے تیرانداز۔ پھر تیغدار ہزار ہزار۔ پھر بندگان نبرد۔ پھر بندگان باہلی بیل کی پیٹھ پر سوار اور سواری کے پیچھے گھوڑوں پر سوار ہوکر چلتے۔ ان غلاموں کی کثرت تھی کہ تمام کارخانہ جات شاہی میں مثل آبدارخانہ مطبخ وغیرہ میں اُنکی بھرتی تھی پہلے کبھی بادشاہ نے اتنے غلام نہیں جمع کئے تھے سلطان علاؤالدین کو بھی غلاموں کا بڑا شوق تھا مگر اُس پاس پچاس ہزار غلام تھے۔ ملوک و امراء کو یہ غلام سپرد کئے جاتے کہ وہ اُنکو اپنا کام سکھائیں۔ یہ امیر اپنی اولاد کی طرح اُنکی تعلیم و تربیت کرتے۔ ہر سال اُنکو اپنے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں لے جاتے اور اُنکی لیاقت و ہنرمندی کی کیفیت عرض کرتے بادشاہ اِس کیفیت کو بڑے شوق سے سنتا۔ مگر زمانہ کا انقلاب ایسا ہے کہ جو غلام اِس ناز و نعمت کے ساتھ تربیت و تعلیم پاتے تھے بعد بادشاہ کی وفات کے اُنکی گردنیں تھیں اور اُن پر تیز تلواریں پھرتی تھیں۔

فیروز شاہ کیواسطے خلیفہ کا خلعت آنا

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ سلطان محمد تغلق کے لئے خلیفہ جب خلعت بھیجتا تو اُسکی تعظیم کا کیا کچھ سامان کیا جاتا تھا۔ اب پھر خلیفہ نے ایک خلعت سلطان فیروز شاہ کے لئے دوسرا خلعت فتح خاں کے واسطے اور تیسرا خلعت خان جہاں کے لئے بھیجا۔ اُنکی نہایت تعظیم کی گئی۔ اور خوشی و خرمی کا جشن ہوا

فیروز شاہ کا دربار میں بیٹھنا

دربار شاہی تین محلوں میں ہوتا تھا محل صحن گلی۔ اس کا نام محل کہنہ یعنی محل انگور بھی تھا دوسرا محل چھجہ چوبیں۔ سوم محل بار عام اسکو محل صحن میانگی بھی کہتے تھے۔ اول محل خوانین۔ ملوک و امراء معارف ذی مرتبہ بعض اہل قلم سے مخصوص تھا محل چوبیں امراء خاص الخاص سے مخصوص تھا محل میانگی عام خلائق کے واسطے تھا۔

دہلی میں فیروز شاہ نے رہنا چھوڑ دیا تھا وہ فیروز آباد میں رہتا تھا جب اسکو کسی دربار کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ یہاں آجاتا تھا۔ خان جہاں وزیر تخت کے نزدیک دائیں طرف بیٹھتا۔ امیر معظم۔ امیر احمد اقبال وزیر کے پیچھے یک زانو بیٹھا۔ غرض کل امراء کے واسطے جگہیں مقرر تھیں۔ شیخ الاسلام جب آتا تو اسکا استقبال کیا جاتا۔

امراء ملوک کی بہجت و مسرت

سلطان فیروز شاہ کی سلطنت میں کل خانان عظام۔ ملوک اہل اکرام۔ معارف اہل احتشام زمرہ محرران خوش کلام۔ غرض سب اشخاص خواص و عوام۔ آزاد و غلام خوش و خرم ہمیشہ رہتے تھے اور آرام و بےفکری سے زندگی بسر کرتے تھے۔ غریبوں کی آسودہ حالی کا یہ حال تھا کہ وہ اپنی لڑکیوں کی شادیاں چھوٹی عمر میں کر دیتے تھے۔ امراء کو اسقدر بادشاہ کے ہاں سے ملتا تھا کہ انکے ہاں بادشاہی کارخانے جاری تھے۔ اقطاع۔ پرگنے۔ قصبے۔ قریے۔ باغات ہر ایک پاس تھے جنکی آمدنی سے وہ مالا مال ہوتا تھا جب بادشاہ کی سواری لشکر کے ساتھ چلتی تو ہر خیمہ میں ناچ گانا ہوتا اور خلقت ایسی خوش و آسودہ حال رہتی کہ لشکر سے اسکا جی اپنے گھر جانے کو نہ چاہتا۔ اور ہزاروں مسلمان اسکے ساتھ اپنی مصلحت دیکھکر ہو جاتے۔ مگر بعد بادشاہ کی وفات کے دہلی زیر و زبر ہو گئی۔ اسکے چین و آرام کا ورق الٹ گیا جن آدمیوں نے اس عہد کو دیکھا تھا وہ اسکو ہمیشہ یاد کرتے تھے اور کبھی نہیں بھولتے تھے

ارزانی اشیاء و فراغ سالی و ملک کی آمدنی

اس بادشاہ کی چالیس برس کی سلطنت میں دلی ہی نہیں بلکہ ساری اسکی مملکت میں ارزانی

اشیاء ایسی رہی کہ سلطان علاء الدین کے عہد کی ارزانی کو جو سب مسلمان بادشاہوں کے عہد سے زیادہ تھی خلقت بھول گئی ہم نے سلطان علاء الدین کے عہد سلطنت میں لکھا ہے کہ کس کس انتظام اور تکلفات سے یہ ارزانی ہوئی تھی۔ مگر اس بادشاہ کے عہد میں بتائید الٰہی یہ ارزانی ہوئی اناج ایسا سستا بکتا تھا کہ دہلی میں گیہوں آٹھ جیتل فی من اور جوار اور جَو چار جیتل فی من۔ لشکر میں ایک شخص اپنے گھوڑے کو دلا ہوا اناج دس سیر ایک جیتل کو خرید کر کے کھلاتا تھا۔ سب طرح کا کپڑا سستا بکتا تھا۔ سفید سُرخ ریشمی کپڑا متوسط قیمت پر بکتا تھا۔ جب اِن اشیاء کی ارزانی ہوئی جنسے کہ مٹھائیاں بنتی ہیں تو بادشاہ نے مٹھائی کے سستا بیچنے کا حکم دیدیا۔ اگر کبھی بارش کی کمی ہونے کے سبب سے اناج گراں ہوتا تو تھوڑے دنوں کے لئے ایک ٹنکہ فی من قیمت بڑھ جاتی اِس بادشاہ کے عہد میں چالیس برس تک نہ قحط نے اپنا مُنہ دکھایا نہ خلقت نے اُس کا مُنہ دیکھا۔ کبھی گرانی نہوئی یہی حال زراعت و آبادی کی ترقی کا تھا کہ دوآبہ میں کوہ سکرودہ و کھرلہ سے کول تک ایک گانوں بھی برائے نام غیر آباد نہ تھا۔ اور ایک چپہ بھر زمین زراعت سے خالی نہ تھی۔ دوآبہ کے درمیان باون پرگنے تھے جیسے وہ آباد تھے ایسے ہر اقطاع وشق (قسمت) آباد تھی سامانہ کی شق میں ایک ایک کوس کے اندر چار چار گانوں آباد تھے جنکی رعایا بڑی بےفکری سے اپنی زندگی بسر کرتی تھی۔

سلطان فیروز شاہ کو باغوں کے لگانے کا بڑا شوق تھا۔ دہلی کے آس پاس اُس نے بارہ سو باغ لگائے تھے۔ جو باغات پہلے وقت لوگوں کے پاس تھے اُنکو بتشخیص قیمت دیدیے سلطان علاء الدین نے جو تیس باغ لگائے تھے اُنکو بھی اپنی سعی سے بحال کرکے نہال کردیا۔ سلورہ کے قریب اسّی باغ تھے چتور کے قریب چالیس باغ لگائے ہر ایک باغ میں سیاہ و سفید انگور سات قسم کے ہوتے تھے اور ایک جیتل سیر بکتے تھے۔ اِن باغوں میں بہت طرح کے میوے ہوتے تھے اور اُنکی آمدنی بادشاہی خزانہ میں اسّی ہزار ٹنکہ داخل ہوتی۔ سواء اِنکے حق مالکانہ اور باغبانوں کی تنخواہ اُنکی آمدنی میں سے دیجاتی تھی۔

اِس بادشاہ کے عہد سلطنت میں دوآبہ کی آمدنی اسّی لاکھ ٹنکہ تھی اور مملکت دہلی کی آمدنی چھ کروڑ پچاسی لاکھ ٹنکہ تھی۔ اگرچہ سلطان نے اپنے عہد دولت میں دانائی کے سبب سے مملکت دہلی کو مختصر رکھا مگر اس پر بھی اسقدر محصول حاصل ہوتا تھا۔ یہ کل حاصلات خانوں میں اُنکی خاتی

کے مناسب وزمرہ امراء وملوک میں اُنکی کامرانی کے اندازہ کے موافق اور معارف میں اُنکے راحت حالی کے اندازہ کے مطابق منقسم تھا اور وجہ دار لشکر کو اتنی زمین دیجاتی تھی جسکی آمدنی سے وہ فارغ البالی سے زندگی بسر کریں اور غیر وجہ دار سپاہیوں کو خزانہ شاہی سے نقد تنخواہ ملتی تھی اور جن سپاہیوں کو اس طرح مشاہرہ نہیں ملتا تھا اِنکا مشاہرہ اقطاعات کی آمدنی پر اطلاق یعنی مقرر کیا جاتا تھا جب وجہ دار سپاہیوں کا اطلاق اقطاع پر ہوتا تو وہ اقطاع دار سے زمین کی آمدنی کا نصف لے لیتا۔ اِس زمانہ میں بعض آدمی اِن اطلاقات کو خرید لیتے تھے اور اُس سے طرفین کو فائدہ ہوتا تھا۔ وہ ایک تہائی شہر میں سپاہیونکو دیدیتے تھے اور نصف اقطاع میں لے لیتے تھے بہت سے خریدار اس طرح اطلاق کے خریدنے سے بڑے مالدار ہوگئے تھے اور یہ ایک تجارت پر منفعت ہوگئی تھی۔

فیروز شاہ نے ممالک کا محصول تمام خلائق پر تقسیم کردیا تھا۔ ملک کو پرگنات اقطاعات میں بانٹا تھا۔ خانجہاں کی ذات خاص کا تیرہ لاکھ ٹنکہ مشاہرہ تھا جس کے عوض میں بہت سے اقطاع و پرگنے ملے ہوئے تھے اُسکی سپاہ اور اولاد اور اصحاب کا مشاہرہ اِسکے سوا تھا۔ اور اُمراء و ملوک وخوانین کو اِنکی لیاقت کے موافق مشاہرہ ملتا تھا کسی کو آٹھ لاکھ ٹنکہ کسیکو چھ لاکھ ٹنکہ کسی کو چار لاکھ ٹنکہ۔ اُسکے زمانہ میں کل خوانین و ملوک غنی ہوگئے تھے ہر ایک کے پاس دولت وزر وجواہر اور الماس قیمتی موجود تھے جب ملک شاہین شحنہ جو نائب امیر مجلس خاص کا تھا مر گیا تو اُس کے گھر میں سے پچاس لاکھ ٹنکہ نقد نکلا اِسکے سواء قیمتی گھوڑے اور جواہر بہت سے تھے۔ عمادالملک بشیر سلطانی کی دولت مشہور ہے کہ نقد روپئے کے رکھنے کے واسطے ڈہائی ہزار ٹنکہ کے ٹاٹ کے تھیلے خریدے گئے تھے ایک ٹاٹ کا تھیلہ چار جیتل کو آتا تھا۔ جب اِن تھیلوں میں روپیہ کا بھرنا مصلحت نہ ٹھیرا تو زمین میں اُسکو غلہ کی طرح کھتوں میں بھر دیا سترہ کروڑ ٹنکہ اِس کے پاس نقد تھا اِس سبب سے یہ سلطنت مدّت تک لوگوں کی یاد سے فراموش نہ ہوئی۔ جبتک اِس سلطنت کے لوگ زندہ رہے بحسرت اُس کو یاد کرتے رہے۔

سپاہ کے حالات

اِس بادشاہ کی سپاہ میں کبھی اسّی ہزار سوار کبھی نوّے ہزار سوار رہتے تھے۔ ان سواروں کے سوا، غلام سوار اور تھے۔ سال بھر یہ سوار خدمات پر مامور رہتے تھے۔ اور آخر سال میں اپنی موجودات دیتے تھے۔ اکثر کم قیمت ٹٹو دیوان میں سوار لاتے اور سند لیجاتے کہ گھوڑے کام کے قابل ہیں۔ بادشاہ کو اکثر اسکی خبر ہوتی مگر اُس نے کچھ خبر نہ لی جب سال ختم ہو جاتا اور بہت سے سوار ایسے ہوتے کہ وہ اپنے گھوڑے کا چہرہ لکھوانے نہ آتے تو اُنکو دو مہینے کی مہلت دیتا کہ اس عرصہ میں وہ اپنے گھوڑے لائیں۔ اگر اس عرصہ میں بھی وہ گھوڑے نہ لاتے تو بادشاہ کو پھر خبر دیجاتی۔ ملک رضی جو فرشتہ صفت تھا وہ عارض ممالک یعنی بخشی فوج تھا۔ اُس نے عرض کیا کہ سپاہی جو گھوڑے نہیں پیش کرتے اُس کا سبب یہ ہے کہ وہ اضلاع میں اپنے اطلاق کو (مقدار مشاہرہ) جو اقطاع پر متعین ہے لینے جاتے ہیں یا کسی اور کام کے لئے بھیجے جاتے ہیں جب وہ فارغ ہو کر شہر میں آتے ہیں تو سال ختم ہو جاتا ہے اسلئے یہ غریب ایک آفت میں آجاتے ہیں اور بہت سے اِن میں سے اور کاموں میں لگ جاتے ہیں۔ یہ سُنکر بادشاہ نے حکم نافذ کیا کہ جب ایسا ہو کہ کوئی سوار اقطاع میں گیا ہوا ہو تو وہاں کے اقطاع دار کو اپنا گھوڑا معائنہ کرا دیا کرے کہ وہ ساری تکلیفوں سے بچے۔ بادشاہ کے اس حکم میں سپاہ پر شفقت پادرانہ و برادرانہ پائی جاتی ہے۔

ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بادشاہ سے ایک سوار نے آنکر عرض کیا کہ میرے پاس گھوڑا نہیں ہے بادشاہ نے کہا کہ دفتر میں جاؤ محرروں سے کہہ سنکر اپنا معاملہ کر لو اسلئے عرض کیا کہ غضب یہی ہے کہ محرروں سے معاملہ کرنے کے لئے گرہ میں کوڑی نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ معاملہ کرنے کے لئے تجھے کیا درکار ہے اُس نے کہا ایک سونے کا ٹنکہ بادشاہ نے جیب خاص سے اُسکو وہ عنایت کیا۔ اُس نے جا کر محرر کی نذر کیا۔ وہاں سے گھوڑے کی سند ملگئی۔ بادشاہ کو آنکر اُس نے وہ دکھا دی۔ پہلے زمانہ میں بادشاہوں کی ایسے کاموں کی تعریف بہت ہوتی تھی مگر اس زمانہ میں یہ کام اچھے نہیں سمجھے جاتے۔

پسر عماد الملک کا بادشاہ سے سپاہ کی بابت میں عرض کرنا اور بادشاہ سے جواب باصواب پانا

ملک عماد الملک بڈھا ہو گیا تھا اُسکے عہدہ دیوان عرض کا کام اُس کا بیٹا ملک اسحاق کرتا تھا اُس نے بادشاہ سے عرض کیا کہ بادشاہ کی سپاہ میں آدمی بوڑھے ضعیف اور نکمے بہت ہیں اُنکو حضور برطرف فرما کر اُنکی جگہہ اُنکے بیٹوں یا غیر آدمیوں کو جو جوان قوی ہوں ملازم فرمائیں۔ اِسپر بادشاہ نے فرمایا کہ یہ تو نے خوب بات عرض کی کہ جب کوئی بوڑھا ہو جاتے تو اُسکی جگہہ اُس کا بیٹا یا کوئی غیر آدمی مقرر کیا جاتے دونوں صورتوں میں بوڑھے کی کمبختی ہے تیرا باپ بشیر بوڑھا ہو گیا ہے اوّل تو اُسکو موقوف کریں پھر اور بڈھوں کو برطرف کرونگا۔ اسحاق یہ سُنکر گنگا ہو گیا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اگر بڈھوں کی جگہہ اُنکے بیٹے مقرر کئے جائیں گے تو وہ نافرمانی کرکے باپ کو ستائیں گے۔ اِس زمانہ میں اولاد سعادتمند کم ہوتی ہے پس بہتر یہ ہوگا کہ جب کوئی سپاہی معمر ہو جاتے تو اُسکی بجاتے اُس کا بیٹا سواری میں آتے اگر بیٹا نہ ہو تو داماد اور داماد نہ ہو تو غلام تاکہ بڈھے گھر میں آرام سے بیٹھیں اور جوان اُنکی نیابت کریں ؎

رسم است کہ مالکان تحریر … آزاد کنند بندۂ پیر

منارہائے سنگین کا دہلی میں لانا

جب ٹھٹھہ کی مہم سے بادشاہ فارغ ہو کر دہلی میں آیا تو وہ اپنی دارالسلطنت کی آس پاس سیر و شکار کرتا پھرتا تھا وہ سالورہ و خضرآباد میں جو دہلی سے نوّے کوس ہے گیا تو اُس نے موضع توبرہ میں ایک سنگین منارہ دیکھا جو پانڈوں کے عہد سے وہاں کھڑا تھا مگر کسی بادشاہ نے اُسپر توجہ نہیں کی۔ مگر اِس نے ارادہ کیا کہ اُسے اکھیڑ کر دہلی لیجاؤں اور وہاں اسے قائم کروں کہ وہ میری یادگار رہے۔ اُس نے اُسکے آس پاس کے دوآبہ کے اور غیر دوآبہ کے پیادے و سوار و بیلدار بلاتے کہ اُسکے اکھیڑنے کے اوزار لائیں سیمہل کی روئی کے ڈھیر کے ڈھیر لگاتے اِس منارہ کے گرد سر سے پانوں تک اِس روئی کو لپیٹا اور اُسکے گرد زمین کھودی اسپر سیمہل کی روئی کے تکئے بچھوائے اور اُس پر منارہ کو جھکایا۔ پھر روئی نکالکر اُسکو زمین پر چت لٹایا۔ اُسکی بنیاد کے نیچے ایک بڑا چوکور پتھر تھا اُسکو بھی کھود کر نکال لیا۔ پھر منارہ کو پھوس اور سرکنڈوں و پوست خام میں لپیٹا تاکہ کوئی صدمہ اُسکو نہ پہونچے۔ پھر ایک چھکڑا بیالیس پہیوں کا تیار کیا۔ اور ہر پہیہ کے ڈہرے میں دس من کا مضبوط رسّا باندھا ہر رسہ کو دو سو آدمیوں نے کھینچا۔ جمنا یہاں سے

پاس تھی اس طرح بہ ہزار محنت وجانکاہی اُسکو دریا کے کنارہ پر لاتے۔ یہاں بڑی بڑی کشتیاں جن میں سے بعض میں سات ہزار اور بعض میں پانچہزار من غلہ آتا تھا اور جو چھوٹی کشتیاں بھی تھیں اُنمیں سے دو ہزار من موجود تھیں۔ بڑی حکمت اور صنعت سے اِن کشتیوں میں منار کو رکھا بادشاہ خود یہاں موجود تھا۔ یہ کشتیاں فیروزآباد میں آئیں۔ پھر منار کشتی سے اُتار کر بڑی حکمتوں سے فیروزآباد میں پہنچایا گیا۔ جامع مسجد کے قریب پتھر و چونے کی ایک عمارت صناع معماروں نے پایہ دار بنائی۔ جب ایک پایہ بنجاتا تو منار اُس پر چڑھایا جاتا۔ پھر دوسرا پایہ بنایا جاتا اُسپر منار بلند کیا جاتا غرض اسی طرح ارتفاع مطلوب پر اُسکو مرتفع کیا۔ یہاں اُسکے سیدھے کھڑا کرنے میں بڑی حکمت خرچ کیگئی کہ بڑے بڑے موٹے رسّے اور چرخ لگاتے گئے۔ رسّے کا ایک سرا منار پر باندھا گیا اور دوسرا سرا چرخ پر لگایا گیا اور چرخ پھرایا گیا جس سے منار آدھ گز بلند ہوتا۔ پھر اُسکے نیچے سنبھال روئی کے تکئے لگائے گئے اور پھر آدھ گز وہ اونچا اُٹھایا جاتا۔ اِس طرح کئی روز میں عمود وار اُسکو سیدھا کھڑا کیا۔ اُسکے گرد لٹھوں کی اڑواڑیں اور پاڑیں باندھی گئیں وہ کسی طرف جھک نجاتے۔ وہی چوکور پتھر جو اُسکے نیچے سے نکالا تھا یہاں بھی اُسکے نیچے رکھا گیا۔ منار کے گرد سنگ مرمر اور عباسی کا کام کیا گیا اور چوٹی پر سونے کا کلس لگایا گیا۔ اِسلئے اُسکا نام منار زریں مشہور ہوا۔ اب بھی وہ دہلی میں کوشک فیروز شاہ میں جسکو کوٹلہ کہتے ہیں موجود ہے اور فیروز شاہ کی لاٹھ مشہور ہے۔ تاریخ فیروز شاہی شمس سراج عفیف میں لکھا ہے کہ اس کا طول ۳۲ گز تھا جس میں سے آٹھ گز زمین کے اندر اور چوبیس گز باہر تھا مگر بالفعل جس صورت سے وہ کھڑا ہے اُس کا کل طول ۴۲ فیٹ ۷ انچ ہے اور اُس میں سے ۴ فیٹ ۱ انچ دبا ہوا ہے۔ دوآبہ میں میرٹھ کے اندر ایک اور منار ایسا ہی کھڑا تھا وہ پہلے منار سے چھوٹا تھا اُسکو بھی بادشاہ نے اُکھڑوا کے اِسی طرح کوشک شکار میں لگایا اور بڑا جشن شاہانہ کیا۔ شربت کی سبیل لگائی جو لوگ اُسکی سیر دیکھنے آتے اُنکو شربت پلایا۔ بادشاہ فرخ سیر کے عہد میں بارود کے اُڑنے سے اُسکے پانچ ٹکڑے ہوگئے تھے۔ مگر اب انگریزوں نے اُسے پھر جوڑ کر دہلی میں ہندو راؤ کے باڑے میں قایم کیا ہے اِن مناروں پر کچھ عبارت بھی کندہ تھی۔ فیروز شاہ نے بہت پنڈت اور سیوڑے بلائے مگر کسی سے وہ نہ پڑھی گئی۔ ایک پنڈت نے بادشاہ سے یہ ایک ڈھکوسلا گھڑ دیا کہ اِس کندہ عبارت کا مضمون یہ ہے کہ کوئی بادشاہ

مینار کو اپنی جگہہ سے نہیں اُکھیڑ سکیگے مگر ایک مسلمان بادشاہ فیروزشاہ نامی پیدا ہوگا وہ اُسکو اپنی جگہہ سے ہلائیگا۔ اس عبارت کا حال کسی ضمیمے میں لکھیں گے۔ تیمور جب آیا ہے تو اُس نے ان دو میناروں کو دیکھکر کہا کہ فیروزشاہ کے سوا کسی بادشاہ نے اِن میناروں کی برابر دیر پا یادگار نہیں بنائی۔ شمس سراج نے اپنی تاریخ میں یہ بھی لکھا ہے کہ مجھسے شریف زادوں نے یہہ روایت کی کہ یہ سنگین مینار بھیم کے ہاتھ کی لاٹھیاں تھیں بھیم بڑا پہلوان اور عظیم القامت تھا۔ ہاتھیونکو مشرق سے مغرب میں پھینک دیتا تھا۔ ہندوؤنکی تاریخ میں لکھا ہے کہ ہزار من روز اُسکی خوراک تھی۔ کوئی اِس سے مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ اِس تمام حصے میں ہندو رہتے تھے اور آپسمیں لڑتے تھے بھیم کے پانچ بھائی تھے۔ سب میں وہی زیادہ بلوان تھا وہ مویشی اپنے بھائیوں کے چرایا کرتا تھا اور اِن لاٹھیوں سے مویشیونکو جمع کیا کرتا تھا۔ ان دنوں میں مویشیوں کے قدوقامت بھی مثل اور مخلوق کے بڑے تھے۔ جنکے ہکانے کی یہ لاٹھیاں تھیں جب بھیم مرگیا تو اِن لاٹھیونکو گاڑدیا کہ اُسکی یادگار رہیں ضمیمہ میں اِن میناروں کا حال پڑہو تو اُس سے تمکو معلوم ہوگا کہ اِس زمانہ کی اور پہلے زمانہ کی تحقیقاتوں میں کیا زمین آسمان کا فرق ہے۔

بادشاہ کے شکار کا حال

بادشاہ ایام طفلی سے شکار پر عاشق تھا۔ سلطان محمد شاہ تغلق اُسکو سمجھایا کرتا تھا کہ شکار کے سبب سے تو بہت بیکار رہتا ہے اور چڑیا و باز کے پیچھے ملک داری کے کاموں سے باز رہتا ہے مگر اُسکو تو شکار کی دہت تھی وہ کب چھوٹ سکتی تھی۔ اسکے شکار کی تفصیل کے لئے تو ایک شکار نامہ کے تصنیف کی ضرورت ہے مگر بالاجمال یہ کیفیت ہے کہ اُس نے شکاری درندے چیتے وسیاہ گوش بہت سے شکار کھیلنے کے لئے جمع کئے تھے تعجب یہ ہے کہ چند شیر بھی اُسکے پاس شکاری رہتے تھے اور شکاری پرندے شاہین باز جرہ بیری بکثرت تھے۔ وہ موسم گرما میں دیبالپور اور سرستی کے درمیان کہ خشک ملک ہے گورخر کا شکار کھیلنے کو اور موسم سرما میں بدایوں اور آنولہ میں ہرنوں اور نیل گایوں کے شکار کو جاتا تھا۔ یہاں یہ جانور کثرت سے ہوتے تھے۔ زمین یہاں کی زرخیز تھی مگر فقط بادشاہ کے شکاروں کے موٹا تازہ بنانے کے لئے جنگل بن رہی تھی۔ اگر کسی جنگل میں شیر ہوتا تو

بادشاہ اوّل اسکا شکار کرتا بعد اُسکے کسی اور شکار کے درپے ہوتا۔

رفاہ عام کی عمارات

دہلی میں جتنے بادشاہ ابتک تخت پر بیٹھے تھے اِن سب پر فیروز شاہ عمارات رفاہ عام کے بنانے میں سبقت لیگیا۔ اُس نے شہر حصار۔ کوشک۔ بان۔ بندھ۔ مساجد۔ مقبرے بہت تعمیر کئے۔ انہیں سے مشہور شہروں۔ فیروزہ حصار۔ فتح آباد کے بنانے کا حال پہلے بیان ہوچکا ہے اُنکے سوا یہہ نئے شہر اور آباد کئے۔ فیروز آباد۔ فیروز آباد ہارنی کہیڑہ۔ تغلق پور کاسنہ۔ تغلق پور ملوک گوت جون پور اُسکے سوا اور مقامات میں بھی آرام اور ٹھیرنے کے لئے حصار محکم و مستحکم بنائے۔ اُس نے یہہ کوشک (محل) تعمیر کرائے۔ فیروز کوشک۔ نزول کوشک مہندواری۔ کوشک شہر حصار فیروزہ۔ کوشک فتح آباد۔ کوشک جونپور۔ کوشک شکار۔ کوشک بند فتح خاں۔ کوشک سالورہ۔ اور مضبوط بندھ بنائے۔ بند فتح خاں۔ بند لجاجس میں آب زمزم ڈالا۔ بندمہہ پالپور۔ بند شکر خاں۔ بند سالورہ بند وزیر آباد۔ وارد وصادر کے لئے خانقاہیں اور سرائیں تعمیر کیں۔ دہلی اور فیروز آباد میں اس نے ایک سو بیس خانقاہیں بندگان خدا کی آسایش کے لئے بنائیں۔ سال کے تین سو ساٹھ دن میں کوئی دن خالی نہ جاتا تھا کہ وہ معمور نہ ہوتیں۔ اور اُنمیں بادشاہ کی طرف سے مسافروں کی خاطرداری اور غریب نوازی ہوتی۔ اُن خانقاہوں کے سنّی متولی وعہدہ دار معین تھے اور خزانہ شاہی سے اُن کا خرچ نقد ملتا تھا۔ ملک غازی شحنہ میر عمارت تھا وہ تعمیر کے کام سے خوب ماہر تھا اور عبدالحق عرف جاہر سوندھار اسکا نائب تھا۔ ہر قسم کے کاریگروں چوب تراشوں۔ سنگ تراشوں۔ آہنگر وغیرہ شحنہ معمار تھا۔ اُس نے پہلے سلاطین کے مقبروں کی اور مشائخ کے مزاروں کی مرمت بھی کرائی۔ بادشاہوں کا دستور تھا کہ وہ بزرگان دین کو دہات وزمین وقف کردیتے تھے کہ اُنکی آمدنی سے وہ مقابر ومدارس میں خیر خیرات جاری رکھیں یہہ سب دہات خراب وویران ہوگئے تھے اور متولی اُنکی آمدنی سے محروم ہوگئے تھے۔ اور مقبرے شکستہ پڑے تھے بادشاہ نے اِن دہات کو آباد کیا۔ مقبروں کی مرمت کرکے پہلے سے اُنکو اچھا بنادیا متولیوں کو جو ان اوقات سے محروم ہوگئے تھے بحال کردیا۔

جب کوئی عمارت بنائی جاتی تو اُسکے تخمینہ کی برآورد دیوان وزرات بناتا اور اُس کا روپیہ خزانہ سے پہلے ملجاتا کہ تعمیر عمارت میں روپیہ کے نہونے سے توقف نہو۔

بادشاہ کا بیکار آدمیوں کو باکار کرنا

بادشاہ کا حکم تھا کہ شہر میں کسی کاروبار کا آدمی بیکار ہو تو اُسکا حال دریافت کرکے کوتوال شہر بادشاہ کے روبرو لاتے۔ کوتوال شہر محلہ داروں سے ایسے بیکار آدمیوں کا حال تحقیق کرتا۔ بعض ایسے بھلے مانس بھی بیکار ہوتے کہ مارے شرم کے اپنی احتیاج کو زبان پر نہ لاتے اُنکو اور اور آدمیوں کو جو اپنی بیکاری کا اظہار کرتے بعد تحقیقات کے کوتوال بادشاہ کے روبرو لاتا۔ بادشاہ ہر بیکار کو حسب حیثیت برسرکار کردیتا۔ اگر اہل قلم ہوتے تو کارخانوں میں بھیجتا اگر کوئی کارکن عاقل ہوتا تو اُسکو خان جہاں کے حوالہ کرتا۔ اگر کوئی آدمی یہ درخواست کرتا کہ میں فلاں امیر کا غلام بننا چاہتا ہوں تو امیر سے بادشاہ سفارش کردیتا اور اگر وہ کسی خاص جاگیردار کا غلام بننا چاہتا تو اِس جاگیردار کے نام فرمان جاری کرتا۔ جہاں اِن بیکاروں کا گروہ جمع ہوتا تو اُن کو سکونت کے لئے مکانات ملتے۔ غرض بادشاہ یہ خوب جانتا تھا کہ آدمی بیکار رہنے سے کیا کیا خون جگر پیتا ہے اِسلئے اِن پر یہ نوازش فرماکر انکے رنج والم کو کم کرتا تھا۔

کارخانجات فیروز شاہی کے اسباب کی شرح

بادشاہی کارخانے چھتیس تھے۔ ہر کارخانہ کا خرچ سالانہ بہت کچھ تھا اِسکے لئے اسباب بہت جمع کیا گیا تھا۔ اِنکے اسباب میں زرین پشمین ومرصع ومکلل اشیاء بھی ہوتی تھیں۔ یہ کارخانے دو طرح کے کہلاتے تھے ایک راتبی یعنی معمولی دوسرے غیر راتبی یعنی غیر معمولی۔ راتبی کارخانے یہ تھے فیل خانہ۔ پائگاہ یعنی اصطبل مطبخ۔ شراب خانہ۔ شمع خانہ۔ شتر خانہ۔ سگ خانہ۔ آبدار خانہ اور ایسے ہی اور کارخانے۔ اِن راتبی کارخانوں کا خرچ ماہوار ایک لاکھ ساٹھ ہزار تنکہ کا تھا۔ اور اسباب اور ملازمین وشاگرد پیشہ کی مشاہروں کا خرچ ہی اسیقدر اور تھا۔ غیر راتبی کارخانے یہ تھے جامدار خانہ علم خانہ۔ فراش خانہ۔ رکاب خانہ اور ایسے ہی اور کارخانے۔ انمیں اسباب

ہر سال نیا خریدا جاتا - جاڑے کے موسم میں جامدار خانہ کے لئے چھ لاکھ ٹنکہ کا اور بہار و گرمی کے موسم کے لئے جدا اسباب مول لیا جاتا علم خانہ میں ہر سال اسی ہزار ٹنکہ کا - فراشخانہ کے واسطے دو لاکھ ٹنکہ کا اسباب خریدا جاتا - ہر ایک کارخانہ کا اہتمام کسی خان یا ملک بزرگ کے سپرد ہوتا تھا - جامدار خانہ کا عہدہ ملک علی و ملک اسمٰعیل کو تھا - فیل خانہ ملک شاہین کو اور سگ خانہ ملک قصر بہرام کو علم خانہ و پایگاہ - رکاب خانہ ملک محمد حاجی کو زرادخانہ و سلاح خانہ ملک مبارک کبیر اور ایسے ہی اور کارخانہ ملوک وامرا کے سپرد تھے - بادشاہ کہا کرتا تھا کہ دنیا میں دو گوہر لطیف یا دو جوہر شریف ہیں - ایک گوہر اقطاعات و پرگنات و معاملات دوسرا گوہر کارخانجات محصول اقطاعات ان کارخانوں میں خرچ ہوتا ہے - میرے ایک کارخانہ کا خرچ ملتان کی آمدنی سے کم نہیں ہے ان کل کارخانوں کا مہتمم خواجہ ابو الحسن تھا - سارے کارخانوں کی فرمایشیں اول اس پاس جاتیں ان کارخانوں کے حساب کا دفتر جدا تھا - مگر وہ دیوان وزارت میں رہتا تھا - بادشاہ کے پانچ جگہہ گھوڑوں کے اصطبل تھے اور دہلی کے آس پاس چند ہزار گھوڑے رہتے تھے - شترخانے دہات میں رہتے تھے ان دہات کی آمدنی انہیں خرچ ہوتی تھی - اس بادشاہ کے عہد میں سارے کارخانہ کارخانوں کا اقطاع کی آمدنی کا حساب نہایت درست رہتا - آمد و خرچ کا خوب محاسبہ لیا جاتا تھا مگر بادشاہ علم حساب سے بے بہرہ تھا اسلئے وہ دیدہ و دانستہ ان حسابوں میں چشم پوشی کرتا تھا اہلکاروں کے ہاتھ میں یہ سارا حساب تھا -

بادشاہی سکے

اس بادشاہ نے بہت طرح کے سکے چلائے - ایک سونے کا دوسرا چاندی کا ٹنکہ تھا اور باقی اور سکے تھے جنکے نام چہل وہشت گانی - بست وپنج گانی - بست وچہار گانی - دوازدہ گانی دہ گانی وہشت گانی وشش گانی و یک جیتل اور انکی قیمتیں ۴۸ - ۲۵ - ۲۴ - ۱۲ - ۱۰ - ۸ - ۶ - ۱ جیتل تھیں - بادشاہ کو یہ خیال آیا کہ خرید و فروخت میں جب خریدنے والوں اور بیچنے والوں کو ایک جیتل سے کم کام پڑتا ہوگا تو انمیں آپس میں کیسے فیصلہ ہوتا ہوگا - اگر بیچنے والا کسی غریب خریدنے والے کو آدھا یا پاؤ جیتل واپس نہ کرتا ہوگا تو اسکا نقصان ہوتا ہوگا - اور اگر کوئی خریدار فروشندہ کو آدھا یا پاؤ جیتل نہ دیتا ہوگا تو اس کا زیان ہوتا ہوگا اسلئے اس نے دو اور سکے

ایک آدھا جیتل کا جسکو آدھا کہتے تھے اور ایک پاؤ جیتل کا جسکو بیکہ کہتے تھے جاری کیا جس سے خرید و فروخت میں آسانی ہوگئی۔ ایک دفعہ دو مخبروں نے بادشاہ کو خبر دی کہ حضور کے سکہ ششگانی میں ایک حبہ کی برابر کھوٹ ہے۔ بادشاہ نے یہ سنکر خان جہاں وزیر سے اس خبر کو کہا وزیر نے عرض کیا کہ بادشاہی سکہ کا حال باکرہ عورت کا سا ہے کہ اگر اُسکی عصمت میں جھوٹا یا سچا ذرا سا بھی دھبہ لگ گیا تو پھر اُسکو خواہ وہ کیسی صاحب جمال وکمال ہو کوئی نہیں پوچھتا۔ اگر اس کھوٹ کی تحقیقات علی الاعلان کی جائیگی اور داروغہ ٹکسال پر جرم ثابت ہوگا تو حضور کے سکہ کا اعتبار بالکل اُٹھ جائیگا اور پھر اُسکو کوئی ہاتھ میں نہیں لیگا۔ اسلئے بہتر ہے کہ خفیہ تحقیقات ہو۔ میر ٹکسال کجر شاہ تھا۔ وزیر نے اس سے کہا کہ تم اصل حال دریافت کرو کہ تمہارے اہلکاروں نے کھوٹ ملایا ہے یا نہیں۔ بعد تحقیقات کے کجر شاہ نے اصل حال وزیر سے کہہ دیا کہ کھوٹ ملایا گیا ہے پس اس کھوٹ کے چھپانے کے واسطے سناروں سے صلاح کی گئی انہوں نے یہ حکمت بتائی کہ ہم بادشاہ کے روبرو سنگے بلائے جائیں اور ایک حبہ چاندی کسی کوئلہ کے اندر موم سے بند کر دیجائے ہم کوئلہ کو کٹھالی میں ڈالکر سکہ کا کھرا ہونا بادشاہ کو دکھائیں گے چنانچہ یہ کام اسی طرح کیا گیا۔ اس داروغہ ٹکسال کی عزت رہ گئی اور اس کام کی جلدو میں اُسکو خلعت عنایت ہوا اور اُسکو ہاتھی پر سوار کیا اور بازاروں میں اس کا گشت کرایا اور منادی کی گئی کہ سکہ بالکل کھرا ہے مخبر قید میں رہے

دیوان خیرات و شفاخانہ کا بیان

سلطان فیروز نے لڑکیوں کی شادی کے لئے ایک دیوان خیرات مقرر کیا جن غریب آدمیوں کی لڑکیاں جوان ہوجاتی ہیں اور وہ مفلسی کے سبب سے اُن کا نکاح نہیں کر سکتے تو رات دن اُنکو فکر رہتا ہے۔ خوف کے مارے خدا سے دعا مانگتے رہتے ہیں کہ ہماری عزت کو بچائیو۔ بادشاہ نے حکم دیدیا کہ جس مفلس کی بالغ لڑکی ہو وہ دیوان خیرات میں اپنے حال کو بیان کرے۔ عہدہ داران دیوان خیرات اس کی تحقیقات کرکے اُسکی حالت کے موافق اُسکو خیرات دیدیں۔ اوّل درجہ کے مفلسوں کو پچاس ٹنکہ۔ درجہ دوم کو تیس ٹنکہ۔ درجہ سوم کو بیس پچیس ٹنکہ۔ غرض اس خیرات سے ہزاروں لڑکیوں کی شادیاں ہوگئیں اس کار خیر سے

بڑا فائدہ ہوا۔

بادشاہ جانتا تھا کہ جب آدمی بیمار ہو اور کوڑی پاس نہو تو کیسی اُسکو جسمانی درد وجانی تکلیف ہوتی ہے اِسلیئے اُس نے شفاخانہ جسکو صحت خانہ بھی کہتے تھے جاری کیا اسمیں غریب مسافروں اور شہر کے آدمیوں کو دوا و غذا مفت ملتی تھیں۔ اُنکی خدمت سب طرح کی یہاں ہوتی تھی۔ بادشاہ نے بڑے آباد اور زرخیز دیہات وقف کر دیئے تھے کہ اُنکی آمدنی دیوان خیرات اور دارالشفا میں خرچ ہو۔ اُس نے حافظوں و علما کے وظیفے مقرر کر دیئے تھے ایسی خیرات کا خرچ چھتیس لاکھ تنکہ سالانہ تھا۔ چار ہزار دوسو آدمیوں کو خیرات سے مشاہرہ ملتا تھا۔

بادشاہ کے جشن اور جلسے

دونوں عیدوں اور شبرات اور نوروز کو تو جشن بڑی دھوم دھام سے ہوتے اور جلسے ہر جمعہ کی نماز کے بعد چاروں شہروں سے داستان گو۔ گوئیّے اور ناچنے والے اور پہلوان وکشتی گیر اور کرتب دکھانے والے آتے۔ اوّل گانا اور پھر کشتی۔ پھر کرتب اور سب کے بعد داستان گو ہوتے۔ پھر اِن سب کو انعام دیاجاتا بچے اُنکے ساتھ ہوتے تو اُنکو بھی انعام ملتا۔

فالیں زیارتیں خواب کی تعبیریں

بادشاہ جو بڑا کام شروع کرتا اور جب کسی مہم پر جاتا تو اوّل قرآن شریف میں فال دیکھتا اور اُس پر عمل کرتا۔ اپنے اڑنے وقتوں میں اور مہمات کے سرانجام دینے میں ولیوں کے مزاروں کی زیارت کرتا مشایخ کی خدمات میں جاتا اور اُن سے استمداد باطنی کا طالب ہوتا۔ وہ شگونوں کو مانتا تھا۔ خواب کی تعبیر کو سچ جانتا تھا ۷۷۶ھ میں وہ سالار مسعود کی مزار کی زیارت کو بہرائچ میں گیا۔ وہاں کئی روز پھرا ایک دن خواب میں دیکھا کہ سالار مسعود اُسکی ڈاڑھی پکڑ کر یہ کہتے ہیں کہ اب تیری پیری آئی آخرت کی تیاری کر جب صبح ہوئی تو شاہ فیروز نے خانان مملکت وملوک ملک کے سامنے اپنا سر منڈایا اس میں یہ اسرار بتایا کہ آیت کے نازل ہونے پر آنحضرت نے آخر میں سر منڈایا تھا اور اُنکے سر منڈانے کے سبب سے اُنکے اصحاب نے بھی سر کے بالوں کو جدا کیا تھا۔ اسی طرح

جب فیروز شاہ نے سر منڈایا تو اکثر ملوک نے سر کے بالوں کو دُور کیا۔

بادشاہ کا نامشروع اور خلق کی نامطبوع باتوں کا دُور کرنا

جب بادشاہ نے سر منڈایا تو اُس نے ان روشوں کو دُور کیا جو نامشروع اور خلق کو نامطبوع تھیں اور جو محصول نامشروع رعایا پر لگ گئے تھے اُنکو دُور کیا جنکی تفصیل یہ ہے۔

یہ ایک دستور ہو گیا تھا کہ بادشاہ اپنی خلوت گاہوں میں نگارخانے مصوّروں سے بنواتے تھے اور اُنمیں تصویریں جانداروں کی ہوتی تھیں بادشاہ نے حکم دیدیا کہ کسی جاندار کی تصویر نہ بنائی جائے اور اُسکی جگہہ باغ و بوستان کے نقشے تفریح طبع کے لئے کھینچے جائیں۔ یہ بھی بادشاہوں کا دستور تھا کہ وہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھاتے پیتے تھے اُسکو بھی خلاف شرع سمجھکر منع کر دیا اور اُسکی جگہہ سنگین اور گلی برتنوں کو رواج دیا۔ جلوہ شاہی میں علمہا، مراتب و ماہی مراتب میں تصویریں ہوتی تھیں اُنکو بھی دُور کرا دیا۔ بادشاہ کی خدمت میں علما و صُلحا کا زمرہ ہمیشہ رہتا تھا۔ جن محصولوں کو اُنہوں نے بادشاہ کو بتلایا کہ نامشروع ہیں اُنکو بادشاہ نے دُور کر دیا گو اُس سے آمدنی ملک میں کمی ہوئی تفصیل ان نامشروع محصولوں کی یہ ہیں۔ اوّل دانگانہ۔ سوداگر جو سرائے عدل میں کپڑے لاتے اور اُسکی زکوٰۃ ما وجب ادا کر دیتے بعد زکوٰۃ ادا کرنے کے وہ تمام کپڑے ضربیہ میں لاتے اور ایک ٹنکہ پر اُنسے ایک دانگ لیا جاتا۔ اِس محصول سے دیسی و پردیسی تاجر بڑے پریشان خاطر ہوتے کپڑے کے تخمینہ کرنے میں اہلکاران شاہی اُنکا ناک میں دم کرتے اُنکے اسباب کو ڈال رکھتے پادشاہ نے یہ محصول معاف کر دیا۔ دوم دہلی میں ایک اور محصول مشتغل تھا وہ دکانوں اور مکانوں کی زمین پر ایک کرایہ تھا یہ زمین کا کر بادشاہ نے موقوف کر دیا۔ اُسکی آمدنی ڈیڑھ لاکھ ٹنکہ تھی۔ سوم جنزاری موقوف کی یہ محصول قصابوں سے لیا جاتا تھا کہ جو گائے وہ ذبح کریں تو بارہ جیتل ہر گائے پیچھے دیا کریں اس محصول کی بھی بڑی آمدنی تھی۔ چہارم روزی کو موقوف کیا۔ سوداگر خواہ کسی طرح کے ہوں جب وہ غلّہ، نمک و قند و شکر تری و قماش اور بار برداری کے جانوروں پر لاد کر شہر میں لاتے تو بادشاہی آدمی اُنکے جانوروں کو گرفتار کرکے پُرانی دلّی میں لیجاتے وہاں سات حصار نامدار تاجداروں کے ویران پڑے تھے اُنکی اینٹیں ایک روز ان جانوروں کو فیروزآباد میں ڈھونی پڑتی تھیں بغیر اس

بیگار بھگتنے کے اُنکے جانور نہیں چھوٹتے تھے۔ اُنپر ایسا ظلم ہونے لگا تھا کہ شہر میں بیپاری رغبت سے نہیں آتے تھے اور اِس سبب سے نمک اور غلہ کا بھاؤ بڑھ جاتا تھا۔

قاضی نصر اللہ نے ہاتھی پر سوار ہو کر اِن محصولوں کی موقوفی کا اشتہار دیدیا۔ اِن محصولونکی موقوفی سے ملک کی آمدنی میں تیس لاکھہ ٹنکہ کی آمدنی کا نقصان ہوا۔

ایک برہمن کا جلانا اور برہمنونسے جزیہ لینا

ایک برہمن نے اپنے گھر میں بتخانہ بناکے مسلمان عورتوں کو اسلام سے برگشتہ کرنا شروع کیا تھا۔ اِس برہمن کے بابمیں علماء نے یہ فتویٰ دیا کہ وہ مسلمان ہو یا زندہ جلایا جائے۔ اِس برہمن نے جلنا قبول کیا مسلمان ہونا نہیں منظور کیا۔ اسلیئے بادشاہ نے اُسکو اپنے دروازہ کے آگے جلا دیا اتبک پہلے مسلمان بادشاہوں نے برہمنوں سے جزیہ کبھی نہیں لیا تھا۔ مگر فیروز شاہ کے عہد میں تمام کام شرع کے موافق ہوتے تھے۔ علماء نے فتویٰ دیدیا کہ برہمن بت پرستی کی اصل جڑ ہیں سب سے اوّل اِنسے جزیہ لینا چاہیئے۔ جب برہمنوں کو یہ معلوم ہوا تو چاروں شہروں کے برہمن جمع ہو کر بادشاہ پاس کوشک شکار میں پہونچے اور اُنہوں نے دُہائی مچائی کہ ہم سے کسی بادشاہ نے پہلے جزیہ نہیں لیا۔ اب کیا ہم نے خطا کی جو یہ جزیہ ہم پر لگایا گیا۔ ہم بادشاہ کے محل کی دیوار کے نیچے ابھی لکڑیاں جمع کر کے جل جائیں گے مگر جزیہ نہیں دینگے۔ بادشاہ نے کہا کہ میری جوتی سے تم ابھی جل جاؤ میں جزیہ نہیں معاف کرونگا۔ پہلے بادشاہونکی تقلید نہیں کرونگا۔ معافی کی اُمید مجھہ سے نرکھو یہ سنکر برہمنوں نے فاقے کرنے شروع کیئے جب اور ہندوؤں نے دیکھا کہ یہ برہمن یوں ہلاک ہوتے جاتے ہیں تو اُنہوں نے اُنکو سمجھایا کہ تم جزیہ کے لیئے اپنی جان نہ کھو ہم سب ملکر تمھارا جزیہ ادا کر دینگے۔ اُسوقت جزیہ تین طرح کا لیا جاتا تھا اول چالیس ٹنکہ دوم تیس ٹنکہ سوم دس ٹنکہ۔ برہمنوں نے آخر عاجز ہو کر بادشاہ سے جزیہ کے تخفیف کرنیکی درخواست کی بادشاہ نے دس نقرہ ٹنکہ ہر برہمن پر جزیہ مقرر کیا۔ ہر ایک ٹنکہ پچاس جیتل کا تھا۔

حلیہ سلطان فیروز شاہ

یہ بادشاہ گورا تھا۔ ناک اِسکی اونچی تھی۔ ڈاڑھی لمبی۔ میانہ قد۔ نہ موٹا نہ دُبلا۔

بادشاہ نے شہر میں جو عجائبات جمع کیے تھے

ایک بونے قد کا آدمی تھا جس کا قد ایک گز اور سر تین آدمیوں کی برابر۔ دو آدمی دراز قد جنکا رنگ سیاہ اور قد اتنا لمبا کہ دراز قد آدمی اُنکی کمر تک آتا۔ دو عورتیں جنکی پستان اور ڈاڑھی دونوں تھے۔ ایک گوسفند تین پانوں کی جو خوب دوڑتی اور چلتی تھی۔ سیاہ کوا جسکی چونچ لال تھی۔ گائے پانچ پاؤں کی جسکا ایک پاؤں گردن سے نکلا ہوا۔ مچھلی کا سر ہاتھی کے سر مع خرطوم کی برابر۔ طوطی سپید منقار سیاہ۔ ایک گائے جسکے سم گھوڑے کے سے تھے۔ اِس بادشاہ کے عہد کی ایک حکایت استخوان عجیب کی بھی مشہور ہے۔ جب ۷۶۲ھ میں بادشاہ دہلی آیا تو اُس نے دیکھا کہ نزدورکے نزدیک ایک پہاڑی ہے کہ اُس سے پانی نکلتا ہے اور دریائے ستلج میں جاتا ہے اور اُسکو سرستی کہتے ہیں۔ اب یہ سرستی ایک ندی ہے جس سے سلیم کہتے ہیں۔ اِس دوآبہ میں جو فاصلہ ہے وہ ایک پشتہ عظیم ہے اگر اُسکو کھود دیں تو آب سرستی دریائے ستلج کے اندر جانے لگے۔ پھر وہاں سے سرہند اور منصور پور میں اور یہاں سے سنام میں ہمیشہ پانی جاری رہے۔ بادشاہ سوار ہو کر وہاں گیا اور پچاس ہزار بیلدار جمع کرکے اِس پشتے کو کھدوانا شروع کیا۔ اِس پشتے میں سے ہاتھیوں اور آدمیوں کی ہڈیاں نکلیں۔ آدمی کے ہاتھ کی ہڈی تین گز لمبی تھی جسکا ایک حصہ پتھر ہو گیا تھا اور ایک حصہ استخوان تھا۔ ہاتھی کی ہڈی بھی اِسی درجہ کی تھی ایسا احتمال ہوتا ہے کہ کوروں اور پانڈوں کی لڑائی میں یہ آدمی اور ہاتھی مارے گئے ہونگے اُنکی یہ ہڈیاں زیر خاک رہی ہونگی۔ فرنگستانی طبقات الارض کے محقق کہتے ہیں کہ گو آدمی کی ہڈیاں ہزاروں برس کی دستیاب ہوئیں مگر اب تک کوئی ہڈی ایسی نہیں نکلی کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ پہلے آدمی زمانہ حال کے آدمیوں سے زیادہ طویل القامت اور فربہ ہوتے تھے۔ اسلئے یہ استخوان کی داستان پایہ اعتبار سے ساقط ہے گو اہل ایشیا کو یقین ہے کہ قدیم زمانہ میں اِس زمانہ کے آدمیوں سے آدمی طویل القامت اور عظیم الجثہ ہوتے تھے۔

بادشاہ کے زمانہ کی تصنیفات

جب بادشاہ نگرکوٹ میں تھا تو وہ جوالاکھی بھی دیکھنے گیا۔ وہاں برہمنوں کی تصنیفات سے ایک ہزار تین سو کتابیں موجود پائیں اُنہیں سے بعض کتابوں کے مضمون پسند تو انکو ملوا کر سنے اور پسند

کئے۔ حکم دیا کہ اُنمیں سے بعض کتابوں کا ترجمہ کیا جاوے۔ اِن ترجموں میں سے اعزاز الدین خالدخانی کی ایک کتاب مشہور ہے دلائل فیروزشاہی کا نام ہے وہ نظم میں ہے اور اُسمیں حکمت طبعی و شگونوں و تفاؤل اور علم نجوم کا بیان ہے ایک اور کتاب عروض علم موسیقی میں اور دوسرے علم اکھاڑہ یعنی پاترباذی میں سنسکرت سے ترجمہ ہوئی اور اسی قسم کی کتابیں چند اور سنسکرت سے فارسی زبان میں ترجمہ ہوئیں و نادرات مضامین کے سبب سے وہ سب بے ماحصل معلوم ہوتی ہیں۔ تاریخ فیروزشاہی ضیاء الدین برنی اسی بادشاہ کے نام پر لکھی گئی ہے اور اسی کے عہد میں ختم ہوتی ہے اِس میں دس برس کا حال اِس بادشاہ کی سلطنت کا لکھا ہے تفسیر تاتارخانی اور فتاوی تاتارخانی دونوں اسی بادشاہ کے عہد میں تصنیف ہوئی ہیں۔ تاتارخان کا حال یہ ہے کہ وہ جس روز ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اُسی دن ایک لڑائی کی افراتفری میں سلطان محمد شاہ تغلق کو ہاتھ لگ گیا تھا۔ بادشاہ نے اُسکو اپنے بچوں کی طرح پرورش کیا اور جب بڑا ہوا تو اُسکو رتبہ اعلیٰ کا امیر بنا دیا جسکے کاموں کا ذکر تاریخ میں کیا گیا ہے عین الملک نے جسکو عین ماہرو کہتے ہیں بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں مگر صرف ایک کتاب عین الملکی مشہور ہے سب سے زیادہ علاوہ تصنیف خود اس بادشاہ کی ہی جسکا نام فتوحات فیروزشاہی ہے جس کا حال آگے بیان ہوتا ہے اور اُسکا خلاصہ لکھا جاتا ہے

خلاصہ تاریخ فتوحات فیروزشاہی

فیروزآباد کی جامع مسجد میں ایک گنبد ہشت پہل بنوایا تھا۔ اُسکے ہر پہلو میں اس تاریخ کا ایک باب کندہ کرایا تھا۔ باب اول میں اوقات مسجد کا ذکر اور اسی کے صرف کی نصیحت و وصیت کا بیان ہے دوسرے باب میں جو کچھ لکھا ہے اُسکا خلاصہ نیچے لکھا جاتا ہے۔ اِس کتاب سے سلطان فیروزشاہ کی عفت و سعادت بے تکلف معلوم ہوتی ہے۔ اِس سے صاف ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے بادشاہی کے حقوق بدل و جان نہایت رحم و شفقت کے ساتھ ادا کرنا چاہتا تھا۔ اپنے مذہب کی تعلیم و ترویج کا دلی شوق رکھتا تھا۔ بعد حمد و نعت کے وہ اپنے کاموں کی تفصیل جس طرح کرتا ہے اُسکا خلاصہ یہ ہے۔ اول پہلے بادشاہوں کے زمانہ میں ادنیٰ ادنیٰ جرموں پر مسلمانوں کی خونریزی ہوتی تھی۔ اور انواع انواع کی تعذیب و تعزیر اُنکے لئے مقرر تھیں۔ ہاتھ

پاؤں۔ ناک۔ کان کا کاٹنا۔ آنکھوں کا نکلوانا۔ اُن میں سلائی پھروانا۔ حلق میں سیسہ گرم گرم ڈالنا ہاتھ پاؤں کی ہڈیوں کو ہتوڑوں سے کچلنا۔ جسم کو آگ میں جلانا۔ دست و پا و سینے میں میخوں کا ٹھوکنا پے بریدہ کرنا۔ آرہ سے آدمی کو دو ٹکڑوں میں چیرنا اور اسی قسم کی سزائیں دینا بتوفیق الٰہی میں نے اِن سب سزاؤں کو جو شرع کے خلاف تھیں موقوف کیا اور مسلمانوں کا خلاف شرع قتل ہونا بند کر دیا۔ یہ سزائیں تو اسلیئے دیجاتی تھیں کہ رعایا کے دل میں خوف و دہشت بیٹھ جاوے اور قوانین سلطنت کو کما حقہ استحکام ہو۔

ملک را گر قرار می خواہی   تیغ را بیقرار باید داشت

کو سلاطین پیشیں نے اپنا امام بنایا تھا وہ یہ نہ سمجھے کہ ملک کا قرار تلوار کے اختیار میں ہی ہے بلکہ مالک الملک کے ہاتھ میں۔ خدا کے فضل و کرم سے میں نے اِس ظلم و ستم کو رافت و رحم سے بدل دیا۔ جس سے رعایا کے دل میں ادب و رعب سلطنت وہ قایم ہو گیا کہ پھر شکنجے میں کھینچنے کی اور اور کوڑے مارنے کی اور طرح طرح کی اذیتیں دینے کی حاجت نہیں رہی۔ بادشاہ یہ نہیں جانتے کہ انسان کس مصیبت سے پیدا ہوتا ہے۔ اسکو ماں نو مہینے پیٹ میں کس مصیبت سے رکھتی ہے اور ڈھائی برس دودھ پلانے میں کیسی تکلیفیں اٹھاتی ہے اُسکو وہ دفعۃً بیجان کرتے ہیں اور میں یہ خیال کرتا ہوں ؎

نگہ کن کہ ایں مادرِ مہر سنج   بر آں طفل خود چند بردست رنج

میں نے ارادہ مصمم کر لیا ہے کہ کسی مسلمان کا خون ناحق نہونے دوں اور جو قاضی مفتی شرعی بتلائیں اُسکے سوا کوئی اور سزا انکو نہ پہونچنے پاوے۔

دوم جن پہلے بادشاہوں نے ہندوستان کو دار الاسلام بنایا جنکے پیرووں نے ملک میں پھر کر مسجدوں اور منبروں کو تعمیر کرایا۔ اسلام کے عقاید کی خوشبو کو پھیلایا اور اسلام کو مستحکم کیا۔ انہیں کا نام نامی جمعہ و عیدین کی نمازوں کے خطبوں سے پچھلے بادشاہوں نے خارج کیا۔ میں نے حکم دیدیا کہ موافق دستور کے انکا نام اور خطاب خطبوں میں پڑھا جایا کرے تاکہ اس تقریب سے انکی امرزش کی فاتحہ کو دوام حاصل ہو۔ سوم پہلے سلطنتوں میں خزانہ میں مال ناواجب نامشروع کردوں سے داخل ہوتا تھا۔ منڈوی برگ۔ دلالی بازاری۔ خزاری۔ امیری ترب۔ گل فروشی۔ جزیہ تنبول

چنگی غلہ۔ کتابی۔ نیل گری۔ ماہی فروشی۔ صابون گری۔ ریسمان فروشی۔ روغن گری۔ بھڑبھونجوں کی چنوں کی بھنوائی (نخود بریانی) تہ بازاری۔ جھابا۔ قمارخانہ۔ داد بکی۔ کوتوالی۔ احتساب کرہی چرائی مصادرات ان سب کو میں نے موقوف کردیا اور حساب سے خارج کردیا۔ اگر ان کروڑیوں میں سے کوئی محصول رعایا سے وصول کریگا تو سزا پائیگا ؎

دلِ دوستاں جمع بہتر کہ گنج　　خزینہ تہی بہ کہ مردم بہ رنج

خزانہ عامرہ میں وہی روپیہ داخل کیا جاتا ہے جو شرعاً جائز ہے اور فقہ نے جسکی اجازت دی ہے وہ یہ ہیں اول خراج زمین مزروعہ کی پیداوار کا دسواں حصہ۔ پھر زکوۃ۔ صدقہ۔ مسلمانوں سے جزیہ ہندؤں سے اور اسکے سوا کانوں کی پیداوار کا پانچواں حصہ جس ٹیکس کا حکم شرع نے نہیں دیا اسکا خزانہ شاہی میں داخل ہونا حرام ہے وہ نہیں لینا چاہئے۔

چہارم میرے عہد سے پہلے اِس دستور پر عمل تھا کہ کفار سے جو غنیمت ہاتھ لگتی تھی اُس کا پانچواں حصہ سپاہی کو دیا جاتا تھا اور چار پانچویں حصے دیوان شاہی میں داخل ہوتے تھے۔ مگر شرع کا حکم اِس سے بالکل برعکس ہے کہ سپاہی کو چار خمس دیئے جائیں اور ایک خمس خزانہ شاہی میں داخل ہو شرع کے حکم کے بالعکس عمل ہوتا تھا۔ اسلئے ہر شخص جو غنیمت حاصل کرتا اُسکو اپنی ملک سمجھتا تھا اِسی سبب سے جو قیدی عورتوں سے اولاد ہوتی تھی وہ حرام کی ولدالزنا ہوتی تھی۔ میں نے اِس قاعدہ کو موقوف کرکے شرع کے موافق یہ حکم جاری کرایا کہ غنیمت کا ایک پانچواں حصہ خزانہ شاہی میں داخل ہو اور چار پانچویں حصے سپاہیوں کو دیے جائیں۔

پنجم شیعوں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ اپنے مذہب کے مریدوں کو بڑہائیں اور اپنے مذہب کے رسالوں اور کتابوں کو شایع کریں اور وعظ کہیں اور اصحاب پر تبرا کہیں۔ میں نے ان سب شیعوں کو گرفتار کرکے اُنکی غلطیوں اور ضلالت کا یقین کرادیا اور جو شیعہ اِنمیں زیادہ غالی تھے اُنکو سیاست کی اور باقی کو تعزیر و تادیب و تشہیر و زجر و توبیخ کی۔ اُنکی کتابوں کو نظرگاہ عام میں جلادیا۔ خدا تعالٰی کی عنایت سے اِس فرقہ کا اثر بالکل زایل ہوگیا۔

ششم ایک گروہ ملحدوں کا تھا کہ وہ خلائق کو گمراہ کرتا تھا۔ رات کو اوقات و مقامات معینہ میں ان ملحدوں کے جلسے ہوتے تھے اِس میں دوست اور اجنبی دونوں جمع ہوتے تھے انمیں اُنکی

بیویاں بہو بیٹیاں بھی شریک ہوتی تھیں۔ مرد اپنے تئیں زمین پر اس طرح اُفتادہ کرتے تھے جیسے کہ یہ عبادت میں مصروف ہیں اور ہر مرد جس عورت کا کپڑا پکڑ لیتا ہے اُس سے ہم صحبت ہوتا ہے میں نے اس فرقہ کے سرداروں کا سر کٹوا کر اور باقی کو قید کیا یا جلاوطن کیا اِس طرح اس بدافعالی کو دُور کیا

ہفتم۔ ایک فرقہ ایسا تھا کہ اُس نے الحاد کا جامہ پہن لیا تھا اور کوئی قید مذہب کی باقی نہ رکھی تھی اور آدمیوں کو گمراہ کرتے تھے اِسکا مرشد احمد بہاری تھا۔ وہ دہلی میں رہتا تھا اور اُسکے مریدوں کا ایک گروہ اُسکو خدا کہتا تھا۔ احمد کو معہ مریدوں کے زنجیروں میں قید کرکے میرے روبرو لاتے اور مجھسے کہا کہ یہ احمد اپنے تئیں پیغمبر کہتا ہے اور اُسکے مریدوں میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ خدا یعنی احمد بہاری دہلی میں اُترا ہے۔ جب تحقیقات سے یہ سب حال ثابت ہوا تو میں نے اُنکو قید کیا اور اوروں کو سمجھایا کہ وہ توبہ کریں اور ایسے عقیدہ سے باز آئیں اور اونکو مختلف شہروں میں بھیجدیا کہ اس بدمذہب فرقہ کا اثر نہ پھیلے۔

ہشتم۔ دہلی میں ایک آدمی رکن الدین رہتا تھا اور وہ کہتا تھا کہ میں مہدی آخرالزماں ہوں اور میں علم لدنی رکھتا ہوں۔ میں نے کسی سے کچھہ لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا مگر میں ساری چیزوں کے نام جانتا ہوں آدم سے اس دم تک کسی پیغمبر کو یہ علم نہیں حاصل ہوا اور میں علم الاسرار جانتا ہوں وہ اپنے تئیں پیغمبر خدا کہکر لوگوں کو گمراہ کرتا تھا۔ بڑے بڑے آدمیوں نے اس کا یہ حال بیان کیا اور اس پر شہادت دی رکن الدین کو میں نے اپنے سامنے بلوایا اور اُسکی بدعادات کی تحقیقات کی جس سے یہ ثابت ہوا کہ وہ ملحد اور بدعتی ہے۔ مفتیان مذہب نے اُسپر کافر ہونے کا فتویٰ دیا اور واجب القتل اُسکو اسلئے ٹھیرایا کہ وہ الحاد میں اسلام کو پھیلاتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر اسکا جلد علاج نہیں کیا جائیگا تو اس کا مذہب وبا کی طرح پھیل جائیگا اور مسلمان اپنے سچے عقیدے سے ہٹ جائیں گے۔ مذہب کے خلاف ایک سرکشی ہوگی جس میں بہت سے آدمیوں کا ستیاناس جائیگا میں نے حکم دیا کہ اس شخص کی تمام شرارت اور بدعت کا اعلان مسلمانوں کے ہر فرقہ کے علما میں خواص وعوام میں کیا جاتے اور مفتی جو سزا چاہیں وہ دیں۔ اُنہوں نے اُسکے معاونین و مریدوں کے پرزے اُڑا دیئے اور ہڈیوں کو چکنا چور کر دیا۔ اس طرح یہ بلا ٹلی۔ میں خدا کا شکر بجا لاتا ہوں کہ اس نے مجھے سُنی مذہب کی اشاعت کے لئے اور ان بدمذہبوں و ملحدوں و بدعتیوں و مکاروں کی

سزا کے لئے مقرر کیا ہے اور مجھے اُمید ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے عقبیٰ میں اسکا صلہ دیگا۔

نہم۔ عین ماہرو کے مریدوں میں ایک شخص تھا اُس نے گجرات میں اپنے تئیں شیخ بنایا اور مریدوں کا ایک گروہ پیدا کیا اُنکے روبرو وہ اناالحق کہتا اور مریدوں کو ہدایت کرتا کہ وہ کہیں کہ انت الحق انت الحق اور یہ بات اُس نے اور کہی کہ میں ایسا بادشاہ ہوں کہ کبھی مرنے کا نہیں اُس نے ایک کتاب میں اپنے سارے کلمات لکھے۔ وہ زنجیروں میں گرفتار ہو کر میرے روبرو آیا۔ اُس کا جرم ثابت ہوا میں نے اُسکو سزا دی اور اُسکی کتاب کو جلوا دیا غرض اس طرح اُسکے فساد سے میں نے مومنوں کو بچایا۔

دہم۔ شرع اسلام کے خلاف یہ ایک رسم مسلمانوں کے شہروں میں جاری ہو گئی تھی کہ پالکیوں وگاڑیوں میں گھوڑوں پر چھکڑوں پر عورتیں سوار ہو کر اور غول کے غول پیادہ پا عورتیں شہر سے باہر مزاروں پر بزرگوں کے عرسوں میں اور زیارت کے لئے جاتیں۔ بدمعاش۔ اوباش رند مشربوں کو موقعے ایسے ملتے کہ اُنمیں وہ اپنے دل کے ارمان پورے نکالتے۔ میں نے حکم دیدیا کہ جو عورت مزاروں پر جائیگی تو سخت سزا پائیگی۔ خدا کا شکر ہے کہ اب کوئی معزز عورت قبروں کی زیارت کو نہیں جاتی۔ یہ دستور بالکل موقوف ہو گیا۔

یازدہم۔ ہندؤں اور بت پرستوں نے زر ذمیہ اور جزیہ دینا قبول کر لیا تھا اور اُس کے عوض میں جان و مال کی حفاظت کا ذمہ بادشاہ نے لیا تھا۔ اب اُنہوں نے شہر میں اور حوالی شہر میں نئے بتخانے خلاف شرع بنانے شروع کئے تھے۔ میں نے خدا تعالیٰ کی عنایت سے ان بتخانوں کو ڈھوا دیا اور جو ہندو سرغنہ تھے اُنکو قتل کرایا اور باقی کو دھمکا کر یا کوڑے لگوا کر چھوڑ دیا۔ اور یوں الزام اسلام کے ذمے سے بالکل اُٹھ گیا۔ اُسکی ایک مثال یہ ہے کہ موضع ملوہ میں ایک تالاب تھا جسکو کنڈ کہتے ہیں یہاں ہندؤں نے اپنے مندر بنائے تھے۔ اور خاص دنوں میں ہندو یہاں گھوڑوں پر سوار ہو کر اور ہتیار لگا کر آتے تھے اور اُنکی عورتیں اور بچے بھی پالکیوں اور گاڑیوں میں بیٹھکر آتی تھیں ہزاروں ہندو جمع ہو کر اپنے بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ ایسی بے خبری ہوئی تھی کہ وہاں بازار لگتا تھا اور اُسکی دکانوں میں سب طرح کی جنس بکتی تھی۔ پھر ان میلوں میں بعض بیحیا مسلمان بھی تفریحاً شریک ہوتے تھے جب اُسکی خبر میرے کانوں تک پہنچی تو میرے دلمیں

اسلام کا جوش اٹھا اور میں نے چاہا کہ اس الزام سے دامن اسلام کو پاک کروں جس روز یہ ہجوم ہو رہا تھا میں خود وہاں گیا اور میں نے حکم دیا کہ خاص ہندو جو سرگروہ ہیں وہ قتل کئے جائیں۔ میں نے عام ہندوؤں کو سخت سزا نہیں دی۔ مگر اُنکے بتخانوں کو ڈھوا دیا اور اُنکی جگہہ مسجدیں بنا دیں۔ میں نے دو قصبے یہاں آباد کئے ایک کا نام تغلق پور اور دوسرے کا نام سالار پور رکھا۔ جہاں پہلے کافر بُت پرست بتونکی پوجا کرتے تھے اب وہاں مسلمان خدائے برحق کی عبادت کرتے ہیں۔ الحمد للہ۔ جہاں پہلے کافرونکا گھر تھا۔ اب وہاں مسلمان آباد ہیں اور صوم و صلوٰۃ و فرائض مذہبی ادا کرتے ہیں اذانیں سنائی دیتی ہیں۔

دوازدہم۔ مجھے خبر لگی کہ صالح آباد میں ہندوؤں نے ایک نیا بُت خانہ بنایا ہے اور وہاں وہ بُت پرستی کرتے ہیں۔ میں نے آدمیوں کو بھیجکر اس مندر کو مسمار کرایا اور باطل پرستی کا انسداد کیا۔

سیزدہم۔ موضع گوہانہ میں ہندوؤں نے ایک نیا مندر بنایا تھا اور وہاں جمع ہو کر مراسم بُت پرستی کو ادا کرتے تھے وہاں کے آدمی گرفتار ہو کر میرے روبرو آئے میں نے حکم دیا کہ اس شرارت کے جو بانی مبانی ہیں اُنکی بدچلنی کی تشہیر کی جاتے اور وہ میرے محل کے دروازے کے سامنے قتل کئے جائیں اور میں نے یہ بھی حکم دیا کہ کفر کی کتابیں اور بت اور ظروف جو بتوں کی پوجا میں کام میں آتے ہیں یہ سب اُن سے چھین کر جلا دیے جائیں اور ہندوؤں کو میں نے تنبیہ اور تہدید کر دی کہ وہ آیندہ اسلام کے ملک میں ذمی ہو کر ایسی شرارت کا کام نکریں۔

چہاردہم۔ پہلے بادشاہوں کے ہاں یہ دستور ہو گیا تھا کہ بادشاہی دسترخوانوں پر سونے چاندی کے برتن چنے جاتے تھے اور تلواروں کے قبضوں اور ترکشوں کو زر و جواہر سے مرصع کرتے تھے میں نے ان باتوں کو منع کر دیا اور حکم دیدیا کہ میرے ہتیاروں میں ہڈیوں کے قبضے دستے وغیرہ لگائیں اور ظروف سیمی و طلائی کا استعمال موافق شرع کے ہو۔

پانزدہم۔ پہلے زمانہ میں یہ دستور ہو گیا تھا کہ امرا لباس زریں و زربفت پہنتے تھے۔ اور بادشاہوں کے درباروں میں یہ اُنکی عزت کی نشانی ہوتی تھی۔ اور زینوں اور لگاموں۔ گلوبندوں مجمروں۔ پیالوں چمچوں۔ قابوں۔ صراحیوں۔ آفتابوں خیموں۔ پردوں۔ کرسیوں اور تمام چیزوں

اور آلات پر تصویریں بنائی جاتی تھیں۔ مگر مجھے خدا تعالیٰ نے یہ توفیق دی کہ میں نے حکم دیا۔ یہ تمام تصویریں ان چیزوں پر سے مٹا دی جائیں۔ اور ان چیزوں کا استعمال موافق شرع کے ہو اور جو تصاویر اور پیکر مکانوں کی در و دیوار پر بنی ہوئی تھیں انکو میں نے مٹوا دیا۔

شانزدہم۔ پہلے امرا کا لباس اکثر ریشمی و زربفت و کمخواب کا ہوتا تھا۔ اگرچہ وہ خوبصورت ہوتا تھا۔ مگر غیر مشروع۔ مجھے خدا تعالیٰ نے یہ توفیق دی کہ میں نے حکم دیدیا کہ شرع مصطفوی کے موافق لباس پہنا جائے اور ایک انگشت عرض سے زیادہ زربفت اور کمخواب وغیرہ لباس میں نہو غرض جو لباس غیر مشروع تھا اسکو میں نے موقوف کر دیا۔

خدا تعالیٰ نے مجھے سب سے زیادہ یہ توفیق دی کہ میری یہ آرزو ہوئی کہ میں رفاہ عام کیلئے عمارات تعمیر کروں سو میں نے بہت سی مسجدیں۔ مدرسے۔ خانقاہیں تعمیر کرائیں جن میں علما فقہا فضلا۔ زاہد۔ عابد خدا کی عبادت کریں اور اونکے بنانے والے کو دعا دیں۔ نہریں کھدوائیں درخت لگوائے اور اونکے خرچ کے واسطے زمینیں شریعت کی ہدایت کے موافق وقف کیں اسمیں شبہ نہیں کہ شرع اسلامیہ کے عالموں کو بہت خرچ کی تکلیفیں ہوتی ہیں۔ میں نے اُنکے ضروری خرچوں کے لئے وظیفے مقرر کر دیئے کہ اُنکی آمدنی ہمیشہ معین و مستقل رہے۔ اُنکی تفصیل میرے وقف نامہ میں موجود ہے۔

خدا تعالیٰ کی عنایت سے میں نے پُرانی عمارتیں جو پہلے سلاطین و امرا کی خراب و ویران پڑی تھی اور زمانہ نے اُنکو برباد کر دیا تھا اُنکی مرمت کرائی اور اُنکے آباد کرنے کو میں نے اپنی عمارتوں کے تعمیر کرنے پر مقدم سمجھا۔ دہلی کی مسجد جامع جو سلطان معزالدین سام نے تعمیر کرائی تھی اور کہنگی کے سبب سے خراب ہو رہی تھی اور اُسکی تعمیر کی ضرورت تھی اُسکو میں نے ایسا بنوا دیا کہ اب وہ نئی مسجد معلوم ہوتی ہے۔

سلطان معزالدین سام کے مقبرہ کی مغربی دیوار کہنہ اور اُسکے دیوار کے تختے بوسیدہ ہو گئے تھے میں نے اُنکو از سر نو بنوا دیا۔ اور اُسکے دروازے اور محرابیں صندل کی گلکاری کی بنوا دیں۔ سلطان معزالدین سام کا مینار بجلی سے گر پڑا تھا اُسکو میں نے پہلے سے بھی زیادہ بلند بنوا دیا۔

حوض شمسی (سلطان التمش کا حوض) میں بعض شریر آدمیوں نے پانی آنے کی راہوں کو بند کر دیا تھا میں نے ان شریروں کو سزا دی اور اسی کے پانی کے منبعوں کو پھر جاری کر دیا حوض علائی (سلطان علاء الدین کا حوض) اٹ گیا تھا اور اس میں پانی بالکل نہ تھا۔ اسپر کسان کھیتی کرتے تھے اور اسمیں کنوئیں کھود لئے تھے۔ جسکے پانی کو وہ بیچتے تھے میں نے ایک قرن بعد پھر از سر نو اسکو صاف کرایا۔ اب سال بسال وہ پانی سے بھرا رہیگا۔

سلطان شمس الدین التمش کا مدرسہ بالکل خراب ہو گیا تھا میں نے اسکو از سر نو بنوایا اور صندل کے دروازے اس میں لگائے مقبرہ کے ستون جو نیچے گر پڑے تھے انکو پہلے سے زیادہ اچھا بنوا دیا جب مقبرہ بنا تھا تو اس کا صحن مدور نہیں بنایا گیا تھا اب میں نے اسکو بنوا دیا پتھر کے اندر کاٹ کر جو زینہ گنبد کا بنایا گیا تھا اسکو میں نے اور زیادہ بڑھا دیا۔ چاروں برجوں کا پشتہ جو گر گیا تھا اسکو از سر نو بنوایا۔

سلطان شمس الدین کے بیٹے سلطان معز الدین سام کا مقبرہ ملک پور میں تھا وہ ایسا کھنڈر ہو گیا تھا کہ کہیں قبر کا نشان نہ معلوم ہوتا تھا۔ میں نے برج کو از سر نو بنوایا اور احاطہ کی دیوار کھچوائی اور چبوترہ بنوایا۔

سلطان شمس الدین کے بیٹے سلطان رکن الدین کا مقبرہ ملک پور میں تھا میں نے اسکے احاطہ کی دیوار کھچوائی اور نیا گنبد بنوایا اور خانقاہ بنوائی۔

سلطان علاء الدین کے مقبرہ کی مرمت کرائی اور صندلی دروازے اس میں لگوائے آبدار خانہ کی دیوار اور مدرسہ کے اندر جو مسجد تھی اسکی مغربی دیوار بنوائی اور چوڑے کا فرش بنوایا

سلطان قطب الدین اور سلطان علاء الدین کے بیٹوں خضر خاں۔ شادی خان۔ فرید خاں سلطان شہاب الدین۔ سکندر خاں۔ محمد خاں۔ عثمان اور اسکے پوتوں پڑپوتوں کے مقبروں کی مرمت کرائی اور از سر نو بنوایا۔

شیخ الاسلام نظام الحق والدین کے گنبد کے دروازوں کی اور قبر کی جالیوں کے کام کی جو صندل کا بنا ہوا تھا مرمت کرائی اور گنبد کی چاروں محرابوں میں سونے کی زنجیروں میں سونے کے جھاڑ لٹکائے اور ایک مجلس خانہ بنوایا جو پہلے یہاں نہ تھا۔

سلطان علاء الدین کے وزیر اعظم ملک تاج الملک کافوری کی قبر ڈھ گئی تھی میں نے اسکو بالکل از سر نو بنوا دیا یہ وزیر مطیع با وفا غلام تھا۔ وہ نہایت دانشمند فرزانہ تھا اور بہت سے ملک اُس نے وہ فتح کیئے تھے کہ جن پر پہلے بادشاہوں کے گھوڑوں نے سُم نہ رکھے تھے۔ اُن میں اُس نے علاء الدین کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اسکے پاس ہزار سوار تھے۔

دارالامان۔ یہ بڑے بڑے آدمیوں کے دفن ہونیکی جگہہ تھی اسکے نئے دروازے صندل کے بنوا دیے اور مشہور آدمیوں کے مقبروں کے غلاف اور پردے بنوا دیے۔

اِن مقبروں اور مدرسوں کی مرمت اور از سر نو تعمیر کا خرچ اُنکے قدیمی اوقاف کی آمدنی سے کیا گیا۔ مگر اُن صورتوں میں کہ پہلی آمدنی اِن عمارتوں کے فرش۔ روشنی اور مسافروں اور زائروں کے اسباب آسایش کے لئے نہ تھی تو میں نے دیہات اُنکے لئے وقف کر دیے جنکی آمدنی سے ہمیشہ خرچ چلا جائیگا۔

سلطان محمد تغلق شاہ نے جہاں پناہ کی بنیاد ڈالی تھی اُسکو میں نے پورا بنوا دیا۔ وہ میرا مربی و مہربان اُستاد تھا۔

دہلی میں پہلے بادشاہوں نے جتنے قلعے و حصار بنوائے تھے اُن سب کی مرمت میں نے کرا دی۔ نامور سلاطین اور اولیاء کے مزاروں کے زائرین اور مسافروں کی آسایش اور آرام کے لئے اور ان تمام چیزوں کے خرچ کے لئے جو اُن مقدس مزاروں کے لئے ضروری ہیں پہلے بادشاہوں نے جو دیہات و زمینیں اور عطیات وقف کئے تھے وہ سب میں نے بدستور جاری کرا دیے اور اُن صورتوں میں کہ اوقاف نہ تھے جنکی آمدنی سے یہ خرچ چلتے میں نے خود ایسے اوقاف اُنکے لئے مقرر کر دیے جنکی آمدنی سے ہمیشہ اُنکا خرچ چلیگا اور اِس سے مسافروں کو اور مقدس بزرگوں اور علماء کو فائدہ پہونچے گا۔ وہ مجھے اور پہلے فیض رسانوں کو نماز میں دعا دیں گے۔

میں نے خدا کی عنایت سے ایک دار الشفاء بھی بنوائی جس میں ادنیٰ اعلیٰ مریضوں کا علاج ہوا کرے۔ اطباء حاذق اُنکی بیماریوں کی تشخیص کریں اُنکی صحت کی تدبیر کریں اُنکی دوا و غذا تجویز کریں اوقاف سے غذا اور دوا کی قیمت ملے بیمار مقیم مسافر۔ وضیع و شریف۔ غلام۔ آزاد جو بیمار

ہوں۔ وہاں دارالشفاء میں اُن مریضوں کا علاج ہوگا اور خدا اپنے فضل سے شفا دیگا۔

میرے مربی اور مالک و آقا سلطان محمد تغلق کے عہد سلطنت میں جو لوگ قتل ہوئے تھے اُنکے وارثوں کو اور اُن آدمیوں کو جن کے اعضاء ناک آنکھیں دست و پا بُریدہ ہوئے تھے میں نے خدا تعالیٰ کی ہدایت سے آتنی بخشش دی کہ اُنہوں نے اقرارنامے لکھدیے اور اُنپر گواہوں کی گواہی کرادی کہ ہمکو اب سلطان محمد پر کوئی دعویٰ نہیں ہے ہم اُس سے راضی ہیں یہ سارے اقرارنامے ایک صندوق میں بند کرکے دارالاماں میں سلطان محمد تغلق کی قبر کے سرہانے رکھدیے ہیں اس اُمید سے کہ خدا اپنا کرم میرے اُس مربی اور مہربان پر کرے اور اُن آدمیوں کو اُس سے راضی کرادے اور خدا نے مجھے یہ ہدایت کی کہ دیہات و معافیات اور ادرارات و وظائف جو پہلی سلطنتوں میں اُنکے مالکوں سے چھن کر خالصہ خزانہ شاہی ہوگئے تھے۔ اِن سب مالکوں کو میں نے حکم دیا کہ وہ دیوان میں اپنی اسناد لائیں اور اپنا حق ثابت کریں جسکا حق ثابت ہوا اُسکی جائداد کو واگذاشت کردیا۔ خدا کے فضل سے اِس نیک کام کرنے پر مجبور کیا گیا اور آدمیوں نے اپنے حقوق جن کے وہ مستحق تھے پاتے۔

میں نے کافروں کو مسلمان کرنا ہی چاہا اسلئے اشتہار دیدیا کہ جو شخص مسلمان ہوگا وہ جزیہ سے معاف کیا جائیگا۔ جب یہ اشتہار دیدیاان کے کانوں تک پہونچا تو بہت سے گروہ کے گروہ ہنود اسلام سے مشرف ہوئے چاروں طرف سے روز وہ آتے ہیں اور اسلام اختیار کرکے جزیہ سے بری ہوجاتے ہیں اُنکو تحفے دیے جاتے اور اُنکی تعظیم کیجاتی ہے۔

خدا کے فضل و کرم سے میں نے بندگان خدا کی زمینوں اور ناموس کو محفوظ رکھا اور اپنی سلطنت میں اُنکی حفاظت کی اور کسی آدمی کی ملکیت کا ایک چپہ میں نے نہیں چھینا۔ اگر عہدہ داروں نے مجھسے کہا کہ فلاں سوداگر لاکھوں روپیہ کا آدمی ہوگیا ہے اور اُس آدمی کے لاکھوں روپئے جمع ہوگئے ہیں۔ میں نے اُن مخبروں کو لعنت ملامت سرزنش کرکے کہا کہ چپ رہو تاکہ لوگوں کو اُنکی غمازی سے نجات ہو میری اِس مہربانی کے سبب سے بہت سے میرے دوست اور معاون ہوگئے ہیں۔ فیاضی کے کاموں سے نیکنامی حاصل کرو۔ دولت جمع کرکے شہرت نہ حاصل کرو۔ ایک لفظ تعریف کا سونے کے خزانہ سے بہتر ہے۔ ایک احسانمند کی دعا بے شمار دولت سے اچھی ہے۔

خدا تعالیٰ کی مہربانی سے میری دلی آرزو و تمنا یہ تھی کہ میں فقرا اور مساکین کی پرورش اور مدد کروں اور اُنکے دلوں کو تسکین دوں جب میں نے کسی فقیر کی خبر سُنی تو میں ملاقات کو گیا اور اُسکے سارے اخراجات کا انتظام کیا تاکہ محب الفقرا کے لئے جو نعمتیں موجود ہیں وہ سب مجھے ملیں جب کوئی شخص عمر طبیعی کو پہونچا پوری عمر کا ہوا تو میں نے اُسکے گذارہ کے لائق وظیفہ مقرر کیا اور اُس سے کہا کہ جوانی میں جو گناہ کئے ہیں اب اُس سے توبہ کر اور آیندہ کوئی کام خلاف شرع نکر اور بالکل اپنا دل عقبیٰ میں لگا اور وہاں کی تیاری کر اور دنیا سے اپنا دل اٹھا میں نے اُسپر عمل کیا کہ تونگروں کا یہی عمل ہے کہ وہ دیانتدار غریبوں کی پرورش کرتے ہیں اور جب کوئی نیک آدمی مرجاتا ہے تو اُسکے بچوں کے دوست مربی ہوجاتے ہیں۔

جب کوئی اعلیٰ عہدہ دار بادشاہی مرگیا تو میں نے اُسکے عہدہ پر اُسکے بیٹے کو مقرر کر دیا کہ اُسکو اپنے باپ کی سی عزت اور توقیر حاصل ہو اور کوئی ضرر اُسکو نہ پہونچے۔

خدا تعالیٰ کی عنایت سے میں نے سب سے بڑی عزت و عظمت یہ حاصل کی ہے کہ خلفاء جو نائب رسول اللہ ہیں اور جنکے بغیر اجازت کے کسی بادشاہ کو سلطنت کرنا روا نہیں ہے اُنہوں نے مجھے سلطنت کرنیکی اجازت دی اور ایک سند بھیجی ہے جسمیں مجھے نائب خلیفہ قرار دیا ہے اور سید السلاطین کا خطاب عطا کیا ہے خلعت و لوا تلوار۔ انگشتری مرحمت کی۔ اور نشان قدم کا تمغہ میری عزت کے لئے عنایت کیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ میں اُنکا مطیع و تابع و دوست رہا تھا۔

میں نے جو یہ کتاب لکھی ہے اُس کا اول سبب یہ ہے کہ میں اپنے پروردگار کی اُن نعمتوں کا شکر ادا کروں جو اُس نے مجھے عطا کی ہیں۔ دوم جو لوگ نیک اور کامران ہونا چاہتے ہیں وہ اُسے پڑھ کر سیکھیں کہ اُنکے مقصد حاصل کرنے کا یہ طریقہ ہے جسکو خدا ہدایت کرتا ہے وہ اُس پر عمل کرتا ہے کہ انسان کا انصاف اُسکے اعمال کے موافق ہوگا۔ اور جو نیک کام کئے ہیں اُنکی جزا ملیگی۔

ذکر بادشاہی غیاث الدین تغلق شاہ ثانی بن فتح شاہ بن سلطان فیروز شاہ باربک

ہم پہلے لکھہ آئے ہیں کہ جس روز سلطان فیروز شاہ نے وفات پائی اوسی دن فیروز آباد میں

تغلق شاہ بن فتح خان نے تاج شاہی سر پر رکھا اور اپنا لقب غیاث الدین تغلق شاہ اختیار کیا اور سکہ اور خطبہ میں یہی نام جاری کیا۔ ملک زادہ فیروز بن ملک تاج الدین کو وزیر مقرر کیا اور اسکو خواجہ جہاں کا خطاب دیا۔ اور اسکو اور بہادر ناہر کو بہت سا لشکر دیکر شاہزادہ ناصر الدین محمد شاہ کے کام تمام کرنے کی لئے حکم دیا اور سلطان امیر شاہ سامانہ اور رائے کمال الدین کو اور اور امراؤ کو انکے ہمراہ کیا۔ سرمور میں جب اس لشکر کے آنیکی خبر ہوئی تو ناصر الدین محمد شاہ پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور قلعہ نگرکوٹ میں متحصن ہوا جب لشکر دہلی یہاں بھی آگیا تو اس سے وہ کچھ لڑا مگر شکست پائی اور قلعہ کو نہ بچا سکا۔ آگے آگے وہ جا بجا بھاگتا پھرا اور وزیر کی فوج اسکے پیچھے پیچھے پڑی پھری۔ مگر جب وہ قلعہ نگرکوٹ میں جا پہنچا تو اس قلعہ کی استواری کو دیکھکر فوج نے اسکا پیچھا چھوڑا اور واپس چلی آئی۔

تغلق شاہ نوجوان تھا۔ زمانہ کے نشیب و فراز سے آگاہ نہ تھا جوانی کی مستی میں آگیا اور عیش و عشرت میں ڈوب گیا سلطنت کا سارا کام امیروں کو دیدیا۔ خاص اپنا بڑا کام یہی سمجھا کہ عزیز و اقارب کی گردن پر چھری پھیر دے۔ اپنے سگے بھائی سالار شاہ کو بغیر کسی وجہ کے قید خانہ میں بھیجا۔ اُس کا چچیرا بھائی ابوبکر شاہ بن ظفر خاں بن سلطان فیروز شاہ ڈر کے مارے ایک کونہ میں جا چھپا اور موقعہ پاکر اس نے ملک رکن الدین نائب وزیر اور امرا اور بندگان فیروز شاہی کو اپنا طرفدار بنایا۔ اِن دنوں میں بندگان فیروز شاہی (فیروز شاہ کے غلاموں) کو بڑا اختیار تھا۔ اُنہوں نے فیروز آباد میں ملک مبارک کبیری امیر الامرا کو قتل کیا جس کا محل میں بڑا شور غل مچا۔ بادشاہ کو اُسکی خبر ہوئی وہ خانجہاں وزیر کو ہمراہ لیکر ایک دروازہ سے جمنا کی طرف نکلکر بھاگا۔ مگر نائب وزیر رکن الدین کو اس بھاگنے کی خبر ہو گئی اُس نے بندگان فیروز شاہی کو ساتھ لیا اور دونوں بادشاہ و وزیر کو جاکر پکڑ لیا اور عدم کا سیدھا راستہ اُنکو بتلایا اور اُنکے سروں کو کاٹ کر محل کے روبرو ڈال دیا۔ یہ واقعہ ۲۱ صفر سنہ ۷۹۱ھ مطابق ۱۹ فروری سنہ ۱۳۸۹ء کو ہوا۔ یہ تغلق ثانی بھی پانچ مہینے ۱۸ روز بادشاہی کا مزا چکھ گیا۔

ذکر سلطنت ابوبکر شاہ بن ظفر خاں بن فیروز شاہ باربک

بندگان فیروز شاہی نے اِس واقعہ کے بعد ابوبکر شاہ کو محل سے باہر لاکر ایک ہاتھی پر بٹھایا اور سر پر تاج پہنایا اور سلطان ابوبکر شاہ کے خطاب سے اُسکو پکارا۔ رکن الدین کو وزیر بنایا۔ مگر وزیر

ہوتے ہی باد نخوت ایسی اُسکے دماغ میں سمائی کہ وزارت سے بادشاہی پر قدم بڑہانے کی آرزو دل میں آئی۔ بندگان فیروز شاہی سے سازش اِس ارادہ سے کی کہ سلطان ابوبکر کو مار ڈالے۔ مگر جب بعض امراء شاہی کو اُسکی بدنیتی معلوم ہوئی تو اونہوں نے اُسکو اُسکے ہمراہیوں سمیت اِس دنیا سے رخصت کیا۔ ابوبکر پاس دہلی تھی۔ خزانہ اور فیل خانہ قبضہ میں تھا اُسکی سلطنت کو تقویت روز بروز ہوتی جاتی تھی کہ اُسی زمانہ میں ۴ صفر کو سنام میں سامانہ کے امیران صدہ نے دغا سے اپنے حاکم سلطان شہ خوشدل کو جو ابوبکر کا خیرخواہ تھا مار ڈالا۔ اور سامان پر قبضہ کرکے اُسکے مکانات کو لوٹ لیا اور اُسکے متعلقین کو بھی مار ڈالا اور اُسکا سر کاٹ کر نگرکوٹ میں محمد شاہ ناصر الدین پاس بھیجدیا اور اُسکی امداد کا وعدہ کیا۔

ذکر سلطنت سلطان ناصر الدین محمد شاہ پسر خورد سلطان فیروز شاہ باربک

جب نگرکوٹ میں محمد شاہ ناصر الدین کو ملک سلطان کے مرنے کی خبر پہونچی تو وہ نواحی سامانہ میں آیا۔ ۶ ربیع الآخر ۷۹۱ھ کو وہ یہاں تخت سلطنت پر بیٹھا۔ سامانہ کے امراء عمدہ اور اِس نوح اور کوہستان کے مقدموں نے اُسکے ساتھ اتحاد کرکے قول و اقرار کئے اور دہلی کے بعض ملک اور امیر ابوبکر کو چھوڑ کر اُس سے آن کر مل گئے۔ اِس طرح سامانہ میں اِس پاس بیس ہزار سوار اور بہت سے پیادے جمع ہوگئے اور دہلی کے قریب پہونچنے تک پچاس ہزار سوار ہوگئے۔ ابوبکر کو اُسکے قریب آنیکی خبر ہوئی۔ بندگان فیروز شاہی محمد شاہ ناصر الدین کے دشمن جان تھے وہ ابوبکر کے ہواخواہ بنے

۲۵ ربیع الاوّل ۷۹۱ھ (۲۳ اپریل ۱۳۸۹ء) سلطان محمد شاہ نے کوشک جہاں نما میں اقامت کی ابوبکر فیروز آباد میں معہ اپنی سپاہ اور متعلقین کے تھا۔ ۲ جمادی الاول کو شہر کے کوچہ و بازار میں ان دونوں بادشاہوں کے لشکروں میں ہنگامہ کارزار گرم ہوا۔ اُسی دن بہادر ناہر میواتی معہ اپنے لشکر کے ابوبکر سے آن ملا جس سے اُسکو بڑی تقویت ہوئی۔ پھر دوسرے روز شہر میں ان دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی سلطان محمد کو شکست ہوئی۔ وہ اپنے ملکوں کی طرف بھاگا۔ دو ہزار سوار سمیت جمنا پار اُتر کر دوآبہ میں گیا۔ یہاں سے اپنے بیٹے شاہزادہ ہمایوں خاں کو سپاہ جمع کرنے کے لئے سامانہ بھیجا۔ ملک زین الدین ابورجا اور رائے کمال الدین بھی اور رائے گل چند بھٹی کو اُسکے ہمراہ

کیا اور خود گنگا کے کنارہ پر جلیسر میں مقیم ہوا امراء ہند جیسے کہ ملک سرور شحنہ و شہر و ملک الشرق وناصر الملک والی ملتان اور خواص الملک والی بہار اور رائے سرور اور رڈسا او رزانا پچاس ہزار سوار اور بہت سے پیادے لیکر سلطان محمد سے آن ملے۔ ملک سرور کو خواجہ جہان کا خطاب ملا اور وہ وزیر ہوا اور باقی امراء کو خطاب عنایت ہوئے۔

ماہ شعبان ۷۹۱ھ میں سلطان محمد نے پھر دہلی پر چڑہائی کی۔ ابوبکر سے کنڈالی میں صف آرائی اور لڑائی ہوئی سلطان محمد کو شکست ہوئی۔ اُسکے لشکر کا بہت مال اسباب ابوبکر کو ہاتھ لگا اُسنے تین کوس تک سلطان محمد کا تعاقب کیا۔ یہ جالیسر میں آیا وہ دہلی میں گیا۔

بندگان فیروز شاہی مختلف اضلاع اور شہروں میں رہتے تھے جیسے کہ ملتان۔ لاہور۔ سامانہ۔ حصار و قلعہ ہانسی میں ایک ہی تاریخ ۱۹ رمضان ۷۹۱ھ کو سلطان محمد کے حکم سے سب کے سب بیگناہ امیروں کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ جب ہندوؤں نے دیکھا کہ مسلمانوں میں باہم یہ کٹا چھنی ہو رہی ہے تو انہوں نے جزیہ دینے اور باجگزاری سے ہاتھ کھینچا اور اپنا زور بڑہایا اور مسلمانوں کے شہروں کو دہمکایا۔

محرم ۷۹۲ھ (جنوری ۱۳۹۰ء) کو شاہزادہ ہمایوں خاں نے ملوک اور امراء کو جمع کیا جنکو حکم تھا کہ اُسکے ماتحت کام کریں جیسے سامانہ کا امیر غالب خاں تھا اور رائے امیر وہ پانی پت میں خیمہ زن ہوا۔ اور نواح دہلی کو تاخت و تاراج کیا جب ابوبکر کو اُسکی خبر ہوئی تو اُس نے ملک شاہین عماد الملک کو چار ہزار سوار اور بہت سے پیدلوں کے ساتھ پانی پت بھیجا اور پانی پت کے قریب موضع بسانہ میں دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی۔ ابوبکر کو فتح ہوئی۔ سامانہ کو ہمایوں خاں اُلٹا بھاگا۔ لشکر کا سب سامان دشمنوں کے ہاتھ آیا سلطان محمد کو جب بار بار شکست ہوئی تو وہ بڑا مردہ دل ہو گیا اور سمجھ گیا کہ میرا لشکر دشمن سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مگر دار السلطنت کے ملوک اور سپاہی اور رعایا اُسکے طرفدار تھے۔ اِس سبب سے ابوبکر بھی اپنے دشمن کا تعاقب شہر کو چھوڑ کر بخوف خطر نہیں کر سکتا تھا۔

ماہ جمادی الاول ۷۹۱ھ ابوبکر سپاہ کو جمع کر کے جلیسر کی طرف چلا گیا۔ دہلی سے جب وہ بیس کوس پر خیمہ زن ہوا تو سلطان محمد کو اُسکی خبر ہوئی تو وہ اپنے سپاہ اور بہیر بنگاہ کو جلیسر میں چھوڑ چار ہزار سوار کے ساتھ دہلی کو روانہ ہوا شہر کے بدایوں دروازہ پر بہرہ اُسکا مزاحم ہوا مگر حملہ آوروں نے

دروازہ میں آگ لگا دی اور شہر کے محافظوں کو بھگا دیا۔ سلطان محمد اِس دروازہ سے شہر میں داخل ہو کر ہمایوں کے محل میں اُترا۔ شہر کے سارے وضیع و شریف و بازاری اُس سے آنکر ملے جب ابوبکر کو اسکی خبر ہوئی تو وہ لشکر سمیت دہلی میں اُسی دروازہ سے داخل ہوا اور ملک بہاؤالدین جو دروازہ کا محافظ تھا قتل ہوا جب سلطان محمد کو اُسکی خبر ہوئی تو وہ محل کے چور دروازہ سے نکلکر جالیسر کو چلتا بنا۔ جو امرا و ملوک اُسکے ساتھ بھاگ نہ سکے وہ اسیر ہوئے کچھ قتل ہوئے کچھ قید خانہ میں بھیجے گئے خلیل خاں نائب باربک اور ملک اسمٰعیل فیروز شاہ کا نواسہ قتل ہوا۔

ماہ رمضان میں مبشر حاجب سلطانی قدیمی بندگان فیروز شاہی کے ساتھ ملکر ابوبکر کے برخلاف ہوا اور سلطان محمد کے ساتھ سازش شروع کی اسکی وجہ کچھ معلوم ہوئی کہ کیا تھی۔ جب ابوبکر کو یہ فساد معلوم ہوا تو وہ اُسکو کسی طرح دبا نہیں سکتا تھا وہ دہلی سے معہ خاص اپنے معتمدوں کے باہر نکلکر بہادر ناہر کے کوٹلہ کو چلا گیا۔ ۱۷ رمضان کو ۷۹۲ھ کو ملک بشیر اور باقی امیروں نے سلطان محمد کو ابوبکر کے بھاگنے کی اطلاع دی۔ تیسری دن ۱۹ رمضان کو سلطان محمد جلیسر سے چلکر دہلی میں داخل ہوا۔ اور کوشک فیروز آباد میں سر پر تاج رکھا۔ بشیر حاجب وزیر مقرر ہوا اور اسلام خاں کا خطاب اُسکو ملا۔ دارالسلطنت کے باشندے اور سپاہی سلطان سے آن ملے۔

چند روز بعد جب سلطنت کو کچھ تقویت ہوئی تو بادشاہ نے ہاتھیوں کو جو غلامان فیروز شاہی کے تصرف میں تھے چھین کر اپنے فیل خانوں کے حوالہ کئے۔ اِسلئے یہ غلام آزردہ خاطر ہو کر رات کو معہ اہل و عیال سلطان ابوبکر پاس چلے گئے یہ غلام مصر کے غلاموں کی تقلید کرتے تھے کہ ایک زمانہ میں وہ ایسے صاحب اختیار ہوگئے تھے جسکو چاہتے مارڈالتے جسکو چاہتے بادشاہ بناتے۔ مشہور ہے کہ سلطان نے حکم دیا کہ غلامان فیروز شاہی میں سے جو تین دن سے زیادہ شہر میں رہے اُسکی جان و مال سبیل ہے۔ بہت سے تو شہر بدر ہوگئے اور جو نہ گئے وہ گرفتار ہو کر قتل کئے گئے۔ جان بچانے کے لئے بعض نے یہ کہا کہ ہم غلام نہیں بلکہ اصیل ہیں اُن سے بادشاہ نے لفظ کھرا کھری کا کہوایا جس نے بادشاہ کی مرضی کے موافق اِن الفاظ کا تلفظ ادا کیا وہ قضا سے بچگیا اور جسکے منہ سے بنگالہ اور پورب کے لہجہ سے یہ لفظ نکلا وہ اجل کے منہ میں پڑا۔ اِس تلفظ نے سینکڑوں بیگناہ پردیسیوں کو موت کے منہ میں ڈالا۔

امرا اور ملوک کے ملنے سے سلطان کی سلطنت کو تقویت ہوئی شاہزادہ ہمایوں خاں اور اسلام خان

اور اور رامرا ابوبکر اور قدیمی بندگان فیروز شاہ کے مغلوب کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ وہ محرم ۷۹۲ھ میں مہندواڑی پہونچے۔ یہاں ابوبکر اور بہادر ناہر اور قدیمی بندگان فیروز شاہی نے لشکر کو جمع کر کے اُن پر حملہ کیا اور کچھ آدمیوں کو قتل کیا مگر اسلام خان نے اوّل ہی حملہ میں دشمنوں کو ایسی شکست دی کہ ابوبکر اور بہادر ناہر دونوں عفو تقصیر کے خواستگار ہوئے دونوں سلطان کے پاس آئے۔ بہادر ناہر کو خلعت عنایت کر کے رخصت کیا۔ ابوبکر قلعہ میرٹھ میں مقید ہوا۔ ۲۰ ذی الحجہ ۷۹۲ھ کو اِس قید سے چھوٹ کر زندان عدم میں قید ہوا۔ سلطان اٹاوہ میں گیا۔ یہاں راجہ ناہر سنگھ ملازمت میں حاضر ہوا خلعت اُسکو مرحمت ہوا اور سلطان جمنا کے کنارہ کنارہ سفر کرتا ہوا دہلی آیا۔

۷۹۴ھ ۱۳۹۲ میں ناہر سنگھ اور سرواد ہرن سنگھ اور بیر بھان نے بغاوت اختیار کی۔ بادشاہ نے ناہر سنگھ کی سرزنش کے لئے اسلام خاں کو بھیجا اور سرواد ہرن سنگھ کی سرکوبی کے لئے خود آیا اسلام خاں نے ناہر سنگھ کو ایسی شکست دی کہ وہ ہاتھ جوڑتا اور پانوں پڑتا اسلام خاں پاس آیا۔ اُسکو وہ دہلی میں بادشاہ پاس لایا۔ سرواد ہرن نے شہر بلدرام پر حملہ کیا۔ مگر سلطان کے قریب آنے سے وہ قلعہ اٹاوہ میں محصور ہوا جب سلطان یہاں بھی آیا تو کچھ لڑائی کے بعد ناہر سنگھ اٹاوہ سے بھاگ گیا قلعہ کو سلطان نے مسمار کرایا اور قنوج میں وہ گیا اور گنگا پار جا کر قنوج اور دلمؤ کے سرکشوں کو دُرست کیا اور پھر وہ جلیسر کو آیا۔ یہاں قلعہ تعمیر کیا اور اُسکا نام محمد آباد رکھا۔ ماہ رجب ۷۹۴ھ میں خواجہ جہاں کا نوشتہ آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ اسلام خاں کا ارادہ ہے کہ باغی ہو کر لاہور و ملتان جاسکے اور وہاں فساد مچائے سلطان اِس خبر کو سنکر جلیسر سے دہلی میں آیا اسلام خاں سے حقیقت حال کا استفسار کیا اُس نے انکار کیا مگر اوسکے بھتیجے ہندو وجاجو نے عداوت کے سبب سے جھوٹی گواہی دی سلطان نے اسلام خاں کو قتل کیا۔ وزارت خاں جہاں کو دی۔ اور ملک مقرب الملک کو لشکر کے ساتھ محمد آباد بھیجدیا۔

۷۹۵ھ ۱۳۹۳ میں سلطان پاس خبر آئی کہ سرواد ہرن اور جیت سنگھ راہٹور۔ بیر بھان مقدم بھانو گانوں (بھو گانوں) اور اپنے چند مقدم چاند و نے سرکشی کی ہے سلطان نے ملک مقرب الملک کو اِس فساد مٹانے کے لئے مقرر کیا جب فریقین آمنے سامنے ہوئے مقرب الملک نے ازراہ صلح اِن راجپوتوں سے قول و قرار کر کے مطیع اور منقاد اُنکو کیا۔ اور قنوج اُنکو لیگیا اور دغا سے اُنکو قتل کیا۔ مگر رائے سرواد ہرن اُسکے فریب سے نکلکر اٹاوہ بھاگ گیا اور مقرب الملک محمد آباد میں آگیا شوال ۷۹۵ھ میں سلطان نے

میوات کو تاخت و تاراج کیا اور محمد آباد سے جالیسر میں جاکر بیمار ہوگیا۔ اس بیماری کی حالت میں اُسے خبر آئی کہ دہلی کے نواح میں دہات کو بہادر ناہر نے لوٹا ہے۔ باوجود ضعف و نقاہت کے وہ میوات میں آیا اور کوٹلہ میں پہونچا۔ بہادر ناہر لڑنے کو آیا اور شکست کھاکر کوٹلہ میں بھاگ گیا۔ یہاں بھی نہ ٹھیر سکا تو پناچھر میں چلا گیا۔ سلطان محمد آباد میں آیا کہ اپنی عمارات کو جنکی بنیاد اُس نے ڈالی تھی تمام کرے کہ اُسکی علالت زیادہ ہوگئی۔

ربیع الاول ۷۹۶ھ میں اُس نے شاہزادہ ہمایوں کو شیخا گکھر کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا اُسنے لاہور میں بغاوت اختیار کی تھی۔ شاہزادہ لاہور جانے کو ہی تھا کہ سلطان محمد نے ۱۷ ربیع الاول (بارہ وفات کے) مہینے میں وفات پائی اور اپنے باپ کی بغل میں قبر میں جا سویا۔ شاہزادہ نے شہر میں توقف کیا سلطان محمد شاہ نے چھ سال سات مہینہ سلطنت کی۔

اس بادشاہ کے عہد میں یہ باتیں قابل غور ہیں۔ اول یہ کہ دہلی کے ان دو مسلمان بادشاہوں کے ہندو بڑے طرفدار اور ہوا خواہ تھے۔ اور بڑی گرمجوشی کے ساتھ اُنکی طرف سے لڑائی میں اپنی جان لڑاتے تھے۔ راے سرور اور بہت سے ہندو راے و رانا سلطان محمد شاہ ناصر الدین کا دم بھرتے تھے ناہر بہادر میواتیوں کو ساتھ لیکر ابوبکر کی طرف جان لڑاتا تھا۔ غرض مسلمان بادشاہوں کی سلطنت کو ہندو تقویت دیتے تھے۔ دوم یہ کہ جب سے سلطنت ہند کا تعلق غور سے منقطع ہوا اور خاندان تغلق سے تعلق ہوا تو اُسی زمانہ سے ہندؤں اور ہندوستان زاد مسلمانوں کی قدر و منزلت بڑھتی چلی گئی اور اس بادشاہ کے عہد میں اُسکا اور زیادہ تر عروج ہوا اسکے بڑے بڑے سردار ہندو مسلمان ملے جلے تھے۔ سوم یہ کہ اُسکے عہد میں بڑی بڑی خرابیاں اور پریشانیاں وقوع میں آئیں ہر جگہہ سلطنت میں ضعف آگیا سلطنت کا ڈھچر بگڑ گیا وہ ہچر مچر کرنے لگا۔

ذکر سلطنت سلطان سکندر شاہ بن ناصر الدین محمد شاہ

جب سلطان محمد ناصر الدین نے آخرت کا سفر کیا تو اُسکا منجھلا بیٹا ہمایوں خاں تین روز تک باپ کی شرائط تعزیت بجا لایا اور پھر ۱۹ ربیع الاول ۷۹۶ھ کو کل اُمرا نے اتفاق کرکے اُسکو تخت سلطنت پر بٹھایا۔ اور سکندر شاہ خطاب دیا خواجہ جہاں وزیر ہوا۔ اور کل ارباب دخل بدستور سابق بحال رہے۔

بادشاہ ہوتے ہی سکندر شاہ بیمار پڑا اور ایک مہینہ سولہ دن سلطنت کر کے ۵ جمادی الاول ۷۹۶ھ
کو حوض خاص کے پاس قبر کی خوابگاہ مین سویا۔

ذکر سلطنت سلطان ناصرالدین محمود شاہ پسر خرد محمد شاہ ناصرالدین

جب سکندر شاہ نے وفات پائی تو اکثر امرا مثل غالب خان حاکم سامانہ رائے کمال میانی و
مبارک خان و ملاجون و خواص خان حاکم اندرپی و کرنال نے شہر سے باہر نکل کر یہ ارادہ کیا
کہ شہزادہ محمود کی اجازت کے بغیر اپنی اپنی جاگیرون کو چلے جائین۔ خان جہان کو اس کی خبر ہوئی
تو وہ ان سب کو دلاسا دیکر دہلی مین لایا پندرہ روز امرا مین صلاح و مشورہ ہوتا رہا کہ کس کو بادشاہ
بنائیے آخرکار خواجہ جہان کی حسن سعی سے ۲۰ جمادی الاول ۷۹۶ھ کو قصر ہمایون مین ناصرالدین محمود
شاہ کا چھوٹا بیٹا محمود تخت سلطنت پر بیٹھا۔ سلطان ناصرالدین محمود شاہ اُس کا لقب ہوا خواجہ جہان
اپنے عہدہ وزارت پر بدستور قایم رہا۔ مقرب الملک کو مقرب خان کا خطاب ملا اور وکیل سلطنت و
امیرالامرا مقرر ہوا اور عبدالرشید سلطانی کو سعادت خان کا خطاب ملا اور باربک مقرر ہوا۔ ملک سارنگ خان
دیبالپور کا حاکم مقرر ہوا اور ملک دولت خان دبیر و عارض ملک عمادالملک مقرر ہوا۔ دربار شاہی
مین ایسا انقلاب آ گیا تھا اور سلطنت دہلی کی استقامت مین زلل پڑ گیا تھا اس بادشاہ کی قدرت سے باہر
تھا کہ اس بگڑی ہوئی سلطنت کو سنبھال لیتا اور سلطنت کا جو رعب و داب اُٹھ گیا تھا اُس کو بحال
کرتا دلی کی سلطنت مین اب کچھ دم باقی نہین رہا تھا پورب مین ہندوؤن نے شورش برپا کر رکھی
تھی۔ جونپور اور اُس کے نواح مین زمینداروں نے وہ غلبہ پایا تھا کہ وہان انتظام کچھ نہ تھا بادشاہ
نے خواجہ جہان کو ملک الشرق کا خطاب دیکر قنوج سے بہار تک کا انتظام سپرد کیا۔ اور ماہ رجب
۷۹۶ھ مین ۲۰ زنجیر فیل اور بڑا لشکر دیکر رخصت کیا۔ یہ ملک الشرق۔ اٹاوہ۔ کوئل اور نواح قنوج
کے سرکشون کو مطیع بناتا ہوا جونپور مین پہونچا۔ بتدریج اس کو اقطاع قنوج۔ کڑا اودہ۔ سندیلہ
دلمؤ۔ بہرایچ۔ بہار۔ ترہت مل گئے۔ ان دیارمین اُس نے پورا انتظام کیا۔ سارے زمینداروں
کو مطیع کیا اور بعض حصار جو خراب پڑے تھے اُنکو از سر نو تعمیر کیا۔ رائے جاج نگر و بادشاہ لکھنوتی
وہ پیشکش اور ہاتھی جو سلطان فیروز شاہ پاس ہر سال بھیجا کرتے تھے اُس پاس بھیجنے لگے (یہ ابتدا

جونپور کی سلطنت شرقی کی تھی جس کا بیان آگے لکھا جائیگا۔ اسی سال میں سارنگ خان دیپالپور اور ملتان کے
اقطاع کے نظم و نسق کے لئے اور شیخا گکھر کے فساد کے مٹانے کیلئے بھیجا گیا وہ شعبان کے مہینہ میں دیپالپور
پہونچا۔ یہاں لشکر کا اہتمام کیا ذیقعدہ ۷۹۶ھ میں رائے کمال چند بھٹی۔ رائے داؤد کمال میانی اور ملتان
کی سپاہ کو ہمراہ لیکر اور ستلج و بیاس کو عبور کرکے لاہور سے بارہ کوس پر آن پہونچا۔ شیخا گکھر نے بھی دیپالپور
اور اجودھن کے ہمسایہ میں تاخت و تاراج شروع کر رکھی تھی جب اس کو سارنگ خان کی خبر ہوئی
کہ وہ ہندوپت سے گذر گیا تو راتوں ہی کو لاہور میں آیا اور لاہور سے سامو تھلا کے مقام میں خان
اور شیخ میں ہنگامۂ جنگ برپا ہوا جس میں شیخ کو خان سے شکست ہوئی اور لاہور میں وہ آکر اپنا اختر
بختر لے کر کوہ جود پر روانہ ہوا۔ دوسرے روز سارنگ خان نے لاہور پر قبضہ کر لیا اور ملک کندھو اپنے
بھائی کو عادل خان کا خطاب دیکر لاہور تفویض کیا اور خود دیپالپور میں چلا آیا۔ ماہ شعبان ۷۹۶ھ کو بادشاہ
نے فیلخانہ اور خاندان شاہی مقرب الملک مقرب خان کو حوالہ کیا۔ اور خود سعادت خان باربک کو ساتھ
لیکر بیانہ و گوالیار کیطرف روانہ ہوا۔ شاہ گوالیار کے قریب پہونچا۔ ملک علاء الدین دھروال و ملک راجو
اور ملو خان برادر سارنگ خان نے سازش کی کہ سعادت خان کو مار ڈالیں مگر اس سازش کی خبر
سعادت خان کو ہوگئی تو اس نے مبارک خان اور علاء الدین کو تو پکڑ کر وہیں پیوند زمین کیا مگر ملو خان
بھاگ کر دہلی میں مقرب خان کے پاس آگیا تین مہینے بعد سلطان ناصر الدین اپنے سفر سے دہلی کے قریب
آیا تو مقرب خان بادشاہ کے استقبال کو گیا۔ مگر ملو خان ملقب بہ اقبال خان کی پناہ دینے سے
اسکو معلوم ہوا کہ بادشاہ کے دل میں اس کی طرف سے غبار ہے اس لئے وہ بلطائف الحیل الٹا دہلی میں
چلا آیا اور لڑائی کا سامان تیار کرنے لگا۔ سلطان نے سعادت خان کو ہمراہ لیکر شہر کا محاصرہ کیا تین
مہینے تک صرف سعادت خان کی خاطر سے یہ ہنگامہ جنگ برپا رہا۔ مقرب خان کے ہواخواہوں نے بادشاہ
کو یہ پٹی پڑھائی۔ کہ محرم ۷۹۶ھ میں اسکو سعادت خان سے جدا کرکے دہلی میں مقرب خان پاس لے آئے مگر
ہاتھی اور گھوڑے اور اسباب سلطنت سب سعادت خان پاس رہا۔ بادشاہ کے آنے سے مقرب خان
کو بڑی تقویت ہوئی وہ دوسرے روز سعادت خان سے لڑنے کو نکلا مگر شکست پائی اور مراجعت
پر مجبور ہوا اور اس کا لشکر بڑا دل شکستہ ہوا مگر سعادت خان بھی قلعہ کو نہیں لے سکا حوض خاص پر
اس کے خیمے ڈیرے پڑے تھے اس نے دیکھا کہ حصار دہلی نہایت استوار ہے اس کا تسخیر کرنا

دشوار ہے برسات کا موسم سر پر آگیا ہے اس لئے وہ محاصرہ چھوڑ کر فیروز آباد مین چلا گیا اور اپنے ہوا خواہ امرا سے یہ مشورہ کرکے یہ امر قرار پایا کہ فیروز شاہ کی اولاد مین سے کسیکو فیروز آباد مین بادشاہ بنانا چاہئے مقرب خان نصرت خان بن فتح خان بن سلطان فیروز شاہ میوات مین تھا اُس کو بلاکر ماہ ربیع الاول ۷۹۸ھ مین فیروز آباد مین تخت سلطنت پر بٹھا دیا۔ اور نصرت شاہ اسکا خطاب رکھا۔ جب نصرت شاہ نے دیکھا کہ بادشاہ سعادت خان کے ہاتھ کی کٹ پتلی ہے تو انہون نے مکر و حیلہ کرکے نصرت شاہ کو سعادت خان سے جدا کیا اور ایک جمعیت کو ساتھ لیکر سعادت خان کے سر پر جا چڑھے وہ بالکل غافل تھا۔ اس مین اس وقت مقابلہ کی طاقت نہین تھی۔ اس لئے وہ دہلی مین مقرب خان پاس چلا گیا جس نے اُس کو چند روز بعد دغا سے مار ڈالا۔ اب نصرت شاہ کے فیروز آباد مین یہ امیر ہوا خواہ تھے اور انہون نے از سر نو اُس سے بیعت کی۔ محمد مظفر وزیر۔ شہاب ناہر۔ ملک فضل اللہ بلخی خانہ زادان فیروز شاہی محمد مظفر کو تاتار خان کا خطاب دیکر وکیل اور وزیر مقرر کیا۔ اب دہلی اور فیروز آباد مین دو بادشاہ تھے۔ تماشا تھا کہ ایک جوتے مین دو پاؤن اور ایک آستین مین دو ہاتھ تھے شطرنج کی طرح ایک بساط پر دو بادشاہ تھے مقرب خان نے بہادر ناہر کو جمعیت تمام کے ساتھ دہلی کہنہ کے قلعہ مین حاکم مقرر کیا اور ملو خان کو اقبال خان کا خطاب دیکر سیری کا قلعہ سپرد کیا۔ اب دہلی اور فیروز آباد مین پانچ کوس کا فاصلہ تھا۔ اُن کے درمیان روز لڑائیان ہوتین بازار اور گلیان ہندو مسلمانون کے خون سے لال ہوتین۔ کوئی غالب و مغلوب نہ ہوتا۔ لڑائی ترازو کی تول رہتی نصرت خان کے پاس تو اضلاع دوآب و اقطاع سنبھل و پانی پت۔ جھجر۔ رہتک قبضے مین تھے۔ اور سلطان محمود پاس سواد دہلی اور سیری کے قلعون کے اور ملک نہ تھا۔ ان بادشاہون کے امراء و ملوک مین ہر ایک اپنی ولایت مین خود سر حاکم و فرمانروا تھا۔ تین برس تک ان دونو بادشاہون مین یہ سخت لڑائیان رہین کبھی دہلی والے فیروز آباد والون پر اور کبھی فیروز آباد والے دہلی والون پر غالب آتے۔ ان دونون شہرون کا یہ حال تھا ؎

چو جوان علیوار نے کشش مہ مادہ و کشش مہ نر است

خضر خان و سارنگ خان کی لڑائی

سارنگ خان دیپال پور اور لاہور مین سلطان محمود کی طرف سے حاکم تہا۔ اُس نے سنہ ۷۹۸ھ مین خضر خان حاکم ملتان سے پرخاش شروع کی۔ ملک مردان بہٹی کے غلام سارنگ خان سے جا ملے تہے اُن کی معاونت سے سارنگ خان نے ملتان پر قبضہ کر لیا۔ رمضان سنہ ۷۹۹ھ مین بہت سی سپاہ جمع کر کے وہ سامانہ پر چڑہ گیا۔ اور امیر غالب خان کا محاصرہ کیا۔ جب غالب خان نے دیکہا کہ اب مجہ مین تاب مقابلہ کرنیکی نہین تو وہ کچہ تہوڑے پیادون اور سوارون کو لیکر پانی پت مین تاتار خان پاس چلا آیا۔ سلطان ناصر شاہ (نصرت شاہ) نے یہ سُنا تو اُس نے ملک الماس غلامون کے سپہ سالار کو دس ہاتہون اور کچہ سپاہ کے ساتہ پانی پت تاتار خان پاس بہیجا۔ کہ وہ سامانہ پر چڑہ کر سارنگ خان سے سامانہ کو غالب خان کو دلا دے۔ ۵ محرم سنہ ۸۰۰ھ موضع کوٹلہ کے قریب سارنگ اور تاتار خان مین لڑائی ہوئی اور تاتار خان کو فتح ہوئی اور سارنگ خان ملتان کی طرف بہاگا۔ اس کے پیچہے تاتار خان خود تلونڈی تک گیا۔ اور پہر آگے اُس کے تعاقب مین رائے کمال الدین میانی کو روانہ کیا۔

ملو اقبال خان کا اقبال چمکنا

ماہ شوال سنہ ۸۰۰ھ مین نصرت شاہ کی خدمت مین اقبال خان آیا اور شیخ قطب الدین بختیار کاکی رح کے مزار پر کلام مجید درمیان رکہا گیا۔ اور آپس مین عہد و پیمان ہوئے وہ نصرت شاہ کو لشکر و فیل کے ساتہ حصار جہان پناہ مین لے گیا۔ پرانی دلی مین مقرب بہادر ناہر کے ساتہ متحصن تہا تیسرے روز اقبال خان اپنے قول و قسم سے پہر گیا اور سلطان نصرت شاہ پر حملہ آور ہوا۔ بادشاہ اُس کا مقابلہ نہ کر سکا کچہ آدمیون اور ہاتہیون کے ساتہ فیروز آباد مین گیا۔ اقبال نے اس کا تعاقب کیا اور سب ہاتہیون کو چہین لیا۔ نصرت شاہ مع اہل و عیال فیروز آباد سے بہاگ کر جمنا سے پار ہو کر پانی پت مین اپنے وزیر تاتار خان پاس چلا گیا۔ فیروز آباد پر اقبال خان کا قبضہ ہو گیا۔ ان دونون مین دو مہینے تک لڑائی ہوتی رہی ان دونون کے درمیان امیرون نے پڑکر صلح کرا ئی۔ نصرت خان جہان پناہ مین سلطان محمود کے ساتہ داخل ہوا۔ اور اقبال خان سیری مین آیا۔ اقبال خان نے اس دفعہ بہی اپنے عہد کا خیال کچہ نہ کیا۔ اور دفعتہً مقرب الملک پر چڑہ گیا۔ اور بڑی بیرحمی سے اُسے مار ڈالا اب سارے کام سلطنت کے خود کرنے لگا۔ اور سلطان محمود کو نام کا بادشاہ بنا رکہا ماہ ذیقعدہ سنہ ۸۰۰ھ مین

اقبال خان پانی پت مین تاتارخان سے لڑنے گیا۔ تاتارخان قلعہ پانی پت مین چند فیل چھوڑ کر دوسرے راہ سے دہلی مین آکر اُس پر حملہ آور ہوا۔ اقبال خان نے پانی پت کو تیسرے روز فتح کر لیا اور تاتارخان کے ہاتھی اور اسباب اُس کو ہاتھ لگے۔ مگر تاتارخان نے ہر چند کوشش کی قلعہ دہلی کو نہ فتح کر سکا اور پانی پت کی فتح سے بد دست و پا ہو کر گجرات مین اپنے باپ ظفرخان پاس چلا گیا تاتارخان کا ایک قریب کا رشتہ دار نصیرالملک اقبال سے مل گیا اُس کو عادل حسان کا خطاب اور اقطاع دوآب عنایت ہوئے۔ غرض اقبال خان کا ایسا اقبال چمکا کہ وہ ہی سلطنت کا بالکل مالک ہو گیا اور انتظام سلطنت مین مصروف ہوا۔

امیر تیمور کا مشورہ ہندوستان پر حملہ کرنے کے باب مین

تیمور خود لکھتا ہے کہ جب مین نے سنا کہ جو مسلمان کافر کو قتل کرتا ہے وہ غازی ہوتا ہے اور جو مسلمان کفار کے ہاتھ سے مارا جاتا ہے وہ جنت مین جاتا ہے تو مجھے کفار سے لڑکر غازی بننے کا خیال دل مین پیدا ہوا اور مین نے کفار سے لڑنے کا ارادہ مصمم کیا۔ مگر ابھی مین مذبذب تھا کہ چین کو فتح کرون یا ہندوستان کو تسخیر کرون۔ اس مطلب کے لئے مین نے قرآن شریف مین فال دیکھی تو یہ آیت نکلی جسکا ترجمہ یہ ہے کہ اے پیغمبر تو کفار و مشرکون سے لڑ اور اُن کے ساتھ سختی کر میرے بڑے بڑے افسرون نے مجھسے یہ کہا تھا کہ ہندوستان مین شرک و کفر رہتے ہین مین نے بحکم الٰہی یہ ارادہ کیا کہ ان سے مین جاکر لڑون اس لئے مین نے امیران کہن سال اور زیرکان جنگ کو حکم دیا کہ وہ میرے روبرو حاضر ہون۔ جب وہ سب جمع ہوئے تو مین نے اُن سے کہا کہ خدا و رسول کے حکم کے موافق مجھپر فرض ہے کہ کافرون اور مشرکون سے غزا اور جہاد کرون۔ اب تم سے مین یہ پوچھتا ہون کہ اول ہندوستان پر حملہ کرون یا چین پر۔ انھون نے کچھ نقلیں اور دانشمندانہ حکایتین بیان کر کے کہا کہ ہندوستان کی فتح کے چار موانع و عوائق ہین جو حملہ آور ان کو اُٹھا دیگا وہ ہندوستان کو فتح کریگا۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔ اول مانع اُس کے وہ پانچ بڑے بڑے دریا ہین جو کشمیر کے پہاڑ سے نکلتے ہین۔ اور ملک سندھ مین بہتے ہین اور بحر عرب مین جاکر گرتے ہین ان کے گرداب طوق گردن اور اُن کی افواج امواج زنجیر پا عبور کرنے والون کی ہوتی ہین۔ بغیر کشتیون اور پلون کے

اُسلئے عبور کرنا دشوار ہے۔ دوم اس کے گھنے گھنے جنگل اور درختان ایسے گنجان اور شاخ در شاخ ہین
جو ملک کے اندر مشکل سے گذر ہونے دیتے ہین۔ سوم ان جنگلون مین مستحکم مقامات ہین سپاہ و زمیندار
امیر۔ راؤ۔ راجہ۔ مہاراجہ رہتے ہین وہ ان میون بین شیرون و درندون کا حکم رکھتے ہین۔ انکے پنجے سے
بچکر نکلنا مشکل ہی۔ چہارم ہاتھی ہین جنکو لڑائی مین یہان کے فرمانروا برگستوان اور چار آئینون سے
آراستہ کرتے ہین اور اپنے سپاہ ہین سب سے آگے انکو رکھتے ہین اور انپر بڑا بھروسہ کرتے ہین اور
انکو ایسا سکھاتے ہین کہ گھوڑے کو معہ سوار کے وہ سونڈ مین پکڑکر اٹھا لیتے ہین اوڑ ہین جیکر دیکر زمین
پر پٹک دیتے ہین دھنیا جسطرح روئی کو اُڑاتا ہے اس طرح وہ اپنی سونڈون سے آدمیون کو اُڑاتے
ہین اور جیسے کہ شیر اپنے پنجہ سے ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے ایسے وہ اپنے دانتون سے آدمیون کو
پارچے کرتے ہین۔ گھوڑے انکی صورت دیکھتے ہی بھاگتے ہین دم بھر نہین کھڑے رہتے بعض امرا
نے یہ کہا کہ سلطان محمود غزنوی نے تیس ہزار سوارون سے ہندوستان کو فتح کرلیا۔ اور اُس
کے اضلاع مین اپنے ملازمون کو فرمانروا بنا دیا۔ اور کئی ہزار خروار سونے چاندی جواہر کے اس ملک
سے لے لئے۔ اور سوا اسکے ہندوستان کو اپنا باقاعدہ باجگذار بنا لیا۔ کیا ہمارا امیر سلطان امیر
محمود سے کم ہے ہرگز نہین بہ عنایت الٰہی اُس کے ہمرکاب تاتاری لاکھ سوار ہین اگر وہ ہندوستان کا
عزم مصمم کریگا تو خدا اسکو فتح دیگا۔ اور وہ غازی مجاہد فی سبیل اللہ کہلائیگا اور ہم اس غازی
کے ہمراہ ہونگے۔ اور سپاہ راضی ہوگی اور دولت سے خزانہ معمور ہوگا۔ ہندوستان کی دولت سے
ہمارا امیر جہان کا فتح کرنیوالا ہوگا۔ اور دنیا کے بادشاہون مین سب سے زیادہ نامور۔

اسوقت مرزا شاہرخ نے یہ کہا کہ ہندوستان ایک وسیع ملک ہے اسکو جو سلطان فتح کرتا ہے
وہ چار دانگ زمین پر بزرگ و معظم ہوجاتا ہے۔ اگر ہمارا امیر ہندوستان کو فتح کرلیگا تو ہم ساتون
اقلیم کے فرمانروا ہو جائینگے۔ پھر اُس نے یہ کہا کہ مین نے فارسی کی تاریخون مین پڑھا ہے کہ سلاطین
ایران کے زمانہ مین ہندوستان کے بادشاہ کو راے کہتے تھے اور اسکو بڑا صاحب شان و شکوہ جانتے
تھے روم کے بادشاہ کو قیصر اور ایران کے سلطان کو کسرے تاتار کے بادشاہ کو خاقان اور چین کے
[illegible] کہتے ہین ایران اور توران کے سلطان کو شہنشاہ کہتے ہین اور شہنشاہ
کا حکم سب سے بالادست ہندوستان کے راجاؤن اور امرا پر رہا ہے۔ اب ہم بعنایت الٰہی

ایران اور توران کے شہنشاہ ہین اگر ہم ہندوستان کے فرمانروا نہون تو نہایت افسوس و شرم کا مقام ہے اس شاہزادہ کی گفتگو سے مین نہایت خوش ہوا۔شاہزادہ محمد سلطان نے کہا کہ کل ہندوستان سونے اور جواہر سے بھرا پڑا ہے۔اور اس مین سترہ کانین سونے۔چاندی۔ہیرے۔لعل۔زمرد۔لوہے۔فولاد۔تانبے۔پارہ وغیرہ کی ہین۔اور وہان درخت ایسے پیدا ہوتے ہین کہ جنکا لباس خوب بنایا جا سکتا ہے۔اور نیشکر اور خوشبودار درخت ہوتے ہین اور ایسا ملک ہے کہ ہمیشہ سرسبز و شاداب رہتا ہے۔اور سارا ملک فرحت بخش و دلکش ہے۔مگر وہان کے باشندے مشرک۔بت پرست۔آفتاب پرست ہین۔اس لئے خدا و رسول کے حکم سے ہمپر اُس کا فتح کرنا واجب و فرض ہے۔

میرے وزیرون نے کہا کہ کل ہندوستان کی آمدنی چھ ارب ہے۔ہر ارب مین سو کروڑ اور ہر کروڑ مین سو لاکھ اور ہر لاکھ مین . . . . . اشقال چاندی۔بعض امرا نے یہ کہا کہ اگر خدا کے فضل و کرم سے ہم ہندوستان پر مظفر و منصور ہون گے تو وہان کبھی سکونت و بود و باش مستقل نہین رکھین گے۔اس لئے کہ وہان کا رہنا اپنی اولاد کو خاک مین ملا دینا ہے دو تین پشتون مین نہ ان مین شجاعت رہے گی۔نہ جلادت۔ضعف و ناتوانی مین ہندوون کے بھائی بند ہو جائین گے۔اس بات کو سنکر قشونات (سپاہ) کے افسرون کے کان کھڑے ہوئے اور دلمین اضطراب پیدا ہوا۔مین نے انکو سمجھایا کہ ہندوستان پر حملہ کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ بموجب شرع اسلام۔کافرون۔مشرکون۔اور بے دینون پر حملہ کرون اور وہان کے آدمیون کو اسلام سے مشرف کرون اور ملک کو شرک و کفر کی نجاست سے پاک صاف کرون۔اور مندرون کو ڈھاؤن بتون کو توڑون اور غازی اور مجاہد فی سبیل اللہ بنون۔گو مین نے یہ کہا مگر وہ اُس اندیشے سے جو اوپر بیان ہوا ہندوستان کے فتح کرنے پر دل سے راضی نہ ہوئے مگر مین نے اُن کی کچھ پروا نہ کی۔اسوقت اسلام کے دانشمند و عالم میرے پاس آئے اور انہون نے کفار و مشرکین کیتئے لڑنیکے مسئلہ کے باب مین گفتگو کرکے یہ اپنی رائے ظاہر کی کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کل مسلمانون اور سلطان اسلام کا ایمان ہونا چاہئے انکو اپنے مذہب کے احکام اور اپنی شریعت کی استقامت کے لئے حتے الوسع یہ کوشش اور سعی کرنی چاہئے کہ وہ اپنے

دین کے دشمنون کو محکوم اور مطیع کرین۔ اور یہ بہی ہر شخص مومن پر واجب ہی کہ اپنے اولی الامر کی اطاعت کرے۔ جب ان عالمونکا یہ کلام امرا اور سپاہ کے کانون مین پہونچا تو سب کے سب ہندوستان پر جہاد کرنیکے لئے آمادہ ہوگئے اور سب نے زو بر زمین ہوکر سورۂ فاتحہ پڑہی۔

جب مین اس مہم پر کمر بستہ ہوا تو مین نے اپنے مرشد حضرت شیخ زین الدین کو لکھا کہ اب میرا ارادہ ہندوستان پر جہاد کرنیکا ہے اُس نے میرے خط کے حاشیہ پر لکھا کہ ابو الغازی تیمور کو جسکی خدا مدد کرے معلوم ہو کہ اسلام سے تجکو دین دنیا کی سعادت حاصل ہوگی اور وہ آمد و رفت مین سلامت رہیگا اور اُس نے ایک بڑی تلوار بہیجی جسکو مین نے اپنا عصا بنایا۔ اسی عرصہ مین کابلستان کی سرحد سے شاہزادہ پیر محمد جہانگیر کی عرضی آئی۔ اس شاہزادہ کو قندہار تغلان۔ کابل غزنین۔ قندہار کی حکومت مینے دیکر کی تہی جب مین نے اس عرضی کو پڑہا تو اُس مین لکہا تہا کہ جیسے مین حضور کے حکم سے اس ملک مین آیا ہون شہنشاہ کے حکم عالی اور شورہ متعالی کے موافق مینے یہان کے آدمیون کے ساتھ سلوک و مدارات کی ہی اور جب مجہے ان ملکون سے اطمینان حاصل ہوا تو مین نے ہندوستان کے بعض اضلاع کی فتح کا ارادہ کیا۔ جب اس ملک کے حالات مینے دریافت کئے تو مجہے یہ معلوم ہوا کہ ہندوستان کے بادشاہون کا دار السلطنت دہلی ہی۔ اور سلطان فیروز شاہ کے مرنیکے بعد اُسکے امرا مین سے دو بہائی جنمین سے ایک کا نام ملو اور دوسریکا سارنگ ہی بالکل سلطنت کے کامونکا اختیار اپنے ہاتہون مین لئے ہین اور خود مختار ہوگئے ہین اور سلطان فیروز شاہ کے بیٹون مین سے سلطان محمود کو برائے نام بادشاہ بنا رکہا ہی اور حقیقت مین وہ خود ہی بادشاہ بن رہے ہین۔ بڑا بہائی ملو تو سلطان محمود کے پاس دہلی مین ہی اور ملک کی حفاظت کیلئے سارنگ ملتان مین رہتا ہی جب مجکو ان حالات پر اطلاع ہوئی تو شہنشاہ بزرگ کے طریقے کیموافق مینے ایلچی کے ہاتہ سارنگ پاس اس مضمون کا خط بہیجا کہ شہنشاہ نے جسکی فتوحات عظیم اور سلطنت کی وسعت کی خبرین تمام عالم مین مشہور ہین ان اضلاع مین کہ ہندوستان کی حدود پر واقع ہین مجہے حاکم مقرر کیا ہی اور یہ حکم دیا ہے کہ اگر ہندوستان کے فرمانروا تیرے پاس خراج لیکر حاضر ہون تو اُنکی جان و دولت و ریاست مین کچہہ مداخلت نہ کرنا لیکن اگر وہ اطاعت و فرمانبرداری مین غفلت کرین تو ہندوستان کی ولایتون کے فتح کرنے مین اپنی قوت و صولت کو دکہانا۔ پس اگر تجکو اپنی جان و دولت و مملکت عزیز ہو تو سالانہ خراج دینا قبول کر اور اگر نہین منظور ہو تو دیکہہ لیگا کہ مین اپنے قوی لشکر کے ساتھ وہان پہنچتا ہون

والسلام۔ جب ملتان میں سارنگ کے روبرو میرا ایلچی پہونچا تو اُس کی بہت سی تعظیم و تکریم اُس نے
کی مگر خط کا جواب یہ دیا "اگر آپ کے بازوؤں میں زور ہو تو ہم سے ملک کو چھین لیجئے میرے پاس
بھی لشکر بہت ہی اور جنگی ہاتھی بڑے خوفناک و ہولناک ہیں اور میں لڑائی کیلئے آمادہ ہوں۔ مشکل ہی بغیر
تلوار چلائے عروس ملک کو کوئی بغل میں لیلے۔ جب یہ جواب نامہ [illegible] پایا تو میں نے جوانب اطراف سے
لشکر کے جمع ہونے کا حکم دیا۔ اور لشکر گران اور نوابیان اور امرا کثیر مثل امیر سیفل قندہاری وغیرہ
کے ساتھ روانہ ہوا اور کوہ سلیمان کے اوغانی (افغانون کو) تاخت و تاراج کیا اور دریاء سندہ
سے عبور کرکے اوچہ پر حملہ کیا۔ اور حضور کے اقبال سے اُسکو فتح کیا۔ اور یہان کچھ آدمیونکو چھوڑکر
ملتان پہونچا۔ اور اُسکا محاصرہ کیا۔ سارنگ نے نہایت دانائی سے یہان کے قلعہ کو مضبوط و مستحکم کیا ہے
محاصرہ کئی روز سے ہو رہا ہے اور ہر روز دو دفعہ لڑائی کی نوبت پہونچتی ہی۔ اس محاصرہ میں کل امرا نے
بڑے دلیرانہ کام کئے خاصکر تیمور خواجہ قیوغا نے اس میں بڑی کوشش کی ہی اب میں حضور کی ہدایات کا
منتظر ہوں"۔ جب میں نے یہ خط پڑھا تو میرا عزم سابق ہندوستان کی فتح کا اور زیادہ مصمم ہوگیا۔

امیر تیمور کی روانگی ہندوستان کی تسخیر کے ارادہ سے

امیر تیمور لکھتا ہی کہ میں نے اس سال کے موسم بہار میں سب اطراف وجوانب سے لشکروں کو جمع کیا
اور ماہ مبارک رجب سنہ ۸۰۰ھ میں جس کے عدد بحساب ابجد فتح قریب کے اعداد کے برابر ہوتے ہیں امیرزادہ عمر
پسر امیرزادہ میران شاہ کو سمرقند میں اپنا نائب مقرر کیا اور سپاہ اور امرا اوسکی اعانت کیلئے مقرر
کئے اور میں اپنی دارالسلطنت سمرقند سے نیک ساعت میں ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ شکار کھیلتا
ہوا جب ترمذ میں پہونچا تو آب جیحون پر میں نے کشتیونکا پل بنوایا اور مع لشکر کے اس سے عبور کیا اور [illegible]
خلم میں قیام کیا۔ یہان کوچ کا نقارہ بجا کر غزنیک و سمنکان کی راہ سے اندراب میں پہونچا یہان سب
وضیع و شریف گروہا گروہ مجھسے ملنے آتے اور انہون نے ظلم و ستم کی واویلا مچائی اور انصاف و عدل
کے خواہان ہوئے میں نے انمیں سے چند امیرونکو بلا کر انکے حال کی تحقیقات کی وہ [illegible] روئے زمین ہوکر
عرض کرنے لگے کہ کفار کتور و سیاہ پوش ہم پر بڑا جور و ستم کرتے ہیں کہ ہم مسلمانوں سے یہ لوگ باج و
خراج طلب کرتے ہیں اور ہر سال ہم سے مال لیتے ہیں مبالغہ کرتے ہیں اگر ادا میں تاخیر [illegible] کرتے
ہیں تو مردونکو قتل کر ڈالتے ہیں اور عورتوں بچوں کو اسیر کرلیتے ہیں۔

زنان را بس از کشتن کہ خدائے بر ندوزنند آتش اندر سرائے

جب یہ بات میرے کان میں پہونچی تو عرق عصبیت غیرت غضبیت حرکت میں آئی میں نے اُن سے یہ الفاظ کہے کہ خدائے تعالی کی اعانت سے تم مسلمانون کو ان ظالمون کے ہاتھ سے میں چھڑاؤن گا اور تمہاری تمنا و آرزو کیموافق ان ظالم کٹور و سیاہ پوشون کو خاک میں ملاؤنگا۔ یہ سنکر وہ سب مجھے ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعائین دینے لگے۔

کٹور اور سیاہ پوشون پر جہاد

امیر تیمور نے لکھا ہے کہ مین نے فوراً دس پلٹنین (قوشونات) (یا ہر دس سپاہیونمین سے ایک سپاہی) لشکر مین سے منتخب کئے اور اُسے لیکر ہر روز کوچ کرتا ہوا جلدی جلدی موضع پریان مین پہونچا یہان شہزادہ رستم و برہان اغلن کو جو میرے سب سے بڑے سردارون مین تھے۔ سیاہ پوشون کے ملک کی طرف جو جانب چپ مین تہا روانہ کیا اور دس ہزار سوار اور ایک جماعت امراء اُن کے ہمراہ کی اور مین خود سوار ہو کر کٹور کی طرف چلا۔ اندراب کے رہنے والون مین فرید سب سے بڑا آدمی تہا جب مین نے مملکت کٹور کی وسعت و حالت کو اُس سے پوچھا تو اُس نے کہا کہ کٹور کی مملکت کا طول سرحد کشمیر سے کابل کے کوہستان تک ہے اور اُس ملک مین اُن کے بہت قلعے اور دیہات ہین اُنکے بڑے شہرون مین ایک شوکل اور دوسرا جورکل ہے۔ اس دوسرے شہر مین اُنکا حاکم رہتا ہے اس ملک مین انگور۔سیب۔خوبانی اور اور قسم کے میوے بہت پیدا ہوتے ہین۔ چاول اور غلہ کی زراعت ہوتی ہے۔ شراب انگوری بہت بنتی ہے۔ اور امیر غریب سب شراب پیتے ہین۔ سور کا گوشت کہاتے ہین۔ مویشی و بہیڑین کثرت سے پالتے ہین۔ اکثر باشندے یہان کے بت پرست ہین اور بڑے قوی ہیکل ہین۔ اُنکا رنگ سرخ و سفید ہوتا ہے اور اُن کی زبان ترکی فارسی ہندی کشمیری سے غیر ہے۔ انکے ہتیار تیر تلوار فلاخن ہین اُن کے حاکم کو عدا یا عدا شو کہتے ہین جب مین خاوک مین پہونچا تو ایک قلعہ خراب پڑا ہوا دیکھا مین نے سپاہیون کو حکم دیا کہ جلد اُسکی مرمت کرین انہون نے بہت جلد اسکو بنا دیا۔ رستہ پہاڑی اونچا نیچا بہت تہا مین نے حکم دیدیا کہ امرا اور تمام لشکر گہوڑون اونٹون اور زائد اسباب کو اس قلعہ مین چہوڑین اس حکم کی تعمیل کے بعد اکثر امرا اور لشکری پیادہ میرے ساتھ کوہ کٹور پر چڑھے۔ باوجودیکہ آفتاب برج ثور نا

مین تہا اور ہوا گرم تہی مگر پہاڑون پر برف کی وہ شدت تہی کہ آدمیون اور جانورون کے پاؤن گہلتے
تک اُنہین دہسے جاتے تہے۔ اس لئے دنکو مین نے قیام کیا جب دن ڈہلتا یا رات ہوتی اور برف بستہ
ہوکر یخ بنجاتی تو اُسپر میرا لشکر چلتا دن کو جب یخ پگلتی تو اسپر نمدون اور کمبلون کو بچہا کر گہوڑون کو
باندہتے پہر دن ڈہلے اسی طریقہ سے روانہ ہوتے کئی بلند پہاڑون کو اسی طرح مین نے طے کیا بعض
امرا جو چند گہوڑے ہمراہ لائے تہے وہ اُنہون نے واپس بہیجدئے جب مین ایسے بلند پہاڑ پر پہنچا کہ جس
سے اونچا اور کوئی پہاڑ نہ تہا تو مین نے دیکہا کہ کفارون کا مقام پہاڑون کے درون کے اندر ہے
اور پہاڑون کے اوپر سے نیچے آنے کی راہ نہ تہی ہرچند مینے راہ کی تلاش کرائی مگر جب کوئی راہ نہ
پائی تو مین نے اپنے بہادر سپاہیون کو حکم دیدیا کہ جسطرح وہ چاہین پہاڑ سے نیچے اُتر ین بعض امرا
و سپاہی تو ایک کروٹ سے برف پر لیٹ جاتے اور اُسپر پہسل کر پہاڑ سے نیچے پہونچتے اور بعض نے رسیان
اور خیمون کی طنابین لین اور اُنکے ایک طرف کے سرون کو درختون یا چٹانون مین جو اوپر بلندی پر تہے
باندہا اور دوسری طرف کے سرون کو اپنی کمرون مین کسا اور یون رسیون کے ذریعہ سے نیچے اوترے
اور میرے لئے ایک چوبی پٹارا بنایا اور اُسکے چارون کونون پر حلقے لگائے اور انمین ڈیڑہ ڈیڑہ سو گز
لمبی طنابین باندہین مین اس پٹارے مین بیٹہا اُنکی طنابون کے سرونکو چند آدمی مضبوط پکڑکر آہستہ
آہستہ چہوڑتے جاتے جبتک کہ طناب پوری ہوتی اور ایک دو آدمی مجہسے پہلے نیچے جاتے اور کدال
اور پہاوڑے سے برف کو کاٹ کر میرے ٹہیرنے اور کہڑے رہنے کیلئے جگہ تیار کرتے پہر اوپر کی جماعت
آدمیونکی نیچے آتی اور پہلی طرح سے پٹارے کو نیچے اُتار لی اور میرے کہڑے رہنے اور اترنے کی جگہ
کو درست کرتی غرض اس طریقے سے پانچوین دفعہ مین پہاڑ کے نیچے اترا چند خاصے کے گہوڑے میرے
ساتہ تہے اُنکی گردنون اور اعضا مین مضبوط رسیان باندہی گئین اور پہاڑ کی بلندی پر سے وہ بہی نیچے
لڑہکائے اور پہسلائے گئے اُن مین سے صرف دو زندہ نیچے پہونچے اور باقی سب کے سب پہاڑ پر صدمہ ہو
پانے سے پاش پاش ہوگئے چونکہ مین نے جہاد کے قصد سے کمر اجتہاد حُسن اعتقاد سے باندہی تہی
اور کفر کی بنیاد اکہیڑنی منظور تہی اس پہاڑی ملک مین ایک فرسنگ اپنے عصا کو ہاتہہ مین لیکر مع
اپنے لشکر و امرا کے پیدل چلا۔ امرا نے میری بڑی منت کرکے مجہے گہوڑے پر سوار کرایا اور وہ
خود پیادہ پا میرے ہمرکاب چلے یہان حاکم کٹور کا ایک قلعہ تہا جس کی ایک جانب مین دریا تہا

اور دریا کے پار پہاڑ بہت بلند تھا ان کافرون کو اس لشکر کے آنے کی خبر ایک دن پہلے ہو گئی تھی
انکے دلون مین ایسا خوف سمایا تھا کہ اس قلعہ کو چھوڑ کر دریا کے پار اس بلند پہاڑ پر اپنا سارا مال اسباب
لیکر وہ چلے گئے تھے اس پہاڑ مین بہت سے دشوار گذار رستے تھے جیسے لوگون نے کہا تھا کہ یہ قلعہ کفر
کی پناہ گاہ عظیم ہے اسلئے مینے اُسکی فتح کا قصد مصمم کیا تھا۔ مگر جب مین یہان قلعہ کے قریب پہونچا
تو کسی کافر کا پتہ مین نے نہین پایا۔ اور جب قلعہ کے اندر آیا تو اُسکو آدمیون سے خالی پایا۔ اس کے
سب آدمی گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے تھے بھیڑین اور کچھ اور اسباب غنیمت مین ہاتھ لگا مین نے حکم دیا
کہ شہر جس کے اندر قلعہ بنا ہوا تھا اُسکے گھرون وعمارتون مین آگ لگا دین اور قلعہ کو مسمار کر کے زمین
کے برابر کر دین پھر جلدی سے مینے دریا سے عبور کر کے سارے دامن کوہ کو گھیر لیا جس کی چوٹی
پر وہ کافر مستحکم مقامون مین متحصن تھے مین نے اپنے بہادر تجربہ کار سپاہ کو حکم دیا کہ وہ پہاڑ پر چڑھ
جائین ان چالاک مجاہدان دلاور نے تکبیر و تہلیل کا نعرہ مارا اور سب سے اول میدان جنگ کا مشہور
شیخ ارسلان کیبک خان کے تومان کو لیکر بائین طرف سے پہاڑ پر چڑھ گیا اور اپنی سپاہ سے
دشمنون سے لڑنا اور انکو بھگانا شروع کیا۔ اور علی سلطان تواچی نے دوسری طرف سے دشمنون
پر حملہ کیا اور اُن کو بھگا کر اُنکا مقام لے لیا اور بہت دشمنون کو قتل کیا۔ اور شاہ ملک نے بھی اپنی جانب مین
بڑی دلاوری اور بہادری کی اور بہت کافرون کو مار کر پہاڑ کو اُن سے بالکل خالی کرا لیا شبر
مردانہ لڑائیان لڑا و منگلی خواجہ سونجک بہادر شیخ علی سالبرد موسی رکمال حسین ملک قوچین
و امیر حسین قورچی اور امراء نے بڑی بہادری اور جوانمردی دشمنون کے مارنے مین دکھائی اور نصرت
اسلام مین جان لڑائی اور بہت کفار کو تیغ آبدار سے مارا میرے لشکر مین سے دو آدمی پہاڑ پر سے
لڑکر مرے دشمنون مین سے چند آدمی زخمی اور ہارے تھکے لپٹے غول مین جان بچا کر لے
گئے بعض کافر اپنی گھاٹیون مین رات دن لڑنے سے اور میری سپاہ کے دبانے سے ایسے عاجز
و تنگ ہوئے کہ عجز و زاری سے امان کے خواستگار ہوئے مین نے الن پاس آق سلطان
کو یہ پیغام دیکر بھیجا کہ اگر وہ بغیر کسی شرط کے اپنے تئین حوالہ کر دینگے۔ اور زبان و دل کو کلمہ
توحید اور نور ایمان سے آراستہ کرینگے تو مین اُن کی جان و مال کو چھوڑ دونگا اور اگر یہ نہین
کرینگے تو مین انمین سے ایک آدمی کو زندہ و سلامت نہین چھوڑنے کا ان پاس آق سلطان

گیا اور ترجمان نے جو اُن کی زبان اور ترکی دونون جانتا تھا یہ پیغام اُن کو سُنایا تو جو ستے روز آق سلطان کے ہمراہ وہ میرے پاس آئے اور مسلمان ہوئے اور زبان سے ایمان کا اقرار کیا تو اُن کی اس ظاہری مسلمانی کو دیکھکر مین نے حکم دیدیا کہ کوئی ان کی جان و مال و ملک سے تعرض نہ کرے ان مین سے بعض کو مین نے خلعت دیا اور واپس بھیجدیا مین نے یہان رات کو معہ لشکر کے قیام کیا کہ امیر شاہ ملک کی سپاہ پر دشمنون نے شبخون مارا مگر امیر شاہ ایسا ہوشیار رہتا کہ دشمنون کی اُس پر کچھہ نہ چلی بلکہ اُلٹے ان مین سے خود ہی قتل ہوئے اور ڈیڑہ سو اسیر ہوئے جن کو میری سپاہ نے غصہ مین آن کر مار ڈالا۔ جب دن ہوا تو مین نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ چارون طرف سے اُنپر ایک دفعہ حملہ کرین اور اُن کی گھاٹیون مین گھس کر سب کو قتل کرین اور اُن کی عورتون اور بچون کو اسیر کرین اور اُن کے مال و اسباب کو لوٹ لین اور تلف کر دین۔ اس حکم کیموافق میری سپاہ نے چارون طرف سے اُنپر حملہ مردانہ کیا۔ باقی کافرون کو مار ڈالا۔ اور اُن کی عورتون اور بچون کو اسیر کیا اور بہت سی غنیمت حاصل کی مین نے حکم دیا کہ ان بیدینون کے سرون کے منیار پہاڑ پر بنادو اور اپنے ایک سنگ تراش سے کہا کہ کسی گھاٹی کے پتھر پر وہ اس عبارت کو کندہ کردے کہ ماہ مبارک رمضان سنہ۸۰۰ھ مین فلان فلان رستے سے مین یہان آیا تاکہ کوئی اتفاقیہ یہان آنکلے تو وہ جان لے کہ کس طرح سے مین یہان آیا تھا۔

میرزا رستم اور برہان اغلن جنکو مین نے سیاہ پوشون کے ملک مین لڑنے کے لئے دوسری جانب بھیجا تھا میرے پاس خبر کچھہ نہین آئی تھی۔ برہان اغلن کو مین نے پہلے ایک دفعہ کہین اور تاخت و تاراج کے لئے بھیجا تھا کہ وہ تلافی مافات کرے اور اپنی پہلی بے آبروئی کا معاوضہ کرکے آبرو حاصل کرے۔ اس کی طرف سے میرے دل مین شبہہ پیدا ہوا اور رات کو مین نے خواب مین دیکھا کہ میری تلوار خمیدہ ہو گئی اس خواب کی تعبیر ایک علامت اُس کی شکست کی تھی مین نے فوراً محمد آزاد کو جس کو مین نے اپنے بچون کی طرح پالا تھا۔ اس کام کے لئے مقرر کیا کہ اُس کے حال کو جاکر دریافت کرے اور افسر اس کے ماتحت مین نے دولت شاہ و شیخ علی و ایدکو جتراد لنفور و شیخ محمد و علی بہادر مقرر کئے اور چار سو ترک

جن مین سو تاتاری اور تین سو تاجیک تھے ہمراہ لئے اور ایک شخص کتور کا رہنے والا رہبری کے لئے ساتھ کیا محمد آزاد نے ان جوانمردون کو ساتھ لیکر اپنا سفر شروع کیا اور بڑے اونچے پہاڑون کو جو یخ و برف سے ڈہکے ہوئے تہے بڑی دشوار گذار تنگ راہون سے طے کیا بہت جگہ وہ اپنی بیٹہون کو لگا کر پہسلے اور اس طرح نشیب مین اُترے اور اس کوہستان سے نکلکر وہ کُہلے میدان مین آئے محمد آزاد جب پہاڑون کے مصائب سے آزاد ہوا تو وہ سیاہ پوشون کے قلعہ کی طرف روانہ ہوا وہان نہ کسی آدمی کو دیکہا نہ کوئی آواز سنی سپاہ اسلام کے خوف سے سب گہر چہوڑکر بہاگ کر پہاڑون اور گہاٹیون مین جا چہپے تہے اور کمین مین بیٹہے تہے۔ برہان اغلن کا حال یہ ہوا کہ جب وہ اپنے ماتحت افسران اسمعیل و اللہ داد وغیرہ کے ہمراہ اور سپاہ کے ساتھ قلعہ مین پہونچا تو قلعہ کو خالی پایا بے احتیاطی یہ کی کہ دشمنون کے قدمون کے نشان پر چلکر اُن کے تنگ دروون کی کمین گاہ کے سامنے خود آگیا۔ انہون نے کچہہ سپاہ نشیب مین بطور پہرہ کے بٹہا رکہی تہی اس نے سیاہ پوشون کو اطلاع دی انہون نے اپنی کمین گاہون سے نکلکر مسلمانون پر سخت حملہ کیا۔ برہان اغلن نے اپنی بزدلی و سست رائی سے بغیر جنگ کے اپنے ہتہیار ڈال دئے اور ذرا بہی ہاتہہ نہ ہلائے اور بہاگ گیا۔ جب سپاہ نے یہ دیکہا کہ ہمارا سردار بہاگا جاتا ہے تو وہ بے دل ہوگئی اُس نے شکست پائی۔ اور سیاہ پوش دلیر ہوکر اُس کے پیچہے پڑے۔ اور بہت مسلمانون کو انہون نے شہید کیا اور افسران سپاہ مین سے دولت شاہ و شیخ حسین سوچی و آدینہ بہادر نے مردانہ جنگ کرکے اور بہت سے کافرون کو قتل کرکے شربت شہادت پیا۔ برہان اغلن نے بہت سے گہوڑے اور ہتہیار یہین چہوڑے جو دشمنون نے لے لئے۔

جب محمد آزاد چار سو سپاہ کے ساتھ سیاہ پوشون کے قلعہ کے پاس جو خالی پڑا تہا آیا وہ دشمنون کے قدمون کے نشان پر پہاڑون مین آیا تو اُسی درے پر کہ جہان برہان اغلن شکست پاکر بہاگا تہا محمد آزاد پر اُنہون نے حملہ کیا۔ اور محاربہ عظیم ہوا جس مین محمد آزاد نے داد مردانگی دی اور بہت دشمنون کو قتل کیا اور انکو شکست دیکر تمام جبہ و اسلحہ و گہوڑے جو اُنہون نے برہان اغلن سے چہینے تہے لے لئے اور سوار اس کے اور بہت

سی غنیمت و مال و اسباب اُس کو ہاتھ لگا۔ منصور و منظفر اپنے لشکر گاہ کی طرف جاتا تھا
کہ برہان اغلن اور اُس کی بھاگی ہوئی سپاہ سے بلایہ اُنکا کھویا ہوا اسباب اُن کے سامنے
رکھا۔ ہر ایک سپاہی نے اپنا جبیہ و سلاح و گھوڑا پہچان کر لے لیا اس دن سپاہ ایک درہ پرا
دکوتل) پر پہونچی جہان محمد آزاد نے برہان اغلن سے کہا کہ یہان آج قیام کرنا چاہیے مگر
اُس نے اپنی بد دلی اور نامردی کے سبب سے توقف کو منظور نہ کیا۔ حقیقت مین زمانہ
چنگیز خان سے آجتک الوس چنگیز خانی مین سے کسی نے ایسی نامردی و بودا پن نہین
ظاہر کیا جیسا کہ برہان اغلن نے۔

جب مین نے محمد آزاد کو کٹور سے روانہ کیا تھا اور ملک کی فتح سے فارغ ہو چکا
تھا تو مین نے جلال اسلام و علی سیستانی کو بھیجا کہ وہ اس درہ سے باہر جانے کی راہ تلاش
کرے اور قیام کے لئے مقامات کو صاف کرے حسب حکم وہ گئے اور بہت جگہ انہون نے
برف و یخ کو ہٹا کر راستہ میرے لئے بنایا اور وہ واپس آئے۔ مین سوار ہو کر چلا اور
سارے امرا اور سپاہ پیادہ پا چلے مین اس راہ سے منظفر و کامگار خاوک مین پہونچا جہان
قلعے مین اپنے گھوڑے چھوڑے تھے مین اٹھارہ روز تک اس مہم مین مصروف رہا اور
کافرون سے لڑتا رہا۔ اور امرا اور لشکر جو ابتک پیادہ پا لڑتے تھے اُن کو اپنے گھوڑے
یہان ملگئے۔ یہان قلعہ مین جسکو مین نے تعمیر کرایا تھا ایک جماعت کو محافظت کے لئے چھوڑا
اور مین اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوا۔ برہان اغلن و محمد آزاد اور لشکر جو اُن کے ساتھ تھا
وہ سب لشکر سے مل گئے۔ مین نے حکم دیدیا کہ برہان اغلن جو کافرون سے بغیر لڑے
بھاگا ہے میری مجلس مین نہ آئے۔ اور مین نے اُس کی سرزنش کیواسطے کہا کہ قرآن شریف
ناطق ہے کہ اگر مسلمان بیس کارزار مین مصابرت کرین تو وہ دوسو کفار پر غالب آسکتے ہین
اس کے ساتھ دس ہزار سپاہ تھی وہ تھوڑے کفار کے آگے سے فرار ہوا اور مسلمانون
کو ہلاکہ مین ڈالا۔ محمد آزاد پاس چار سو آدمی تھے کہ اُس نے لڑکر ان بیدینون کو مغلوب کیا اور جو کچھ اسباب
وہ سپاہ اسلام کا چھین کر لیگئے تھے اُسکو واپس لیا۔ اسکو مین نے سرفراز کیا اور برہان اغلن کو نظرانداز۔ اور
جس جماعت نے اپنی جلادت و مردانگی دکھائی تھی امیر مین نے نوازش بادشاہانہ کی۔

مرزا شاہرخ کا خراسان پہنچنا اور نہر ماہی گیر کا بنانا

امیر تیمور نے امیرزادہ شاہرخ کو اجازت دی کہ وہ خراسان کو روانہ ہوا اور اسکو یہ نصایح و پند کین ؎

بفتح اندر ہمی کار دولت زبیش ز تائید حق دان نہ از سعی خویش
مکن خو بآسایش و ناز و نوش مراد از خدا دان و لیکن بکوش

وہ خود کابل کو روانہ ہوا۔ راہ کابل کوہ ہندوکش پر آیا پنج شیر سے جو پنج ہیر مشہور ہے عبور کیا چلکار باران مین آیا کہ کابل سے پانچ فرسخ ہے۔ یہان ایک مرغزار مین نزول کیا اور ایک نہر پانچ فرسخ کے طول مین تعمیر کی اور اُسکا نام جوئے ماہی گیر رکھا۔ یہان سے چل کر کابل مین آیا مرغزار دورین مین اترا یہان اطراف سے ایلچی آئے اور امیر شیخ نورالدین ایران سے خزانہ اور بہت سے تحفے لایا بعض ہمراہ کو امیر تیمور نے ہندوستان کو روانہ کیا اور پھر یہان سے خود چلکر قلعہ ایریاب مین آیا اور اُسکو بہت اچھی طرح تعمیر کرایا اور یہان کے امیر موسیٰ کو سزا دی اور پریان کی جماعت قطاع الطریق کو قطع کیا۔

آب سندھ سے حضرت صاحبقران کا عبور کرنا

جب افغانی کے ملک کے انتظام سے امیر تیمور کو فراغت ہوئی۔ اور راہ کی حفاظت کا انتظام خوب ہوگیا تو مرزا پیر محمد کی امداد کے لئے امیر سلیمان کو ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا اور خود وہان سے روانہ ہو کر موضع بانو مین آیا اور یہان سے ۸ ماہ محرم ۸۰۱ھ کو دریائے سندھ کے کنارہ پر پہونچا اور اُسی محل پر خیمے ڈیرے ڈالے جہان سلطان جلال الدین خوارزم شاہ نے چنگیز خان سے بھاگ کر خیمے لگائے تھے۔ چنگیز خان اُس کے پیچھے یہان آیا تھا لیکن اُس نے دریا سے عبور نہین کیا اور واپس چلا گیا۔ امیر تیمور نے حکم دیا کہ دریائے سندھ پر پل بندھے تیز دست ملازمون نے دو روز کے اندر کشتی اور لٹے کا پل باندھ دیا۔ یہان اسکندر شاہ والی کشمیر کا ایلچی آیا اور اُس نے والی کشمیر کی عبودیت اور اخلاص کا اظہار کیا اسکو حکم ہوا کہ اسکندر شاہ مع اپنے لشکر کے دیپالپور مین ہمارے لشکر سے ملے۔ روز سہ شنبہ ۲ محرم ۸۰۱ھ کو دریائے سندھ سے امیر تیمور نے عبور

کیا اور کنار چول (دشت بے آب) جبرد مین لشکر کے خیمے ڈیرے ڈالے۔ یہ چول بڑا طویل و عریض ایک بیابان ہے۔ اس کی حوالی مین آب اور آبادی کا پتہ نہین۔ کتب تاریخ مین اس چول کو چول جلالی اس سبب سے کہتے ہین کہ سلطان جلال الدین خوارزم شاہ چنگیز خان سے بھاگ کر اسی بیابان مین خیمہ زن ہوا تھا۔ یہان امیر تیمور کے پاس مقدم اور رائے کوہ جود کے آئے اور انہون نے مراسم پیشکش کو ادا کیا اور شرائط مالگذاری اور خدمت گذاری کو قبول کیا۔ اس سے چند مہینے پہلے رستم طغی بوغا اس لشکر ملتان کیطرف گیا تھا۔ اور کوہ جود مین اسنے چندروز توقف کیا تھا تو انہون نے اس کے لئے علوفہ و اذوقہ کا سامان بہم پہونچایا تھا اور پسندیدہ خدمات کی تھین اس سبب سے امیر تیمور نے ان پر عاطفت شاہانہ کین اور وہ خوش ہوکر اور آسودہ خاطر ہوکر اپنے اپنے گھرون کو گئے۔

شہاب الدین مبارک شاہ تمیمی کی متابعت اور بعد ازان اسکی مخالفت

شہاب الدین مبارک تمیمی حاکم ایک جزیرہ کا تھا جو دریاے جمد (جہلم) کے کنارہ پر واقع تھا خدم و حشم بہت رکھتا تھا۔ اسباب و اموال بہت کچھ پاس تھا۔ اس زمانہ مین کہ حدود ملتان کیطرف پیر محمد جہانگیر کوچ کرتا تھا تو شہاب الدین نے اس کی اطاعت و بندگی اختیار کی تھی۔ اور شاہزادہ کی خدمت مین حاضر ہوا تھا اور شاہزادہ نے اسپر نوازش کی تھی اور کئی دفعہ خدمت و ملازمت کے کام بھی اس نے کئے تھے۔ مگر جب وہ اپنے گھر پہونچا تو اس کو اپنے جزیرہ کے محکم ہونے پر اور استظہار آب پر غرور ہوا کہ مخالفت و سرکشی اختیار کی۔ جب حضرت صاحبقران نے چول سے گذر کر دریائے جہلم پر نزول کیا تو اس کی مخالفت سے اگاہی ہوئی۔

روز پنجشنبہ ۴ المحرم کو امیر شیخ نورالدین کو حکم دیا کہ اپنے تومان کو ساتھ لیکر جزیرہ کی طرف متوجہ ہو اور حسن تدبیر و زخم شمشیر و تیر سے اس سرگشتہ غرور پندار کو ہلاک کرے۔ حسب الحکم وہ روانہ ہوا جب حوالی جزیرہ مین پہونچا تو شہاب الدین نے ایک قلعہ بلند بنا لیا تھا۔ اور اس کے گرد ایک گہری خندق کھود لی تھی اور اس مین وہ متحصن ہوا تھا۔ اس محل حصین کی حوالی مین بڑا بحیرہ آب تھا سپاہ بادشاہی نے بلے توقف اس پانی مین آکر آتش پیکار کو بھڑکایا محاربہ عظیم ہوا اور انکو اور اطرا

سے شہاب الدین نے دس ہزار سپاہ کے ساتھ آنکر لشکر شاہی پر شبخون مارا اور ایک جنگ عظیم ہوئی۔ امیر شیخ نورالدین نے اُسپر پیاپے حملے کئے اور دریا کے کنارہ پر شہاب الدین کی سپاہ مین ایسا اضطراب پیدا کیا جیسا کہ ماہی بے آب کو ہوتا ہے انمین سے بہت سپاہیون کا آب حیات آتش قہر سے باد فنا مین اُڑ گیا۔ اور لشکر شاہی کی آب تیغ نے وہ سیل بلا کو بالا کیا کہ مخالفون کی کشتی کا گذر ناممکن نہ تہا۔ بعض تو اس دریائے خونخوار مین گرے اور بعض گرداب حرب سے بچکر غرقاب دریا مین پناہ گیر ہوئے۔ امیر تیمور کے خاص امیر جنکو اُس نے بچپنے سے پالا تہا جیسے کہ منصور۔ بورج چورہ اور اُس کے بہائی موقف جنگ مین نام نیک پیدا کرنے کے لئے زخم شمشیر و تیر سے چور چور ہوئے تو تیمور خود بہت جلد جزیرہ کے حوالی مین پہونچا۔ شہاب الدین نے جب اس شبخون مین شکست پائی تو فوراً دو سو کشتیان تیار کرائین اور انمین خود معہ اپنے متعلقین و ملازمین کے بیٹھکر دریاء جہلم مین روانہ ہوکر اوچہ کیطرف روانہ ہوا۔

امیر تیمور نے شیخ نورالدین کو فرمان بہیجا کہ معہ اپنے افسر و سپاہ کے دریا کے کنارہ کنارے شہاب الدین کے تعاقب مین جائے اُس نے یہ تعاقب بہادرانہ کیا اور سپاہ نے دلیرانہ دشمنون پر تیر برسا کر بہت دشمنون کی جان لی اور فتح و ظفر کے ساتھ بازگشت کی امیر تیمور نے اپنے مراحم خسروانہ کی اور اس شبخون مین جو سپاہی کہ زخمی ہوئے تہے اور جنہون نے بڑی بہادری دکہائی تہی اُنکو تشریفات فاخرہ اور انعامات وافر عنایت کئے اور امیر شیخ نورالدین کو پایہ بوسی تخت کا اعزاز مرحمت ہوا پہر امیر تیمور نے امیر شیخ ملک کو حکم دیا کہ سپاہ لیجا کر دشمنون کو جزیرہ کی بیابان و دور جنگلون مین تلاش کرے اور انکو اپنے قبضۂ اختیار مین لائے۔ وہ اس حکم کے موافق لشکر دلاور کے ساتھ بلبشیا پر آب و گل مین گیا۔ اور بہت سے دشمنون کو ڈہونڈہ ڈہونڈہکر قتل کیا اور اُنکے عورت بچون کو اسیر کیا اور بہت سی غنیمت اور بلبشیا بردہ اور کشتیان غلہ سے بہری ہوئی ساتھ لیکر واپس آیا۔ امیر تیمور نے قلعہ و شہر کو جلا کر اور مسمار کرا کے زمین کا پیوند کیا اس مہم سے فراغت پاکر دریائے جہلم کے کنارہ پانچ چہہ روز مین اتوار ۱۲ محرم کو اسی مقام پر آیا جہان جہد (جہلم) چناو (چناب) آپسمین ملتے ہین یہان ایک قلعہ تہا جس کے سامنے یہ دونون دریا ملتے تہے اس مجمع البحرین مین تلاطم امواج سے قدرت الٰہی نظر بصیرت مین نظر آتی تہی اس لئے وہان امیر نے مقام کیا

یہان سے عبور کرنا بغیر پل کے دشوار معلوم ہوتا تہا لشکر کو پل باندہنے کا حکم دیا اس ملک کے رئیسون نے اس سے کہا کہ یہان پل کا بندہنا دشوار ہے ترم شیرین خان جب یہان آیا تہا تو وہ کشتیون مین اپنے لشکر کو اتار کر لے گیا تہا۔ آپ بہی اسی ترکیب سے لشکر کو اتار کر لیجا سیئے امیر نے یہ سنکر رئیسون سے کہا کہ اگر پل نہ بندہ سکے گا تو اسی طرح عبور کرونگا جس طرح تم کہتے ہو۔ امیر تیمور کے حکم کیموافق کشتیان جمع کی گئین اور انکو زنجیرون اور رسون سے آپسمین باندہا اور پانی مین بلیان اور تختے ڈالے اس طرح چہہ دن مین ۲۰ کو سارے لشکر نے ملکر پل بالکل تیار کر دیا اور امیر تیمور مع لشکر کے اس پل پر دو روز مین اُتر گیا۔

تلمبا کی بربادی

جب امیر تیمور معہ لشکر اور بہیرہ بنگاہ کے دریا سے عبور کر چکا تو وہ آگے بڑہا جب شہر تلمبا مین پہونچا تو یہان قیام کیا۔ تلمبا کا فاصلہ ملتان سے ۷۰ میل (۳۵ کروہ) ہے جسدن وہ یہان آیا ملک ورلے اور تمام سادات و علما و شیوخ امیر کی خدمت مین حاضر ہوے ہر ایک پر اُسکی قدر و منزلت کیموافق نوازش بادشاہانہ کی گئی۔ پہر امیر نے آگے بڑہکر حکم صفر کو اس میدان مین خیمے ڈالے کہ قلعہ تلمبا کے آگے تہا۔ امیر کے وزیرون نے اس شہر پر دو لاکھ روپیہ جرمانہ تجویز کیا تہا اور اُس کے وصول کرنے کے لئے محصل مقرر کئے تہے مگر اس مطالبہ سے سادات اور علما معاف تہے۔ اس عرصہ مین سپاہ کی کمک تازہ اور آگئی اور وہ مور و ملخ سے زیادہ ہوگئی اس سبب سے لشکر مین کہانے پینے کی تنگی ہوئی۔ شہر مین غلہ کی فراخی تہی ابہی جرمانہ کا روپیہ شہر والون کے ذمہ کچہہ باقی تہا اس لئے امیر نے حکم دیدیا کہ اس روپیہ کے عوض مین شہر والے غلہ دیدین مگر شہر والون نے لشکر مین اناج کی تنگی کا کچہہ خیال نہ کیا اور خود اناج کی بہرتی کرنے لگے تو بہوکے تاتاری دفعۃً حملہ کرکے شہر پر ایسے جا پڑے جیسے کہ سبز کہیت پر ٹڈی دل گرتا ہے یا غلہ پر چیونٹیونکا لشکر اور پر ہو بہو اذا دخلوا قریۃ افسدوہا پر عمل تہا جب یہ طوفان بلند بالا ہوا اور یہ غل غپاڑہ تیمور کے کانون تک پہونچا تو اس نے سیادلون اور تواجیون کو بہیجکر شہر سے سپاہیون کو نکلوا دیا اور حکم دیا کہ جو کچہہ اسباب اور اناج لوٹا گیا ہے وہ زر جرمانہ مین مجرا دیا جائے اسی وقت تیمور کو معلوم ہوا کہ جب پیر محمد

ملتان کو سفر کرتا تہا تو حوالی تلمبا کے بعض بڑے رئیس زمینداروں نے اسکی اطاعت کی تہی مگر جب وہ اپنے گہر گئے تو باغی و سرکش ہو گئے تو تیمور نے امیر شاہ ملک اور شیخ محمد ایکو تمور کو حکم دے دیا کہ اپنے توشونوں کو لیجا کر اس قوم کو جس نے متابعت سے قدم باہر رکہا ہے ایسی گوشمالی کرکہ اوروں کو عبرت ہو حسب الحکم یہ سپاہ ان جنگلوں مین آئی جہان باغیوں نے پناہ لی تہی تو اس نے اتر کر دو ہزار ہندوستانیوں کو قتل کیا اور اُن کی عورتوں اور بچوں کو قید کیا اور گائے بہینسین اور مال بسیار غنیمت مین لیکر واپس گیا۔ جب تیمور کو اس سپاہ نے غنیمت کہائی تو اُسنے سپاہیوں مین اسکے تقسیم ہونیکا حکم دیدیا۔ ان رکہشون کے غارت و تباہ ہونیسے تیمور کے کلیجے مین ٹہنڈک پڑی تو وہ شہر تلمبا سے صفر کو چلا اور دریا بیاس کے کنارہ پر شاہ پور کے چال مین مقیم ہوا۔ یہان امیر کو معلوم ہوا کہ ایک زمیندار نصرت نامی قوم کہوکہر کا (گکہر) یہان رہتا ہے اور دو ہزار سپاہ خون آشام اُس پاس ہے اور ایک آب عظیم کے کنارہ پر حصار ہے وہ سرکشی کرنے اور لڑنے کو تیار ہے۔ تیمور نے یہان کچہہ سپاہ چہوڑی اور نصرت پر حملہ کرنے کو خود روانہ ہوا۔

نصرت گکہری پر حملہ آوری

تیمور نے اغرق (لشکر کا بہاری اسباب) کو چہوڑا اور لشکر لیکر آب کول پر نزول کیا لشکر کا قلب و جناح درست کیا دست راست کی سپاہ کو امیر شیخ نورالدین و امیر اللہ داد کی افسری سے اور دست چپ کی سپاہ امیر شاہ ملک اور امیر شیخ محمد ایکو تیمور کی سروری سے زینت دی اور پیش قول علی سلطان تواچی خراسانی پیادوں کو لیکر آمادہ ہوا کنار کول پر نصرت ہزار سپاہیوں کی ساتہہ آیا اور لشکر تیمور کی جنگ مین مشغول ہوا۔ اس کیچڑ اور پانی بہری جگہ پہ آتش پیکار برافروختہ ہوئی۔ نصرت زخمی ہو کر ایسا بہاگا کہ کہین اُسکا پتہ نہ لگا۔ لشکر تیمور نے اُس کے اماکن و مساکن مین آگ لگائی اور اسکو لوٹ لیا۔ گلہ اور رمہ جو ہاتہہ آئے اُنکو آگے رکہ لیا اور اس کول و چال و دلدل سے لشکر تیمور نے عبور کیا اور شاہ نواز مین جو ایک بڑا گانون تہا وہ فرو کش ہوا۔ یہان غلہ کا انبار تہا سب لشکریوں نے جتنا چاہا اتنا اٹہا لیا پہر بہی کئی انبار باقی رہے جنکو تیمور نے حکم دیا کہ جلا دیئے جائین۔ پنجشنبہ ۱۳ صفر کو شاہ نواز سے تیمور نے کوچ کیا اور آب بیاس کے کنارہ پر جنجان کے

سامنے جہان اغرق جمع ہوا تھا فروکش ہوا اور حکم ہوا کہ دریا سے لشکر عبور کرے یہان شاہزادہ شاہرخ کا ایک معتمد ہرے ملک سے اُس کی خیر و عافیت کی خبر لایا جس سے امیر نہایت خوش ہوا۔

شاہزادہ پیر محمد کا ملتان سے آنا

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ شہر ملتان کا محاصرہ مرزا پیر محمد جہانگیر نے کیا تھا جب اس محاصرہ پر چھ مہینے گذر گئے تو اہل حصار بے قوت ایسے ہوئے کہ چوہا بلی بھی اُنکو کھانے کو نہ ملتا تھا مُردار کھانے لگے تھے سارنگ خان والی حصار ضرورت و اضطرار سے عجز و انکسار کے ساتھ حصار سے باہر آیا اور ملتان مسخر ہو گیا۔ شاہزادہ نے تیمور پاس اس فتح کی خبر بھجوا دی بعد ازان برسات ایسی بھاری ہوئی کہ شاہزادہ کی سپاہ کے تمام گھوڑے تلف ہو گئے اور لشکر شہر کے اندر آ گیا اس نواح کے حکام اور سرداران ہند نے جو ہوا دار اور خدمتگار تھے جب یہ سپاہ کا حال دیکھا تو انہون نے بھی مخالفت اختیار کی اور فساد ارادے کرنے لگے شاہزادہ کے سارے لشکر کو پیادہ دیکھ کر مخالفون کو یہ جرأت ہوئی کہ شہر کے دروازہ تک آنے لگے تو وہ نہایت متفکر و متحیر تھا کہ اتفاقاً تیمور کا اس نواح مین گذر ہوا جس کی خبر سننے سے مخالفون کے ہوش و حواس پران ہوئے۔ شاہزادہ کو دہشت و حیرت و ضیق سے نجات ہوئی اور تیمور کے لشکر کی طرف ہوا اور جمعہ ۱۴ صفر کو بیاس کے کنارہ پر اُس سے آن ملا۔ بادشاہ نے شاہزادہ کو گلے لگایا اور اُس کی سفارش سے بعض مجرمون کا قصور معاف کیا اور بیاس سے عبور کر کے موضع جنجان مین قیام فرمایا۔ یہان سے ملتان ۴۰ کروہ تھا۔ دو تین روز مین کچھ لشکر کشتیون مین بیٹھ کر کچھ تیر کر پار اترا اور کسی کو کچھ گزند نہین پہونچا۔ جنجان مین چار روز توقف ہوا۔ یہان مرزا پیر محمد نے بڑی دہوم دھام سے صاحبقران کی دعوت کی اور کل اسباب و ظروف زر و نقرہ جو لوٹ مین ہاتھ آئے تھے پیش کئے اہل قلم نے دو روز مین اُس کی فہرست بنائی حضرت تیمور نے اپنی سخا و عطا سے یہ ساری غنیمت امرا و وزرا و ملازمین تقسیم کر دی حسب قدر ہر ایک اس سے بہرہ ور ہوا۔ مرزا پیر محمد کو تیس ہزار گھوڑے عنایت کئے اس لئے کہ اُس کے گھوڑے برسات مین مر گئے تھے یہ اشعار تیمور کے حسب حال تھے۔

کف کریم تو بحریست در افاضت جود — کہ جز بساحل تسلیم نیست پایانش
شعاع تیغ تو برقیست در دیار عدو — کہ جز اجل نبرد قطرۂ ز بارانش

یہان سے تیمور بمنازل سہوال اور صوان کو طے کرتا ہوا جہوال مین پہونچا یہان اسکو معلوم ہوا کہ دیبال پور کے زمیندار اور اہالی مرزا پیر محمد کے پاس گئے تھے اور اُس کے مطیع و منقاد ہوئے تھے اور اُس سے درخواست کی تھی کہ کوئی حاکم ہمارے ہان وہ مقرر کردے۔ چنانچہ مرزا نے مسافر کابلی کو ہزار سپاہ کے ساتھ بھیجکر وہان حاکم مقرر کردیا تھا۔ مگر جب گھوڑون کے مرنے سے انہون نے مرزا کے لشکر مین ظاہر اضعف دیکھا تو فیروز شاہ کے غلامون کے ساتھ سازش کرکے مسافر کابلی کو معہ ان ہزار آدمیون کے قتل کرڈالا ؎

هر و سرگشته و پریشان رایے — دست خویشتن تبر زند بر پایے

جب لشکر تیمور کی خبر انکو معلوم ہوئی تو جان کے خوف سے خان ومان کو چھوڑکر حصار بھٹنیر (بطنیر) بھاگ گئے۔ جب لشکر تیموری جہوال مین پہونچا تو تیمور نے حکم دیا کہ امیر شاہ ملک اور دولت تمور تواچی اغرق اور لشکر کو دیبال پور کی راہ سے دہلی کے نزدیک موضع سامانہ مین لیجائین مین اس لشکر سے آن ملونگا۔ خود دس ہزار سوار لیکر روز دوشنبہ ۲۴۔ ماہ صفر کو اجودن مین پہونچا۔ یہان کے بعض رئیس بھٹنیر اور دہلی بھاگ گئے مگر جماعات سادات اور علماء موجود تھین وہ تیمور کی عاطفت شاہانہ سے مشرف ہوئے۔ مولانا ناصر الدین محمد و خواجہ محمود شہاب محمد کو اس شہر کا داروغہ بنایا کہ وہ لشکر کے عبور و گذر سے یہان کے آدمیون کو کوئی زحمت نہ پہونچنے دیوین۔

فتح شہر پنڈ و قلعہ بھٹنیر

بھٹنیر کا حصن نہایت حصین تھا اور کشور ہند کے مشہور قلعون مین سے ایک تھا اور راہ سے دور تھا اُسکے داہنے طرف اور اطراف و جوانب مین جول (دشت بے آب) تھے ڈیڑھ سو کوس تک پانی نہین ملتا تھا ایک کول بزرگ تھا۔ اُسمین برسات کا پانی بہرتا تھا اور سالہا سال بہرتک یہان کے لوگ پیتے تھے۔ لشکر بیگانہ یہان کبھی نہین آیا۔ بادشاہان ہند بھی کبھی اسکے متعرض نہین ہوئے اور انہین سیاہ کی خبر انکو پہنچ گئے اب لشکر تیموری کے ہیبت و دہشت سے اہالی دیبالپور اور اجودہن اور اور مقامات کی

خلقت بہاگ کر یہان چلی آئی اُسکا ازدحام ایسا ہو رہا تہا کہ شہر مین وہ نہین سما سکتے تہے۔ بہت سے چارپائے اسباب اور اجناس سے بہرے ہوے چہکڑے شہر سے باہر پڑے ہوئے تہے صبح شنبہ ۲۵ ماہ صفر کو امیر تیمور نے شیخ فرید شکر گنج کے فرار کی زیارت کی اور حسن عقیدت سے اُنکی استمداد باطنی طلب کی۔ یہان سے چلکر بہٹنیر کی تسخیر کا ارادہ اور اجودہن سے دس کوس چلکر خالص کوتلی سے سوار ہوکر ساری رات سفر کرکے اس چون کو ایک منزل مین طے کیا۔ قراول پہلے سے بہیجے گئے تہے۔ چنیر دشمنون نے کئی جگہ حملہ کیا مگر شکست پائی اور دو آدمی اُن کے مارے گئے۔

چہارشنبہ ۲۶ صفر کو پہر دن چڑہے بہٹنیر کے باہر صاحبقران پہونچا۔ یہان نقارہ و سورن بجا اور غلغلہ تکبیر و تہلیل بلند ہوا۔ شہر کے باہر جو کچہہ مال اسباب تہا وہ سب سپاہ کے ہاتہہ آیا اس شہر اور قلعہ کے والی کا نام دول چند (دول چین) تہا اس کے پاس رجپوتون کی سپاہ تہی۔ ہندوستان مین رجپوتون ہی کی قوم سے بڑے بڑے بہادر لشکر مرتب ہوتے ہین اس نواح مین سارا اختیار اسی کو تہا آیندہ و روندہ سے وہ خراج لیتا تہا اور تجارہ کا روان اس کے سبب تعرض سے امین نہین تہے اُسکو اپنی حصانت حصار اور لشکر پر بڑا غرور تہا۔ امیر کی بندگی کا طوق گردن مین ڈالنے سے ننگ و عار تہا اس لئے اُس نے لڑنے کا ارادہ کیا اور لشکر تیموری اس طرح مرتب ہوا کہ امیر سلیمان شاہ و امیر شیخ نورالدین و اللہ داد نے دست راست کی طرف سے اور مرزا خلیل سلطان و شیخ محمد ایکو تمور اور امرا دست چپ کی جانب سے شہر کی تسخیر مین بے توقف مصروف ہوئے۔ پہلے ہی صدمہ و حملہ مین شہر بند کو لے لیا۔ اور بہت رجپوت قتل ہوئے شہر کی اندر بہت سی غنیمت ہاتہہ لگی۔ اسیوقت امرا تومان و قوشونات قلعہ کے گرد آئے محاصرہ کے قصد سے انہون نے چنبر باندہی اور دلیرانہ لڑائی شروع کی دول چند بہی اپنے بہادر لشکر کے ساتہہ قلعہ کے دروازہ پر مقابلہ و مقاتلہ کے لئے آیا۔ مرزا شاہرخ اور امرا نے حملہ مین ایسا غلبہ حاصل کیا کہ قریب تہا کہ قلعہ فتح ہو جائے کہ دولی چند پر ایسا رعب چہایا کہ وہ عجز اضطراب کے ساتہہ ساتہہ شفاعت کا خواستگار ہوا۔ اور ایک سید کو حضرت تیمور کی خدمت مین بہیجکر درخواست کی کہ آج مجکو امان دیجائے۔ کل کمر بندگی باندہ کر خدمت مین حاضر ہونگا۔ تیمور کو سادات کا بڑا پاس تہا اس لئے اس سید کی درخواست کو منظور کیا اور لشکر کو لڑنے سے منع کیا اور دوچہا

سے لشکر کو ہٹا کر شہر سے باہر ملا لیا مگر دوسرے روز رائے دولی چند نے اپنے عہد کو ایفا نہین کیا تو پھر امیر تیمور نے حکم دیا کہ امیر اپنے مقابل قلعہ کی دیوار تک نقب لگائین حسب الحکم امرا نے نقب لگانی شروع کی۔ دشمنون نے اُن کے سر پر آتش و سنگ و ناوک خدنگ کا مینہ برسایا مگر یہ دلاور اُس کو گل افشانی سمجھے رائے دولی چند اور اُسکے بڑے سرداروں نے یہ حال دیکھا تو اُنکے دل مین بڑی دہشت پیدا ہوئی۔ وہ نہایت مضطر و مضطرب ہو کر برج پر آئے ۔ تضرع و زاری کو اپنی رستگاری کا وسیلہ بنایا اور نہایت مسکنت و بیچارگی سے عرض کیا کہ ہمکو اپنا حال معلوم ہو گیا اب ہم سچے دل سے خدمتگاری و طاعت گذاری اختیار کرتے ہین اور مرحمت شاہانہ سے امیدوار ہوتے ہین کہ ہمارے گناہ و خطائین معاف کیئے جائین اور جان کی امان دیجائے۔ امیر تیمور نے بحکم العفو زکوۃ الظفر (عفو ظفر کی زکوۃ ہے یعنی عفو سے ظفر اور زیادہ ہوتی ہے) اُس کی درخواست کو قبول کیا اسی دن سہ پہر کو دولی چند نے اپنے بیٹے کو نائب کے ہمراہ بھیجا۔ اس نے نذر دی بادشاہ نے اُسے خلعت دیا اور بیٹے سے کہدیا کہ اپنے باپ کو متنبہ کردے کہ وہ فریب و دغا سے باز رہے اور میری آزادانہ اطاعت اختیار کرے مین اُسپر مرحمت شاہانہ کرونگا۔ اگر اس مین توقف کرے گا تو پھر وہ دیکھے گا کہ کیا سے کیا ہوتا ہے۔ بیٹا باپ پاس گیا اور یہ حکم سنا دیا تو راؤ دولی چند شیخ سعد الدین اجودہنی کے ہمراہ امیر تیمور کے خیمہ مین آیا اور نذر پیش کی اور خلعت پایا ممالک کی ایک جماعت کثیر اور خاصکر دیبال پور اور اجودہن کے باشندے لشکر تیموری کے خوف سے یہان بھاگ کر قلعہ مین جمع ہو رہے تھے امیر سلیمان شاہ اور امیر اللہ داد کو حکم تھا کہ دروازہ قلعہ پر قبضہ کر کے اُنکو گرفتار کرین انہون نے ان آدمیون کو پکڑ لیا۔ امیر تیمور کی خدمت مین حاضر کیا۔ اس نے اُن کے گروہونکو اپنے امرا کو تقسیم کر دیا۔ تین سو اسپ تازی وہ لائے تھے وہ بھی امرا مین تقسیم ہوئے۔ اہل دیبال پور نے مرزا پیر محمد کی سپاہ مین سے مسافر کابلی کو مع ہزار آدمیون کے قتل کیا تھا اُن مین سے پانچ سو آدمیون کو قتل کرایا اور اُن کے زن و فرزند کو لونڈی غلام بنایا اور اجودہن کے آدمی جو بھاگ کر آئے تھے اُنکو سزا دین نہ اور اُن کا مال لوٹ لیا۔ جب مجرمون اور گناہگارون پر یہ سیاست تیموری راؤ دولی چند کے بھائی کمال الدین اور اُس کے بیٹے نے دیکھی تو اُنکو ایسا توہم ہوا کہ وہ یکشنبہ

سلخ صفر کو لشکر گاہ تیموری مین راؤ دولی چند کو چھوڑ کر قلعہ کو بہاگ گئے۔ اس حرکت سے صاحبقران کا شعلۂ غضب مشتعل ہوا۔ اُس نے حکم دیا کہ راجہ قید ہو اور اُس حصار کے گرد لشکر جائے یہان لشکر نے آنکر نقبین لگائین اور دیوار کے ڈہانے مین مشغول ہوئے اہل قلعہ کو یقین ہوگیا کہ لشکر تیمور سے لڑنا ہماری قدرت سے باہر ہے تو راؤ دولی چند کا بہائی اور بیٹا دونون قلعہ سے باہر آئے اور قلعہ کے دروازون کی کنجیان امرائے تیموری کو سپرد کردین روز دوشنبہ غرہ ربیع الاول کو امیر شیخ نورالدین اور اللہ داد مال امانی (وہ روپیہ جو امن دینے کے عوض مین لیا جاتا ہے) وصول کرنے کے لئے قلعہ کے اندر گئے۔ وہان کے رایون نے مال امان کے دینے مین حجتین نکالین ان مین اور اہل قلعہ مین لڑائی ہوئی۔ قاعدہ ہے کہ اول النار حمرۃ ثم مشتعل (ابتدا آگ کی چنگاری ہوتی ہے اور پہر وہ مشتعل ہوتی ہے) جب یہ خبر حضرت تیمور کو پہونچی تو اُس نے حکم دیدیا کہ سب اہل قلعہ کو قتل کر ڈالو تمام سپاہ اطراف سے کمندین اور نردبان لگا کر حصار کے کنگرون پر چڑہ گئی۔ اہل حصار جو ہندو تہے انہون نے اپنے زن و فرزند اور مال کو گہر مین بند کرکے آگ لگادی اور قوم جو مسلمانی کا دعوے کرتی تہی اُنہون نے اپنے زن و فرزند کو گوسفند کیطرح سر برید کیا اور پہر یہ دونون ہندو مسلمان اتفاق کرکے سپاہ تیمور سے خوب لڑے اور شیخ نورالدین پیادہ دشمنون مین گہر گیا تہا اُسکو اوزون خرید بغدادی اور فیروز سیستانی نے جا کر بچایا۔ آخر کو لشکر تیمور مظفر و منصور ہوا اور اُس نے دس ہزار ہندیون کو مار ڈالا اور گہرون مین آگ لگادی۔ شہر و قلعہ کی بنیاد اکہیڑ ڈالی اور تمام عمارتون کو خراب و ویران کرکے زمین کے ساتھ ہموار کردیا۔ غنایم جو کچھ زر و نقرہ و اسپ و اسباب کی قسم سے ہاتھ آئے وہ سب لشکریون کو تقسیم کردیا۔ اور زخمیون کو مراحم شاہانہ کے مراہم سے نوازش فرمائی اور اوزون خرید اور فیروز کو جنہون نے امیر شیخ نورالدین کی معاونت مین مردانہ کوشش کی تہی اور اپنی جان پر کہیل گئے تہے بہت کچھ انعام دیا اور اُنکو والا رتبہ بنایا۔

بھٹنیر سے سرستی و فتح آباد و اہرونی کیطرف سفر

بھٹنیر کو زندون سے خالی کیا اور مردون سے بہر کر اُس کی ہوا کو مردار لاشون کی

تعفن سے گندہ و متغیر کیا اور عمارات کو زیر و زبر کیا اور مکانون کو خاکستر بنایا امیر صاحبقران یہان سے منزل پیما ہوا اور بیچ مین تین منزلین کرکے چوتھے روز شہر سرستی مین پہونچا یہان کے باشندے بیدین تھے سور پالتے تھے اُسکا گوشت کہاتے تھے وہ سب کے سب بہاگ گئے فوج اُن کے تعاقب مین بھیجی گئی اور اُن سے لڑی اور اُنکو جہان پایا قتل کیا۔ اور جو مال و اسباب گھوڑے اُن کے پاس تھے وہ سب چھین لئے۔ یون سالم و غانم واپس آ لئے اس جھگڑے مین عادل فراش قتل ہوا حضرت تیمور نے سرستی مین قیام کیا۔ دوسرے روز حوالی قلعہ فتح آباد مین آیا۔ یہان کے باشندے بھی گھر چھوڑ چھوڑ سب بہاگ گئے تھے۔ ایک لشکر اُن کے بھی درپے ہوا اور اُن کے چار پائے اور ذخیرے اور علائق کو اپنے تصرف مین وہ لایا اور بہت سے سرگشتون کو دست قہر سے اُس نے ہلاک کیا۔

روز یکشنبہ ربیع الاول کو فتح آباد سے روانہ ہوکر حوالی قلعہ اہراونی مین تیمور آیا یہان کوئی ایسا ہوشیار کاروان آدمی نہ تھا کہ وہ حضرت تیمور کا خاک بوس ہوتا۔ اس لئے بعض باشندے یہان کے قتل ہوئے بعض اسیر ہوئے غلہ یہان لشکر کو بہت ہاتھ لگا یہان کے مکانات و عمارات کو جلا کر تودۂ خاکستر بنایا۔ پھر روز دوشنبہ ۴ ربیع الاول کو اہراونی سے قریہ تو ہنہ مین آ لئے یہان تحقیقات کرنے سے تیمور کو معلوم ہوا کہ جٹون کی قوم یہن رہتی ہین جو برائے نام مسلمان ہین اور شر و فساد و دزدی و راہ زنی مین اپنا جواب نہین رکھتین آیندہ و روندہ کی راہ اُنہون نے بند کر رکھی ہے۔

مسلمانی کے خلاف کاروانون کو طرح طرح کی اذیت دیتے ہین اور قتل کرتے ہین جب یہان لشکر تیموری آیا تو ان جٹون نے جنگلون اور نیکھون مین جاکر کچھوے کی طرح اپنا سر چھپایا۔ توکل ہندوئے قرقرہ اور مولانا ناصر الدین عمر کو انکی تاخت و تاراج کے لئے ایک توشون حوالہ ہوا۔ وہ اُن جٹون کے پیچھے گئے اور دوسو کو قتل کیا اور اُن کے چار پائے چھین لئے اور بہت سے جٹون کو قید کرکے لشکر مین لے آ لئے۔

جٹون سے لڑائی

امیر تیمور کی ہمت عالی اس طرف مصروف تھی کہ مفسدون کو قلع و قمع کرے اور

راہزنکو امین اور مسافرون کو سلامت رکھے اس لئے سہ شنبہ کو ۹ ماہ ربیع الاول کو توہنہ سے کوچ کرکے اور اغرق کو امیر سلیمان کے ساتھ سامانہ کی طرف روانہ کرکے خود جٹون کے استیصال کے درپے ہوا ایا بانون اور جنگلون مین وہ چھپے ہوئے تھے آپنے حملہ کرکے دو ہزار قتل کئے اور اُن کے زن و فرزند کو اسیر کیا اور اُن کے مال اور چارپایون کو تاراج کیا اسطرح اُن کے شر و فساد کو مٹایا جو ایک مدت مدید سے برپا کر رکھا تھا اس نواح مین ایک جماعت سادات چھپی رہتی تھی اور ایک گاؤن مین آباد تھی وہ حضرت تیمور کی خدمت مین آئی اور مرحمت خسروانہ سے مشرف ہوئی اور ایک داروغہ اُن کے گاؤن پر مقرر ہوا کہ وہ لشکر کے ہاتھ سے اُنکو کسی طرح کی گزند نہ پہونچنے دے پھر گھگر کی ندی پر قیام کیا۔ یہان وہ امیر لشکر سمیت آنکلے جن کو مرزا کابل سے ہندوستان کو روانہ کیا تھا۔ اور اُنکی منزلین مقرر کر دی تھین جب امیر تیمور نے اُن سے سفر کا حال پوچھا تو انہون نے بیان کیا کہ جس شہر و قلعہ نے مخالفت کی اُس کو فتح کیا اور لوٹ لیا پھر دوسرے روز پل کویلہ سے گذر کر دوسری طرف اُس کے خیمے ڈالے گئے۔ یہان وہ اغرق بزرگ اور لشکر کہ دیبالپور کی راہ سے روانہ ہوا تھا مل گیا ایک دن یہان قیام رہا دو منزلون کے بعد قریہ کیتھل مین لشکر کا ورود ہوا۔ سامانہ اور کیتھل مین فصل ۷ کروہ کا ہے جو پانچ فرسخ شرعی اور دو میل ہوتے ہین ۔

فتح دہلی کی طیاری ۔

جب سب طرف کی فوج اکٹھی ہو گئی اور امرا اور شہزادے جمع ہو گئے تو حضرت صاحبقران (تیمور) نے لشکر کو اس طرح مرتب کیا کہ برنغار (سپاہ کا دست راست کا بازو) تو مرزا پیر محمد جہانگیر مرزا رستم۔ امیر سلیمان شاہ اور امرا کو اور جرنغار (سپاہ کا دست چپ کا بازو) سلطان محمد خان مرزا خلیل سلطان۔ مرزا سلطان حسین۔ امیر جہان اور امرا کو سپرد ہوا۔ اور قول (درمیان سپاہ) مین تومان سان سپر اور تومان کلان و امیر اللہ داد و علی سلطان تواچی اور باقی اور تومانات و امرا قوشونات اپنے پاس رکھے اس سارے لشکر کا پھیلاؤ بیس میل طول اور دو میل عرض مین تھا یہ سپاہ کثیر دہلی کیطرف روانہ ہوئی ۲۲۔ ربیع الاول کو اسندی کے قلعہ مین جو کیتھل سے

ساتت کردہ تھا منزل ہوئی یہان حالات تحقیقات کرنے سے معلوم ہوا کہ سامانہ وکیتھل واسندی کے باشندے کافر مشرک بیدین بدکیش ہین وہ اپنے گہرین آگ لگا کر اہل وعیال و مال کو لیکر دہلی کیطرف چلے گئے ہین اس لئے یہ ملک بالکل ویران پڑا ہے ۲۳ ربیع الاول کو تغلق پور کے قلعہ مین مقام ہوا قلعہ کے لوگ لشکر تیموری کے خوف کے مارے اپنا گہربار چہوڑ چہاڑ ادہر اُدہر بہاگ گئے تہے یہان کے باشندے ثنویہ تہے یعنی دو خداؤن کو مانتے تہے ایک کو یزدان اور دوسرے کو اہرمن کہتے تہے اور انکو ظلمت سے تعبیر کرتے تہے خیر ونیکی کو یزدان سے شر وبدی کو اہرمن سے منسوب کرتے تہے اس صحرا کے رہنے والون کو سالون کہتے تہے وہ سب بہاگ گئے تہے لشکر تیمور نے اُن کے گہرون مین وقلعون مین آگ لگائی اور کوئی نشان انکا باقی نہین رکہا۔ ۲۴ ربیع الاول کو شہر پالی پت مین قیام ہوا وہ تغلق پور سے ۱۲ کروہ تہا یہان کے سب آدمی بادشاہ دہلی کے حکم سے فرار ہو گئے تہے یہان کے حصار مین ایک انبار گندم تہا جسمین دس ہزار من وزن بزرگ اور ایک لاکہ ساٹہ ہزار من شرعی گیہون تہا یہ کل گیہون لشکر مین تقسیم ہوا دوسرے روز چہ کوس چلکر ایک ندی کے کنارہ پر مقام ہوا۔ روز جمعہ ۲۶ ربیع الاول کو حکم ہوا کہ امرا برنغار وجرنغار معہ اپنے اپنے سپاہ کے جبہ (ہتیار وغیرہ) پہنین اور جنگ کے لئے آمادہ ہو کر روانہ ہون۔ روز شنبہ ۲۷ کو حکم جاری ہوا کہ امرا برانغار موضع جہان نما کو تاخت وتاراج کرین جہان نما دہلی سے دو فرسخ (۵ میل) پر ایک خوبصورت عمارت فیروز تغلق کی بنائی ہوئی تہی وہ جمنا کے کنارہ کے قریب تہی لشکر نے حکم کی تعمیل کی کہ قریہ کا لہی کرین سے جہان نما تک تاخت وتاراج کیا۔ جو سامنے آیا اُس کو قتل کیا یا اسیر کیا۔ اور مظفر ومنصور بہ غنائم بیشمار واپس آئے۔ روز دوشنبہ ۲۹ ربیع الاول کو جمنا کے پار صاحبقران تشریف فرما ہوا۔ اور حصار لونی کیطرف متوجہ ہوا کہ علف زار اس طرف تہا یہ قلعہ دوآبہ مین یعنی جمنا کے اور ہہنگن (ہینڈن) کے درمیان واقع ہے میمون اس قلعہ کا حاکم تہا اُس نے لڑائی کی تیاری کی۔ راجپوتون نے اپنے زن وفرزند کو گہرون مین بند کر کے آگ لگا دی اور لڑنے کے لئے موجود ہوئے۔ ظہر کی نماز کیوقت قلعہ فتح ہو گیا اور اہل قلعہ کچہ مارے گئے اور بہت سے قید ہوئے پہران قیدیون مین ہندو مسلمان علحدہ علحدہ کئے گئے مسلمان بخشے گئے ہندو قتل کئے گئے۔ حضرت صاحبقران نے حکم دیدیا کہ سیدون شیخون عالمون کو کسیطرح کی تکلیف نہ دی جائے اور باقی سب کے گہر لوٹ لئے جائین اور قلعہ

مسمار کیا جائے جب حضرت صاحبقران کو لونی کے قلعہ کی فتح سے فراغت ہوئی تو وہ روز چہارشنبہ غرہ ربیع الآخر کو جہان نما کے مقابل جمنا کے کنارہ پر گذرا ہا تو آپ اسکے ملاحظہ کے لیے آیا عصر کے وقت اپنے لشکر مین واپس آیا اور امراء اور شہزادون کو جمع کر کے سلطان محمود سے لڑنے کے لیے مجلس مشورہ منعقد ہوئی۔

مجلس مشاورت درباب حملۂ دہلی

اس مجلس مشاورت جنگ مین خوب مباحثے ہوئے اور ہر ایک نے اپنی اپنی رائے ظاہر کی۔ ہندوستان کے جنگی ہاتھیون کی نقلین بیان کی گئین کہ وہ سوار کو گھوڑے سمیت اٹھاکر ہوا مین چکر دیتے ہین جوانمردون نے ان نقلون اور کہانیون کا جواب باصواب دیا اور بالاتفاق یہ رائے قرار پائی کہ حصار لونی مین لشکر کے لئے اول بہت سا غلہ جمع کرنا چاہئے پھر شہر کے محاصرہ و فتح کی تدبیر کرنی چاہئے۔ مجلس مشاورت برخاست ہوئی۔ اور امیر جہان شاہ اور امیر سلیمان شاہ کو حکم ہوا کہ حوالی دہلی سے جتنا غلہ وہ جمع کر سکین کرین۔

حضرت صاحبقران سات سو سوار مسلح و جبہ پوش لیکر جمنا کو عبور کرکے جہان نما آیا جو حقیقت مین جہان نما تھا۔ یہان دیکھ بھال کر محل رزم و جدال اور میدان محاربہ و قتال کو سوچا کہ کہان مناسب ہوگا علی سلطان تواچی اور جنید بور لدائی قراولی کو گئے تھے۔ وہ محمد یوسف کو پکڑ لائے اس سے سارا حال سلطان محمود و ملو خان کا پوچھ کچھ کر اسکو مار ڈالا۔ اسی اثنا مین جاسوس خبر لائے کہ ملو خان چار ہزار سوار اور پانچہزار پیادے اور ۲۷ جنگی ہاتھی لیکر باغون سے نکلا ہے اور شہر کے باہر جہان نما کے قریب آیا ہے۔ صاحبقران تو جمنا سے اتر کر لشکر مین چلا آیا اور قراولان لشکر سید خواجہ وبشتر تین سو سفید ترک سوارون سے مقابلہ مین مصروف ہوا۔ سیونجک بہادر اور الہداد دو قشون لیکر انکی کمک کو بھیجے گئے۔ اس لشکر نے مخالفون پر تیر و تکا ایسا برسایا کہ اول ہی صدمہ سے انہون نے شکست پائی اور دہلی کی طرف نہایت بے ترتیبی سے منتشر ہو کر بھاگے انمین بہت سی تلوار اور تیرون سے ہلاک ہوئے عجیب اتفاق یہ ہوا کہ اس بھگڑ مین جنگی ہاتھیون مین سے ایک ہاتھی جسکا نام بنگالی تھا وہ گر کر مر گیا صاحبقران نے اسکو بڑا نیک شگون سمجھا دشمنون کے تعاقب مین دہلی تک

قریب تک لشکر تیموری گیا پہر وہ صاحب قران کے خیمہ پر آیا۔ روز جمعہ ۳ ربیع الآخر کو صاحبقران جہان نما پر خیمہ زن ہوا۔ امراء جو غلہ کیلئے بہیجے گئے تہے وہ بہت سا غلہ اور غنیمت لائے۔

امراء و شاہزادون کو صاحبقران کا ہدایت کرنا لڑائی کے باب مین

اگرچہ صاحبقران کے افسر و سپاہی بڑے دلاور تجربہ کار تہے مگر ایک امیر اور سپاہی ایسا نہ تہا کہ جو اتنی دفعہ مصاف و معرکۂ جنگ گاہ مین گیا ہو جتنی دفعہ وہ خود گیا تہا اس نے امرا و شاہزادونکو جمع کیا اور اس مجمع خاص مین زبان مبارک سے قواعد نبرد آزمائی و صف شکنی و رسوم تیغ گذاری و دشمن فگنی۔ قانون حملہ آوری اور دریا و غار مین جانے کے طریقے اور ترتیب پیچاسے باہر نکلنے کی قواعد اور آداب پیکار و شرائط رزم و کارزار بڑی فصاحت و بلاغت سے یہ سب باتین بیان کین اس نے یہ مقرر کر دیا کہ برانغار و جرانغار و ہراول و قول مین کونسے مقام پر کہڑے ہوتے ہین اور کس طرح عنان در عنان آپس مین ملتے ہین اور مخالفون کے حملون کو رد کرتے ہین سپاہ یہ نصائح سنکر زمین بوس ہوئے اور دعا دی۔

قیدیون کا قتل ہونا

اس مجلس مین امیر جہان شاہ اور اور امرا تجربہ کار نے صاحب قران سے عرض کیا کہ جس روز سے ہندوستان مین داخل ہوئے ہین آجتک کم و بیش ایک لاکھ ہندی قید ہوئے ہین وہ سب ہمارے لشکر مین موجود ہین کل جو دشمنون کے لشکر نے ہم پر حملہ کیا تہا تو قیدیون کے چہرہ سے آثار بشاشت نمایان تہے اور وہ ہمکو بد دعائین اور کوسنے دیتے تہے اور اس کے منتظر تہے کہ اگر ہمارے دشمنون کی فتح سنین تو سب متفق ہو کر قید سے آزاد ہون اور ہماری بہیر بنگاہ و خیمہ گاہ کو لوٹ لین اور دشمنون سے جا ملین اور انکی قوت اور تعداد کو بڑہائین صاحب قران نے اہل مجلس سے ان قیدیوں کے باب مین رائے پوچھی تو انہون نے یہ رائے دی کہ یہ امر بالکل قواعد جنگ کے برخلاف ہے کہ جنگ عظیم کے دن اپنے خیمہ گاہ اور بہیر بنگاہ مین یہ لاکھ سید بن دشمن اسلام قیدی آزاد چہوڑ دئے جائین صاحب قران نے یہ رائے سنکر تواجیون کو حکم دیا کہ لشکر مین منادی کر دین کہ ساری لشکر گاہ مین جس شخص

کے پاس ہندی قیدی ہون وہ اُن کو قتل کر ڈالے اور جو شخص اُن کی گردن اُڑانے مین دریغ کرے وہ بھی قتل کیا جائے اور اُسکا مال دا سباب اُس مخبر کو دیا جائے جو اس قصور وار کی تقصیر کی اطلاع دے اس حکم کے موافق لاکھ قیدیون کے سر اوڑائے گئے مولانا ناصر الدین عمر ارباب علم مین سے ایک تھے اور انھون نے کبھی اپنے ہاتھ سے بھیڑ بھی ذبح نہین کی تھی انھون نے اپنے پندرہ قیدی اپنے ہاتھ سے مارے ان فضول قیدیون کی تعداد مین اختلاف ہی ملفوظات و ظفر نامۂ تیموری مین لاکھ اور طبقات اکبری مین پچاس ہزار لکھی ہی تعداد اکثر تاریخون مین پایۂ اعتبار سے ساقط ہوتی ہی اکثر تاریخون مین لکھا ہی کہ پندرہ برس کی عمر سے بڑے قیدی قتل کرنے کا حکم تھا جب یہ خون ہو چکا تو دس نفر مین سے ایک نفر کو حکم تھا کہ وہ لشکر گاہ مین توقف کرے اور ہندیون کے زن و فرزند و ستور کی جو غنیمت مین ہاتھ لگے ہین حفاظت کرے اور باقی سب لڑنے چلین ظہر کی نماز کے وقت لشکر کے کوچ کا نقارہ بجا اور وہ وہان پہونچا جہان جمنا سے عبور کا مقام مقرر ہوا تھا۔ نجومیون اور اختر شناسون کی جماعت جو لشکر کے ہمراہ تھی اُس نے اپنی کتابون کو دیکھکر کہا کہ اوضاع فلکی کا اقتضاء یہ ہے کہ چلنے مین توقف ہو۔ لیکن حضرت صاحبقران کا یہ اعتقاد تھا کہ اہل التنزیۃ والتقدیس لایومنون بالتثلیث والتدلیس۔

	زسعد و نحس کواکب مان تو حجت و ریخ		کہ غرقہ اند ہمہ ہم چو ما درین دریا

نجومیون کی بات کا بھلا صاحب قران کو کیا اعتماد تھا اُسکو تو اپنے بازوؤن کی قوت پر بھروسہ تھا وہ یہ نہین چاہتا تھا کہ جنگ مین تاخیر ہو اس لئے جب صبح ہوئی نماز و وظائف و اوراد سے فراغت ہوئی تو قران مین فال دیکھی تو سورۂ نحل مین یہ آیت نکلی جس کے معنی یہ ہین کہ کافر و مومن کے حال کی مثال یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک غلام زر خرید عاجز ہو کہ کسی چیز پر قادر نہ ہو اور ایک آزاد مرد ہو کہ خدا تعالی کے فضل سے رزق فراخ سے بہرہ تمام رکھتا ہو اور اُس کو پنہان و آشکارا تنفقہ کرتا ہو تو یہ دونون ہرگز ایک دوسرے کی برابر نہین ہو سکتے۔ یہ فال نہایت مناسب حال تھی اُس فال قران پر صاحب قران نے اعتماد کرکے روز یکشنبہ ۵۔ ماہ ربیع الثانی کو جمنا کے کنارہ سے سوار ہو کر دریا سے پار لشکر کا خیمہ لگایا سب لشکریون نے ملکر دوپہر مین احتیاطاً خندق اس لشکر کے قریب جس کو بھالی کہتے تھے کھودی اور درختون کی شاخون اور چیزون سے حصار بنا لیا۔

لشکر تیمور نے لوگون کی زبانی سنا تھا کہ ہاتھیون کی جلد مین ایسی صلابت ہوتی ہے کہ تیر و شمشیر ان پر کارگر نہین ہوتے اور قوت انمین ایسی ہوتی ہے کہ بڑے بڑے درختون کو ایک حملہ مین جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیتے ہین اور اپنے پہلو کے اشارے سے بڑے بڑے مکانات کو گرا دیتے ہین اور کارزار کے وقت اپنی خرطوم ثعبان کردار سے گھوڑے کو مع سوار کے زمین سے اٹھا لیتے ہین اور ہوا مین ڈال دیتے ہین ان مبالغون سے باقتضاء طبع بشری بعض لشکریون کے دل مین دغدغہ تھا جب صاحبقران اشراف و اعیان کے لئے مقامات تعین کرنے لگا تو اپنی شفقت و مرحمت سے ارباب علم و کمال سے جو ہم رکاب تھے پوچھا کہ آپ کس مکان مین رہین گے انہون نے کلمات دہشت آمیز سے کہ ان پر دہشت طاری تھی فوراً جواب دیا کہ اس مکان مین رہین گے جس مین عورات اور خواتین رہین گے۔ اس جماعت کے اطمینان خاطر کے لئے صاحبقران نے حکم دیا کہ چوبون کا ایک حصار بنایا جائے اور اس کے گرد خندق بنائی جائے اور خندق کے اندر بھینسون کی گردنین اور انکی ٹانگون سے تھمون سے باندھکر کھڑے کئے جائین ... سہ کے خسک (تکموکٹے خار) بنائے جائین اور وہ پیادون کے پاس رہین جسوقت ہاتھی حملہ ور ہون تو وہ راہ مین پھینک دئے جائین۔ مگر ہاتھیون کے حملہ کرنے کی یہانتک نوبت ہی نہین پہونچی کہ یہ کانٹے کام مین آتے۔ شہاب الدین جامی نے اس حال کی نسبت یہ شعر کہے ہین

نظم

پس انگہ بسے گاؤمیشان نر	بہ زنجیر بستند پا یک دگر
کہ در پیش خندق فصیلے بود	وزان ہر یکے منع فیلے بود
چرا باید از پیل کردن حذر	کہ او چارہ پا بستہ چون گاؤ خر

صاحبقران کا سلطان محمود سے لڑنا اور فتح پانا

روز سہ شنبہ ربیع الثانی کو حسب الحکم صاحب قران طرح ترتیب سپاہ ہوئی کہ برانغار مین شاہزادہ پیر محمد جہانگیر و امیر یادگار برلاس و امیر سلیمان شاہ و امیر مضراب قماری و تمور خواجہ آقبوغا اور تومن اور جرنغار مین مرزا سلطان حسین و شاہزادہ خلیل سلطان و امیر جہان شاہ و شیخ ارسلان

اور امراء وہراول میں مرزا رستم و امیر شیخ نور الدین و امیر شاہ ملک و اللہ داد اور کل امراء اور قلب میں خود صاحب قران (والقلب مستقر سلطان الروح) جب یہ صف بندی ہوچکی تو صاحب قران نے ہراول کو آگے بڑھنے کا حکم دیا کہ دشمنوں کی خبر جاکر لائے۔ اس سپاہ نے دشمنوں کا ایک آدمی گرفتار کیا اور اس کو صاحب قران کے روبرو لائے تو اس شخص کی زبانی یہ حال معلوم ہوا کہ سلطان محمود نے جنگ کے لئے لشکر کو اس طرح مرتب کیا ہے کہ قلب (مرکز) میں رایت سلطان محمود و ملو خاں ہوگا و میسرہ کا اہتمام طغی خاں و پیر علی کو اور میمنہ کا اہتمام معین الدین و ملک ہادی کو دیا گیا ہے۔ ان پاس دس ہزار سوار کمل اور چالیس ہزار پیادے جنگی اور ۱۲۵ ہاتھی جو سلاح و بکتر سے آراستہ ہیں اور ان کے دانتوں میں زہر دار کٹاریں استوار لگی ہوئی ہیں اور ان میں سے اکثر کی پشت پر ہودہ لگا ہوا ہے اور اس میں ناوک انداز و آتش باز چرخ انداز بیٹھے ہوئے ہیں تخش دار رعد انداز کھڑے ہوئے ہیں۔ جب یہ دونوں لشکر قریب آئے تو صاحبقران سوار ہوکر پشتہ بھالے کی بلندی پر چڑھ گیا اور اطراف و جوانب کے اوضاع کا ملاحظہ کرنے لگا جب اس نے دیکھا کہ اب لشکروں میں لڑائی ہونے کو ہے تو موافق اپنی عادت کے پیادہ ہوا اور اخلاص و نیاز سے بادشاہ بے نیاز کی درگاہ میں تکبیر کہکر نماز پڑھنے لگا اور خاک پر ماتھے کو رگڑ کر گریہ وزاری کرنے لگا کہ اے خدا مجھے اصلا اپنی سعی و کوشش و کثرت اعوان و انصار جلادت کیش پر بھروسا نہیں ہے ؎

ندارم غرورے بگنج و سپاہ	ترا ورہمہ کار دانم پناہ
کرم کردۂ بارہا بارہی	دریں بارہم لطف کن کاگہی
بعجز تو ندارم امیدے بکس	کس بے کسانی بفریاد رس

اس نماز و مناجات کے بعد سجدہ سے سر اٹھا کر لشکر کو لڑانا شروع کیا۔ ہر چند ہندوستان کی سپاہ نے بقدر اپنی تاب و تواں کے بہادری کی مگر پشہ ضعیف تند باد سے اور آہو ناتواں شیر ژیان سے کیا لڑسکتا ہے۔ آخر کو ہزیمت پائی۔ تاتاریوں کے تیروں کی بوچھار نے ہاتھیوں کو نہ ٹھیرنے دیا۔ تیر و شمشیر سے ان کی سونڈوں کو زخمی کیا اور فیلبانوں کو قتل۔ سلطان محمود اور ملو خاں بھاگ کر شہر کے اندر گھسے اور دروازہ بند کرلیا

جب یہ فتح نمایاں ہوئی تو دوسرے روز صبح کی نماز کے وقت صاحب قران دہلی کے دروازہ پر آیا اور اس کو دیکھ بھال حوض خاص پر فروکش ہوا۔ یہ حوض ایک چھوٹا دریا تھا برسات میں اس میں پانی بھر جاتا تھا اسی کو سارا شہر پیتا تھا۔ سلطان فیروز شاہ تغلق نے اسے بنایا تھا اور اسکے کنارہ پر اسکی قبر ہے۔ یہاں سب شاہزادے اور امرا و ارکان دولت صاحبقران کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اس فتح کی مبارکباد دی۔ لڑائی میں جن جوانمردوں نے بہادری دکھائی تھی انپر تحسین و آفریں ہوئی۔ یہ حال دیکھ کر صاحب قران کو یہ خیال کہ خدا تعالے نے کس کثرت سے مجھے نعمتیں عطا کی ہیں۔ اس سے اسکو رقت آئی اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ اسی وقت باری تعالی کا شکر ادا کیا کہ اسکو ایسے فرزند کامگار و اعوان و انصار خدمت گذار عطا کئے ہیں اور اتنی فتوحات عطا کیں اور ان سب شجاعوں کو دعا دی۔

سلطان محمود و ملو خاں کا بھاگنا انکے پیچھے سپاہ کا جانا دہلی کا فتح ہونا

سلطان محمود اور ملو خاں شکست پاکر خستہ خاطر جہاں پناہ کے قلعہ میں گئے تھے اور اپنے کئے سے نہایت پشیمان تھے۔ ۷ ربیع الآخر کو آدھی رات کو دونوں بھاگ کر بیابان وکوہ کو چلے گئے بعض مورخ لکھتے ہیں کہ ایک گجرات کو گیا دوسرا برن کو۔ صاحبقران کو جب یہ خبر ہوئی تو اسنے تعاقب میں سپاہ بھیجی وہ تو نہ ہاتھ آئے مگر ملو خاں کے دو بیٹے خداداد و سیف الدین عرف ملک شرف الدین گرفتار ہوکر صاحب قران پاس آئے۔ اسی رات کو فوج کو حکم ہوا کہ سارے شہر کے دروازوں پر پہرہ چوکی رہے کہ کوئی شہر کا آدمی باہر نکل کر نہ بھاگ جائے۔ صاحبقران نے عیدگاہ میں بارگاہ لگایا اور جشن کیا۔ کل سادات و قضات و اکابر و اشراف دہلی اس دربار میں بساط بوس ہوئے۔ فضل اللہ بلخی جو ملو خاں کا نائب تھا مع اہل دیوان دہلی حاضر ہوا۔ اس سادات و علماء و مشائخ نے شاہزادوں و سپہ سالاروں کے توسل سے امان چاہی اور اسکی سفارش مرزا پیر محمد و امیر سلیمان شاہ نے کی صاحبقران نے مراحم شاہانہ سے انکی درخواست کو منظور کیا اور اہل دہلی کو امان دی۔ رسم معہود کے موافق توغ (علم) دروازہ پر قائم ہوا اور نقاروں نے فتح و ظفر کا آوازہ بلند کیا۔ شعرا نے اشعار پڑھے ان میں سے صاحبقران نے ان اشعار تاریخ میں سب سے اول شعر یاد کیا۔

چہار شنبہ ہشتم مہِ ربیع دوم	گرفت خسرو صاحب قران دہلی را
ز فتح شاہ کہ مجموع بشمری تاریخ	شود معین و خورشید بود جدی آرا
تو باز گو نگی کار ہند واں بنگر	ز شد تے کہ بایشاں رسید سال و فا
ز فتح شاہ ورخا ہر کیست ہست صد و یک	خود این نہفتہ نماند ز رائے اہلِ ذکا
ز آب یاری نصرت بباغ دولت شاہ	بسال خار گل فتح ہند شد بوبا

صاحبقراں نے آدمی بھیجکر ان ہاتھیوں کو منگوایا جو سلطان محمود چھوڑ گیا تھا وہ ۱۲۰ تھے جو سب طرح سے آراستہ تھے وہ اور کئی گرگدن (گینڈے) صاحبقراں کے روبرو آئے۔ فیلبانوں نے جب ان ہاتھیوں کے تماشے دکھائے تو صاحبقراں نہایت خوش ہوا۔ فیلبانوں کے اشارہ سے ہر ہاتھی سر کو زمین پر رکھتا اور ایک آواز لگاتا۔ ان کے سامنے جو چیز رکھی جاتی اُسے وہ اٹھا کر فیلبان کو دیدیتے یا اپنے منہ میں رکھ لیتے۔ جب ان قوی ہیکل جانوروں کے تماشے صاحب قراں نے دیکھے کہ وہ انسان ضعیف البنیان کا ایسا مطیع ہے کہ اس کے اشاروں پر کام کرتا ہے تو نہایت تعجب ہوا۔ اور اُس نے یہ حکم دیا کہ سمرقند کو پانچ۔ تبریز کو دو اور آذر بائیجان و شروان کو ایک ایک ہرات کو پانچ بھیجے جائیں تاکہ وہاں کے شاہزادے اور امرا ان کو دیکھ کر مسرور ہوں۔

جب جمعہ ہوا تو صاحب قراں نے مولانا ناصر الدین عمر کو اور بعض اور علماء بزرگ کو روانہ کیا کہ وہ دہلی کی جامع مسجد میں اُس کے نام کا خطبہ پڑہیں۔ چنانچہ یہ خطبہ پڑہا گیا اور خطیب کو انعام ملا۔ اور فیروز شاہ کے عہد میں جو یہ قاعدہ مقرر ہوا تھا کہ پہلے بادشاہوں کے نام کا خطبہ پڑہا جاتا تھا وہ موقوف ہوا۔ صاحبقراں کے فرمان کے موافق تکچیاں و دیوان شہر میں جا کر مال امانی مقرر کرنے لگے اور محصل اس کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ سید و علماء و مشائخ اس محصول کے مطالبہ سے معاف کئے گئے۔

اب روز رزم گذر گیا شبستان بزم کی تیاریاں ہوئیں۔ دشمنوں کی شکست کے بعد دوستوں کو عشرت ضرور ہے۔ حضرت صاحبقراں نے بزم عیش و سرور منعقد کی اور ساقیان سیم تن نے جام زریں میں شراب ارغوانی بھری اور مطربان لالہ عذار نے یہ ندا دی ؎

خنجر در کاسۂ زر آب طربناک انداز		پیش ازاں دم کہ شود کاسۂ سر خاک انداز	

اور اس بزم دلکشا میں شاہزادوں اور امرا اعیان دولت اور نوئیان سلطنت کو عطار بادشاہانہ سے مالامال اور بلند پایہ و سرفراز کیا۔ پانچ روز تک یہ خوش الحان رامش گروں نے ساز طرب سے ترانے دل نواز گائے۔

دہلی کی تباہی

مورخوں نے اپنی تاریخوں میں دہلی کی تباہی کی مختلف داستانیں لکھی ہیں مگر ہم خود امیر تیمور کی تحریر سے اور ظفر نامہ سے بالکل سچا حال نقل کرتے ہیں۔ روز پنجشنبہ ۱۶۔ ربیع الثانی ۸۰۱ھ کو ایسے اسباب جمع ہوگئے کہ صاحبقران کی سپاہ بہت سی شہر کے اندر داخل ہوگئی۔ ان اسباب کی تفصیل یہ ہے

اول شہر کے دروازوں پر حفاظت کے واسطے جو سپاہ ہیبت ناک ترکوں کی متعین تھی وہ ایک دروازہ پر جمع ہوگئی۔ اسکو یہ شہر ایسا ہاتھ لگا جیسے کہ شکاری درندوں کو بھیڑوں و ہرنوں کا گلہ یا عقاب کو بیچاری چڑیاں انہوں نے مال اسباب پر اپنی دست درازی سے اہل شہر کا دم ناک میں کر دیا۔

دوم جب امیر تیمور کو اس وقت کہ عیش و طرب میں مصروف تھا اس امر کی خبر ہوئی تو اس نے امیروں کو حکم دیا کہ وہ ان ترکوں کو اس حرکت سے باز رکھیں تو ان امیروں کے ساتھ شہر میں اور سپاہ داخل ہوئی

سوم جہاں ملک آغا اور خواتین نے امیر تیمور سے اجازت لی کہ قصر ہزار ستون کی سیر کو جائیں جسکو جونا نے جہاں پناہ میں بنایا تھا اُن کی جلو میں سپاہ کا ہونا ضرور تھا وہ بھی شہر میں داخل ہوئی۔

چہارم جلال الاسلام اور امراء دیوان اعلےٰ اور اہل قلم سپاہ کو ساتھ لیکر دہلی میں مال امانی کی تحصیل و تشخیص کے لئے گئے تھے۔

پنجم کئی ہزار سپاہی چٹھیاں لے کر شہر میں اناج۔ تیل۔ آٹا۔ شکر خریدنے گئے تھے۔

ششم امیر تیمور کو یہ خبر معلوم ہوئی تھی کہ اس ملک کے چاروں طرف کے ہندی مع اپنے زن و فرزند و بیش قیمت مال و اسباب کے دہلی میں جمع ہوئے ہیں۔ اسلئے امیر تیمور نے امراء کو مع اُن کی پلٹنوں کے شہر کے اندر بھیجا کہ انکی داد و فریاد کچھ نہ سنیں اور سب کو گرفتار و اسیر کر کے میرے روبرو لائیں۔ غرض ان سببوں سے شہر میں ترکی سپاہ کی کثرت ہو گئی تھی جب شہر میں ان

سپاہیوں نے ہندیوں کو گرفتار کرنا شروع کیا تو وہ تلوار ہاتھ میں لیکر لڑنے کو تیار ہو گئے - عورتوں بچوں کو گھروں میں بند کر کے جلادیا اور پھر خوب جان لڑا کر لڑے - یوں ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا سیری و جہاں پناہ و دہلی میں سب جگہ ایک آگ لگ رہی تھی - امیروں نے شہر کے دروازے اس لئے بند کر دئے تھے کہ باہر کا لشکر نہ چلا آئے - لیکن جمعرات کے دن اور شب جمعہ کو شہر میں پندرہ ہزار سپاہ موجود تھی جو قتل و غارت و قید و آتش زنی کے سوا کوئی اور کام نہیں کرتی تھی - جمعہ کے دن تو سارا لشکر شہر میں گھس کر لوٹ پر پل گیا - جس کو کوئی خیال سوا قتل و غارت و قید کرنے اور آتش زنی کے کچھ اور نہ تھا - جمعہ کے دن لوٹ عام تھی - جہاں پناہ و سیری کے اکثر محلے بالکل غارت ہو گئے - روز شنبہ ۱۷ کو بھی یہی حال رہا - لوٹ کا حال یہ تھا کہ لشکر میں سے ہر نفر ڈیڑھ سو آدمیوں سے کچھ کم و بیش مرد و زن و کودک کو گرفتار کر کے باہر نہ لایا تھا اور بہت سے ادنے آدمی پاس بھی بیس نفر سے کچھ زیادہ ہی بردے موجود ہو گئے - اور غنائم و فتوحات میں طرح طرح کے جواہر - موتی خصوصاً یاقوت و الماس اور اقمشہ و نفائس گوناگوں و سونے چاندی کے برتن و نقدیاں بے حد اور طلائی اشرفیاں وغیرہ بہت تھیں - قید میں جو عورتیں آئی تھیں ان کے ہاتھ پاؤں سونے چاندی کے کنگنوں اور پازیبوں سے اور ان کی انگلیاں بیش قیمت انگوٹھیوں چھلوں سے لدی ہوئی تھیں - سید و علماء و شیخ تو اس غارت سے بچے ہوئے تھے باقی سب اس بلا میں مبتلا تھے - اتوار کے دن امیر تیمور کو خبر ہوئی کہ پرانی دلی کی جامع مسجد میں بہت سے ہندی بھاگ کر جمع ہو گئے ہیں اور ہتیار اور کھانے پینے کا سامان لے کر چلے گئے ہیں اور اس کو اپنا مامن بنانا چاہتے ہیں اور بعض آدمی اس کے جو ادھر کام کو گئے تھے ان کو زخمی بھی انہوں نے کیا ہے - تو اس نے امیر شاہ ملک اور علی سلطان تواچی کو پانچسو آدمیوں کے ساتھ بھیجا کہ خدا کے گھر کو ان ناپاک بے دینوں سے پاک صاف کرے - اس حکم کے موافق انہوں نے جا کر ان سب کو مار ڈالا اور پرانی دہلی کو لوٹ لیا - امیر تیمور نے حکم دیا کہ جو قیدی گرفتار ہو کر باہر آئے ہیں ان میں سے ارباب صناعت و اہل حرفہ جدا کئے جائیں اور بعض ان میں سے شاہزادوں اور آقاؤں و امرا کو جو یہاں موجود ہیں یا اور ملکوں میں امیری خدمت کر رہے ہیں تقسیم کئے جائیں

اور چونکہ میرا ارادہ ہے کہ دارالسلطنت ثمرقند میں ایک مسجد بناؤں اسلئے سنگ تراشوں اور معماروں کو خاص میری خدمت کے لئے جدا رکھیں۔

امیر تیمور لکھتا ہے کہ میری مرضی سے نہیں بلکہ خدا کی مرضی سے تینوں شہر سیری جہاں پناہ۔ پرانی دہلی غارت وتباہ ہوئے ہیں۔ اس خطہ میں میرے نام کا خطبہ بھی جو امن و امان وحفاظت کا کفیل تھا پڑھا گیا۔ میری عین تمنا یہ تھی کہ اس شہر پر کوئی بلا نہ نازل ہو مگر اس کے برخلاف ارادت ازلی یہ تھی کہ شہر غارت وتباہ ہو اسلئے ایک گروہ کے دل میں یہ آیا کہ اس نے میرے لشکر پر دست درازی کی اور اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی ماری ؎

دانی کہ حساب کار چو نیست — سررشتہ ز دست ما برونست
چون کار باختیار ما نیست — بہ کردن کار کار ما نیست

واللہ اعلم بحقیقت الامور۔ جب امیر تیمور کے دل میں آیا کہ دلی میں امن ہو تو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر شہر میں آیا۔ اس نے سب جگہ سیر کر کے ان تینوں شہروں کی وضع یہ بیان کی ہے کہ سیری ایک مدور شہر ہے اور اس میں اینٹ پتھر کے قلعے بہت مستحکم بنے ہوئے ہیں۔ سیری سے بڑی پرانی دلی ہے اور اسمیں اور زیادہ مستحکم قلعہ بنا ہوا ہے۔ ان دونوں شہروں کے قلعوں میں بہت فاصلہ ہے اور ایک قلعہ سے دوسرے قلعہ تک ایک فصیل گچ اور پتھر کی بنی ہوئی ہے۔ آبادی شہر کے وسط میں جہاں پناہ ہے۔ ان تینوں شہروں کے قلعوں کے تیئیس دروازے ہیں جہاں پناہ کے تیرہ دروازے سیری کے سات اور پرانی دلی کے دس۔ امیر تیمور شہروں کی سیر سے سیر ہو کر مسجد جامع میں تشریف فرما ہوا۔ وہاں سید و علما و فقہا و مشائخ اور بزرگ مسلمان جن کی حفاظت اس کے حکم سے ہوئی تھی وہ اس کو فتح کی مبارکباد دینے آئے۔ انسے امیر بہ تواضع و تعظیم پیش آیا اور انکی جان و مال کی حفاظت کے واسطے خواہ وہ کہیں ہوں ایک افسر مقرر کیا۔

اب یہ امر غور طلب ہے کہ دلی پر جو آفت اور مصیبت آئی اسکو امیر تیمور کی سفاکی و بیرحمی سے منسوب کریں یا اس کی ترک و تاتار کی سپاہ خونخوار کی خودسری سے۔ کل مقدمات کے مرتب کرنے سے صحیح نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ کام جیسا کہ اسنے خود بیان کیا ہے اسکی مرضی کے برخلاف ہوا ہے۔ اسکی سپاہ کی خودسری سے یہ کام ہوا جسکا روکنا خود امیر تیمور کے اختیار سے باہر تھا

جب فوج لوٹتے لوٹتے اور مارتے مارتے تھک گئی اور لوٹنے کے لئے کچھ باقی نہ رہا تو امن امان ہوگیا۔ یہ کہنا کہ اہل دہلی اسلئے قتل و غارت ہوئے کہ انہوں نے امیر تیمور کے آدمیوں کو قتل کیا تھا فقط سپاہ تیموری نے غارت اور قتل کے لئے بہانہ بنالیا تھا۔ مگر اہل دہلی کی عادت ہے کہ وہ ایسے موقعوں پر ایسی حماقت کیا کرتے ہیں کہ جس سے ان کے سر پر اپنے ہاتھوں سے آفت آتی ہے تاریخ میں کئی ایسے واقعات لکھے گئے ہیں۔

امیر تیمور کا ہندوستان میں اور جگہ غزا کی نیت سے جانا اور دہلی سے نہضت کرنا

امیر تیمور لکھتا ہے کہ میں نے دہلی میں پندرہ روز سیادت و اقبال کے ساتھ توقف کیا اور آئین جشن شاہانہ اور دربار خسروانہ کرتا رہا۔ اب مجھے یہ خیال آیا کہ میں ہندوستان میں جہاد کرنے کے لئے آیا ہوں اور خدا تعالے کی عنایت سے مجھے سب مہموں میں فتح اور سب جگہ دشمنوں پر ظفر حاصل ہوئی ہے کئی لاکھ کافروں اور بت پرستوں کو قتل کرچکا ہوں۔ حسام اسلام کو خون کفار سے سرخ کیا۔ سب پر فائق یہ فتح عظیم حاصل ہوئی ہے اسلئے مجھے آرام سے نہیں بیٹھنا چاہئے بلکہ ہندوستان میں اور جہاد کرنے چاہئیں۔ یہ سوچکر وہ ۲۲۔ ربیع الآخر ۸۰۱ھ روز چہارشنبہ کو بیرون چڑھے جہان پناہ سے تین کروہ چلکر فیروزآباد میں آیا۔ اور کچھ دیر تک یہاں کے منزہات کو نظر احتیاط سے دیکھتا رہا اور پھر مسجد فیروزآباد میں آیا اور یگانہ بے نیاز کی درگاہ میں دوگانہ شکر و سپاس ادا کیا۔ دروازہ فیروزآباد سے نکلا ہی تھا کہ سید شمس الدین ترمذی اور علاءالدین شیخ کوکری جو اُسکے لشکر سے لاہور اور کوپلہ (ہردوار) گئے تھے اُسکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بہادر بہار حاکم ہردوار نے جو دو طوطے سفید بھیجے تھے وہ پیش ہوئے۔ یہ دونوں طوطے تغلق شاہ کے عہد کے تھے اور ہمیشہ بادشاہوں کی مجلسوں میں شیریں گفتاری کیا کرتے تھے۔ اس تحفہ گرامی سے نہایت خوش ہوا۔ اُسنے حکم دیدیا کہ ہر روز پنجرے میں ان طوطوں کو لایا کریں کہ میں ان کی میٹھی بولیاں سنا کروں۔ اب آگے منزل بمنزل چلکر وہ موضع اسار میں پہنچا۔

قلعہ میرٹھ کی فتح

یہاں امیر تیمور نے سنا کہ میرٹھ میں ایک قلعہ نہایت استوار ہے اور الیاس افغان اور اسکا بیٹا مولا احمد تہانیسری وہاں حاکم ہے اور صفی ایک گبر ہے جو بہت سے گبروں کو ساتھ لیکر قلعہ میں ان کی مدد کو گیا ہے اس کے پاس ہتھیار اور سامان جنگ بہت ہے۔ یہ سب سن کر امیر تیمور نے شاہزادہ رستم و امیر طغی خاں یوغا۔ امیر شاہ ملک اور امیر اللہ داد کو قلعہ میرٹھ کی فتح کے لئے روانہ کیا اور حکم دیا کہ اگر اہل قلعہ اطاعت اختیار کریں تو ان کی شرائط کو قبول کریں اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو اطلاع دیں۔ ان افسروں نے ۲۷۔ ربیع الثانی کو کوچ کیا اور میرٹھ میں پہونچکر امیر تیمور کا پیغام اہل قلعہ پاس بہیجا کہ وہ اپنی جان و مال و آبرو کو صاحب قران کی حفاظت میں حوالہ کریں۔ انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہمارے قلعہ پر بادشاہ ترمشیریں خاں بے شمار سپاہ لیکر حملہ آور ہوا تو وہ اس کو نہ لے سکا اور حیران ہو کر چلا گیا۔ اس جواب سے صاحب قران کو اطلاع ہوئی تو اس کو ترمشیریں خاں کی نسبت جو اہل قلعہ نے گستاخانہ کلام کیا تھا وہ نہایت ناگوار گذرا اور غصہ میں وہ باہر آیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر حکم دیا کہ میرٹھ کے لئے لشکر تیار رہے ۲۸۔ ربیع الثانی کو ظہر کی نماز کے بعد دس ہزار سواروں کو لیکر روانہ ہوا اور ایک رات سڑک پر قیام کر کے دوسرے روز ۲۹۔ کو قلعہ میرٹھ پر جا پہنچا اور اسی وقت حکم دیا کہ قوشونات کے امرائیں سے ہر ایک نقب لگائے۔ اس حکم سے رات کو ہر برج و بارہ کے آگے دس پندرہ گز نقب تیار ہو گئی۔ اہل قلعہ یہ حال دیکھکر سہم گئے۔ امیر اللہ داد نے قلعہ کے دروازہ پر حملہ کیا اور تکبیر اور تہلیل کا آوازہ بلند کیا اور ایک نوکر سراے بہادر پسر قلندر قلعہ کے کنگرہ میں کمند ڈالکر سب سے پہلے چڑھ گیا۔ پہر اور بہادر اسکے پیچھے چڑھے اور الیاس افغان اور اس کا بیٹا خاصے لڑے مگر آخر کو رستم برلاس نے اسکی گردن میں رسی ڈالکر امیر تیمور کے سامنے پیش کیا۔ اور صفی اس لڑائی میں مارا گیا۔ بعد اس فتح کے اہل قلعہ قتل ہوئے اور قلعہ مسمار ہو کر خاک کی طرح زمین کی برابر ہوا۔ امیر تیمور کو اس فتح سے اس سبب سے زیادہ خوشی ہوئی تھی کہ ترمشیریں خاں جس قلعہ کو بہت سپاہ سے نہیں فتح کر سکا اسکو تہوڑی سپاہ سے ایک ہی دفعہ میں اس نے فتح کر لیا۔ اسنے کہا کہ جو کام اسکے لئے مشکل تھا وہ میرے لئے خدا نے سہل کر دیا۔ تاریخوں میں لکہا ہے کہ امیر تیمور کے پیغام کا جواب اہل قلعہ نے یہ لکہا کہ ترمشیریں خاں جب اس قلعہ کو نہیں فتح کر سکا

تو اور کوئی کیا فتح کریگا۔ امیر تیمور نے حکم دیا کہ اہل قلعہ کو ایک تہدید نامہ لکھا جائے۔ منشی نے اس نامہ میں یہ بھی لکھدیا کہ ترمشیرین خان کو ہم سے کیا نسبت ہے۔ جب منشی نے یہ نامہ پڑھا تو وہ اس عبارت کو سنکر مکدر ہوا اور کہنے لگا کہ ترمشیرین خان ہم سے لایق و فائق ہے اور جمیع امور میں رجحان اُس کا ہم پر محقق ہے۔ اس کہنے سے اُسکا حسن اخلاق بڑا ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پہلے بزرگوں کی بزرگی مانتا تھا۔

دریاء گنگ پر ہندوؤں سے لڑائیاں

قلعہ میرٹھ کا قصہ فتح پر تمام ہوا تو صاحب قران نے غرہ جمادی الاول ۸۰۱ھ کو حکم دیا کہ امیر جہان شاہ لشکر جرار کو لیکر جمنا کے اوپر اوپر تاخت و تاراج کے لئے جائے اور اغرق امیر شیخ نورالدین کے سپرد کیا جائے کہ وہ آب قراسو (جسکا ترجمہ سیاہ ندی ہے اس سے مراد ندی کالی نی ہے) پر سفر کرے اور خود وہ دریائے گنگ کی طرف جو میرٹھ سے ۱۴ کروہ تھا روانہ ہوا۔ ۲۔ کو فیروزپور میں پہنچا مگر دریا کو ایسا پایاب نہ پایا کہ اسکے سب آدمی آسانی سے عبور کرنے بعض سوار تیر کر اُتر گئے۔ جب صاحب قران نے پار جانے کا ارادہ اسی طرح کیا تو امرا نے دست بستہ عرض کی آج حضور یہاں توقف فرمائیں کل وہاں سے دریا کو عبور کریں جہاں سے فیروزپور کے قریب مرزا پیر محمد کا لشکر اترا ہے۔ امیر نے اسے منظور کر لیا اور دوسرے روز دریا کو عبور کرکے تغلق پور کی طرف کوچ کیا۔ اثناء راہ میں امیر کا ایک پاؤں سوجھ گیا اور اس میں درد پیدا ہوا ملازم علاج کی تدبیریں کر رہے تھے کہ خبر آئی کہ اڑتالیس کشتیوں میں بے دین سوار ہوئے چلے آتے ہیں پیلبان یا دمیدان آب میں کشتیوں کے ہاتھیوں کو دوڑا اسے لئے چلا آتا ہے۔ وہ مرغ کی طرح پرواز کرتی ہیں اور باز کی طرح سینوں کو چھپاتی ہیں۔ امیر تیمور کو اہل شرک کے ساتھ لڑائی کا ایسا شوق تھا کہ اس خبر کے سنتے ہی خوشی کے مارے اس کی علالت زائل ہوگئی اور بے توقف ہزار آدمیوں کے ساتھ سوار ہوکر دریا کی طرف آیا۔ اور دریا کے کنارہ پر سے دشمنوں پر تیروں کا مینہ برسایا جسکو اُنہوں نے سپروں سے روکا۔ مگر بعض دلاوروں نے گھوڑوں کو دریا میں ڈال دیا۔ اور تیر کر کشتیوں کو پکڑ لیا۔ اور انکے اندر گھس کر دشمنوں کو تلوار سے بے سر کرنا شروع کیا

غرض اس طرح زخم تیر اور ضرب شمشیر نے دشمنوں کو ہلاک کیا۔ ان کشتیوں کو دریا میں کاغذ کی ناؤ بنا دیا۔

ایک دن میں امیر تیمور کی تین فتوح

دریا گنگ میں اہل کشتی پر امیر تیمور کی فتح ہوئی تو وہ تغلق پور کو چلا گیا۔ امیر اللہ داد اور بایزید قوچین اور الطون کہ قراولی کے لئے گئے تھے انہوں نے دو آدمی بھیجکر صاحبقراں کو مطلع کیا کہ ہم نے ایک جگہ دریا سے عبور کیا تھا وہاں ہم نے ہندیوں کا ایک بڑا لشکر دیکھا جس کا سردار مبارک خاں ہے امیر تیمور دوسرے روز قبل از نماز صبح ایک ہزار سوار ساتھ لیکر روانہ ہوا۔ جب دشمن کے لشکر کے نزدیک ہوا تو مبارک خاں دس ہزار سوار و پیادہ لئے لڑنے پر آمادہ تھا۔ امیر تیمور نے کہ امیر شاہ ملک اور امیر اللہ داد کو ایک ہزار سوار کے ساتھ دشمنوں پر حملے کے لئے روانہ کیا اور اپنے قلت اور دشمنوں کی کثرت پر کچھ خیال نہ کیا حسب الحکم دشمنوں پر وہ ایسے جا گرے جیسے بھوکے شیر بھیڑوں پر۔ ہندی شکست پاکر لومڑیوں اور گیدڑوں کی طرح جنگلوں میں جا چھپے۔ زن و فرزند انکے اسیر ہوئے۔ بہت سی غنیمت ہاتھ لگی۔ یہاں صاحبقراں ایک ساعت ٹھیرا تھا کہ خبر آئی کہ درہ کوپلہ (ہردوار کا پرانا نام ہے) کے دامن میں دریا پر بہت سے ہندی جمع ہیں۔ وہ پانچسو سوار لیکر اس طرف متوجہ ہوا۔ باقی لشکر غنیمت کے لینے میں مصروف ہوا۔ جب درہ کوپلہ پر وہ پہونچا تو یہاں دیکھا کہ دشمنوں کا اژدحام کثیر ہے۔ شاہ ملک اور علی سلطان تواچی تکبیر و تہلیل کا نعرہ مار کر کے دشمنوں پر گرے اور بہت سے ہندی قتل کئے۔ باوجودیکہ وہ کثیر تھے مگر ان قلیل نے ان کو مغلوب کر لیا۔ لشکر لوٹنے میں لگا۔ صاحبقراں کے ہمرکاب صرف سو سوار رہ گئے تھے کہ ناگاہ ملک شیخہ پانچ سو سوار و بہت سے پیادوں کے ساتھ تیور بدلے ہوئے امیر تیمور کی طرف متوجہ ہوا جب ایک تیر کے فاصلہ پر وہ تھا تو ایک سپاہی نے بے تحقیق کئے امیر سے عرض کی کہ یہ بندہ درگاہ شیخ کوکری آتا ہے۔ امیر نے یہ سنکر پہاڑ کی طرف رخ کیا۔ مگر جب شیخہ نے لشکر اسلام پر تلوار کھینچی تو حضرت صاحبقراں نے اپنے گھوڑے کی باگ موڑی اور شیخہ کے پیٹ پر تیر اور سر پر شمشیر ایسی لگائی کہ وہ پشت زین سے روئے زمین پر آیا۔ اسکے گلے میں رسی باندھ کے لائے۔ جب صاحبقراں نے اس سے سوال پوچھا تو اسنے بجائے جواب کے اپنی جان دیدی۔ پھر اس ساعت میں

خبر آئی کہ یہاں سے دو کروہ پر درہ کوپلہ میں دشمنوں کا انبوہ لگ رہا ہے ان کے زن و فرزند و مال اسباب مویشی کثرت سے جمع ہیں۔ تیمور لکھتا ہے کہ میں نے سوچا کہ آدھی رات سے میں جاگ رہا ہوں اور دو فتحیں حاصل کر چکا ہوں اور ان میں بہت محنت مشقت اٹھا چکا ہوں اس لئے بستر استراحت پر کچھ آسائش ضرور ہے مگر اسکے ساتھ ہی مجھے یاد آیا کہ میں نے تلوار نیام سے نکالی ہے اور ہند میں جہاد کرنے آیا ہوں پس جہاں تک ممکن ہے ہندیوں سے لڑنا اور آسائش اور آرام کو اپنے اوپر حرام کرنا چاہئے۔ دشمنوں تک راہ دشوار گذار تھی اس میں گھنے جنگل و خارستان و نیستان تھے۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ جب لشکر کی ضرورت تھی تو مرزا پیر محمد و سلیمان شاہ کے لشکر جو فیروز پور سے دور دراز کی مہم پر گئے ہوئے تھے امیر کے لشکر سے آملے۔ اس لشکر کے ساتھ دشمنوں پر اُسنے حملہ کیا اور ان میں سے اکثر کو قتل کیا۔ لشکر اسلام کو چوپائے اونٹ گائے اور طرح طرح کے اسباب ہاتھ لگے۔ غرض ایک دن میں یہ تین فتحیں حاصل ہوئیں۔ ایک دفعہ نوبت ایسی آئی کہ امیر مرتے مرتے بچا۔ تریسٹھ برس کی عمر میں ان لڑائیوں کے اندر اُسنے اپنے اوپر جفاکشیاں و مصائب و تکالیف وہ گوارا کئے جو ایک ادنیٰ سپاہی گوارا کرتا ہے۔ غرض پیرانہ سالی میں یہ اُس کی فتوحات عجائبات روزگار سے ہیں۔

درہ کوپلہ (ہردوار) میں ہندوؤں کا غارت کرنا اور پتھر کی گائے

تیمور لکھتا ہے کہ درہ کوپلہ پائے کوہ میں واقع ہے جسکے پاس گنگا بہتی ہے یہاں سے پندرہ کوس (کروہ) بالا تر ایک پتھر گائے کی شکل کا ہے اور اس گائے کے منہ سے گنگا بہتی ہے یہاں ہندو اُس کی پوجا کرتے ہیں اور چاروں طرف سے ہزاروں جاتری برس برس روز چلکر یہاں آتے ہیں۔ ہر سال نہان ہوتا ہے۔ ہندو مُردوں کو جلاتے ہیں اور ان کی خاکستر اپنے ساتھ لاتے ہیں اور گنگا میں ڈالتے ہیں اور اس کو وسیلہ نجات جانتے ہیں۔ سونے چاندی کو بھی دریا میں ڈالتے ہیں۔ دریا کے اندر نہان و اشنان کرتے ہیں اور سر پر پانی چھڑکتے ہیں اور سر ڈاڑھی منڈا کے بھدرا کرتے ہیں اور اسکو عبادت ایسی ہی سمجھتے ہیں جیسے کہ مسلمان حج کو جو ارکان اسلام میں سے ہے۔

اس وقت ہنود کے گروہوں کا انبوہ تھا اور انکے پاس مال اور مویشی اور مال منقولہ بہت کچھ تھا۔ اسلئے ۵۔ جمادی الاول کو امیر تیمور اس طرف متوجہ ہوا۔ ہنود اپنے غلبہ اور کثرت پر مغرور تھے مقابلہ اور جنگ پر آمادہ ہوئے۔ صبح کو لڑائی شروع ہوئی۔ سپاہ کے جوش و خروش نے نعرۂ تکبیر کے غل نے دل کے خروش نے ہنود کے دلونکو ہلا دیا اور آتش خوف کو ایسا بھڑکایا کہ دشمنوں کے دل ٹھنڈے کر دئے اور ڈر کے مارے وہ پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ لشکر اسلام ان کے پیچھے پڑا اور اکثر ہنود کو تہ تیغ کیا۔ تھوڑے سے نیم جاں پراگندہ زندہ رہے انکا اموال و اسباب سب لشکر اسلام کے ہاتھ آیا۔ بعد اس فتح کے دریائے گنگ سے امیر تیمور عبور کر کے منزل پیما ہوا۔

ممالک ہندوستان سے صاحبقراں کا عزم مراجعت

جب دہلی اور ان ممالک کی فتح سے صاحبقران کو فراغت ہوئی تو یہاں سے مراجعت کا عزم ہوا ۲۔ جمادی الاول ۸۰۱ھ کو گنگا کے کنارہ سے جدا ہوا۔ سارے لشکر کو سفر کا حکم ہوا۔ پہلی منزل میں خبر آئی کہ کوہ سوالک کے دروں میں ہنود ستیزہ کار بہت جمع ہیں اسلئے امیر کا ارادہ خود ان سے لڑنے کا ہوا۔ امرا نے دست بستہ عرض کیا کہ ہم کو حکم ہو کہ ان ہندوں کو ہلاک کریں امیر صاحب قران نے فرمایا کہ میں نے فرض جہاد کے ادا کرنے میں دو فائدے سوچے ہیں ایک ثواب اخروی دوم حصول غنائم و فتوحات دنیوی جیسی کہ تمہاری نظر ان دو فائدوں پر ہے ایسے ہی میری نظر بھی ہے میں جہاد پر جائے بغیر نہیں رہونگا۔

کوہ سوالک کی تاخت و تاراج

صاحب قراں ۱۰ جمادی الاول کو کوہ سوالک کی تاخت کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ یہاں ایک راجہ تھا جس کا نام بہروز تھا۔ اسنے سپاہ کثیر جمع کر رکھی تھی اور اپنی جگہ کے استحکام اور کوہ کی حصانت پر مغرور تھا۔ امیر تیمور تو خود درہ کے منہ پر ٹھہرا اور امرا کو لشکر دے کر لڑنے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے فتح کامل حاصل کی اور غنائم بیش قیمت اور اموال و بردہ و مویشی بہت ہاتھ لگے۔ لشکر میں سے قوی مردوں نے تین تین چار چار سو گائیں گرفتار کیں۔ ضعیفوں کو ایک گائے

بھی نہیں ہاتھ لگی اسلئے امیر تیمور نے حکم دیا کہ قوی اپنی لوٹ میں سے ضعیفوں کو حصہ دیں تمام خرد و بزرگ اسطرح ان غنائم سے بہرہ ور ہوئے۔ بعد اس فتح کے اور آگے امیر کا لشکر چلا مگر وہ غنیمت کے مال سے ایسا لدا ہوا تھا کہ تین چار کوس سے زیادہ سفر نہیں کرسکتا تھا۔

کوہ سوالک سے آگے کے جنگلوں میں لڑائیاں

۱۴۔ جمادی الاول روز چہارشنبہ کو موضع کندر سے صاحبقراں نے دریائے جمن سے عبور کیا۔ کوہ سوالک کے دوسرے حصے میں خیمہ زن ہوا۔ یہاں اسنے سنا کہ ہند کے راجاؤں میں ایک راجہ رتن ہے جس پاس بہت سے ہنود جمع ہیں اور جنگلوں میں اونچے مقامات پر مقیم ہے۔ پہاڑ ایسے بلند ہیں کہ آنکھ ان کو نیچے سے اوپر تک نہیں دیکھ سکتی اور درختوں کے جنگل ایسے گھنے ہیں کہ چاند سورج کی کرنوں کو زمین پر نہیں پڑنے دیتے۔ صاحب قران نے ایسے محل باخطر اور جنگل پر حذر کے جانے میں اتنا بھی توقف نہیں کیا کہ رات گذر جاتی۔ شب پنجشنبہ ۱۵۔ ماہ مذکور کو حکم دیا کہ قوشونات مشعلیں روشن کریں اور لشکر تورہ کے ساتھ لیتے لڑنے کے لئے مرتب ہو کر چلے۔ رات ہی کو بارہ کوس کی منزل طے کی۔ اور جنگل کو کاٹ کر اپنا رستہ بنالیا۔ اور ۱۵۔ کو کوہ سوالک اور کوہ کول کے درمیان جا پہنچا۔ یہاں رائے رتن بھی اپنے میمنہ و میسرہ کو رسم و آئین کے ساتھ تزئین دیکر جنگ کو آمادہ ہوا۔ مگر جسوقت لشکر کے نقاروں اور نفیریوں اور بھوپوں کے طنطنہ اور تکبیر و تہلیل کے زمزمے ہنود کے کانوں میں پہونچے تو ان کو ثبات و قرار کی تاب نہیں رہی بے توقف فرار اختیار کیا۔ لشکر اسلام اُنکے پیچھے پڑا بہت سے بھگوڑوں کو مارا۔ بہت کچھ مال و اسباب غنیمت میں ہاتھ لگا۔ کسی طرف تو ہر ایک سپاہی کو سو دو سو گائیں اور دس بیس لونڈی غلام ہاتھ آئے اور کسی طرف اسقدر غنیمت لشکر کو نہ ہاتھ لگی۔ روز جمعہ ۱۷۔ کو پھر صاحب قراں کوہ سوالک میں آیا۔ یہاں سے نگرکوٹ پندرہ کوس رہا تھا اور اس درہ میں بڑے گھنے جنگل تھے اور ان میں ہنود بہت تھے۔ امیر تیمور نے اس لشکر کو جس کو پہلی لڑائی میں غنیمت کم ہاتھ لگی تھی۔ حکم دیا کہ وہ یہاں تاخت و تاراج کرے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ یہاں ہندوؤں کی جمعیت بہت ہے تو وہ خود آیا اور یہاں لڑائی ہوئی اور اس کو فتح و ظفر حاصل ہوئی

بہت کچھ غنیمت ہاتھ آئی۔ اس غنیمت کو صاحب قران نے لشکر میں برابر تقسیم کر دیا۔ پہلے پہاڑ پر رات کو قیام کیا۔ یہاں جنگلوں میں بندر بہت رہتے تھے وہ رات کو لشکر میں آتے تھے اور سپاہیوں کی چیزیں لے جاتے تھے۔

۱۷۔ جمادی الاول کو سوالک کے دو پہاڑوں کے درمیان صاحبقران تھا اور ۱۶۔ جمادی الآخر کو نواحی جموں میں پہنچا۔ اس ایک مہینے کے عرصہ میں وہ اہل ہند سے بیس لڑائیاں لڑا اور انمیں فتحیاب ہوا اور ان تیس دن کے اندر ہندوستان کے قلاع عظیم میں سے سات قلعے فتح کئے۔ یہاں کے لوگ سلاطین سابق کو جزیہ دیتے تھے مگر اب انہوں نے جزیہ دینا چھوڑ دیا تھا اور اہل اسلام کے انقیاد سے گردن نکال لی تھی۔ ان قلعوں میں سے ایک قلعہ شیخو تھا جو ملک شیخ کوگر کے (گکھڑ) رشتہ داروں پاس تھا مسلمانوں کی ایک جماعت یہاں رہتی تھی اور ان کے وسیلہ سے اسلام کی ظاہری اطاعت اہالی قلعہ کرتے تھے لیکن نفاق اور خبث کی علامتیں انکے احوال سے نظر آتی تھیں جب مال امانی انپر مقرر ہوا تو اسکے ادا میں انہوں نے عذرات پیش کئے اور ان کی اوضاع سے یہ معلوم ہوا کہ عذر و فساد مچائینگے۔ صاحب قراں کے ایک ملازم کو ان سے ہتھیار لینے کی یہ تدبیر خوب سوجھی کہ اس نے مال امانی میں اجناس کا لینا اختیار کیا اور کم قیمت پرانے کپڑوں اور کمانوں کی بڑی قیمت مقرر کی اور ان کو لینا شروع کیا یہ حکمت اس کی ایسی چلی کہ جس قدر ہتھیار دشمنوں کے پاس تھے وہ سب باہر لائے اور ان کو بیچ ڈالا اور کوئی ہتھیار ان کے ہاتھ میں باقی نہیں رہا۔ بعد ازاں صاحبقراں کا حکم یہ صادر ہوا کہ ہمارے خزانچی ہندو شاہ پاس چالیس ہندو خدمت کے لئے حاضر ہوں اس حکم کو انہوں نے نہ مانا اور بعض مسلمانوں کو قتل کیا جسکا انتقام لشکر اسلام پر واجب ہوا۔ صاحبقراں کے لشکر نے اس قلعہ کو فتح کر لیا اور دو ہزار بے دینوں کو قتل کیا اور انکے خانماں کو آگ لگائی۔ اور ان سات قلعوں میں سے ایک قلعہ دیبراج اور پانچ اور قلعے تھے جو تھوڑے دنوں میں فتح ہو گئے۔

نواحی جموں میں لڑائیاں

۱۶۔ جمادی الآخر روز یکشنبہ کو نواحی جموں میں قریہ پائلہ میں صاحب قراں کا لشکر پہنچا۔ اس

موضع کے باشندے دلاور تھے اور جنگل اونکے محکم تھے جنگل کے کنارہ پر چیروں کو ترتیب دیکر مقابلہ ومقاتلہ کے لئے وہ تیار ہوئے لشکر اسلام بھی بے درنگ جنگ کے لئے تیار ہوا مگر صاحب قران نے لڑائی میں ایک روز کے توقف کرنیکا حکم دیا اور دوسرے روز خود لڑنے گیا کہ دشمن جنگلوں میں بھاگ کر گیدڑوں اور لومڑیوں کی طرح جا چھپا۔ اور لشکر اسلام کو غلہ اور علوفہ بہت ہاتھ لگا جس سے سفر کا مایحتاج مہیا ہوگیا۔

بہ رسم رسالت شاہ سکندر والی کشمیر پاس جو امیر کشمیر گئے تھے وہ دوسری منزل میں اس کے ایلچیوں کے ساتھ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ شاہ سکندر نے اطاعت اختیار کی اور وہ موضع جہبان میں آگیا ہے۔ مولانا نورالدین نے اس سے یہ عرض کی کہ دیوان اعلیٰ کے امرا نے یہ مقرر فرمایا ہے کہ تیس ہزار گھوڑے اور سو ہزار آورست زر (اشرفیاں) جن میں سے ہر ایک کا وزن ڈھائی مثقال ہو کشمیر سے اس کا انتظام کرکے حضور کو حوالہ کرے۔ وہ یہ سنکر کشمیر کو واپس گیا تاکہ حکم کی تعمیل کرکے دوبارہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو۔ اس درخواست سے صاحب قران راضی نہ ہوا۔ اور اس نے کہا کہ شاہ اسکندر کو تکلیف مالایطاق دی گئی ہے اور اس کی ولایت میں ایسی سکت وگنجائش نہیں ہے کہ جو کچھ اس سے طلب کیا گیا ہے وہ دے سکے۔ عقل کی بات یہ ہے کہ ہر مملکت سے اس قدر منافع کا مطالبہ کیا جائے کہ اسکے ادا کی طاقت اسمیں ہو اور شرائط انصاف وعدالت مرعی رہیں۔ ایلچیوں نے شاہ اسکندر کی خدمتگاری اور طاعت گذاری وغلامی اور کمال اخلاص کا اظہار کیا۔ صاحبقران نے بادشاہانہ عاطفت سے فرمایا کہ وہ کسی بات کا اندیشہ نہ کرے اور ہماری خدمتمیں حاضر ہو۔ اور ۱۸۔ روز سہ شنبہ کو شاہ سکندر کے ایلچیوں اور معتمد زین الدین کو کشمیر کی طرف روانہ کیا۔ اور یہ مقرر کیا کہ جب اٹھائیس ورگذر جائیں تو شاہ سکندر ہم سے آب سندھ پر آنکر ملے۔ اسی روز لشکر نے ایک گاؤں کو جلا کر خاک سیاہ کیا۔ اور غلہ وعلوفہ اس سے بہت کچھ حاصل کیا۔ ۱۹۔ روز چہارشنبہ کو قصبہ جبو میں لشکر فروکش ہوا۔ سارے رستہ میں برابر ہرے بھرے کھیت لہرا رہے تھے۔ لشکر کے چارپایوں کو مفت کی خوید مل جاتی تھی۔ ۲۰۔ روز پنجشنبہ کو اس درہ میں صاحب قران آیا کہ آب جمو کا منبع ہے اور اسکا لشکر اس دریا سے گذرا اور دامن کوہ میں پہنچا جسکی بائیں طرف قصبہ جمو تھا اور دائیں طرف قریہ منو

یہاں تنومند قوی ہیکل وشیر دل وجاہل ہندو رہتے تھے اور اُنکے پہاڑ وجنگل نہایت محکم واستوار تھے وہاں پہنچنا نہایت مشکل تھا۔ انہوں نے اپنی عورتوں اور بچّوں کو پہاڑوں میں بھیجدیا۔ ان کا راجہ ایک ہندوؤں کی جماعت لیکر پہاڑ پر کسی موضع حصین میں چلا گیا تھا۔ یہ بہادر ہندو جان دینے کے لئے جان لڑاتے تھے اور مسلمانوں پر تیر مارتے تھے۔ صاحبقراں کی یہ رائے ہوئی کہ انکو اسطرح سے دام تسخیر میں پھنسانا چاہئے کہ سپاہ اسلام کو ان سے کوئی آسیب نہ پہونچے۔ اسنے لشکر کو حکم دیا کہ قریہ مُو کو غارت کرے حسب الحکم اسکو غارت کر کے بازگشت میں قصبہ جمو میں واپس آئے اور علوفہ کے لئے غلہ بہت کچھ یہاں سے لادا اور پھر صاحبقراں کا اشارہ ہوا کہ جلدی سے چند توشون (پلٹنیں) جنگلوں میں چھپ کر توقف کریں اور وہ خود لشکر کو لیکر رواں ہوا۔ ۲۱۔ روز جمعہ کو اب جمو سے گذر گیا اور چار کروہ چلکر دریا جہلم کے کنارہ پر قیام کیا۔ یہاں چاروں طرف چار چار کوس تک کھیتیاں ہری بھری کھڑی تھیں۔ جب دشمنوں نے دیکھا کہ لشکر تیمور چلا گیا اور جنگل شیروں سے خالی ہوا تو وہ لومڑیوں اور گیدڑوں کی طرح جنگل سے باہر نکلے۔ تو شو[illegible] جو انکے کمیں بیٹھے تھے اُنسے وہ غافل تھے کہ یکبارگی اس سپاہ نے انپر شیروں کی طرح حملہ کیا اور ملک نورالدین نے راے جمو کو مع اور پچاس امرا کے اسیر کیا اور صاحبقراں پاس اُس کو لایا۔ اُسنے خدا کا شکر ادا کیا اور امرا کو یہ کلمات سنائے کہ کل کے روز یہ بہادر ہندو ایسے مغرور وسرکش تھے کہ آدمی کو آدمی نہیں سمجھتے تھے یا آج سب گردن بستہ مسخر ومقہور میرے سامنے کھڑے ہیں۔ یہ فضل ذوالجلال سے ہے اس میں میری سعی جمیل اور تدبیر صائب کا دخل نہیں ہے۔ لڑائی میں راے جمو زخمی ہوا تھا۔ اسنے اسلام اختیار کیا اور گائے کا گوشت کھایا۔ صاحبقراں نے اس سبب سے اس کی رعایت کی کہ اپنی حمایت میں لے لیا۔ یہاں روز یکشنبہ ۲۳۔ کو قیام ہوا۔

لاہور اور شیخہ کوکر (گھکر) کا ذکر

اسی منزل میں خبر آئی کہ صاحبقراں کے حکم سے جو شاہزادے اور امرا لاہور کیطرف گئے تھے انہوں نے اس شہر کو تسخیر کر لیا اور مال امانی کی تحصیل کر رہے ہیں اور شیخہ کوکر پر اور نصرت کوکر جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ اُسکا آخر کار اول حال سے موافق نہ تھا گرفتار کر لیا ہے سچ ہے بہت سے آدمی

مبادی امور مین اپنے حال کے جمال کو مکر و احتیال کے زلف و خال سے آراستہ کرتے ہین مگر انجام مین وہ اپنی بد افعالی و زشت کاری سے شرمسار ہوتے ہین بہت سے شخص ابتداء مرض بندگی و خدمت گذاری کے چہرہ پر فرمانبرداری اور طاعت گذاری کا گلگونہ ملتے ہین مگر جب آئینہ امتحان درمیان آتا ہے تو سیاہ روئی اور زرد رخساری انکی عیان ہوتی ہے شیخہ کوکر کا حال یہی تہا کہ وہ اوائل یورش ہند مین سارنگ کے برخلاف بے توقف حضرت صاحبقران کی ملازمت مین آیا تہا اور نوازش بادشاہانہ سے بلند پایہ و سرفراز یہانتک ہوا تہا کہ ہندوستان مین جہان ہندیون نے اس سے توسل ڈہونڈہا اور اپنی کوئی نسبت اسکے ساتہہ بتلائی وہ غارتی اور تباہی سے محفوظ رہے۔ گنگا جمنا کے دوآبہ مین اس نے اجازت حاصل کی کہ وہ اپنے وطن لاہور کو جائے اور صاحب قران سے بیاس کے کنارہ پر ملجائے مگر جب اپنے گہر پہنچا تو عیش و عشرت و نشاط مین ایسا مصروف ہوا کہ اپنے وعدہ کو بہول گیا اور اس وعدہ خلافی کے سوا بے باک ایسا ہوگیا کہ ماوراء النہر سے جو بعض بڑے بڑے امیر آئے انکے حال پر کچہہ التفات نہ کی نہ انکی دعوت کی نہ ضیافت۔ آخر کو صاحب قران نے حکم دیدیا کہ اس کی ولایت کو غارت کرین اور اس کو گرفتار کرکے لائین روز شنبہ ۲۵ کو آب چناب سے عبور کرکے مین چند ضعیف لشکری پانی مین غرق ہوکر ضائع ہوگئے تہے اس لئے امیر نے اپنے خاصہ کے گہوڑے اور اونٹ دیدیے کہ جو آدمی پیچہے رہ گئے ہین وہ انپر سوار ہوکر چلے آئین یہان ہندوشاہ خزانچی کو سمرقند روانہ کیا کہ وہان اس کے آنے کا مژدہ سناوے سمرقند جانے کے لئے صاحبقران کا یہ حال تہا ؎

وعدۂ وصل چون شود نزدیک آتش شوق تیز تر گردد

راہ مین سارے امرا کو حکم دیدیا کہ وہ اپنے تومانات کے ساتہہ اپنے اپنے مقامات پر روانہ ہون امرا مین سے ہر ایک کو اس کی قدر و رتبہ کے اندازہ کے موافق خلعت گرانمایہ مرحمت ہوئے اور سب کو رخصت کیا۔ خضر خان کو کہ سارنگ نے اسے گرفتار کرکے قلعہ مین بند کیا تہا اور وہ بہاگ کر بیانہ مین ملک آہودن پاس جو مسلمان تہا چلا گیا تہا۔ جب امیر تیمور اس دیار مین آیا تو وہ اسکی خدمت مین فیروز آباد مین حاضر ہوا تہا اور ہمیشہ ہمرکاب رہتا تہا اسکو ملتان کی ریاست مرحمت کی۔ راہ مین بہادرون نے گینڈونکا شکار تیغ و سنان سے کیا

باوجودیکہ وہ ایسا زبردست جانور ہے کہ اپنے سینگ سے سوار کو گھوڑے سمیت گرا دیتا ہے اور چرم اُس کا ایسا سخت ہے کہ شمشیر و پیکان کا زخم شاذ و نادر ہی اُسپر کارگر ہوتا ہے۔

امیر تیمور بڑی کڑی منزلیں طے کرتا ہوا ۴ رجب کو دریائے سندھ پر پہونچا اُس نے اپنے آدمیوں کو پہلے سے پل بنانے کا حکم دے دیا تھا اس پل پر سے عبور کر کے بانو میں پہنچا غرض یہاں کی سلطنت کو لنگڑا لولا کر کے تمام ملک ہندوستان سے باہر ہوا۔

امیر تیمور کے چلے جانے کے بعد دہلی کا حال

دہلی اور نواح دہلی کو لشکر تیموری پامال کر چکا تو اُس کے بعد وبا و قحط نے آنکھیں دکھائیں بہت لوگ بیمار ہو کر ہلاک ہوئے بہتیرے بھوک کے مارے مر گئے دو مہینے تک اِس بے چراغ شہر میں کوئی شہریار بھی نہ تھا۔ ماہ رجب ۸۰۲ھ میں سلطان ناصر الدین نصرت شاہ اقبال خان کے خوف سے دوآبہ میں چلا گیا تھا تھوڑی سی فوج کے ساتھ میرٹھ میں آیا اس سے عادل خان اپنے لشکر اور چار ہاتھیوں کے ساتھ ملا نصرت شاہ اُس سے مطمئن نہ تھا اس لئے اُسکو مقید کیا اور اُس کے اسباب پر متصرف ہوا۔ دو ہزار سواروں کو لے کر فیروزآباد میں آیا اور وہاں دہلی پر قبضہ کیا۔ اُس پاس شہاب خان فوج اور دس ہاتھی لیکر میوات سے اور ملک الیاس دوآبہ سے آیا اس سبب اُس کے پاس جمعیت زیادہ ہو گئی شہاب خان کو اقبال خان کی سرکوبی کے لئے برن کی طرف روانہ کیا۔ مگر رستہ میں زمینداروں نے اقبال خان کی اغوا سے اُسپر شب خون مارا اور شہید کیا جمعیت اُسکی متفرق ہوئی اور اُسکا سارا اسباب و حشم اقبال نے منگوا لیا۔

اقبال خان کی قوت و قدرت روز بروز بڑھتی جاتی تھی اور نصرت شاہ کی طاقت گھٹتی جاتی تھی ربیع الاول ۸۰۳ھ کو اقبال خان برن سے لشکر لیکر دہلی میں آیا۔ نصرت شاہ اُسکے مقابلہ کی تاب نہ لایا فیروزآباد چھوڑ کر میوات کو چلا گیا۔ دہلی اقبال خان کے تصرف میں آئی۔ قلعہ سیری میں قیام کیا۔ اب پھر یہاں اُسکا اقبال چمکا مغلوں کے خوف سے جو دہلی کے آدمی ادھر اُدھر چلے گئے تھے انکو پھر اُس نے جمع کیا اور ان کے وطنوں کو دوبارہ آباد کیا تھوڑے دنوں میں شہر سیری پھر معمور و آباد ہو گیا دوآبہ اور دار السلطنت کے آس پاس تو اقبال خان کا قبضہ تھا باقی ملک

مین طوائف الملوکی تھی۔ جو ملک جسکے قبضہ مین تھا وہ اُسکا اپنے تیئن مطلق العنان بادشاہ
سمجھا تھا گجرات مین اعظم خان کا ڈنکہ بجتا تھا۔ مالوہ مین دلاور خان دلاوری سے فرمانروا تھے
قنوج واودھ وکڑہ ولکھنؤ وسندیلہ وبہرائچ وبہار و جونپور مین خواجہ جہان سلطان الشرق جہانداری
کررہے تھے۔ ملتان ودیبالپور ونواحی سندھ مین خضر خان شاہی کررہے تھے سامانہ مین غالب خان
وبیانہ مین شمس خان اوحدی اپنا سکہ چلا رہے تھے۔ کالپی ومہوبہ پر محمود خان پسر ملک زادہ
فیروز کا قبضہ تھا اسطرح دہلی کی سلطنت تقسیم ہورہی تھی اُس کے چھوٹے فرمانروا آپسمین ایک دوسرے
کا اعتبار نہین کرتے تھے اور ایک دوسرے کو کھاتے جاتے تھے۔ اقبال خان میدان رزم مین ان
امیرون کو اپنی اطاعت مین لانے کی کوشش کرتا تھا کسی کو شکست دیتا تھا کسی سے شکست پاتا تھا
ربیع الاول ۸۰۲ھ کو بیانہ کی طرف گیا شمس خان اُس سے لڑنے آیا۔ ہزیمت پاکر قلعہ مین چلا گیا دو
ہاتھی دشمنون کو دے گیا پھر اقبال خان کٹھیر مین گیا اور وہان راجہ رائے سنگھ سے پیشکش وخراج لیکر دہلی
چلا آیا۔ اسی سال مین جونپور مین خواجہ جہان نے وفات پائی اور اُسکا متبنٰے ملک مبارک اُس کا
جانشین ہوا۔ مبارک شاہ اپنا خطاب رکھا اور خواجہ جہان کی ساری ولایت پر متصرف ہوا جمادی الاول
۸۰۳ھ مین اقبال خان نے مبارک شاہ شرقی پر لشکرکشی کی اور شمس خان حاکم بیانہ اور مبارک خان
وبہادر ناہر کو بھی ہمراہ لے گیا جب گنگا کے کنارہ پر قصبہ پٹیالی پر وہ پہونچا تو رائے اور اس نواح
کے سارے زمیندار اُسکے مقابلہ مین آئے مگر سب شکست پاکر اٹاوہ کو بھاگ گئے۔ اقبال خان قنوج
مین آیا اور یہان سے چاہتا تھا کہ جونپور و لکھنؤ جائے کہ مبارک شاہ مستعد ہوکر لشکر سمیت جنگ
کے لئے آگیا۔ ان دونون لشکرون کے درمیان دریائے گنگ حایل تھا کسی کو عبور کرنے کی مجال
نہ ہوئی دو مہینے تک لشکر ڈیرا آمنا سامنا پڑا رہا پھر اپنے اپنے ڈیرے اُکھیڑکر دونون اپنے گھرون کو رخصت
ہوئے۔ اثناء راہ مین مبارک خان و شمس خان اوحدی سے اقبال خان بدگمان ہوا۔ دونو
کو بعد ایک دوسرے کے قتل کرڈالا۔ انہین دنون مین التغی خان بدگمان ہوا۔ دونون کو بعد
ایک دوسرے کے قتل کرڈالا۔ انہین دنون مین طغی خان ترک بچہ داماد غالب خان حاکم سامانہ کا
لشکر لیکر خضر خان سے لڑنے گیا اور ۹ ماہ رجب ۸۰۳ھ کو اجودہن مین لڑائی ہوئی
طغی خان نے شکست پائی۔ اور قصبہ بہرود مین گیا۔ طغی خان کو غالب خان اور ہمراہ امراء

نے مارڈالا۔

سنہ ۸۰۴ھ مین سلطان ناصرالدین محمود شاہ جو ظفر خان حاکم گجرات کی بدسلوکی سے مالوہ مین چلا آیا تہا۔ ملو اقبال خان کے التماس کرنے سے دہلی مین چلا آیا۔ یہان بادشاہی چہوڑکر نان جاگیر پر قناعت کی۔ ملو اقبال خان نے سلطان محمود شاہ کو ہمراہ لیکر پہر قنوج پر لشکرکشی کی۔ شاہ ابراہیم برادر مبارک شاہ جس نے تخت جونپور پر جلوس کیا تہا لشکر شرقی کے ساتھ نہایت شان و عظمت سے ملو اقبال خان سے لڑنے آیا اُس کو یہ خیال تہا کہ لشکر دہلی سے کوئی آسیب اُس کی مملکت پر نہ پہونچے محمود شاہ اِس خیال خام سے کہ شاہ ابراہیم خانہ زاد ہمارا ہے اور ہم نے اس کو بادشاہ بنایا ہے وہ ہمارا ضرور خدمتگار بنے گا۔ ایک رات کو شکار کا بہانہ کرکے شاہ ابراہیم کے پاس چلا گیا۔ ابراہیم کو یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کیون آیا ہے اُس نے اپنی کم اصلی کے سبب سے لوازم ضیافت مین بہی تقدیم نہین کی۔ سلطان ناصرالدین اپنا سا مُنہ لیکر اُلٹا قنوج مین آیا اور اس شہر پر متصرف ہوا۔ اور وہان کے حاکم ملک زادہ ہرلوی کو جو شاہ ابراہیم کی طرف سے مقرر تہا خارج کیا۔ شاہ ابراہیم جونپور کو اور ملو اقبال خان دہلی کو چلے آئے قنوج کے سب وضیع و شریف محمود شاہ پاس آئے اور اُس کے غلام اور متعلقین کہ متفرق و پریشان ہوگئے تہے اُس پاس جمع ہوئے اور وہ قنوج پر قابض ہوکر بیٹہ رہا۔

ماہ جمادی الاول سنہ ۸۰۵ھ مین اقبال خان نے گوالیار کی عزیمت کی۔ صاحبقران کی لشکرکشی کے زمانہ مین قلعہ گوالیار نرسنگہ کے ہاتہ آگیا تہا اور اُس کے مرنے کے بعد اُس کا بیٹا بیرم دیو متصرف ہوا قلعہ نہایت مستحکم تہا اس لئے وہ فتح نہ ہوا۔ اقبال خان ملک گوالیار کو خراب کرکے دہلی آیا اور پہر دوسرے سال بہی گوالیار گیا۔ بیرم دیو قلعہ دہول پور مین اُس سے لڑا مگر شکست پاکر قلعہ مین آیا۔ پہر یہان سے رات کو بہاگ کر گوالیار چلا گیا۔ اقبال خان نے اُس کا گوالیار تک تعاقب کیا اور لوٹ مار کرکے پہر دہلی چلا آیا۔

سنہ ۸۰۶ھ مین تاتار خان پسر ظفر خان امیر گجرات نے کمینہ پن یہ کیا کہ باپ کو قید کرکے اساول (احمد آباد) مین بہیج دیا اور اپنا ناصرالدین محمد شاہ خطاب رکہا۔ اُس نے دہلی کے فتح کرنے کے قصد سے بہت سی سپاہ جمع کی۔ مگر راہ مین اُس کو شمس خان نے زہر دیدیا جس سے وہ مرگیا اور رات کو اساول سے ظفر خان کو بلا لیا اور ساری سپاہ نے اسکی اطاعت کی

پدر کشں بادشاہی را نشاید　　　　دگر شاید بجز شش مہ نپاید

سنہ مین دوبارہ اقبال خان نے اٹاوہ پر لشکرکشی کی۔ یہان رائے سمیر و گوالیار و رائے جہالار اور رائے اٹاوہ مین جمع ہوئے تھے۔ ملو اقبال خان یہان چار مہینے تک لڑتا رہا اور آخر کو پیشکش اُس نے لی اور اس اقرار پر صلح کی کہ شاہ دہلی کو رائے گوالیار جو چار زنجیر فیل ہر سال بھیجتا تھا وہ بھیجا کرے۔ نہایت بے مروتی و ناانصافی اقبال خان نے یہ کی کہ ماہ شوال سنہ قنوج کو سلطان محمود سے لڑنے گیا اور اُس کا محاصرہ کر لیا۔ مگر حصار ایسا مضبوط تھا کہ اُس کو وہ فتح نہ کر سکا مایوس ہو کر دہلی آیا۔ ماہ محرم سنہ مین اقبال خان سامانہ کی جانب گیا۔ بہرام خان ترک بچہ کہ خانہ زادان فیروز شاہی سے تھا اور سارنگ خان سے اُس نے مخالفت کی تھی اقبال خان کے خوف کے مارے اپنی جائے سامانہ کو چھوڑ کر کوہ دہور کو چلا گیا۔ اقبال خان نے اُس کا تعاقب کیا اور درہ کوہ تک پہونچا۔ شیخ عالم الدین نبیرہ شیخ جلال بخاری نے ان دونون کے بیچ مین پڑکر صلح کرا دی۔ اقبال خان بہرام خان کو لیکر ملتان کیجانب گیا کہ خضر خان کا جھگڑا مٹا کے اپنے نام کا خطبہ و سکہ دہلی مین جاری کرے۔ جب تلونڈی مین آیا تو رائے داؤد کمال میانی اور رائے ہیمو پسر کل چند بھٹی کو گرفتار کر کے قید کیا۔ اور عہد شکنی کر کے بہرام خان کی کھال کھچوائی جب دا ایجودھن کے قریب پہونچا تو خضر خان پہونچا۔

دیبال پور و ملتان کا لشکر جمع کر کے اُس سے لڑنے آیا۔ ۱۹ جمادی الاول سنہ کو دونون مین لڑائی ہوئی ملو اقبال خان کو شکست ہوئی نقض عہد سے اُس کی شامت یہ آئی کہ خضر خان نے اُسکا تعاقب کیا تو اس کا گھوڑا اُس پہ گرا اور اُس کو ایسا زخمی کیا کہ وہ بھاگ نہ سکا اسلام خان لودی اُسکا سر کاٹ کر خضر خان کے پاس لایا اور اُس نے اُس کو فتح پور بھیجدیا جہان اُس کا مسکن تھا ؎

بنقض عہد دلیری مکن کہ تیغ فلک　　　　نتیجہ عملت زود درکنار نہد

جب یہ خبر دہلی پہونچی تو دولت خان لودی و اختیار خان و امرا جو یہان تھے سب نے محمود شاہ کو قنوج سے بلا کر جمادی الآخر سنہ مین تخت سلطنت پر دہلی مین بٹھا دیا اقبال خان کے اہل و عیال دہلی سے کوئل بھیجدیئے گئے کسی کو کچھ تکلیف نہین دی گئی۔ دوآبہ کا فوجدار دولتخان

مقرر ہوا اور فیروزآباد اختیار خان کے سپرد ہوا۔ اقلیم خان بہادر ناہر نے دو ہاتھی نذر دیئے اور بادشاہ کی ملازمت حاصل کی۔ ماہ جمادی الاول سنہ ۸۰۹ھ کو بادشاہ قنوج کو گیا اور دولت خان کو لشکر گران کے ساتھ سامانہ روانہ کیا جب محمود شاہ قنوج کے قریب پہونچا۔ سلطان ابراہیم جونپور سے اُس کے مقابلہ کو آیا گنگا کے کنارون پر دونون لشکر برابر اُترے کئی روز تک معرکہ جدال و قتال گرم رہا۔ آخر کو امرا کی سعی سے صلح ہوگئی۔ ایک جونپور کو دوسرا دہلی کو روانہ ہوا۔ جو لوگ بادشاہ کے اوضاع سے متنفر تھے۔ لشکر کشی کی کثرت سے تنگ آرہے تھے حکم شاہی سے اپنے اقطاع کو گئے۔ سلطان ابراہیم شرقی نے جب یہ خبر سنی تو گنگا سے اُتر کر اُس نے قنوج کا محاصرہ کیا محمود شاہ نے محمود ترمتی جو سلطان محمود شاہ کی طرف سے یہان حاکم تھا قنوج مین متحصن ہوکر چار مہینے تک مقابلہ کیا۔ جب سلطان محمود کی طرف سے کمک آنے سے مایوس ہوا تو امان مانگ سلطان ابراہیم کو قنوج سپرد کردیا۔ اور سلطان اختیار خان نبیرہ ملک دولت یار کنپلہ کو قنوج کا منتظم مقرر کیا۔

سلطان ابراہیم نے قنوج مین برسات کاٹی اور جمادی الاولی سنہ ۸۱۰ھ کو وہ دہلی کی جانب کوچ بکوچ کرتا ہوا چلا۔ اور جمنا کے کنارے پہونچا۔ چاہتا تھا کہ جمنا کے پار جائے کہ اس اثنا مین یہ خبر آئی۔ کہ اعظم ظفر گجراتی نے الپ خان والی منڈو کو گرفتار کرلیا ہے۔ اور مملکت مالوہ پر متصرف ہوا۔ اور جونپور کی تسخیر کا ارادہ رکھتا ہے۔ اب ابراہیم شاہ شرقی نے دہلی کی عزیمت فسخ کرکے جونپور کو مراجعت کی اور مرحبا خان کو کچھ سپاہ کے ساتھ برن مین چھوڑ گیا۔ ماہ ذیقعدہ سنہ ۸۱۰ھ مین دہلی سے محمود شاہ نے برن پر لشکر کشی کی۔ مرحبا خان لڑنے آیا۔ مگر شکست پاکر قلعہ مین چلا گیا۔ سلطان کی سپاہ نے اُس کا تعاقب کیا اور قلعہ کے اندر اُس کو مار ڈالا۔ پھر سلطان سنبھل کو گیا۔ مگر پہلے اس سے کہ وہ گنگا کے کنارے پر پہونچے تاتار خان قنوج چلا گیا۔ سلطان نے یہان اسد خان کو حاکم مقرر کیا اور خود دہلی چلا گیا۔

دولت خان سامانہ کو لڑنے کے لئے بھیجا گیا تھا یہان بہرام خان ترک بچہ کے مرنے کے بعد بیرم خان مالک ہوگیا تھا۔ ۱۱ رجب سنہ ۸۰۹ھ کو سامانہ سے دو کوس یہان دونون مین لڑائی ہوئی دولت خان نے فتح پائی۔ بیرم خان بھاگ کر سرہند مین آیا تھوڑے دنون بعد دولت خان

اُس کا قصور معاف کر دیا اور اُس پر عنایت کرنے لگا۔ بیرم خان نے پہلے خضر خان سے اُس کی خدمت گذاری کے لئے عہد و پیمان کئے تھے جب خضر خان کو سامانہ کی تسخیر کا حال معلوم ہوا تو وہ ایک بڑا لشکر لیکر دولت خان سے لڑنے کو چلا جب وہ فتح آباد میں آیا تو دولت خان جمنا کے پار بھاگا تمام امرا جو اُس کے دوست تھے اُس سے جدا ہو کر خضر خان سے آن ملے اس نے حصار فیروزہ کی شق قوام خان کو دی اور اقطاع سامانہ اور سنام بیرم خان سے لیکر زیرک خان کو دی اور اقطاع سرہند اور بعض اور پرگنے بیرم خان کو دیئے خضر خان فتح پور سے واپس آیا۔ اب سلطان محمود کے قبضہ میں ... صرف میان دوآبہ اور اقطاع رہتک رہ گئے تھے۔

ماہ رجب سنہ ۸۱۱ھ میں سلطان حصار فیروزہ کو گیا اور قلعہ میں قیام خان کا محاصرہ کیا چند روز بعد قیام خان نے اپنے بیٹے کو پیشکش سلطان پاس بھیجا اور عذر خواہی کی۔ سلطان نے دہلی کو مراجعت کی خضر خان اس خبر کو سنکر فتح آباد میں آیا اور جو آدمی یہان محمود شاہ سے ملگئے تھے اُن کو ایذا دی۔ ۱۱۔ رمضان کو خضر خان نے ملک الشرق تحفہ کو لشکر جرار کے ساتھ میان دوآبہ جو بادشاہ کے پاس رہ گیا تھا تاخت و تاراج کرنے کے لئے بھیجا خضر خان رہتک کی راہ سے دہلی آیا اور اُس کا محاصرہ کیا۔ سلطان ناصر الدین محمد جو عقل و شجاعت سے چندان بہرہ نہین رکھتا تھا فیروز آباد میں حصاری ہوا۔ خضر خان نے چند روز فیروز آباد کا محاصرہ رکھا۔ مگر غلہ و علف کی نایابی سے مجبور ہو کر بے فتح فتحپور چلا گیا۔

سنہ ۸۱۲ھ میں بیرم خان ترک بچہ نے خضر خان سے مخالفت اور دولت خان سے موافقت کی۔ اس عہد کی بیوفائی کو سنکر خضر خان سرہند کو روانہ ہوا۔ بیرم خان نے اپنے اہل و عیال کو پہاڑ پر بھیجدیا۔ اور لشکر کو ساتھ لیکر دولت خان پاس جمنا کی ریتی میں ملنے گیا۔ خضر خان نے اُسکا تعاقب کیا اور جمنا کے کنارے پر قیام کیا۔ بیرم خان نے دیکھا کہ اب کوئی راہ گریز نہین ہے ناچار خضر خان سے باجزائہ عفو تقصیر کی التجا کی خضر خان نے اس کا قصور معاف کر کے بدستور اُس کے پرگنون پر بحال کر دیا اس سال میں سلطان کہین یورش کو نہین گیا دار السلطنت دہلی میں پڑا رہا۔

سنہ ۸۱۳ھ مین خضرخان نے رہتک جاکر ادریس خان کو قلعہ مین گہیر لیا۔ چہہ مہینے تک لڑائی رہی آخرکار عاجز ہوکر ادریس خان نے اپنا بیٹا پیشکش مین بہیجا اور اس طرح خضرخان سے صلح اور عہد و پیمان کر لئے بعد ازان راہ سامانہ سے خضرخان فتح پور مین آیا۔ سلطان محمود کنتھیر کو گیا اور وہان شکار کہیل کر پہر دہلی مین چلا آیا۔ اُس وقت سلطنت کے سارے کاروبار پریشان اور ابتر تھے اور اس حالت مین بہی سلطان رات دن اپنے عیش و عشرت مین مصروف تہا اور تخت سلطنت کی قایم رکہنے کی پروا کچہہ نہ کرتا تہا۔

سنہ ۸۱۴ھ مین خضرخان نے رہتک کی جانب عزیمت کی صرف یہی خطہ ساری سلطنت مین سے بادشاہ ناصرالدین پاس تہا۔ ملک ادریس خان اور اُس کے بہائی مبارزخان نے ہانسی مین جاکر اُسکا استقبال کیا اور ملازمت حاصل کی۔ اُس نے اُنپر بہت عنایت کی اور پہر خضرخان نے حصہ نارنول کو جس کے حاکم اقلیم خان و بہادر ناہر تھے غارت کیا پہر وہ میوات کو گیا اور قصبات تجارہ و سرتہ کہرول اور مقامات کو لوٹتا و غارت کرتا دہلی مین آیا اور سیری کا محاصرہ کیا یہان سلطان محمود تہا اور فیروزآباد مین اختیارخان حاکم تہا۔ لڑائی جب تک ہوتی رہی کہ اختیارخان خضرخان سے ملگیا۔ خضرخان سیری سے سامنے سے کوچ کرکے کوشک فیروزآباد پر قابض ہوا اب وہ یہان دوآب اور حوالی دارالسلطنت کا مالک ہوا۔ اس وقت بلاء قحط اس پر نازل تہی اس لئے محرم سنہ ۸۱۵ھ کو بسبب تنگی علف و غلہ کے ترک محاصرہ کرکے پانی پت کی راہ سے فیروزپور چلا گیا سلطان محمود جمادی الاول کو کتہیر گیا۔ اور شکار کہیل کر دہلی چلا آیا۔ اس مراجعت مین وہ ماہ رجب مین مریض ہوا اور موت نے اس دنیا کی کشمکش سے رہائی دی باوجود ان سب انقلابات و تزلزل کے بیس برس دو مہینے سلطنت برائے نام کر گیا۔

دولت خان لودھی

سلطان محمود کے انتقال کے بعد امراء و ملوک و ارکان شاہی نے دولت خان سے بیعت کی مبارزخان اور ملک ادریس خضرخان سے ٹوٹ کر دولت خان پاس چلے آئے اس سال خضرخان فتحپور مین رہا اور دہلی نہین گیا۔ محرم سنہ ۸۱۶ھ/۱۴۱۳ مین دولت خان کتہیر گیا رائے ہرسنگہ

اور اور رئیس اُس کی ملازمت کے لئے حاضر ہوئے۔ جب وہ قصبہ پٹیالی مین پہونچا تو مہابت خان امیر بدایون اُس سے آنکر ملا۔ یہ خبر آئی کہ سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے سلطان محمود کے بیٹے قادر خان کو کالپی مین گھیر رکھا ہے۔ دولت خان پاس اس قدر لشکر نہ تھا کہ وہ ابراہیم شاہ شرقی سے مقابلہ کر سکتا۔ وہ پھر اُلٹا دہلی چلا آیا۔ خضر خان اپنے وقتوں کی گھات مین لگا ہوا تھا وہ حصار فیروزہ مین آیا۔ اس دیار کے امیر خضر خان کی خدمت مین حاضر ہو کر دولت خواہون کے زمرہ مین داخل ہوئے۔ ملک ادریس قلعہ رہتک مین متحصن ہوا خضر خان نے اس سے کچھ تعرض نہین کیا۔ رہتک کے قریب سے گذر کر میوات مین پہونچا جلال خان برادرزادہ بہادر ناہر اُس کی خدمت مین حاضر ہوا۔ یہان سے قصبہ سنبھل مین گیا یہان لوٹتا مارتا ماہ ذی الحجہ مین ساٹھ ہزار سوارون کی جمعیت بہم پہونچا کر دہلی گیا اور حصار سیری مین دولت خان لودہی کو محاصرہ کر لیا۔ دولت خان چار مہینے تک قلعہ داری کرتا رہا۔ ملک لونا اور خضر خان کے بعض اور دولت خواہون نے حسن تدبیر سے دروازہ نوبت خانہ پر خضر خان کا قبضہ کرا دیا۔ اب دولت خان نے اپنی حالت تباہ دیکھی تو اُس نے خضر خان سے امان چاہی خضر خان نے اُس سے ملاقات کی اور قوام خان کے حوالہ کر کے حصار فیروزہ مین اسکو محبوس کیا اور یہین وہ مر گیا ایک سال تین مہینے وہ سلطنت کر گیا۔ ۸ ربیع الاول ۸۱۷ھ ۱۴۱۴ کو دہلی پر خضر خان کا قبضہ ہو گیا۔ دولت خان نے کبھی کوئی خطاب بادشاہی نہین اختیار کیا اور نہ لوازم و مراتب شاہی کو اپنے لئے لازم جانا۔ ملو خان کی طرز پر حکومت کرتا کسی شخص کو اپنے نام ہی تخت پر نہ بٹھایا سکہ مین فیروز شاہ کا یا اُس کی اولاد مین سے کسی کا نام ہوتا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاندان تغلق کے ساتھ موالست چلی جاتی تھی۔ انگریزون نے بھی اول یہی طریقہ اختیار کیا تھا کہ اپنے سکہ مین شاہ عالم کا نام اور اُسکا سنہ جلوس مندرج کیا تھا۔

باب سوم سیدون و لودہیون کی سلطنت

سید خضر خان کی سلطنت کا بیان

خضر خان کے نام کے ساتھ تاریخ فرشتہ مین سید اور طبقات اکبری مین رایات اعلیٰ [illegible]

ملّا عبدالقادر بدایونی نے مسند عالی کا خطاب لکھا ہے کسی نے اُس کو نہ اُس نے خود اپنے تئین بادشاہ یا سلطان کا خطاب دیا ہے۔

خضر خان کو خاندان حضرت رسالت پناہی صلعم سے منسوب کرتے ہین وہ ملک سلیمان کا بیٹا تھا اور ملک سلیمان کو ملک ناصر الملک مردان دولت نے لڑکپن مین متبنے کر کے پرورش کیا تھا۔ اور ملک مردان دولت سلطان فیروز شاہ کے امراے کبار مین سے تھا۔ اور ملتان کا حاکم تھا صاحب تاریخ مبارک شاہی نے لکھا ہے کہ مورخ لکھتے ہین کہ ملک سلیمان سید تھا اور اُس کے سید ہونے کی دلیل قوی یہ لکھی ہے کہ ایک روز ملک مردان دولت نے اپنے گھر مین سید السادات جلال بخاری قدس سرہ کی دعوت کی جب انہون نے قدم رنجہ فرمایا اور کھانا چنا گیا تو ملک سلیمان جس نے پہلے کبھی دعوے سیادت نہین کیا تھا طشت و آفتابہ لیکر ہاتھ دھلانے کیلئے آیا تو حضرت سید السادات نے فرمایا کہ اس سید سے یہ ایسی خدمت لینی گستاخی مین داخل ہے پس جب اُس کے سید ہونے کی شہادت ایسے بزرگ سید نے دی ہو تو پھر اُس کے سید ہونے مین کچھ شبہ نہین ہو سکتا۔ سوائے اس کے سید ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ خضر خان کے اخلاق و اوصاف سخاوت و شجاعت و حلم و تواضع و صلاح و تقوے و اخلاق و رحم مین سیادت ٹپکتی تھی اور یہ اخلاق آنحضرت کے اخلاق کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے۔

جب ملک مردان مر گیا تو اُس کا جانشین اُس کا بیٹا ملک شیخ ہوا مگر موت نے اُس بیٹے کو جلد باپ پاس پہونچا دیا تو ملک سلیمان اُسکا جانشین ہوا مگر وہ بھی جلد فوت ہو گیا تو خضر خان کو سلطان فیروز نے ملتان کی حکومت عطا کی۔ پھر روز بروز اُسکا درجہ بڑھتا گیا۔ دہلی پر متصرف ہونے سے پہلے جنگ ہاے عظیم مین جو بڑی فتوح اُس نے حاصل کین اُنکا بیان ہو چکا ہے ۱۵ ربیع الاول سنہ ۸۱۷ھ ۱۴۱۴ء مین وہ دہلی پر متصرف ہوا اور قلعہ سیری مین داخل ہوا اور اپنی سپاہ کو سلطان محمود کے قصر مین اتارا۔ وہ استبداد سلطنت و اپنا ملکداری رکھتا تھا مگر امیر تیمور کے ادب کی رعایت ایسی مد نظر تھی کہ اپنے نام کیساتھ بادشاہ کے لقب کا اطلاق نہین کرتا تھا اور القاب رایات اعلیٰ سے مخاطب کرتا تھا۔ ابتدا مین سکہ و خطبہ بنام امیر تیمور اور بعد ازان بنام مرزا شاہ رخ مقرر کیا مگر خطبہ

مین خضر خان کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور اُس کے دعا کی گئی - اکثر سالون مین لایق پیشکش امیر شاہرخ کو بھیجتا رہا -

الفنسٹن صاحب اپنی تاریخ مین اپنی راے یہ لکھتے ہین کہ خضر خان کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اور امرا جنکا استحقاق سلطنت اس زیادہ تھا اسپر رشک وحسد لیجائین اسلئے اپنے تئین امیر تیمور کا نائب مشہور کیا اور خود بادشاہی لقب نہین اختیار کیا - مگر یہ بات انگریزی دماغ کی گڑھی ہوئی ہے اصل یہ ہے کہ خضر خان شریف سید تھا وہ امیر تیمور کو اپنا محسن جانتا تھا اس لیے اُسکا یہ ادب کرتا تھا کہ اپنے تئین اُسکا نائب کہتا تھا - آخر زمانہ مین ایسے واقعات پیش آسے تھے کہ جس سے اہل شہر تنگ حال اور مفلس ہو گئے تھے سو اُس نے اُن کے واسطے وظیفے وادرار مقرر کئے ملک الشرق ملک تحفہ کو تاج الملک کا خطاب دیکر وزیر مقرر کیا - سید سالم سید السادات کو اقطاع وشق سہارنپور عطا کیا - اور ملک سلیمان کے بیٹے ملک عبدالرحیم کو لقب علاء الملک کا دیا اور ملتان و فتح پور کی اقطاع وشق مرحمت کی ملک سردار کو شحنہ شہر بنایا اور اپنی غیر حاضری کی صورت مین اپنا قایم مقام ملک خیرالدین کو عارض ممالک اور ملک کالو کو شحنہ فیل اور ملک داؤد کو دبیر مقرر کیا - اختیار خان کو دوآب کی شق حوالہ کی سلطان محمود کے عہد مین جن پاس پرگنے و دیہات و اقطاع تھے وہ سب بدستور اُن کو دیدئے اور اپنی جاگیر و نیز اُنکو روانہ کیا غرض معاملات سلطنت کا مناسب طور سے انتظام کیا -

۸۱۸ھ ۱۴۱۶ء مین تاج الملک کو لشکر گران کے ساتھ بدایون وکٹھیر کی جانب بھیجا کہ وہ متمردون کی گوشمالی و سرکوبی کرے - ملک تاج الدین جمنا سے عبور کرکے شہر اہار مین آیا اور یہان سے گنگا پار اُتر کر ملک کٹھیر مین گیا اور اس دیار کے زمینداروں کی واجبی گوشمالی دی - رائے ہرسنگھ یہان کا راجہ بھاگ کر کوہستان آنولہ مین گیا جب سپاہ اسلام نے اُس کا حال تنگ کیا تو اُس نے محصول و مال ادا کیا اور رعیت ہونا قبول کیا مہابت خان امیر بدایونی بھی تاج الملک کی خدمت مین حاضر ہوا - پھر تاج الملک آب راہب (کالی ندی) سے گذر کر قلعۂ سرگ دواری مین آیا اور یہان سے گنگا پار گیا - کھور (شمس آباد) اور کمپل (کمپلہ) کو دھمکایا اور اُن سے مال و اسباب و خراج چند سالہ وصول کیا اور شہر

سکیتھ سے گذر کر یا دیہم مین آیا حسن خان امیر راپڑی (راپڑی و چندوار آگرہ سے چند میل نیچے جمنا کے کنارہ پر قصبے ہین) اور اُس کا بھائی ملک حمزہ دونون اُس کی خدمت مین حاضر ہوئے اور گوالیار اور اُدری اور چندوار کے راجاؤن نے مال و محصول ادا کیا اور اطاعت قبول کی اور قصبۂ جلیسر کو چندوار کے راجپوتون سے چھین لیا۔ اور جو مسلمان پہلے اس کے مالک تھے اُنکو وہ دیدیا اور اپنے شق دار مقرر کر دیئے اور پھر اٹاوہ گیا اور یہان کے مقدمون کی تادیب کر کے وہ دہلی مین چلا آیا۔

سنہ ۸۱۸ھ ۱۴۱۵ء مین خضر خان نے اپنے بیٹے ملک الشرق ملک مبارک کو اقطاع فیروزپور و سرہند اور وہ اقطاع جو بیرام خان کے پاس تھے حوالہ کی۔ سارے مغربی ملک کی حکومت اُس کو دیدی اور ملک سدہو نادر کو اس کا نائب مقرر کیا اور یہ شاہزادہ اس ملک کا بہ وجوہ انتظام کر کے دہلی مین مع ملک سدہو نادر اور امرا کے آگیا۔

سنہ ۸۱۹ھ ۱۴۱۶ء مین خضر خان نے ملک تاج الملوک کو بڑی سپاہ کے ساتھ بیانہ و گوالیار بھیجا۔ جب تاج الملوک ملک بیانہ مین داخل ہوا تو ملک فخر الملک اور اُس کے بھائی شمس خان نے بڑے دھوم دھام سے اُسکا استقبال کیا یہان سے وہ گوالیار گیا اور ملک کو تاخت و تاراج کیا اور راے گوالیار اور رئیسون سے جو سالانہ مال و محصول مقرر تھا لیکر چندوارہ کے سامنے جمنا پار اُتر کر کمپلہ اور پٹیالی مین گیا۔ راے ہرسنگہ کٹھیر کا راجہ تابع تھا اسسے مال و محصول لیکر وہ دہلی چلا آیا۔ اور سرہند مین شاہزادہ کے بجائے ملک سدہو نادر کو بھیجا۔ اس سنہ مین جمادی الاول کے مہینے مین خبر آئی کہ بیرام خان کی قوم مین سے ترک بچون کی ایک جماعت نے ملک سدہو کو مکر و فریب سے پکڑ کر مار ڈالا اور قلعہ سرہند پر متصرف ہوئی۔ خضر خان نے ملک داؤد دبیر اور زیرک خان کو اس بغاوت کے دُور کرنے کے لئے بھیجا۔ ترک بچے دریاے ستلج سے عبور کر کے کوہستان مین بھاگ گئے۔ داؤد خان اور زیرک خان نے اُنکا تعاقب کیا۔ اس ملک کے پہاڑ نگرکوٹ کے پہاڑون سے متصل تھے زمینداروں نے اپنی سینہ زوری سے تصرف کر رکھا تھا اور بڑی قوت رکھتے تھے۔ دو مہینے تک ہرچند ملک داؤد اور زیرک خان نے اُنکے استیصال مین کوشش کی مگر کچھ فائدہ نہوا دہلی مین وہ واپس چلے آئے۔ یہ فساد برپا ہو ہی رہا تھا کہ ماہ رجب مین خبر آئی کہ سلطان اچھو

گجراتی نے قلعہ ناگور کا محاصرہ کر لیا ہے۔ خضرخان اُس کے دفع کرنے کیلئے روانہ ہوا سلطان احمد گجراتی نے جب سُنا کہ وہ قریب آگیا تو ملک مالوہ کو بھاگ گیا خضرخان شہر نوبہائن مین آیا۔ اس شہر کو عروس جہان کہتے تھے اور اس کو سلطان علاء الدین خلجی نے بسایا تہا۔ اس شہر کا حاکم الیاس خان اُس کی خدمت مین آیا اور اُسپر نوازش کی گئی۔ یہان سے مفسدون کی گوشمالی کرکے خضرخان گوالیار کی طرف متوجہ ہوا اور راجہ کا قلعہ مین محاصرہ کیا مگر قلعہ ایسا مستحکم تہا کہ فتح نہ کر سکا راجہ سے مال اور خراج مقررہ لیکر پھر خطۂ بیانہ مین گیا اور شمس خان اوحدی حاکم بیانہ سے بھی باج لیکر دہلی مراجعت کی۔

سنہ ۸۲۰ھ ۱۴۱۷ مین خبر آئی کہ ملک طغانی رئیس اور اُور اوباش ترک بچون نے جو ملک سدہو کے قاتل تہے بغاوت اختیار کی خضرخان نے زیرک خان حاکم سامانہ کو اس بغاوت کے دبانے کے لئے مقرر کیا۔ باغیون نے قلعہ سرہند کا محاصرہ کر رکہا تہا۔ جب زیرک خان اُن کے قریب آیا تو باغی پہاڑون مین بہاگ گئے اور ملک کمال الدین کہ قلعہ مین گہرا ہوا تہا نجات پاکر دہلی گیا اور زیرک خان مخالفون کے درپے ہوا۔ جب وہ قصبہ پائل مین پہونچا تو ملک طغا نے انقیاد قبول کیا اور پیشکش دی اور اپنے بیٹے کو اَوَل مین دیا اور ملک سدہو کے قاتلون کے عمایدکو اپنے پاس سے جدا کر دیا۔ زیرک خان نے جالندہر اسکو دیدیا اور خود سامانہ مین چلا گیا۔ اور پیشکش اور پسر طغا کو دہلی خضرخان پاس بہیجدیا۔

سنہ ۸۲۱ھ ۱۴۱۸ مین خضرخان نے تاج الملک کو لشکر گران کے ساتھ ملک کٹہیر کو روانہ کیا کہ وہان کے راجہ ہرسنگہ کی بغاوت کو وہ فرو کرے۔ جب گنگا پار یہ لشکر اترا تو ہرسنگہ تمام ملک کٹہیر کو غارت کرتا ہوا آنولہ کے جنگل مین جو بیس کوس تک پہیلا ہوا تہا چلا گیا لشکر اسلام جنگل کے قریب خیمہ زن ہوا اور ہرسنگہ کو گہیر لیا وہ لڑا مگر لشکر شاہی فتح مند ہوا اور دشمن کا سارا اسباب سلاح و اسپ اُس کے ہاتہ آیا اور ہرسنگہ کمایون کے پہاڑون مین بہاگ گیا۔ دوسرے دن اُس کے تعاقب مین بیس ہزار سوار بہیجے گئے۔ تاج الملک لشکر سمیت اپنے جگہ مقیم رہا۔ لشکر اسلام نے آب رہب عبور کیا اور کوہ کمایون مین دشمنون کا تعاقب کیا ہرسنگہ پہاڑون مین دور تک چلا گیا اور لشکر اسلام نے پانچوین دن مراجعت کی بہت سا مال اسباب غنیمت مین ہاتہ لگا۔ بعد ازان تاج الملک نے بدایون

کی راہ سے گنگا کے کنارہ پر آیا اور نجلانہ گھاٹ سے دریا سے عبور کیا۔ مہابت خان حاکم بداؤن کو اُس نے رخصت کیا۔ اور خود اٹاوہ میں آیا۔ یہان کا راجہ سمبر متحصن ہوا تاج الملک نے ولایت اٹاوہ کو تاخت و تاراج کیا اور راجہ نے مال و محصول دیکر صلح کر لی۔ اس طرح فتح کے ساتھ تاج الملک دہلی میں ربیع الآخر میں آگیا جو مال و خراج لایا تھا وہ اُس نے خضر خان کے حوالہ کیا اور مورد عنایت خسروانہ ہوا۔

سنہ ۸۲۲ھ (1419) میں مفسدون کی سزا کے لئے خضر خان ملک کٹھیر کو گیا اول اُس نے کول کے مفسدون کی تنبیہ و گوشمالی کی۔ پھر اس نے راہب اور سنبھل کے جنگلون کو صاف کیا اور سارے مفسدون کی سرکوبی کی پھر ذیقعدہ کے مہینے میں بداؤن کی طرف اُس نے حرکت کی اور پٹیالی کے قریب گنگا سے پار اترا اور اس خبر کو سننے سے مہابت خان امیر بداؤن کے دل میں ہول اٹھا اور وہ ذالحجہ کے مہینے میں قلعہ بداؤن میں متحصن ہوا۔ اور چھ مہینے تک لڑتا بھڑتا رہا۔ قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے کہ خضر خان پاس خبر آئی کہ بعض امراء مثل قوام خان و اختیار خان اور اور کل خانہ زادان سلطان محمود جو خدمت خان سے جدا ہو کر خضر خان سے آن ملے تھے انہون نے غدر مچانے کا ارادہ کیا ہے خضر خان اُن کے ارادہ کو سمجھ گیا اور اُس نے قلعہ کا محاصرہ چھوڑ کر دہلی کی جانب مراجعت کی اثناء راہ میں گنگا کے کنارہ پر ۲۰ جمادی الاول سنہ ۸۲۲ھ کو قوام خان اور اختیار خان اور خانہ زادان محمود شاہ اور کل اہل غدر کو کسی بہانہ سے ایک مجلس میں جمع کر کے قتل کر ڈالا اور خود دہلی میں آگیا۔

دہلی میں آنے کے چند روز بعد اُس نے سنا کہ باجوارہ یا ماچیواڑہ کے پہاڑون میں جو جالندہر سے متعلق ہیں ایک شخص اپنے تئین سارنگ خان کہتا ہے اور اُسکے گرد ایک خلق کثیر جمع ہو گئی ہے اور احمق اُسکو سچ مچ سارنگ خان جانتے ہین حالانکہ سارنگ خان اسی زمانہ میں کہ صاحبقران ہند میں آیا تھا فوت ہو چکا تھا۔ خضر خان نے اقطاع سرہند ملک سلطان شاہ لودی مخاطب اسلام خان کو دیکر اُسکو سارنگ خان کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا۔ ملک سلطان شاہ سپاہ لیکر ماہ رجب میں سرہند کیطرف چلا۔ سارنگ خان اپنی گنواری سپاہ کو لیکر آگے بڑھا اور دریائے ستلج کے پار اترا تو ار وبر (روپر) کے آدمی اُس کے ساتھ اور شریک ہو گئے۔ شعبان میں وہ سرہند

کے قریب آیا اور ایک جنگ ہوئی جس مین ملک شاہ کو فتح ہوئی اور سارنگ خان پہاڑون مین بہاگا۔ اور قصبہ ترسری علاقہ سرہند مین وہ پہونچا خواجہ علی اندرابی امیر قصبہ جلیٹھ معہ اپنے تابعین کے اس جعلی سارنگ خان سے آن ملا۔ حسب الحکم خضر خان کے ملک طغا ئے ترک امیر جالندہر و زیرک خان امیر سامانہ و ملک خیر الدین حاکم میان دوآب لشکر عظیم کے ساتھ سلطان شاہ کی کمک کو دوڑے۔ سلطان شاہ سرہند مین داخل ہوا اور جعلی سارنگ خان روپڑ مین گیا خواجہ علی نے سارنگ کو چھوڑ دیا۔ اور زیرک خان سے آن ملا۔ رمضان کے مہینہ مین روپڑ مین سب لشکر متفق ہوکر پہاڑون مین سارنگ خان کے پیچھے پڑا۔ سارنگ خان کی جمعیت پراگندہ ہوگئی وہ چند متعدد آدمیون کے ساتھ پہاڑ مین متحصن ہوا۔ اور لشکرون نے اپنے اپنے مقام پر مراجعت کی صرف سلطان شاہ لودہی روپڑ مین مقیم رہا۔

سنہ ۸۲۳ھ مین جعلی سارنگ خان پہاڑ سے نکلا اور بعد عہد وپیمان کے ملک طغا سے مل گیا ملک طغا نے ملک ومال ودولت کی طمع سے اُسے مار ڈالا۔ اس عرصہ مین خضر خان نے شہر مین آرام کیا تاج الملک کو سپاہ کے ساتھ اٹاوہ اور اُس کی نواح کے زمینداروں کی تسخیر کے لئے بہیجا۔ یہ سپاہ اول برن مین گئی اور پہر کول مین آئی۔ اس نواح کے مفسدون کی گوشمالی کرکے اٹاوہ پر آگے بڑہی اور موضع دہلی کو جو سب سے زیادہ مستحکم جگہ ہندؤون کے قبضہ مین تہی برباد کیا پہر اٹاوہ مین جاکر رائے سمپیر کا محاصرہ کیا جس نے آخر کو صلح کرلی اور سالانہ مال وخراج ادا کیا۔ پہر لشکر چندواڑہ مین گیا اور اُس کو تاخت وتاراج کیا۔ پہر وہ کنٹھیر مین گیا اور وہان کے راجہ رائے سنگہ سے پہلے سے زیادہ مال وخراج وصول کیا۔ پہر تاج الملک دہلی مین آیا رجب کے مہینے مین خبر آئی کہ ملک طغا نے دوبارہ سرکشی اختیار کی ہے اور سرہند کے قلعہ کو تسخیر کرلیا ہے اور منصورپور اور پایل تک ملک کو تاخت وتاراج کیا۔ خضر خان نے اُسکے مغلوب کرنے کے لئے ملک خیر الدین و زیرک خان کو نامزد کیا وہ اس باغی کے تلاش مین چلے جب ملک طغا نے سنا کہ وہ اُس کے قریب آگئے ہین تو وہ دریا ستلج سے پار اُتر کر لدہیانہ مین آیا اور دریا کے دوسری طرف لشکر شاہی کے سامنے پڑا۔ دریا پایاب تہا اس لئے لشکر شاہی دریا پار اُتر گیا تو طغا (طوغان) بہاگ کر جسرتہ گہکر (کھوکر) کی ولایت مین چلا گیا۔ اُس کی اقطاع زیرک خان کو دی گئی اور ملک خیر الدین دہلی چلا آیا۔

سنہ ۸۲۴ھ (۱۴۲۱ع) مین خضرخان نے میوات پر عزیمت کی میواتیون مین سے بعض نے حاضر ہوکر اطاعت کی باقی نے بہادر ناہر کے کوٹلہ مین پناہ لی۔ انکا محاصرہ اسنے کیا۔ میواتی حملہ اول ہی مین جلد شکست کہا کر کوہستان مین بہاگ گئے قلعہ فتح ہوگیا خضرخان نے اس قلعہ کو بالکل برباد کیا اور گوالیار کی جانب روانہ ہوا۔ محرم سنہ ۸۲۴ھ (۱۴۲۱ع) کو ملک تاج الملک فوت ہوا۔ اسکا بڑا بیٹا ملک الشرق ملک سکندر وزیر مقرر ہوا۔ جب خضرخان گوالیار مین پہونچا تو اُسکی سپاہ نے اُسکا محاصرہ کیا اور ملک کو تاخت وتاراج کیا۔ یہان سے خراج لیکر اٹاوہ مین آیا۔ راے علم بیر تو مرگیا تہا اُسکا بیٹا مقابلہ کی تاب نہین رکہتا تہا۔ اس لئے مال وخراج دیدیا۔ اب خضرخان علیل ہوا اور دہلی کو مراجعت کی۔ شہر مین پہونچکر ۱۷ جمادی الاول سنہ ۸۲۴ھ کو (۲۰ مئی سنہ ۱۴۲۱ع کو) رحمت حق سے پیوستہ ہوا۔ سات سال دو ماہ دو روز سلطنت کر گیا۔ خیرات ومبرات اس سے بہت سی ظہور مین آئین۔ جو جماعت کہ صاحب قران کے حملون سے خانمان ویران بے سروسامان ہوئی تہی اسکے ایام سلطنت مین مرفہ الحال وصاحب جمعیت ہوگئی تہی۔

اس سلطنت کا ذکر پڑہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایام سلطنت مین وزیر بادشاہ دونون کا حال یہ رہا کہ کبہی کٹہیر کبہی گوالیار کبہی بدایون کبہی سنبہل۔ یہان محصول کیا وہان کسی سرکشی کو دبایا کبہی سرکش کو مطیع کیا سوا دہلی کوئی ضلع اور صوبہ بادشاہ کے قبض وتصرف مین نہ تہا۔ اگر ایک طرف کچہہ ملک ہاتہہ لگا تو دوسری طرف سے نکل گیا یہی حال رہا۔ نہ وزیر سے کچہہ ہوا نہ بادشاہ سے بلکہ خود صوبہ ملتان اور پنجاب مین جو میراث مین خضرخان کو پہونچا تہا خلل پڑنے لگے خلاصہ یہ ہے کہ اُسکے عہد سلطنت مین نہ سلطنت کی نمایش ہوئی اور نہ ملک کی افزایش ہوئی جو ملک اس بادشاہ کے قبضہ مین آیا وہ اُس کی سلطنت سے سرسبز وشاداب ہوا مگر کوئی نیا صوبہ اُس کے ہاتہہ نہ آیا۔ اکثر ہماری تاریخ مین ملک کٹہیر کا ذکر آیا ہے جس ملک کو اب رہیلکنڈ کہتے ہین ہندو اس کو کٹہیر کہتے تہے مسلمان پہلے اس ملک کو جو گنگا کے مشرق مین ہے کٹہیر کہتے تہے لیکن جب سنبہل اور بدایون جدا جدا صوبے مقرر ہوئے تو صرف اس ملک کو جو رام گنگا کے پرے ہے کٹہیر کہنے لگے۔

ذکر سلطنت بادشاہ معز الدین ابوالفتح مبارک شاہ بن خضرخان

خضرخان نے اپنی وفات سے تین دن پہلے مبارک خان کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تہا باپ کے مرنے کے بعد اس روز یا تیسرے روز ۹ جمادی الاول سنہ ۸۲۴ھ کو امرا وملوک نے متفق ہوکر اُسکو باپ کے تخت پر بٹہایا

بٹھادیا اور اُسنے اپنے تئیں معزالدین ابوالفتح مبارک شاہ ملقب کیا۔ امرا و ملوک اکابر و مشائخ و سادات کی جاگیر و وظائف اور راہ دستور سابق جاری رکھے۔ اور بعض کا اضافہ کیا اور حصار فیروزہ و ہانسی کی اقطاع ملک رجب نادر سے لیکر ملک الشرق ملک مدو (بدر) اپنے برادرزادہ کو دیں اور ملک رجب کو دیپال پور اور پنجاب کی اقطاع عطا کیں۔ خبر آئی کہ شیخا گھکر (کھوکر) کا بھائی جسرت اور طغا رئیس نے سرکشی کی۔

گھکروں کی لڑائی

شیخا گھکر کا پہلے کام تمام ہو چکا تہا اُسکی جگہ اُسکا بھائی جسرت گھکر اپنی قوم کا سردار مقرر ہوا۔ جمادی الاول ۸۲۴ھ کو سلطان علی پادشاہ کشمیر طلنبہ گیا تھا جب اس نے مراجعت کی تو اُسکی سپاہ متفرق تھی جسرت گھکر نے سر راہ اُسے روکا اور لڑکر اس کو زندہ گرفتار کرلیا اور اس کا تمام مال اسباب لوٹ لیا۔ اس بردے کے ہاتھ لگنے سے وہ بہت مغرور ہوگیا اور ایسا دماغ چلا کہ دہلی کی تسخیر کی فکر کرنے لگا اور ملک طغائے ترک کو جو سپاہ دہلی کے صدمہ سے پہاڑ میں بھاگا تہا بلاکر امیر الامرا مقرر کیا۔ جب اُسنے خضر خاں کا مرنا سنا تو پیادوں اور سواروں کو ساتھ لیکر دریاء بیاس اور دریاء ستلج سے پار اترا اور تلونڈی میں راے کمال الدین پر حملہ کیا۔ راے نے فیروز کو اپنے آگے سے جنگل میں بھگادیا۔ شہر لودھیانہ سے لیکر روپر کے سامنے تک ملک کو دوبارہ جسرت نے خوب لوٹا۔ کچھ دنوں بعد وہ پھر ستلج سے پار اترا اور جالندھر کی طرف چلا۔ زیرک خاں حاکم جالندھر متحصن ہوا۔ جسرت شہر سے تین کوس پر خیمہ زن ہوا۔ آپس میں عہد و پیمان کی باتیں ہونے لگیں اور طرفین سے صلح پر راضی ہوئے۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ زیرک خاں لڑا۔ اور جسرت نے فریب کرکے صلح کی اور یہ قرار پایا کہ زیرک خاں بیٹے کو اوّل میں دے اور قلعہ جالندھر کو خالی کرکے طغا کو سپرد کرے پسر طغا کو مع لائق پیش کش کے مبارک شاہ کی خدمت میں جسرت بھیجے۔

۲۰ جمادی الآخر ۸۲۴ھ کو زیرک خاں حصار جالندھر سے باہر آیا اور جسرت کے لشکر میں جو تین کوس پرے دریاء سرستی کے کنارہ پر فروکش تھا آیا۔ دوسرے روز جسرت عہد شکنی کرکے زیرک خاں کے سر پر چڑھ گیا اور اُسکو قید کرکے لودھیانہ لے گیا یہاں سے ۲۰ جمادی الآخر کو مینہ برساتے میں سرہند پہنچا

ملک سلطان شاہ متحصن ہوا۔ جسرت نے ہر چند قلعہ کی فتح میں کوشش کی مگر ناکام رہا۔ جب سلطان شاہ اسلام خاں نے بادشاہ سے کمک طلب کی تو باوجود برسات کے بادشاہ خود ماہ رجب میں شہر سے سرہند کی طرف روانہ ہوا۔ اور جب وہ حوالی سرہند میں سامانہ پہنچا تو جسرت اُس کے نزدیک آنے کی خبر سنکر ۲۰ رجب کو محاصرہ چھوڑ کر لدھیانہ چلا گیا۔ کوئی لکھتا ہے کہ جسرت نے خود زیرک خاں کو چھوڑ دیا۔ کوئی لکھتا ہے کہ زیرک خاں بھاگ کر سامانہ میں مبارک شاہ سے آن ملا پھر لشکر شاہی لدھیانہ کی طرف بڑھا۔ جسرت گھکر دریا کے دوسرے کنارہ پر چلا گیا اور وہاں لشکر شاہی کے سامنے خیمہ زن ہوا۔ کل کشتیوں پر اس کا قبضہ تھا اسلئے لشکر شاہی دریا کے پار نہ اُتر سکا اور چالیس دن تک دونوں لشکر آمنے سامنے پڑے رہے۔ جب سہیل نے طلوع کیا اور دریا کا پانی اُترا تو بادشاہ دریا کے کنارہ کنارہ قبول پور گیا اور جسرت شیخا دوسرے کنارہ پر بادشاہ کے لشکر کے سامنے ہر روز لشکر اُتارتا ہوا چلا۔ ۱۱ شوال کو بادشاہ نے سکندر تحفہ و زیرک خاں و ملک الشرق محمود حسن و ملک کالو اور بعض امرا کو لشکر اور ۲۰ زنجیر فیل کے ساتھ دریا کے پار روپڑ میں بھیجا۔ صبح کو پایاب دریا سے یہ اُتر گئے اور یہیں سے مبارک شاہ بھی ان کے پیچھے دریا سے اُترا۔ جسرت کا لشکر بادشاہی لشکر کے متوازی دریا کے کنارہ پر چل رہا تھا مگر جب لشکر شاہی دریا سے اُتر کر اس کے سامنے آیا تو بغیر لڑے وہ بھاگ گیا۔ لشکر سلطانی نے اس کا تعاقب کر کے بہت پیدل اور سوار اس کے قتل کئے۔ اور بہت مال اسباب لوٹ لیا۔ جسرت مفلوکانہ چند سواروں کے ساتھ جالندھر گیا۔ دوسرے روز بیاس پار اُترا۔ جب لشکر شاہی یہاں آیا تو وہ دریا راوی کی طرف چلا گیا۔ بادشاہ بیاس اُتر کر راوی پر قصبہ بھوا کے قریب جسرت کے تعاقب میں پہنچا۔ تو جسرت تکھر کے پہاڑوں میں جا چھپا راجہ جمو بادشاہ کی ملاقات سے سرفراز ہوا اور وہ رہبری کر کے بادشاہی کو تکھر پر لے گیا جو جسرت کا سب سے زیادہ مستحکم مقام تھا۔ لشکر نے اس مقام کو ویران کیا اور شیخا کے آدمیوں کو جو اس پہاڑ میں پراگندہ پھر رہے تھے اسیر کیا اور شاہی لشکر سالم و غانم لاہور پہنچا۔

محرم ۸۲۵ھ میں بادشاہ شہر لاہور میں پہونچا۔ یہاں شہر میں اُلو بول رہا تھا۔ بادشاہ نے اس شہر کے آباد کرنے پر توجہ کی اور اس سبب سے یہاں عمارات نئی شروع ہوئیں۔ یہاں راوی کے کنارہ پر

ایک مہینہ وہ مقیم رہا اور قلعہ اور شہر کے دروازوں کی مرمت میں مصروف رہا اور جب یہ کام ختم ہوچکا تو اُس نے اقطاع لاہور ملک الشرق ملک محمود حسن کو دی اور اس کے ساتھ دو ہزار سوار بھی یہیں چھوڑے۔ اور خود دہلی مراجعت کی۔ جب بادشاہ دہلی میں آگیا تو جسرت شیخا چناب اور راوی سے ایک بڑے لشکر کے ساتھ اُترا اور حصار لاہور کے پاس آیا۔ اور اُس نے اپنے خیمے شیخ المشائخ حسین زنجانی کے مزار کے پاس لگائے۔ حصار قلعہ لاہور پر ۱۱۔ جمادی الآخر کو لڑائی ہوئی جس میں جسرت کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ قلعہ سے باہر لشکر شاہی نے اُن کا تعاقب کیا مگر دور تک نہیں۔ دونوں لشکر اپنے مقامات میں مقیم رہے۔ غرض جسرت نے ایک مہینہ پانچ روز تک قلعہ کا محاصرہ رکھا اور کئی دفعہ قلعہ پر لڑا مگر جب کچھ کام نہ بنا تو کلانور چلا گیا اور یہاں قلعہ کلانور میں لشکر شاہی کی امداد کے لئے راے بھیم آیا تھا۔ اُس سے جسرت اپنا انتقام لینا چاہتا تھا دونوں میں لڑائی ہوئی مگر ماہ رمضان میں انہوں نے آپس میں صلح کرلی اور جسرت نے دریا بیاس کے کنارہ پر پہونچکر گکھروں کا لشکر جمع کرنے لگا اس اثناء میں ملک تحفہ اسکندر جو ملک محمود حسن کی امداد کے لئے متعین ہوا تھا گذرپوہی میں بڑے لشکر کے ساتھ آگیا۔ جسرت اس لشکر کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا اس لئے وہ راوی اور چناب کے پار اپنے ہمراہیوں سمیت بھاگ گیا اور تکھر میں چلا گیا ملک الشرق گذرپوہی سے بیاس کے پار اترا اور ۱۲۔ شوال کو لاہور پہونچا۔ ملک محمود اُس کے استقبال کے لئے قلعہ سے تین کوس پر آیا۔ اس سے پہلے ملک سکندر تحفہ سے ملک رجب امیر دیپالپور ملک سلطان شاہ لودی اور راے فیروز مل گئے تھے۔ اب سکندر تحفہ کا پلٹ کر چلکر سرحد جموں میں پہونچا یہاں راجہ بھیم اس سے آن ملا اور یہاں یہ گمان تھا کہ گکھر یہاں ہونگے ان کو قتل کیا اور ملک تحفہ سکندر لاہور میں آگیا۔ اب یہاں مبارک شاہ کا مبارک فرمان پہونچا کہ ملک محمود حسن جالندہر میں جا کر رہے اب وہ بٹ کے دہلی آئے اور ملک سکندر تحفہ لاہور کا بندوبست کرے اور بادشاہ نے اس سے وزارت لیکر ملک الشرق سرور شحنہ شہر کو دیدی اور اس کے بیٹے کو شحنہ شہر مقرر کیا۔

کٹیہر اور اٹاوہ کی مہمات

۸۲۶ھ میں مبارک شاہ نے لشکر مرتب کیا اور محرم کے مہینے میں ملک کٹھیر کی طرف حرکت کی اور وہاں محصول وصول کیا اور بعض متمردوں کو سزا دی۔ مہابت خاں حاکم بداؤں جو حصاری ہوکر خضر خاں سے لڑا تھا اور اب اسکے بیٹے سے خوف زدہ ہورہا تھا وہ بادشاہ کی خدمت میں آیا اور اسکا قصور معاف ہوا۔ بادشاہ یہاں سے گنگا پار اترا اور راٹھور راجپوتوں کے ملک پر تاخت کی اور انمیں سے بہت سے راجپوت قتل و اسیر کئے۔ گنگا کے کنارہ پر چند روز اس نے توقف کیا اور قلعہ کمپلہ میں ملک مبارز وزیرک خاں وکمال خاں کو لشکر عظیم کے ساتھ مقرر کیا کہ وہ راٹھوروں کو سر نہ اٹھانے دیں۔ راجہ اٹاوہ نے بادشاہ کی ہمراہی کے لئے اپنا بیٹا بھیجا تھا وہ لشکر سے بھاگ گیا بادشاہ نے ملک الشرق مبارک خاں کو لشکر عظیم کے ساتھ اسکے پیچھے روانہ کیا۔ وہ اس کو پکڑ تو نہ سکا مگر ولایت اٹاوہ میں داخل ہوکر مراسم تاخت و تاراج میں سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ملک مبارک شاہ خود بھی جلد سفر کرکے اٹاوہ میں داخل ہوا۔ یہاں راجہ نے بہت سے راجپوت اپنے پاس جمع کرکے قلعہ میں پناہ لی۔ بادشاہ نے اسکا محاصرہ کیا۔ جب راجہ تنگ عاجز ہوا تو دوسری دفعہ اپنے بیٹے کو بادشاہ پاس بھیجا اور جو مال محصول واجب الادا تھا اس کو ادا کیا۔ مبارک شاہ دہلی چلا آیا اور اس اثنا میں ملک محمود حسن اپنے لشکر سمیت دہلی میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور منصب بخشی گری پر جسکو ان دنوں میں عارض ممالک کہتے تھے سرفراز ہوا۔

جسرت شیخا اور رائے بھیم

اسی سال میں جسرت شیخا اور رائے بھیم میں لڑائی ہوئی اور رائے بھیم مارا گیا اور اس کا بہت سا مال و اسباب جسرت شیخا کے ہاتھ آیا۔ وہ بارہ ہزار گکھڑ جمع کرکے پھر لاہور و دہلی کی بادشاہی کا اسنے قصد کیا اور دیپال پور اور لاہور کی نواح کو تاخت و تاراج کرکے اموال فراواں لوٹا۔ ملک سکندر تحفہ نے اسکے دفع کرنے کا قصد کیا اور دریائے چناب سے پار اترا مگر کچھ کام نہ ہوسکا ناچار واپس آیا جسرت گکھڑوں کی ولایت میں جاکر خیل و حشم کی ترتیب میں مشغول ہوا۔ کابل میں امیر شیخ علی پسر سرغتمش اقامت رکھتا تھا اور مرزا شاہرخ کے امرا میں سے تھا اور یہاں اُس کی نیابت کا کام کرتا تھا۔ اُس سے آشنائی اور خصوصیت جسرت نے پیدا کی اور ہندوستان و بھکر و ٹھٹھہ کی

تاخت و تاراج کرنے کی صلاح بتائی۔ تاکہ بادشاہ دہلی پر سب طرف سے ایسا زور پڑے کہ اسکا مقصود حاصل ہو۔ اسی زمانہ میں ملک علاء الدین حاکم ملتان نے وفات پائی اور امیر شیخ علی کے آنے کی خبر منتشر ہوئی۔ مبارک شاہ نے اقطاع ملتان و بھکر و سیوستان میں جیتے تامل ملک محمود حسن کو آراستہ لشکر کے ساتھ روانہ کیا اس نے حصار ملتان کو جو صاحب قران کے صدمہ سے ویران پڑا تھا مرمت کرائی اور اطراف و نواحی سے لشکر کو جمع کیا اور یہاں کے آدمیوں کو انعام و وظیفے و بخششیں دے دے کے خوش کر دیا اور مغلوں سے جنگ کیلئے مستعد ہوا۔

گوالیا اور میوات کی مہم و بیانہ کی مہمات

اسی سال میں خبر آئی کہ الپ خاں یا الف خاں عرف ہوشنگ والی دھار (مالوہ) نے گوالیار کے قلعہ کا محاصرہ تسخیر کے ارادہ سے کر رکھا ہے۔ اہل حصار کی حمایت کیلئے بادشاہ مبارک شاہ روانہ ہوا جب بیانہ میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ امیر خاں بن داؤد خاں حاکم بیانہ نے اپنے چچا مبارک خاں کو مار کر بیانہ میں تہلکہ ڈال رکھا ہے اور مخالفت کے قصد سے بالائے کوہ چلا گیا ہے۔ وہاں کو ہیں مبارک شاہ فروکش ہوا۔ اور رسل و رسائل کے بعد امیر خاں نے سالانہ خراج دینے کا عہد کیا اور لوازم اطاعت بجا لایا۔ بادشاہ مبارک شاہ گوالیار گیا۔ سلطان ہوشنگ نے چنبل کے گھاٹ کو روک رکھا تھا۔ مبارک شاہ دوسرا گھاٹ تلاش کر کے چنبل سے جلد پار اُتر گیا اور دہلی کے مقدمۃ لشکر نے سلطان مالوہ کی اطراف لشکر کو غارت کیا اور جماعت کثیر کو اسیر کیا۔ چونکہ یہ اسیر مسلمان تھے اسلئے مبارک شاہ نے انکو چھوڑ دیا۔ سلطان ہوشنگ نے لائق پیشکش بھیجے اور دیار کو چلا گیا مبارک شاہ نے چنبل کے کنارہ پر توقف کیا اور قانون قدیم کے موافق خراج اس دیار کے زمینداروں سے وصول کیا اور جب ۸۲۲ھ میں دہلی میں آیا اور ۸۲۳ھ میں کٹھیر کے ملک میں گیا۔ یہاں کے راجہ ہر سنگھ نے گنگا کے کنارہ پر آن کر ملازمت کی اور تین سال کی بقایا مالگذاری کی بابت چند روز مقید رہا۔ ادائے مال کے بعد رہائی پائی۔ بادشاہ نے گنگا کے پار اتر کر متمردوں اور مفسدوں کو پامال کیا اور کپایوں کی طرف چلا۔ یہاں کچھ دنوں ٹھہرا لیکن جب موسم گرم ہو گیا تو رہب کے کنارہ کنارہ گھر کا راستہ لیا اور گنگا پار ہو کر قنوج کا ارادہ کیا کہ ہندوستان کے سارے شہروں میں قحط کی سخت بلا نازل ہوئی تھی

اس لئے سپاہ نے آگے کوچ نہیں کیا۔ میواتیوں کی سرکشی کی خبر آئی بادشاہ اس طرف روانہ ہوا اور غارت و تاراج پر دست دراز کیا۔ میواتیوں نے اپنا ملک خراب اور کوہ جہرہ میں چلے گئے بادشاہ نے بسبب عسرت غلہ وضعف و محکمی جائے کے دہلی کو مراجعت کی اور ملوک و امرا کو اپنی جاگیروں پر رخصت کیا اور خود عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔

۸۲۹ھ میں پھر میوات کی طرف بادشاہ گیا۔ بہادر ناہر کے پوتوں جلو و قدر کے ساتھ میواتیوں نے ملکر اپنے ملک کو ویران کیا۔ اور کوہستان اندور کو اپنا مقام بنایا۔ لشکر شاہی نے کئی روز تک اُن پر حملہ کیا اور اندور سے نکال دیا تو وہ کوہستان الور میں چلے گئے۔ لشکر شاہی نے اندور کے مستحکم مقامات کو مسمار کیا اور الور پر چڑھ گئے اور جلو و قدر کے پیچھے پڑے۔ انہوں نے آخر کو عاجز ہو کر امان چاہی اور ملازمت کے چند روز بعد پھر بھاگنے کا ارادہ کیا تو محبوس ہوئے اور بادشاہ نے میواتیوں کے ملک کو تاراج کیا جب قحط پڑا تو مراجعت کی۔ پھر چودہ مہینے بعد محرم ۸۳۰ھ میں میوات گیا اور یہاں کے متمردوں کو سزا دیکر بیانہ گیا۔ حاکم بیانہ محمد خاں پسر اوحد خاں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا اور سولہ روز تک لڑتا رہا اکثر آدمی اُسکے بادشاہ سے جا ملے تو وہ از روئے عجز و انکسار رسی گردن میں ڈالے ہوئے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قلعہ میں جو گھوڑے اور ہتھیار اور نفیس اشیا تھیں وہ بادشاہ کی پیشکش میں پیش کیں۔ بادشاہ نے اُسکے اہل و عیال کو قلعہ سے اُتار کر دہلی بھیجدیا اور قلعہ بیانہ کو مقبل خاں کے سپرد کیا اور سیکری کو کہ اب فتحپور مشہور ہے ملک خیر الدین تحفہ کو حوالہ کی اور آپ خود یہاں سے گوالیار آیا یہاں کے راجہ اور کھنکر و چندوارہ کے رئیسوں نے کچھ مقابلہ نہیں کیا۔ اور دستور قدیم کے موافق خراج ادا کیا۔ جمادی الاول میں بادشاہ دہلی میں آگیا۔ اور ملتان اور اسکی نواح کے ملک سے ملک حسن کو بدل کر حصار فیروزہ میں بھیجا۔ اور اسکی جگہ ملک جیبنا دری کو مقرر کیا۔ اور کوشک جہاں نما فیروز شاہی کو اوحد خاں بیٹے محمد خاں کے لئے تجویز کیا اسکی تربیت کی فکر میں تھا لیکن محمد خاں جلدی کر کے مع زن و فرزند اور تمام متعلقین کے کوشک جہاں نما سے بھاگ کر میوات میں چلا گیا۔ اور وہاں مردان واقعہ طلب کو جمع کیا جبوقت اُسنے خبر پائی کہ قلعہ بیانہ میں ملک ناصر الدین کو مقبل خاں چھوڑ کر خود مہابن (چہاون) کی طرف گیا ہے تو ایلغار کر کے زمینداروں کو اپنے ساتھ ملا کر شہر بیانہ پر متصرف ہو گیا

ملک ناصر الدین قلعہ داری نہ کرسکا امان مانگ کر قلعہ حوالہ کیا اور خود دہلی چلا آیا۔ مبارک شاہ نے بیانہ میں ملک مبارز کو حاکم مقرر کیا اور محمد خاں کے دفع کرنے کے لئے بھیجا۔ محمد خاں میں جنگ کی طاقت نہیں تھی قلعہ میں آنکر قلعہ بند ہوا۔ ملک مبارز یہاں کی ولایت پر متصرف ہوا۔ چند روز بعد محمد خاں نے اپنے چند معتمدوں کو قلعہ سپرد کیا اور خود جریدہ ایلغار کرکے سلطان ابراہیم شرقی سے جا ملا جو اپنے آراستہ لشکر کے ساتھ کالپی کی تسخیر کے قصد سے آتا تھا سلطان مبارک شاہ نے کسی مصلحت کی وجہ سے ملک مبارز کو اپنی خدمت میں بلا لیا اور خود بیانہ کی فتح کے لئے چلا اثنا راہ میں قادر خاں حاکم کالپی کی عرضداشت پہنچی کہ سلطان ابراہیم شرقی آراستہ لشکروں کے ساتھ کالپی کی فتح کے قصد سے چلا آتا ہے۔ بادشاہ نے مہم بیانہ کو موقوف کیا اور سلطان ابراہیم کے مقابلہ کے لئے رواں ہوا۔ اس اثنا میں جو افواج شرقیہ نے بھوگانو کو لوٹ کر بداؤں کا قصد کیا تھا سلطان مبارک شاہ جمنا اتر کر موضع اترولی یا (ہرنولی) میں کہ جو اس کے مشہور مقاموں میں سے تھا دوڑا اور وہاں سے وہ اترولی میں آیا۔ یہاں اس کو معلوم ہوا کہ مختص خاں برادر شاہ شرقی اٹاوہ میں آن پہنچا ہے تو اس نے ملک محمود حسن کو دس ہزار چیدہ سواروں کے ساتھ مختص خاں (مخلص خاں کے) مقابلہ کے لئے بھیجا مختص خاں نے اس لشکر سے لڑنے کی طاقت اپنے میں نہ دیکھی اس لئے اپنے بھائی پاس بازگشت کی۔ محمود حسن نے چند روز توقف کیا کہ دشمن کو غافل پائے تو اس پر حملہ کرے مگر دشمن ہوشیار تھا اس کو موقع حملہ کرنے کا نہ ملا تو وہ اپنے بادشاہ کی فوج سے جا ملا۔ ابراہیم شاہ شرقی کالی ندی کے کنارہ کنارہ چلکر برہان آباد ضلع اٹاوہ میں آیا۔ مبارک شاہ نے اترولی سے کوچ کیا اور قصبہ پائیں کوٹ (پالی کوٹہ یا مالی کوٹ) میں آیا۔ اب دونوں لشکروں کے درمیان بہت تھوڑا ہی فاصلہ تھا کہ لشکر مبارک شاہی کی شان و شوکت کو شاہ شرقی نے دیکھکر مقابلہ کا ارادہ ترک کیا اور ماہ جمادی الاول میں قصبہ راپری کی طرف چلا اور جمنا سے پار اتر کر بیانہ میں گیا اور کٹھیر یا کھنیر ندی کے کنارہ پر مقام کیا۔ مبارک شاہ بھی چندوار کے نزدیک جمنا اتر کر بیانہ پہونچا۔ اور دشمن کے لشکر سے پانچ کوس پر فرود کش ہوا۔ طرفین نے اپنے لشکروں کے آگے خندق کھودی اور بیس روز تک یہ لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں

پڑے رہے اور مبارک شاہ کے لشکری ہر روز لشکر شرقی کی اطراف پر تاخت کرکے اسکے گھوڑے اور مویشی پکڑ کے اور آدمی قید کرکے اپنے لشکر میں لاتے۔ ۷ جمادی الآخر کو شاہ شرقی لڑنے کے ارادہ سے سوار ہوا۔ سلطان مبارک شاہ نے محمود حسن خان اعظم فتح خاں بن سلطان مظفر گجراتی و زیرک خاں و اسلام خاں ملک جے من نبیرہ فیروز خاں و ملک کالو شحنہ پیل و ملک احمد مقبل خاں کو سرور الملک وزیر و سید السادات سید سالم خاں کے ہمراہ کرکے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ دوپہر سے شام تک ہنگامہ کارزار گرم رہا۔ جب رات ہوئی دونوں لشکر اپنے اپنے مقام و جائے پر چلے گئے۔ ۸ ماہ جمادی الآخر کو شاہ شرقی نے جونپور کی راہ لی۔ مبارک شاہ نے تعاقب میں زیادہ اہتمام اسلئے نہیں کیا کہ مسلمانوں کا کشت و خون ہوتا۔ وہ خود ہاتھ کانٹ کی راہ سے گوالیار گیا اور یہاں کے راجہ سے اور رئیسوں سے دستور قدیم کے موافق خراج لیا اور پھر بیانہ میں گیا۔ محمد خاں اوحدی قلعہ میں چلا گیا۔ اگرچہ قلعہ نہایت مستحکم تھا مگر قلعہ نشینوں کے نہ ہاتھ ایسے تھے کہ بادشاہ سے مقابلہ کر سکتے نہ پاؤں ایسے تھے کہ بھاگ سکتے۔ محمد خاں کو شاہ شرقی کی مدد سے بالکل ناامیدی تھی اسلئے امان مانگی اور مبارک شاہ کی خدمت میں آیا۔ بادشاہ نے اسکے جرائم کو معاف کردیا اور جان و مال کے ساتھ رخصت کیا کہ جہاں چاہے جائے۔ وہ میوات چلا گیا۔ مبارک شاہ نے محمود حسن کو بیانہ کے قلعہ و ملک کے لئے منتظم مقرر کیا اور خود مظفر و منصور شعبان ۸۳۱ھ کو دہلی میں آگیا۔ ملک قدو میواتی کو اس سبب سے کہ شاہ ابراہیم شرقی کے ہمراہ ہوا تھا قتل کرا دیا اور ملک سرور الملک کو میوات کے ملک کا منتظم مقرر کیا۔ میواتیوں نے خود اپنے ملک کو بے چراغ کیا اور ہات کو اوجاڑا اور پہاڑوں میں چلے گئے۔ جلال خان برادر ملک قدو و احمد خاں و ملک فخر الدین اور انکے اقربا نے اپنے سواروں و پیادوں کو قلعہ اوریا میں جمع کیا۔ جب ملک سرور نے قلعہ کا محاصرہ کیا تو محصورین نے دیکھا کہ مقابلہ کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا اسلئے انہوں نے خراج اور اول دئے اور ملک سرور انکو لیکر دہلی چلا آیا۔

جسرت گکھر کا فساد

سنہ مذکور کے ماہ ذیقعدہ میں خبر آئی کہ جسرت گکھر نے کلانور کا محاصرہ کیا ہے اور ملک سکندر تحفہ لاہور سے اس سے لڑنے گیا اور شکست پاکر لاہور چلا آیا اور جسرت نے دریاء بیاس سے اتر کر

قلعہ جالندھر کی تسخیر کے درپے ہوا لیکن اس کو نہ لے سکا تو اس نواح کے مواضع کو لوٹا اور آدمیوں کو قید کر کے اپنے ساتھ کلانور میں لے آیا۔ سلطان مبارک شاہ نے فرمان بھیجا کہ ملک اسکندر تحفہ کی کمک کے لیئے زیرک خاں حاکم سامانہ اور اسلام خاں حاکم سرہند روانہ ہوں۔ ملک سکندر تحفہ پہلے اس سے کہ یہ کمکیں اسکے پاس آئیں کلانور گیا اور یہاں کے راجہ غالب کو اپنے ساتھ متفق کر کے جسرتھ کے پیچھے چلا اور بیاس کے کنارہ پر کانگڑہ میں اسکو جا لیا اور اسکو شکست دی اور جسقدر کہ غنیمت جسرتھ نے جالندھر میں لی تھی سب اس سے واپس لیکر لاہور چلا آیا۔

ماہ محرم ۸۲۶ھ میں ملک محمود حسن بیانہ کے سارے فسادوں کو جو محمد خاں اوحدی نے برپا کیئے تھے مٹا کر دہلی میں اور سلطان مبارک شاہ میوات میں مہدواری یا ہندواری میں آیا اور یہاں چندروز توقف کیا۔ جلال خاں میواتی اور امیر میواتیوں نے عاجز ہو کر مال گزاری بدستور سابق قبول کی اور بعض نے حاضر ہو کر بادشاہ کی ملازمت کی سلطان دہلی میں آیا۔ ملک رجب نادری حاکم ملتان کے فوت ہونے کی خبر آئی تو اقطاع ملتان ملک الشرق محمود حسن کو عنایت ہوئی اور عماد الملک کا خطاب ملا اور ملتان کو ایک بڑی سپاہ کے ساتھ روانہ ہوا۔

۸۲۷ھ میں بادشاہ گوالیار گیا اور یہاں کے فتنوں کو مٹا کر کبیل گھاٹ (دتا تھمر کانٹ) میں آیا۔ یہاں کے راجہ کو شکست دیکر کوہ پایہ میں آیا اور اسکے ملک کو تاخت و تاراج کیا اور کنیز و غلام اسیر کیئے اور یہاں سے راہبری میں آیا اور اس ضلع کو حسین خاں سے لیکر ملک حمزہ کے حوالہ کیا اور مراجعت کا عزم کیا کہ اثنائے راہ میں سید السادات سید سالم فوت ہوا بادشاہ نے اسکے بڑے بیٹے کو سید خاں کا اور چھوٹے بیٹے شجاع الملک کا خطاب دیا اور اور تمام اقطاع اور پرگنوں کو بدستور انکو حوالہ کیا۔

فولاد غلام کا فساد

کہتے ہیں کہ سید السادات سید سالم تیس سال تک خضر خاں کے حضور میں عمدہ امراء کے زمرہ میں رہا تھا اور بڑے بڑے اقطاع کا مالک تھا اور تبرہندہ (سرہند) میں خزانہ و ذخیرہ و اسباب قلعہ داری جمع کیا تھا اور سوا اقطاع تبرہندہ (سرہند) کے اسکے پاس اور اقطاع امروہہ و سرستی

نہیں اور میان دوآب میں جاگیریں رکھتا تھا۔ مال کے جمع کرنے میں بڑا حریص تھا۔ بادشاہ نے اُسکا خزانہ کہ بادشاہ کے خزانہ سے ہمسری کا دعویٰ کرتا تھا بالکل مع اقطاع کے اُس کے فرزندوں کو دیدیا۔ مگران بیٹوں نے حقوق بادشاہی کو منظور نہ رکھا اور فولاد ترک بچہ کو جو سید سالم کا غلام تھا قلعہ سرہند میں پہنچکر مخالفت کی ترغیب اس امید پر دی کہ اس فتنے کے دفع کے لئے اُن کی طرف رجوع ہوگی اور اس تقریب سے وہ خود علم بغاوت بلند کرینگے بادشاہ کو جب یہ بات معلوم ہو تو سید سالم کے بیٹوں کو مقید کیا اور ملک یوسف و رائے ہو بھٹی کو سرہند کو بھیجا کہ وہ فولاد کو سمجھا سمجھو کر راضی کرلیں اور سید کا سارا خزانہ لے آئیں۔ جب یہ سرہند میں پہونچے تو اول روز فولاد دوستانہ ملا اور انکو غافل کرنے کے لئے صلح کی باتیں خوب بنائیں مگر دوسرے روز وقت سحر ناگاہ قلعہ سے نکلکر ان کے لشکر پر شب خون مارا۔ مگر ملک یوسف و رائے ہو بھی پرانے سپاہی تھے فولاد کا یہ وار خالی گیا۔ اُلٹا پھر گیا۔ مگر دوسری رات کو پھر شب خون مارا اور قلعہ کے برج و بارہ سے بھی توپ و تفنگ چلائے جس سے بادشاہی آدمی متفرق ہوگئے اور سب بھاگ کر سرستی کی طرف چلے گئے اور ان کے اموال اور اسباب پر فولاد غلام متصرف ہوا اور اس سے اسکو قوت و غلبہ حاصل ہوا۔ جب بادشاہ کو خبر ہوئی تو وہ خود تبرہندہ کی طرف متوجہ ہوا۔ امیر و سردار و سپاہ و زمیندار اس کے حکم سے جمع ہوئے اور عماد الملک حاکم ملتان بھی فرمان کے بموجب حاضر ہوا۔ بادشاہ نے سرستی پر چند روز قیام کیا اور بعض امرا کو آگے روانہ کیا۔ انہوں نے جاکر قلعہ تبرہندہ کا محاصرہ کیا۔ فولاد غلام نے پیغام دیا کہ مجھے عماد الملک کی بات پر پورا اعتماد ہے اگر وہ آئے اور مجھے امان دے تو میں قلعہ سے نکل کر سلطان کی ملازمت میں حاضر ہوں۔ یہ التماس اس کی منظور ہوئی۔ سلطان نے عماد الملک کو تبرہندہ میں بھیجا۔ قلعہ کے دروازوں کے نزدیک عماد الملک سے فولاد غلام نے ملاقات کی اور عہد و اثق کیا کہ کل بادشاہ کی پابوسی سے مشرف ہونگا اسی اثنا میں سلطان کے اہل لشکر میں سے اس کے ایک آشنا نے اس پاس پیغام بھیجا کہ عماد الملک تو صادق القول ہے لیکن بادشاہ صلاح درست پر نظر کرکے اس کی بات نہیں مانتے گا اور اوروں کی عبرت کے لئے تیری سیاست فرمائیگا۔ فولاد غلام خائف ہوکر

اپنے ارادہ سے پشیمان ہوا۔ خزانہ اور اسباب اُس پاس کافی تھا اسنے جنگ اور قلعہ داری میں اصرار کیا۔ عماد الملک بے نیل مقصود سلطان پاس آیا۔ یہ قلعہ جلد تسخیر نہیں ہوسکتا تھا اسلئے صفر ۸۲۴ھ میں عماد الملک کو بادشاہ نے ملتان رخصت کیا اور خود نواحی تبرہندہ سے رایت مراجعت بلند کیا اور اسلام خاں لودی اور کمال خاں اور رائے فیروز اور اور امیران صدہ کو قلعہ کے محاصرہ اور تسخیر کے لئے متعین کیا۔ عماد الملک اول تبرہندہ گیا اور قلعہ کے محاصرہ کے لئے امرا کو سربراہ کیا اور پھر ملتان کو چلا گیا۔ حصار کے فتح کرنے کیلئے بہت سعی اور کوشش کی گئی اور چھ مہینے محاصرہ پر گذر گئے۔ اور قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو کہ ایک اور گل یہ کھلا۔

امیر کابل سے لڑائی

فولاد خاں دریائے اضطراب میں ڈوبا پڑا تھا کہ اس کو یہ سوجھی کہ امیر شیخ علی حاکم کابل کی دستگیری سے میری نجات ہوسکتی ہے اسلئے اسنے اپنے معتمدوں کی جماعت بھیجی اور مبلغ خطیر اس کے ہاتھ بھیجے۔ سلطان مبارک شاہ نے اپنے باپ کا طریقہ ملائمت و مدارات کا مرزا شاہرخ کے ساتھ نہیں رکھا تھا۔ امیر شیخ علی کابل سے آیا راہ میں اس سے گکھر بہت سے مل گئے۔ امیر شیخ علی نے دریا بیاس سے اتر کر ان امیروں کی اقطاع کو جو قلعہ گیری میں مشغول تھے تاخت و تاراج کرکے بالکل ویران کردیا۔ ماہ جمادی الاول میں جب تبرہندہ سے دس کوس کے فاصلہ پر پہونچا تو امرا نے دیکھا کہ اس سے لڑنے کی طاقت ہم میں نہیں ہے اسلئے وہ محاصرہ کو چھوڑ کر اپنے اپنے اقطاع کو چلے گئے۔ فولاد غلام نے قلعہ سے نکل کر امیر شیخ علی سے ملاقات کی اور اپنے وعدہ کے موافق دو لاکھ تنکہ نقرہ اسکو دئے۔ اور اپنے اہل و عیال اس کے سپرد کئے اور خود قلعہ میں گیا اور استحکام قلعہ زیادہ کیا۔ امیر شیخ علی نے دریائے ستلج سے اتر کر قتل و غارت کرنے میں خوب کوشش کی اور جو کچھ فولاد غلام نے دیا تھا اس سے سوگنی نقد و جنس اسکو ہاتھ آئی۔ اُس کے آدمی کئی سال سے گرسنہ تھے اب وہ سیر ہوگئے۔ وہ لاہور میں آیا۔ یہاں ملک سکندر تحفہ نے اس بلا کو یوں ٹالا کہ جو روپیہ پہلے ہر سال جاتا تھا وہ اسکو دیدیا۔ اب وہ دیپال پور کی طرف متوجہ ہوا۔ جہاں آبادی دیکھتا اسکو برباد کرتا چالیس ہزار ہندوؤں کو مار ڈالا اور بہت سے ہندو قید کئے۔ اس کا کوئی روکنے والا

نہ تھا اس لئے وہ فساد برپا کرنے میں کوئی تقصیر نہ کرتا۔ امیر شیخ علی کے دفع کرنے کے لئے طلنبہ (تلمبا) میں عماد الملک آیا۔ امیر شیخ علی جنگ سے پہلو تہی کرکے خطیب پور میں گیا اس اثنا میں سلطان کا فرمان آیا کہ عماد الملک طلنبہ کو چھوڑ کر ملتان کوچ کرے۔ ۲۴ شعبان کو وہ ملتان گیا تو اس سے امیر شیخ علی دلیر ہوگیا اور دریا راوی سے اتر کے دریا جہلم کے آباد پرگنوں کو جن کو چناب کہتے تھے ویران کیا اور ملتان سے دس کوس پر پہنچا۔ عماد الملک نے سلطان شاہ لودہی کو جو ملک بہلول کا چچا تھا اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اثناء راہ میں امیر شیخ علی سے محاربہ صعب ہوا جس میں سلطان شاہ نے شکست پائی اور کشتہ ہوا کچھ اس کا لشکر بھاگا کچھ مارا گیا۔ دوسرے روز تیسری ماہ رمضان کو امیر شیخ علی خیر آباد میں کہ ملتان کے قریب ہے پہونچا۔

۲۵۔ ماہ رمضان کو شیخ علی اپنے تمام لشکر کو ہمراہ لیکر ملتان کے دروازوں کی طرف حملہ کرنے کے لئے بڑھا لیکن عماد الملک اور اہل شہر اس سے لڑنے کو نکلے اور باغوں میں لڑائی ہوئی حملہ آوروں کو واپس جانا پڑا اور جو اسباب وہ اپنے ساتھ لائے تھے اُسے چھوڑنا پڑا۔ ۲۷۔ رمضان کو پھر بڑے لشکر سے اُنہوں نے حملہ کیا وہ گھوڑوں پر سے اتر پڑے کہ شہر کے دروازوں کے اندر داخل ہوں۔ مگر عماد الملک نے پیادہ و سواروں سے ایسا حملہ کیا کہ وہ الٹے ہٹے۔ کچھ مارے گئے کچھ اپنے لشکر سے جا ملے۔ اس دوبارہ شکست پانے سے پھر حملہ کرنے کا ان کو حوصلہ نہ رہا جب سلطان مبارک شاہ کے کانوں تک یہ خبر پہونچی تو فتح خاں بن مظفر خاں گجراتی کو مع امرائے بزرگ مثل زیرک خاں و ملک کالو شحنہ پیل و ملک یوسف و کمال خاں ورائے منسو کے عماد الملک کی مدد کے لئے بھیجا۔ ۲۶۔ ماہ شوال کو یہ امرا ملتان کے قریب آئے۔ جب دشمنوں نے شاہی لشکروں کو دور سے دیکھا تو ان کا ہول کے مارے دل دہلنے لگا اور جب ان بہادروں نے انپر حملہ کیا تو وہ شکست پاکر ایسے بھاگے کہ پیچھے مڑکر بھی نہ دیکھا۔ اس بھاگنے میں انکے لشکر کے کئی سردار مارے گئے۔ باقی فوج اس حصار میں گئی جو انہوں نے اپنے لشکر کے گرد بنایا تھا فتح مند لشکر نے اس حصار میں بھی ان کو جمنے نہ دیا ناچار فرار پر قرار ہوا مگر بہت سے ان میں دریا جہلم میں غرق ہوئے اور جو ڈوبنے سے بچے وہ قتل و اسیر ہوئے

شیخ علی اور امیر مظفر چند سواروں کے ساتھ قلعہ سیور میں (شور) میں پہونچے۔ امیر شیخ علی نے جو کچھ ہندوستان سے لیا تھا وہ سب ہیں چھن گیا وہ صرف جان سلامت لے گیا۔ عماد الملک اور امرا نے اسکا تعاقب قلعہ سیور تک کیا۔ شیخ علی نے اپنے بھتیجے ملک مظفر کو قلعہ سیور میں قلعہ دار مقرر کیا خود کابل چلا گیا۔ اس زمانہ میں سلطان کے احکام آئے کہ تمام امرا جو کمک کو گئے تھے وہ قلعہ سیور کو چھوڑ کر دہلی آئیں۔ اب بادشاہ کو اس فتح نمایاں سے عماد الملک کی جانب سے وہم پیدا ہوا اور اس سے اقطاع ملتان لیکر خیر الدین کو دیدی اور اس کو مع امرا کے دہلی طلب کیا مگر یہ کام بادشاہ نے جلدی بے غور و تامل نادانی کا کیا اس سے خطۂ ملتان میں بڑے فساد کھڑے ہوئے جو پیچھے صفحوں میں بیان ہوتے ہیں۔

جسرت شیخا گھکر

اس زمانہ میں جسرت شیخا گھکر نے فرصت پاکر اپنی قوت بڑھائی اور فتنہ و آشوب برپا کرنا شروع کیا اور ملک سکندر تحفہ نے اس فساد کے مٹانے کے لئے جالندھر کی طرف حرکت کی جسرت نے جمعیت بہم پہنچا کر کوہ تھکر سے نکل کر دریا جہلم و راوی و بیاس کو عبور کرکے جالندھر کے قریب آیا۔ ملک سکندر غافل تھا اس نے جسرت کا مقابلہ تھوڑے لشکر سے کیا۔ لڑائی میں اسکا گھوڑا دلدل میں پھنس گیا اور وہ زندہ جسرت کے ہاتھ میں گرفتار ہوگیا۔ جسرت اس کے گھوڑوں اور اموال پر متصرف ہوکر بڑی تیاری سے لاہور میں آیا اور اسباب قلعہ گیری کی ترتیب میں مصروف ہوا اور محاصرہ کرلیا۔ ملک سکندر کا نائب سید نجم الدین اور اس کا غلام ملک خوشخبر قلعہ دار تھے اور محاصرین سے روز لڑتے تھے جسرت کی تحریک سے امیر شیخ علی کو انتقام کی فکر ہوئی کابل سے چلا ملتان کی حد و دپر حملہ آور ہوا۔ دریا جہلم کے کناروں پر تلابپور کے اورا اور مواضع کے آدمیوں کو دریا سے اتر کر قید کیا۔ ۱۱ ربیع الاول کو طلنبہ میں آیا۔ یہاں کے آدمیوں نے اپنے تئیں اسکے حوالہ کیا۔ اس نے رئیسوں کو قید کیا۔ پھر اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ قلعہ پر قبضہ کریں۔ دوسرے دن میں سارے مسلمان قید ہوگئے ان میں کچھ لحاظ سید امام قاضی کا نہیں کیا گیا سب عورتوں بچوں کو اپنے گھر کھیچ لے گیا۔ کچھ آدمیوں کو مارا کچھ آدمیوں کو چھوڑ دیا۔ قلعہ طلنبہ کو مسمار کرکے ہموار کر دیا

انہیں ایام میں فولاد ترک بچہ مع اپنے تابعین کے تبرہندہ سے باہر آیا اور رائے فیروز کے ملک پر حملہ کیا۔ رائے نے اپنے پیدلوں اور سواروں کو ساتھ لیکر اس سے مقابلہ کیا مگر رائے مارا گیا اور فولاد اس کا سر کاٹ کر تبرہندہ لے گیا۔ اس کو بہت گھوڑے اور غلہ کے ذخیرے ہاتھ لگے۔ جب سلطان کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو اس نے خود لاہور اور ملتان کی طرف کوچ کیا اور ملک سرور کو اپنے آگے بھیجا کہ فولاد کی سرکشی کو دبائے۔ جب یہ سپاہ سامانہ کے قریب آئی تو حصار کا محاصرہ جسرت نے چھوڑ دیا اور کوہ تھکر میں چلا گیا۔ اور ملک سکندر کو اپنے ساتھ لے گیا۔ امیر شیخ علی بھی بادشاہی لشکر سے ڈر کر یار توت یا بار توت کو پکٹ بھاگا اور فولاد غلام بھی قلعہ تبرہندہ میں آگیا۔ بادشاہ نے ملک الشرق شمس الملک سے اقطاع لاہور لیکر خان اعظم نصرت خاں گرگ انداز کو دی اور وہ قلعہ لاہور اور جاگیر جالندھر کا مالک ہوا۔ ذی الحجہ کے مہینہ میں جسرت گھکر مع اپنے تابعین کے پہاڑ سے اترا اور لاہور میں نصرت خان پر حملہ کیا۔ مگر آخرکار ناکام ہو کر پہاڑ میں چلا گیا۔ بادشاہ نے اپنا خیمہ جمنا کے کنارہ پر خطہ پانی پت میں لگایا اور کچھ دنوں یہاں رہا۔ رجب کے مہینہ میں ملک الشرق عماد الملک کو لشکر جرار کے ساتھ بیانہ و گوالیار بھیجا کہ وہ یہاں کے متمردوں کو سزا دے اور خود دہلی چلا آیا۔

محرم ۸۲۶ھ میں وہ دہلی سے سامانہ کی طرف چلا کہ یہاں کے سرکشوں کو سزا دے۔ وہ پانی پت میں پہنچا تھا کہ اپنی والدہ مخدومہ جہاں کی علالت کی خبر سنکر پانی پت سے دہلی آیا۔ تکفین و تجہیز و مراسم ماتم و عزا کے بعد پھر اپنے لشکر سے جا ملا۔ اور یہاں پہونچکر اس نے حکم دیا کہ ملک سرور لشکر لیکر قلعہ تبرہندہ کو جائے۔ یہاں فولاد ترک بچہ بہ نسبت سابق کے زیادہ قوی ہو گیا ہے اس نے رائے فیروز کے ملک سے بہت سے ہتھیار اور آلات جنگ اور غلہ کے ذخیرے اکٹھے کر کے قلعہ بند کر لئے تھے قلعہ کا محاصرہ کیا گیا اور لڑائی شروع ہوئی۔ ملک سرور الملک نے زیرک خاں و اسلام خاں اور کھون راج کو محاصرہ کا اہتمام سپرد کیا اور خود بادشاہ سے پانی پت میں جا ملا۔ بادشاہ نے تبرہندہ کی عزیمت کو فسخ کیا۔ اور نصرت خاں سے لاہور اور جالندھر کی حکومت لیکر ملک الہداد لودھی کو تفویض کی۔ جب جالندھر میں ملک الہداد پہنچا تو جسرت ششکا نے دریائے بیاس سے اتر کر حملہ کیا اور

فتح پائی اور ملک الہ داد مجبور ہوکر کوہستان کوہتی میں بھاگ گیا۔ ربیع الاول میں سلطان کوہستان میوات کو راہی ہوا اور قصبہ تاؤری میں پہنچا۔ جلال خاں میواتی نے بادشاہ کی آمد سنی تو وہ بہت سی سپاہ کو لیکر قلعہ اندارود میں چلا گیا۔ دوسرے روز بادشاہ نے اس مقام پر حملہ کی تیاری کی مگر اس کی فوج وہاں ابھی نہیں پہونچی تھی کہ جلال خاں نے قلعہ میں آگ لگائی اور خود نکلکر کوٹلہ چلا گیا تمام مال و اسباب و غلہ کے ذخیرے جو اُس نے جمع کئے تھے وہ لشکر شاہی کے ہاتھ آئے سلطان تجارہ میں خیمہ زن ہوا اور میوات کے ملک کو لوٹا جب جلال خاں عاجز و تنگ ہوا تو اُس نے بدستور قدیم خراج ادا کیا اور اپنا قصور معاف کرایا۔ ملک عماد الملک بھی بادشاہ سے تجارہ میں بیانہ سے آن کر آملا اس کے ساتھ سوار اور پیادوں کا بہت لشکر تھا۔ بادشاہ نے کمال الدین اور تمام امرا اور ملوک کو تجارہ سے گوالیار اور اٹاوہ میں سرکشوں سے لڑنے کے لیے بھیجا اور جمادی الاول میں خود دہلی میں آگیا۔

چند روز بعد یہاں دہلی میں بادشاہ پاس خبر آئی کہ قلعہ سرہندہ کے محاصرہ میں جو امرا مصروف ہیں انپر حملہ کرنیکے لئے شیخ علی بڑی سپاہ لیکر چلا آتا ہے۔ بادشاہ کو اس سے یہ تردد پیدا ہوا کہ مبادا امرا اس خبر کو سنکر محاصرہ نہ چھوڑ دیں مگر اس تردد سے پہلے وہ محاصرہ چھوڑ چکے تھے اسلئے اُسنے ملک عماد الملک کو ان امرا کی کمک کے لئے روانہ کیا۔ ان امرا کو کمک پہنچ جانے سے بڑی تقویت ہوئی۔ بہت جلد شوریا سیور سے شیخ علی کوچ کرکے دریا بیاس کے کنارے کے ملک میں داخل ہوا اور ساہنی وال اور مواضعات کے باشندوں کو قید کیا اور لاہور پہنچا قلعہ کے محافظ ملک یوسف سرور الملک و ملک اسمٰعیل تھے انہوں نے قلعہ کے دروازے بند کئے اور محاصرین کا مقابلہ کیا۔ مگر اہل شہر اپنی حفاظت میں غافل تھے۔ اور اُنسے مخالف تھے اسلئے وہ دونو رات کو شہر سے نکل کر دیبالپور کو بھاگ گئے۔ دوسرے روز امیر شیخ علی نے انکے تعاقب میں فوج بھیجی جسنے جاکر ایک جماعت کو قتل کیا اور ایک جماعت کو اسیر کیا جس میں ملک راجا بھی تھا۔ دوسرے روز امیر شیخ علی نے شہر کے مسلمان مردوں اور عورتوں کو قید کیا۔ مسلمانوں کے قید کرنے میں اور اسکے ملک برباد کرنے میں اسکو بڑا مزہ آتا تھا۔ غرض اُسنے حصار اور شہر دونوں پر قبضہ کیا اور قتل و غارت و قید

کرنے میں کوئی بات اُٹھا نہیں رکھی۔ یہاں ٹھیر کر اُسنے حصار لاہور کی جس جگہ سے شکستہ ہوگیا تھا مرمت کرائی اور اس کو دو ہزار جنگی آدمیوں کے سپرد کیا اور خود دیپال پور کے اس طرف راہی ہوا۔ ملک یوسف اور ملک اسمٰعیل کا ارادہ تھا کہ یہاں کے قلعہ کو بھی لاہور کے قلعہ کی طرح چھوڑ کر بھاگ جائیں مگر عماد الملک کو تبرہندہ میں جب اس ارادہ کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے بھائی ملک الامرا ملک احمدؒ کو مع سپاہ کے ان کی کمک کے لئے بھیجا کہ قلعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ امیر شیخ علی ایک مرتبہ عماد الملک سے شکست فاحش پا چکا تھا اس کا خوف ایسا غالب ہوا کہ دیپال پور کی طرف قدم نہ اُٹھا سکا۔ جمادی الآخر میں جب سلطان کو ان واقعات پر علم ہوا تو وہ اپنا لشکر اس وقت جس قدر تیار کر سکا اس کو ساتھ لیکر سامانہ کو روانہ ہوا۔ یہاں کچھ دنوں ملک الشرق کمال الملک کے انتظار میں اس نے توقف کیا جب وہ لشکر سمیت بادشاہ سے آن ملا تو وہ سامانہ سے چلا۔ اور رائے فیروز کے علاقہ میں آیا۔ یہاں اس نے ملک الشرق عماد الملک اور اور اسلام خاں لودہی کو جو تبرہندہ بھیجے گئے تھے حکم بھیجکر بلا لیا۔ باقی امرا جو منصب دار تھے انکو احکام بھیجدئے کہ وہ بدستور قلعہ گیری میں مصروف رہیں۔ اور بادشاہ لوہی کے گھاٹ سے جو پایاب تھا راوی کے پار آگیا۔ تو امیر شیخ علی جہلم پار اتر گیا۔ ملک سکندر تحفہ نے جسرت شیخا کو بہت کچھ روپیہ دیکر اپنے تئیں خلاص کیا اس کو شمس الملک کا خطاب اور اقطاع دیپال پور اور جالندہر عنایت ہوا۔ شور کی طرف سلطان راہی ہوا۔ یہ مقام دشمن کے قبضہ میں تھا۔ اور طلنبہ کے قریب راوی سے اترا اور ملک الشرق کو دشمن کے تعاقب میں بھیجا جس سے دشمن ایسے بے سرو سامان ہو کر بھاگے کہ پیچھے بھی مڑ کر نہ دیکھا۔ دشمنوں کے بہت سے گھوڑے اور اسباب جو کشتیوں میں لادے گئے تھے لشکر شاہی کے ہاتھ آئے۔ قلعہ شور میں شیخ امیر علی کا بھتیجا امیر مظفر قلعہ دار تھا۔ ایک ہفتہ تک محاصرہ کے دفعہ کرنے میں مصروف رہا مگر وہ آخر ایسا مجبور کیا گیا کہ رمضان کے مہینہ میں اُسنے اپنے تئیں حوالہ کیا۔ اور اپنی بیٹی کا نکاح بادشاہ کے بیٹے سے کیا اور بہت روپیہ خراج میں دیا اور لاہور میں جو مغلوں کے گروہ کا محاصرہ شمس الملک نے کیا تھا اُسنے بھی شوال کے مہینہ میں اپنے تئیں حوالہ کیا اور شہر و قلعہ پر شمس الملک کا قبضہ ہوگیا

عماد الملک نے بڑے کار ہائے نمایاں کئے تھے اسلئے شمس الملک سے صوبہ دیپال پور و جالندھر و لاہور لیکر اسکو سپرد کیا اور عماد الملک پاس جو اقطاع بیانہ تھے وہ شمس الملک کو دیئے۔ بادشاہ نے لشکر کو دیپال پور کے قریب چھوڑا اور اپنے مخصوصوں کی جماعت کو ساتھ لیکر ملتان آیا اور مشائخ کبار کی زیارت کی اور پھر لشکرگاہ میں واپس آیا۔ اور کوچ پر کوچ کرکے دہلی آیا۔ کار وزارت اور دیوان اشراف کا کام دونو ملک سرور الملک زیر سے اچھی طرح نہیں چلتے تھے ملک کمال الدین کو دیوان اشراف کا کام اس سے لیکر سپرد کیا اور اسکو فقط وزارت کے کام پر رکھا اور حکم دیدیا کہ دونو متفق ہوکر مہمات بادشاہی کو سرانجام دیں۔ ملک کمال الدین مرد سنجیدہ اور سکار آزمودہ تھا وہ جمیع خلائق ہوکر صاحب اختیار ہوگیا۔ سرور الملک کو یہ کانٹا کھٹکتا تھا کہ اقطاع دیپال پور اور عہدہ دیوان اشراف ہاتھ سے نکل جائے اسلئے اسکے دماغ میں خیالات فاسد پیدا ہونے لگے اور وہ سلطنت میں تغیر عظیم کے پیدا کرنے کے درپے ہوا۔ اور اس کے ساتھ بادشاہ کے قتل کی سازش میں وہ امرا شریک ہوئے کہ اس خاندان کے پرورش یافتہ اور ملازم صاحب حشم و خدم تھے سدارن ولد کانگو کھتری اور سدہ پال نبیرہ کجوی کھتری و میراں صاحب نائب عرض ممالک و قاضی عبدالصمد خاں صاحب اور کچھ اور آدمی۔ ان کو نہ خدا کا خوف تھا نہ خلقت کی شرم۔ اس تلاش میں ہر وقت رہتے تھے کہ کب وقت فرصت کا ملے کہ بادشاہ کو ٹھکانے سے لگائیں۔

بادشاہ کی وفات اور اُس کے خصائل

سلطان کا ارادہ ہوا کہ جمنا کے کنارہ پر ایک شہر آباد کروں۔ ۱۷۔ ربیع الاول ۸۳۳ھ کو اسکی بنیاد رکھی۔ اور اسکا نام مبارک آباد رکھا۔ مگر وہ ایسا نامبارک اسکے حق میں ہوا کہ خراب آباد ہوگیا۔ وہ اس شہر میں اپنے قصر کی بنیاد رکھتا تھا مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ میرے قصر تن کی بنیاد متزلزل ہورہی ہے اور جان نکلنے کو ہے وہ اس شہر کے آباد کرنے میں نہایت سرگرم تھا اور اہتمام تمام کرتا تھا۔ اس زمانہ میں خبر آئی کہ قلعہ سرہند فتح ہوگیا اور فولاد غلام کا سر بھی میراں صدر کے ہاتھ بادشاہ پاس آگیا۔ بادشاہ اس خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا

اور تبرہندہ کے انتظام کے واسطے وہ وڑا گیا۔ بعد ازاں پھر اپنے شہر مبارک آباد کو واپس آیا یہاں سنا کہ سلطان ابراہیم مشرقی اور سلطان ہوشنگ ناوی میں کالپی پر لڑائی ہو رہی ہے۔ سلطان مبارک کو ممالک مشرقی کی فتح کا شوق تھا وہ یہ سمجھا کہ یہ خوب فرصت کا وقت ہے لشکر کے جمع ہونے کا حکم دیا اور سراپردہ شاہی دہلی سے باہر چبوترہ سبزہ گاہ پر لگایا گیا اور اجتماع لشکر کے لئے چندروز توقف کیا وہ اس تدبیر میں تھا مگر تقدیر میں کچھ اور ہی تھا۔ اس نے ہمیشہ سب کے ساتھ نیکی کی تھی اور کافر نعمتوں کے ساتھ کوئی بدی نہیں کی تھی فقط ان کی جاگیریں بدلی نہیں اسلئے وہ ملک سرور الملک وزیر کے اندیشہ عذر سے بالکل غافل تھا اور بے تکلف مبارک آباد کی عمارتوں کے دیکھنے کے لئے جاتا تھا چنانچہ ۹۔ ماہ رجب ۸۳۷ھ روز جمعہ کو وہ اپنی عادت معہود کے موافق تھوڑے آدمیوں کے ساتھ مبارک آباد میں گیا اور عمارت خاص میں اوترا اور نماز جمعہ کی تیاری کی اسوقت میراں صدر نے اورامرا کو جو بادشاہ کے محافظ تھے کسی بہانہ علحدہ کردیا اور ایک جماعت بے مروت وکافر نعمت کو جو کتے سے بھی بدتھی ہتھیار بند مع سواروں کے لومڑی اور خونی گیدڑوں کی طرح اندر آنے دیا اور یہ بہانہ بنایا کہ وہ رخصت لینے آئی ہے سلطان نے باوجودیکہ یہ سلاح داروں کی جماعت دیکھی مگر اسکو عذر کا گمان بھی نہ ہوا اور اپنے حال میں رہا یہاں تک کہ سدہ پال نے سلطان کے فرق مبارک پر ایک تلوار کا ہاتھ مارا اور اور کافر نعمت بھی تلواریں ہاتھ میں لیکر اس بادشاہ پر پل پڑے اور اس کو شہید کیا مبارک شاہ کی سلطنت کی مدت تیرہ سال تین مہینے سولہ روز تھی۔ یہ بادشاہ عاقل اور اخلاق ستودہ رکھتا تھا تمام ایام بادشاہی میں کبھی فحش کلمے اور دشنام اس کی زبان پر نہیں آئے اور کبھی وہ مکروہات پاس نہیں گیا اکثر امور ملکی کی تحقیقات وہ اپنے نفس نفیس سے کرتا تھا اسکی نظر انصاف پر رہتی تھی۔ انتظام ملکی میں حتی الوسع کوشش کی مگر وقت ایسا سخت اور زمانہ ایسا نازک تھا کہ اس کا نتیجہ ظہور میں نہ آیا۔ تاریخ مبارک شاہی اسی بادشاہ کے نام پر لکھی گئی جس سے ہمنے اخذ کرکے بہت سا حال اوپر لکھا ہے۔

ذکر سلطنت محمد شاہ بن فرید خاں بن ظفر خاں

رسم جہان ہے کہ جہان سپے جہاندار کے نہیں رہتا۔ اِدہر سلطان مبارک شاہ کو کافر نعمتوں نے شربت شہادت چکھایا۔ اُدہر اُسی روز جمعہ ۹۔ رجب ۸۳۷ھ کو محمد شاہ کو تخت پر بٹھایا جس وقت بادشاہ کو مارا تھا سرور الملک کو میراں صدر یہ خبر سنانے گیا جس سے خوشی کے مارے دل اس کا باغ باغ ہوگیا اور امرا و ملوک و اماموں و سیدوں و ملکی و جنگی افسروں کی منظوری سے محمد شاہ تخت پر بیٹھا۔ وہ خضر خاں کا پوتا اور فرید خاں کا بیٹا اور مبارک شاہ کا متبنے تھا۔ گو سرور الملک نے بادشاہ بنایا مگر اس کی نیت میں تو کچھ اور ہی تھا اس لئے اس نے خزانہ و فیل خانہ و توپ خانہ بادشاہی پر اپنا تصرف رکھا۔ اس کافر نعمت وزیر کو خان جہاں کا خطاب ملا جس نے ساری ہمت اپنی اس کام میں صرف کی کہ امرائے قدیم کی جڑ اکھیڑیئے اور امراء جدید کو انکی جگہ قائم کیجئے اور بوقت فرصت محمد شاہ کو بھی مبارک شاہ کی بغل میں سلانے اور خود خداوند تاج و تخت ہو جائے۔ اُسنے محمد شاہ کو صرف اس خیال سے بنایا تھا کہ اصل میں تو وہ بادشاہ ہو اور ظاہر میں برائے نام وہ بادشاہ ہو۔ کمال الملک اور امراء سلطان مبارک شاہ سراپردہ کے قریب شہر سے باہر تھے اُسی روز شہر میں آئے۔ اور محمد شاہ سے بیعت کی مگر دل میں اُنکے اپنے ولی نعمت کے انتقام کی فکر تھی۔ ملک سرور الملک وزیر نے اپنے مقاصد کا آغاز کیا۔ اول سدہ پال و سدارن کھتری اور اس کے قرابتیوں کو مبارک شاہ کے قتل کے صلہ میں مملکت بیانہ و امروہہ و نارنول و کہرام اور اسکے ساتھ میان دوآب کے چند پرگنے دیدیئے اور میراں صدر کو خطاب معین الملک کا دیا اور اچھی جاگیر دی اور سید السادات کے بیٹے کو خان اعظم سید خاں کا خطاب اور اقطاع لائق دیکر خوش دل کیا اور امراء و بندگان مبارک شاہی کو بیعت کے بہانہ سے دیوانخانہ میں بلا کر بعض کو قتل کیا اور بعض مثل ملک مخدوم و ملک مقبل و ملک قنوج و ملک بیرا کو قید کیا اور ان کی اقطاعات بزرگ کو اپنے قبضہ میں لایا۔ رانوسیہ کو جو سدہ پال کا غلام تھا مع اہل و عیال اور بہت سے مفسدوں کے بیانہ پر قبضہ کرنیکے لئے بھیجا۔ وہ ۱۲۔ شعبان کو ضلع بیانہ میں داخل ہوا۔ دوسرے روز قلعہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ تھا کہ یوسف خاں وحدی حبشر ا ہو کر ہندون سے بیانہ میں آیا اور رانوسیہ سے لڑکر اس کے عیال و فرزندوں کو اسیر کیا۔ رانوسیہ کا سر کاٹا گیا اور دروازہ پر لٹکایا گیا۔ اب تمام ملک میں سرور الملک

کی دغا بازی کی اور کمینہ کافروں کے ساتھ سازش کی شہرت پھیل گئی۔ اب وہ امرا جو خضر خاں کے احسانوں کے بندے تھے مثل ملک آبازیاں حاکم بدایوں و ملک اللہ داد کاکا لودھی حاکم سنبھل و امیر علی گجراتی اور امیر کمیل ترک بچہ انہوں نے علانیہ علم مخالفت بلند کیا۔ ملک سرور الملک وزیر خان جہاں نے اعظم سید خاں اور سید ہارن اور اپنے بیٹے یوسف خاں کو کمال الملک کے ہمراہ کیا کہ وہ ان امیروں کی مخالفت کی بلا کو دفع کریں جب یہ قصبہ برن میں پہونچے۔ کمال الملک نے ارادہ کیا کہ جب فرصت ملے تو اپنے ولی نعمت کے خون کا انتقام یوسف پسر ملک سرور الملک اور سید ہارن سے لوں ملک الہ داد نے پہلے گنگا پار بھاگنے کا ارادہ کیا مگر جب اس کو معلوم ہوا کہ کمال الملک کس فکر میں ہے تو وہ خاطر جمع سے ابار میں مقیم رہا۔ جب ملک سرور الملک کو خبر ہوئی کہ کمال الملک اس فکر میں ہے تو اس نے کمال الملک کی کمک کا بہانہ بنایا اور ملک ہشیار اپنے غلام کو بہت سے لشکر کے ساتھ بھیجا۔ اس کا اصل مطلب یہ تھا کہ وہ یوسف اور سید ہارن کی محافظت کرے اسی اثنا میں ملک اللہ داد کے پاس ملک چمن آگیا اس سے سید ہارن اور ملک ہشیار جو پہلے سے کمال الملک سے بدگمان ہو رہے تھے اب اور زیادہ ڈر گئے اور دہلی کو بھاگ گئے۔ جب کمال الملک کو ان کے بھاگنے کی خبر ہوئی تو اسنے آدمی بھیجکر ملک الہ داد اور ملک چمن اور امرا موافق کو طلب کیا یہ بے توقف و بے تامل اس سے آکر مل گئے اور اور اطراف سے بھی آدمی آگئے اب کمال الملک لشکر گراں کے ساتھ سلخ ماہ رمضان کو متوجہ دہلی ہوا۔ ملک سرور الملک ناچار حصار سیری میں حصاری ہوا اور تین مہینہ تک لڑتا رہا۔ روز بروز اطراف سے کمال الملک کے پاس امرا آ گئے وہ محصورین کو کمال تنگ کرتے تھے سلطان محمد شاہ کو سرور الملک کی بیوفائی اور غداری آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ اسکا دل باہر کے امیروں کی طرف تھا اور فرصت کی تلاش میں تھا کہ کیونکر کمال الملک سے جا ملے یا سرور الملک کا سر کٹوادے اوڑا دے۔ سرور الملک کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اسنے بادشاہ ہی کے قتل کی پیش دستی کرنی چاہی۔ اور ۹ محرم ۸۳۷ھ کو وہ اپنے آدمیوں اور میران صدر کے بیٹوں کو لیکر غدر کے قصد سے شمشیریں کھینچے ہوئے سراپردۂ شاہی میں گھس گیا۔ بادشاہ ہوشیار رہتا تھا اور ایک جماعت کو اپنے پاس مستعد رکھتا تھا۔ اسنے سرور الملک

وزیر خاں جہان کے قتل کے لئے اشارہ کیا سرور الملک وزیر اس جماعت کے مقابلہ میں نہ ٹھیر سکا اور بھاگا قریب تھا کہ سراپردہ سے نکل جائے اور اپنے آدمیوں سے جا ملے مگر بادشاہ کے سپاہیوں نے پہنچکر اس کو تلواریں مار مار کر پارہ پارہ کر دیا اور میراں صدر کے بیٹوں کی جو حرام خوروں میں بھی کمترین حرام خور تھے قصر کے آگے گردن اڑائی۔ مگر سرور الملک کے اور رفقا نے اپنے گھروں کو محکم کر کے لڑنا شروع کیا۔ محمد شاہ نے کمال الملک کے پاس اپنا آدمی بھیجکر اس واقع سے مطلع کیا۔ کمال الملک اور تمام امرا مستعد ہو کر دروازہ بدایوں سے شہر کے اندر آئے۔ سدہ پال نے اپنی زندگی سے ہاتھ دھو کر رسم قوم کے موافق اپنے گھر میں آگ لگائی اور اپنے زن و فرزند کو جلایا اور خود آن کر اتنا لڑا کہ مارا گیا اور سدھارن مع تمام کھتریوں کے گرفتار ہوا اور سلطان کے حکم سے اس کو سلطان شہید کے مقبرہ کے قریب طرح طرح کی تکلیفیں دیکر قتل کیا اور ملک ہشیار اور ملک مبارک کو جو سرور الملک سے منسوب تھے دروازہ لعل پر پھانسی دی گئی۔ کھتری اور سرور الملک کے اور متعلقین اپنے گھروں کو محکم بنا کے لڑتے تھے۔ سلطان محمد شاہ نے فرمایا کہ دروازہ بغداد کو کھول کر کمال الملک اور دولت خواہوں کو بلا لو۔ وہ حسب الحکم شہر میں آئے اور باغیوں کو گرفتار کر کے قتل کیا دوسرے روز کمال الملک اور تمام امرا نے دوبارہ بادشاہ سے بیعت کی اور بادشاہ انکی منظوری سے دوبارہ تخت پر بیٹھا۔ کمال الملک کو کمال خاں کا خطاب اور منصب وزارت ملا۔ اور ملک چمن کو غازی الملک کا خطاب ملا اور اقطاع امروہہ و بدایوں میں وہ مستقل مقرر کیا گیا۔ ملک الہ داد لودہی نے خود کوئی خطاب نہیں لیا۔ مگر اپنے بھائی کے لئے دریا خاں کا خطاب لیا اور ملک کھون راج مبارک خانی کو اقبال خاں کا خطاب ملا اور اقطاع حصار فیروزہ میں وہ مستقل کیا گیا اور خان اعظم سید خاں لقب مجلس عالی کے ساتھ مخصوص ہوا۔ اور حاجی شدائی عرف حسام خاں شحنہ دہلی مقرر ہوا۔ غرض جس پاس جو اقطاعات و پرگنات و عہدے تھے وہ ان پر مستقل مقرر ہوئے۔ جب محمد شاہ کو مہمات دہلی سے انفراغ ہوا تو ارکان دولت کے استصواب سے بطور سیر ملتان جانیکا ارادہ کیا۔ اور ربیع الآخر کو مبارک پور کے چبوترہ کے نزدیک خیمہ زن ہوا اور حصار لشکر کو تیاری کا حکم دیا تو اکثر امیروں نے آنے میں تامل کیا۔ مگر عماد الملک بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ سب امرا اور

سران سپاہ کو خلعتہائے فاخرہ کا فخر حاصل ہوا۔ سلطان محمد شاہ نے ملتان میں جاکر مشائخ کی زیارت کی اور رضا خاں جہاں کو انتظام ملکی حوالہ کر کے دہلی مراجعت کی۔

سنہ ۸۴۴ھ میں سلطان خود سامانہ میں گیا اور وہاں سے ایک فوج جسرت گھکر کے فساد مٹانے کے لئے بھیجی۔ وہ ملک کو تاخت و تاراج کر کے واپس آئی اور یہ دہلی میں آیا۔ بادشاہ نے اول اول سلطنت کے کاموں میں اپنی کچھ لیاقت دکھائی۔ مگر آخر کو اُسنے سلطنت کا تمام کام امیروں وزیروں کے حوالہ کیا خود عیش و عشرت میں مصروف ہوا پھر اسے خبر نہ ملی کہ کہاں ملک ہے اور کدھر دولت ہے۔ یہ وقت ایسا نہ تہا کہ ایسا خفیف العقل بادشاہ عنان سلطنت کو اپنے ہاتھ سے سنبھال سکتا۔

ملک بہلول اپنے چچا اسلام خاں کے مرنیکے بعد سرہند کا حاکم ہوا اور بادشاہ کے حکم بغیر دیپال پور اور لاہور پر قبضہ و تصرف کیا۔ اور پنجاب میں مشرق کی جانب میں پانی پت تک لے لیا اگر یا دہلی کے دروازہ پر اُس کا پانوں جم گیا۔ بادشاہ نے اسکے رفع کرنے کے واسطے لشکر بھیجا اُس نے ملک بہلول کو پہاڑوں میں بھگا دیا اور بہت معتبر افغانوں کو قتل کیا۔ ملک بہلول پھر جمعیت بہم پہنچا کر سرہند و پنجاب میں آیا اور دوبارہ پانی پت پر متصرف ہوا۔ بادشاہ نے اس دفعہ حسام خاں کو اوس کے مقابلہ کے لئے بھیجا وہ شکست فاحش پاکر اُلٹا دہلی میں آیا۔ تو بہلول نے بادشاہ پاس پیغام بھیجا کہ اگر حسام خاں کو آپ مار ڈالے اور حمید خاں کو وزیر بنایئے تو میں اطاعت کے لئے حاضر ہوں۔ بادشاہ نے مدعی کی بات سن لی اور حسام کو مار ڈالا اور حمید خاں کو وزیر مقرر کیا۔ اور ایک اور شخص کو نائب وزیر مقرر کر کے حسام خاں کا خطاب دیا۔ اطراف کے حکام نے جب بادشاہ کی یہ حالت زبون دیکھی تو اسکے ملکوں پر طمع کی۔ جب جاگیرداروں زمینداروں کے یہاں تک حال پہنچا ہوا تو انہوں نے ادائے مال سے ہاتھ کھینچا۔ سلطان محمد شاہ نے کسی کی تادیب کی فکر نہ کی اور بے پروائی کی تو ہر سر میں ایک سودا اور ہر دل میں ایک تمنا پیدا ہوئی۔ ابراہیم شاہ شرقی نے بعض پرگنات پالئے بعض امرا نے سلطان محمود خلجی بادشاہ مالوہ کو بلایا وہ دیپالپور سنہ ۸۴۴ھ میں دہلی سے دو کوس تک آگیا اور ملک کا انتظام کرنا شروع کیا۔ محمد شاہ نہایت مضطرب ہوا اور سوار اسکے کوئی اور چارہ نظر نہ آیا کہ ملک بہلول کو منت سماجت کر کے بلایا۔ وہ بیس ہزار سوار مسلح لیکر بادشاہ کی مدد کو آیا۔ سلطان محمد شاہ

نے باوجود شوکت و لشکر کی کثرت کے خود ارادہ جنگ نہ کیا اور امرا سے کہدیا کہ میری سواری کی حاجت نہیں ہے۔ تم فوج کو آراستہ کرکے لڑو۔ سلطان کے حکم کے موافق امرا نے سلطان محمود خلجی کے مقابل لشکر آراستہ کیا۔ ملک بہلول کے لشکر میں اکثر افغان و مغل تیر انداز تھے وہ سپاہ دہلی کا مقدمہ بنا۔ جب سلطان محمود خلجی نے دیکھا کہ بادشاہ خود لڑنے کو اس سے نہیں آیا تو اُس نے بھی اپنے دو بیٹوں غیاث الدین اور قدر خاں کو لڑنے کے لئے بھیجا۔ دونوں لشکروں میں شام تک لڑائی ہوئی۔ ملک بہلول نے جنگ رستمانہ کرکے اپنی مساعی جمیلہ سے دہلی کے لشکر کو برابر سلطان محمود کے لشکر کے رکھا۔ سلطان محمود خلجی نے رات کو پریشان خواب دیکھے۔ تہہ کہ صبح کو اُس نے یہ سنا کہ سلطان احمد گجراتی منڈو میں آتا ہے اُس سے وہ دلگیر ہوکر صلح کی فکر میں تھا لیکن غیرت کے سبب سے زبان پر حرف صلح نہ لایا۔ اس اثنا میں محمد شاہ نے یہ حرکت کی جو کسی بادشاہ دہلی نے نہیں کی تھی کہ بے سبب و بے تقریب دوسرے روز بے جنگ ایسے وہم میں گرفتار ہوا کہ بے مشورت امرا و ارکان دولت کے ایک جماعت صلحا کو محمود خلجی پاس بھیجکر مصالحت کا طالب ہوا۔ وہ تو اس کی دعا خدا سے مانگ رہا تھا اس نے صلح کو قبول کر لیا۔ اور اسی وقت کوچ کیا۔ ملک بہلول کو بادشاہ کی یہ ادا نہ بھائی وہ پیچ و تاب کھاکر مالویوں کے تعاقب میں سوار لیکر گیا۔ بہت سے سپاہیوں کو مار ڈالا اور بہت سا مال لوٹ لیا اور اسطرح دہلی کے لشکر کی آبرو کو قائم رکھا۔ بہلول کے اس کام سے بادشاہ ایسا خوش ہوا کہ اسکو اپنا بیٹا بنایا۔ اور خان خاناں کا خطاب دیا۔ لیکن بادشاہ نے جو صلح کا پیغام خود دیا تھا اس سے وہ امرا کی نظروں سے گر گیا۔

۸۴۴ھ میں بادشاہ سامانہ میں آیا اور لاہور اور دیبال پور کی حکومت ملک بہلول کو اس نظر سے دی کہ وہ جسرت گکھر کو ٹھیک بنائے اور خود دہلی چلا گیا۔ ملک بہلول لاہور میں بڑا قوی ہو گیا بہت سے افغان اس پاس جمع ہو گئے اور جسرت گکھر نے بھی اُس سے صلح کر لی اور دہلی کی سلطنت کے لینے کی سوجھائی۔ اس سے بہلول کے دل میں بھی بادشاہی کی کلول اٹھی اور بغیر کسی ظاہری سبب کے سلطان محمد شاہ سے مخالفت کی اور بڑی شان و شوکت سے اسکے استیصال کے لئے لشکر کشی کی مگر بے نیل مرام پھرنا پڑا۔ محمد شاہ نے روز بروز سستی اپنی بڑہائی کہ پاس کے امیروں نے بھی جو دہلی

بیس کوس پر تھے سرتابی کی اور زمینداران بیانہ متمرد ہو کر محمود خلجی سے مل گئے۔ اسی بارہ میں محمد شاہ بیمار ہوا۔ اور ۸۴۹ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوا اور بارہ برس چند مہینے سلطنت کر گیا۔ اس کا بیٹا علاء الدین بادشاہ ہوا۔

ذکر بادشاہی سلطان علاء الدین بن سلطان محمد شاہ

جب بادشاہ علاء الدین نے تخت پر قدم رکھا تو سب امیروں نے سوا ایک بہلول کے (بعض مورخ لکھتے ہیں مع بہلول کے) تخت گاہ میں آکر اس سے بیعت کی۔ ۸۵۰ھ میں علاء الدین بیانہ کی طرف روانہ ہوا کہ اثنائے راہ میں یہ شہرت سنی کہ دہلی کے قصد سے جونپور کا بادشاہ چلا آتا ہے باوجودیکہ یہ خبر غلط تھی مگر یہ ڈرپوک بادشاہ الٹا دہلی میں چلا آیا۔ حسام خاں وزیر ممالک نے نائب غیبت نے عرض کی کہ جھوٹی خبر کے سنتے ہی بادشاہوں کو مراجعت کرنا سزاوار نہیں ہے۔ وزیر کا یہ کہنا بادشاہ کو ناگوار خاطر گذرا اور اس پر اپنی رنجش کا اظہار اس سے کیا۔ اس سے خلق پر ظاہر ہو گیا کہ بادشاہ اپنے باپ سے زیادہ سست اور امور سلطنت میں زیادہ بیوقوف ہے۔ ۸۵۱ھ میں بادشاہ بداؤں گیا۔ وہاں کی ہوا ایسی اسکو خوش معلوم ہوئی کہ مدتوں تک وہاں توقف کیا پھر دہلی میں آیا اور کہنے لگا کہ مجھے دہلی سے زیادہ بداؤں کی آب و ہوا خوش معلوم ہوتی ہے۔ اس وقت سارے ہندوستان میں طوائف الملوکی ہو گئی تھی۔ دکن۔ گجرات۔ مالوہ۔ جونپور۔ بنگالہ میں حاکم خود بادشاہ صاحب سکہ و خطبہ ہو گئے۔ پنجاب میں پانی پت سے لاہور تک۔ ہانسی حصار۔ تا آگرہ ملتان تک ملک بہلول قبضہ و تصرف کرتا تھا پھر دہلی سے سرائے لاڈو تک کہ شہر دہلی کے قریب ہے احمد خاں میواتی متصرف تھا سنبھل سے لیکر خواجہ خضر کے گھاٹ تک کہ تول تک دہلی سے ملا ہوا ہے دریا خاں لودھی۔ اور کول جلالی میں عیسیٰ خاں ترک بچھور اور میں قصبہ گانو تک قطب خاں افغان کنپل و پٹیالی میں راجہ پرتاب اور بیانہ میں داؤد خاں لودھی متصرف تھے جو دہلی سے پچھم اور ان کے باپ دادا اسے راج کرتے تھے۔ غرض سلطنت دہلی کی یہ حد ہو گئی تھی کہ شہر پناہ کے ایک جانب پالم اور باقی اور اطراف میں بارہ کوس سے زیادہ نہیں تھی۔ یہ مثل اسی زمانہ کی مشہور ہو گئی تھی کہ بادشاہی شاہ عالم از دہلی تا پالم۔ آخر ان دنوں میں ملک بہلول لودھی سلطان محمد شاہ کے زمانہ کی طرح دوبارہ

دہلی کی تسخیر کے قصد سے آیا مگر مقصد نہ حاصل ہوا اور ناکام پھر گیا ۔ بادشاہ علاء الدین نے تقویت سلطنت کے لئے متامل ہوکر مشورہ قطب خاں و عیسٰے خاں و رائے پرتاب سے کیا ۔ یہ امرا بادشاہ کو اور زیادہ ضعیف کرنا چاہتے تھے انھوں نے کہا کہ حمید خاں سے امرا نہایت دل تنگ ہو رہے ہیں اگر حضور اُس کو منصب وزارت سے معزول کرکے مقید فرمائیں تو سب مطیع ہوجائیں اور سلطنت کو از سر نو رونق ہو جائے اور ہم چند پرگنے امرا سے لیکر خالصہ شاہی میں داخل کر دینگے بادشاہ کو تو عقل سے بہرہ نہ تھا فی الفور اس مشورہ کو قبول کر لیا ۔ اور حمید خاں کو زنجیروں میں کس دیا ... اب پھر بادشاہ نے بداؤں جانے کا عزم کیا اور کہا کہیں وہاں ہمیشہ رہنا چاہتا ہوں ۔ حسام خاں نے پھر از روئے اخلاص عرض کیا کہ دہلی کو چھوڑنا اور بداؤں کو پایہ تخت بنانا صلاح دولت نہیں ہے بادشاہ نے اُس کا کہا نہ سنا بلکہ پیشتر سے بیشتر رنجیدہ ہوکر اُس سے بگڑ گیا اور اپنے سے علیحدہ کرکے دہلی میں چھوڑ گیا اور اپنی بیوی کے دو بھائیوں میں سے ایک کو شحنہ دہلی اور دوسرے کو عہدۂ دیوان امیر کوہی دیا اور آخر ۸۵۲ھ میں بداؤں روانہ ہوا ۔ چند دنوں میں بادشاہ کے دونوں سالوں میں آپس میں نزاع ہوئی ایک مارا گیا اور دوسرے کو حسام خاں کے بہکانے سے شہر کے آدمیوں نے قصاص میں قتل کیا ۔ اور بادشاہ اپنے عیش عشرت میں مشغول تھا وہ اس واقعہ پر ملتفت نہ ہوا ۔ جب بداؤں میں آیا تو قطب خاں و رائے پرتاب اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حمید خاں کے زندہ رہنے سے امرا بڑے پریشان خاطر ہیں اگر سلطان اُسے مار ڈالے تو چالیس پرگنے خالصہ بادشاہی کے ابھی ہم کئے دیتے ہیں اس باب میں حد سے زیادہ سعی رائے پرتاب اس لئے کرتا تھا کہ حمید خاں کا باپ فتح خاں اُس کے ملک کو تاراج کرکے اس کی بیوی پر متصرف ہوا تھا ۔ اس بیر کا بدلا اسوقت لینا چاہتا تھا ۔ بادشاہ عاجز ہو رہا تھا اور عقل کے پیچھے لاٹھی لئے پھرتا تھا ۔ اسلئے حمید خاں کے قتل کا حکم دیدیا ۔ لیکن حمید خاں کے بھائیوں و ہوا خواہوں کو جب اس بات کی اطلاع ہوئی تو وہ حیلہ اور تدبیر سے جو اُنسے بن پڑی حمید خاں کو قید سے چھڑا کر دہلی میں بھگا کرلے گئے ملک محمد جمال کہ اُس کا نگہبان تھا جب آگاہ ہوا تو اسکے پیچھے دہلی میں آیا اور حمید خاں کے گھر بار پر چڑھ گیا ۔ لڑائی ہوئی محمد جمال کے ایسا تیر لگا کہ

سفیر مرگ ہوا۔ حمید خاں نے حرم شاہی میں گھس کر بادشاہ کے بیٹوں اور بیٹیوں اور بیویوں کو باہر کھینچکر اور سب کو برہنہ سر کرکے نہایت اہانت و بے عزتی سے حصار سے باہر نکال دیا اور خزائن و اسباب بادشاہی پر متصرف ہو بیٹھا۔ اس پر بھی بادشاہ کو غیرت نہ آئی اور برسات کا بہانہ کیا اور دہلی تک گیا انتقام کے لئے آجکل کرتا رہا۔ حمید خاں کو فرصت ملی اور اُس کو یہ فکر ہوئی کہ کسی اور کو بادشاہ بناؤں۔ سلطان محمود شرقی حاکم جونپور کو بلانا تو اس سبب سے مصلحت نہ جانا کہ وہ علاء الدین سے قرابت رکھتا تھا اور سلطان محمود خلجی مانڈو میں بہت دور تھا۔ لودہی سب سے زیادہ نزدیک تھے اس لئے ملک بہلول لودہی کو کہ یہاں بادشاہ نہ تھا بلایا کہ بادشاہ برائے نام وہ ہو اور حقیقت میں وہ خود بادشاہ بنے۔ اندھے کو کیا چاہئے دو آنکھیں۔ ملک بہلول تو اس تمنا میں مدتوں سے بیٹھا تھا اُسنے ادہر تو بادشاہ علاء الدین کو لکھا کہ میں حمید خاں کے دفع کرنے کے لئے دہلی جاتا ہوں۔ ادہر کوچ پر کوچ کرکے بڑی جمعیت کے ساتھ دہلی میں آن کر متصرف ہوا۔ اسکا آگے ذکر کرینگے کہ وہ حمید خاں کو الگ کرکے کس طرح خود بادشاہ ہوگیا۔ اس نے بادشاہ علاء الدین کا نام خطبہ میں داخل کیا اور اسی سال ۸۵۴ھ میں دہلی کو اپنے بڑے بیٹے بایزید اور امرا کو سپرد کرکے بموجب اقتضاء وقت وہ دیپالپور میں گیا اور افغانوں کو جمع کیا اور ملک کا انتظام کیا اور بادشاہ علاء الدین کو لکھ بھیجا کہ میں نے حمید خاں کو دفع کیا اور سلطنت کا کام جو ہاتھ سے نکل گیا تھا اس کو سنبھالا۔ اور شہر کی آپ کے نام سے حفاظت کی اور خطبہ میں سے حضور کا نام نہیں نکلوایا بادشاہ نے اُسکے جواب میں یہ لکھا کہ تم کو میرے باپ نے بیٹا بنایا تھا۔ اس رشتہ سے تم میرے بڑے بھائی ہو سلطنت تم کو میں دیتا ہوں اور آپ بداؤں پر قناعت کرتا ہوں۔ سلطان بہلول کامیاب ہوا۔ اور ۱۷ ربیع الاول ۸۵۵ھ کو بالکل بادشاہی انتظام میں مشغول ہوا خطبہ سے علاء الدین کا نام نکال ڈالا اور اپنے سر پر چتر رکھا۔ بادشاہ علاء الدین بداؤں کے کونے میں مدتوں تک جیتا رہا۔ آخر ۸۸۳ھ میں دنیا سے گذر گیا۔ اس نے دہلی میں بادشاہی سات سال اور چند ماہ کی اور بداؤں میں حکومت اٹھائیس سال۔

سیدوں کی سلطنت

سیدوں کے خاندان کی سلطنت چھتیس برس ۸۱۷ھ ۱۴۱۴ء سے ۸۵۵ھ ۱۴۵۱ء تک رہی خضر خاں نے تو اپنا نام ہی بادشاہ نہیں رکھا۔ مبارک شاہ بیچارہ فسادوں کے مٹانے میں خود مٹ گیا محمد شاہ اور علاء الدین نام کے بادشاہ رہے۔ انکی سلطنت دہلی کے گرد چند میلوں میں رہی۔ اس کل زمانہ میں امرا کا ایسا زور رہا کہ کبھی کبھی یہاں کی سلطنت میں حکومت نوعی کی جھلک نظر آنے لگتی تھی۔ ہندوستان کے بڑے حصے میں مسلمان بادشاہ اور ہندو راجہ آزادانہ خود مختاری کے ساتھ حکومت کرتے تھے۔

ذکر سلطنت سلطان بہلول لودی

سلطان بہلول کی تخت نشینی اور اس کا ابتدائی حال

لودہی افغانوں کی ایک جماعت تھی جو متفق ہو کر ہندوستان میں تجارت کے لئے آیا جایا کرتی تھی اور تجارت کی بدولت دولتمند ہوتی تھی اسی سبب سے بہلول کو بھی کہتے ہیں کہ اس نے تجارت کی مگر یہ بالکل غلط ہے ہاں اس کو ایک وقعہ بادشاہ نے وہ روپیہ گھوڑوں کی قیمت کا دیا تھا جو اس کے باپ کا دینا تھا۔ اس جماعت میں سے سلطان فیروز شاہ کے عہد میں سلطان بہلول کا دادا ملک بہرام اپنے بڑے بھائی سے خفا ہو کر ملتان میں چلا آیا اور ملتان کے حاکم ملک مردان دولت کا نوکر ہو گیا۔ اس کے پانچ بیٹے تھے ملک سلطان شہ۔ ملک کالا۔ ملک فیروز ملک محمد۔ ملک خواجہ۔ باپ کے مرنیکے بعد یہ پانچوں بیٹے ملتان میں آن رہے۔ جب فیروز شاہ کے عہد میں ملتان کا حاکم خضر خاں ہوا تو ملک سلطان شہ اُس کا ملازم ہوا۔ اور ایک جماعت افغان کا سردار بنا۔ خضر خاں اور ملو اقبال خاں کی جو لڑائی ہوئی تو اس میں ملک سلطان شہ نے ملو کو قتل کیا۔ اس سے خضر خاں کی نظر میں اُس کا اعتبار بڑھا اور اس نے اس خدمت کے جلدو میں اسلام خاں کا خطاب دیا۔ اور سرہند کی حکومت سپرد کی۔ اس کے اور بھائی بھی اس کے ہمراہ تھے اور فوج کے افسر تھے ان میں سے ملک کالا اپنے چھوٹے بھائی اسلام خاں کی طرف سے دوراله میں حاکم تھا۔ کسی سبب سے اسکی افغانان نیازی سے لڑائی ہوئی۔ اور وہ مارا گیا۔ اس کی شادی چچا کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ اسوقت بہلول ماں کے پیٹ میں تھا اُن گنا مہینہ ختم ہو چکا تھا وضع حمل کے

دن قریب تھے کہ اتفاقاً ایک مکان کی چھت اس حاملہ پر گر پڑی اور وہ اس صدمے سے مرگئی مگر اسکے پیٹ میں بچہ زندہ رہا جس کو پیٹ چاک کرکے زندہ نکالا جسکا نام حقارت سے پہلے بلو اور پھر بہلول ہوا وہ ایک بہینہ کا تھا کہ اس کے چچا اسلام خاں پاس سرہند میں لوگ اُس کو لے آئے۔ چچا نے اس کو پالا پوسا تربیت کیا۔ ایک لڑائی میں ملک بہلول نے ایسی شجاعت وجلادت دکھائی کہ اسلام خاں نے اُس سے اپنی بیٹی بیاہ دی۔ اسلام خاں ایسا ذی اختیار اور صاحب مقدور ہوگیا تھا کہ بارہ ہزار افغانوں کو اپنے گھر سے تنخواہ دیتا تھا۔ یہ افغان اکثر اس کی برادری میں تھے۔ جب اسلام خاں کی رحلت کا وقت آیا تو اس نے اپنے رشید بیٹوں کو محروم کرکے اس داماد بہلول کو اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ اور اپنی پگڑی اُس کے سر پر بندھوائی اس کے مرنے کے بعد وارثوں میں جوتی چلی۔ اس کے نوکروں کے تین فریق ہوگئے۔ ایک فرقہ تو بہ سبب اسلام خاں کی وصیت کے بہلول لودہی کا مددگار ہوگیا۔ دوسرا فرقہ اسلام خاں کے بھائی ملک فیروز کے ساتھ موافق ہوگیا وہ بھی بادشاہ کی طرف سے صاحب منصب تھا۔ تیسرا فرقہ اسلام خاں کے بیٹے قطب خاں کا طرفدار ہوگیا۔ ان سب میں ملک بہلول فائق تھا وہی بہ تدریج غالب ہوا اور ملک فیروز اور ملک قطب خاں کو اُس نے بٹھا دیا۔ اس نزاع کے سبب سے سرہند سے دہلی میں سلطان محمد شاہ پاس قطب خاں آیا اور ارکان دولت کی وساطت سے بادشاہ سے عرض کیا کہ سرہند میں افغانوں نے ہجوم کیا ہے آخر کو ملک میں ایسے کوئی خلل پیدا ہوگا اسکا تدارک چاہئے۔ سلطان محمد شاہ نے ملک سکندر تحفہ کو ایک لشکر قوی کے ساتھ قطب خاں کے ہمراہ متعین کیا کہ سرہند میں جاکر افغانوں کو ہمارے پاس بھیجدے اور اگر وہ سرکشی کریں تو سرہند سے انکو نکال دے اور ایسا ہی حکم جسرت گھکر کو بھیجا۔ جب اس واقعہ کی افغانوں کو خبر ہوئی تو وہ کوہستان میں پناہ کے لئے چلے گئے جسرت گھکر اور ملک سکندر تحفہ نے ان پاس پیغام بھیجا کہ کوئی تقصیر تم نے نہیں کی پھر کس سبب سے فرار ہوتے ہو تو افغانوں نے ایسے عہد وپیمان طلب کیا۔ جب ایمان کے ساتھ وہ موکد ہوگیا تو ملک فیروز لودہی نے اپنے بیٹے شاہین خاں اور اپنے بھتیجے ملک بہلول کو اہل وعیال پاس چھوڑا اور خود معہ تسلیر افغانوں کے ساتھ ملک سکندر تحفہ وجسرت گھکر کے پاس آیا۔ انہوں نے قطب خاں کی تحریک سے خلاف عہد کیا

اور ملک فیروز لودہی کو قید کیا اور باقی افغانوں کو مار ڈالا اور افغانوں کے اہل وعیال کے سر پر لشکر کو چڑہا دیا۔ ملک بہلول اہل وعیال کو قلب جنگلوں میں لے گیا۔ اور شاہین خاں اور افغانوں کو ساتھ لیکر لڑا۔ ان میں سے کچھ گرفتار ہو گئے اور باقی مع شاہین خاں کے قتل ہو گئے سرہند میں ان کے سر کٹ کر آئے۔ جسرت گھکر ایک ایک سر کو اٹھاتا جاتا تھا اور ان کا نام ملک فیروز سے پوچھتا جاتا تھا اور وہ بتلاتا جاتا تھا۔ جب اس کے بیٹے کا سر اس کے سامنے آیا تو ملک فیروز نے کہا کہ میں اسے نہیں پہچانتا۔ جسرت گھکر کے آدمیوں نے کہا کہ یہ جوانمرد بڑا شجاع تہا اور اسنے ایسے مردانہ کام کئے ہیں کہ کسی اور نے نہیں کئے ملک فیروز رونے لگا۔ لوگوں نے پوچھا کہ روتے کیوں ہو تو اسنے کہا کہ یہ میرے پسر کا سر ہے۔ اس شرم سے کہ مبادا کہیں اسنے جنگ میں سستی و نامردی نہ کی ہو میں نے اسکا نام چھپایا تھا۔ اب میری خاطر جمع ہو گئی اسلئے میں نے ظاہر کر دیا۔ یہ بھی کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگ میں ملک بہلول نہ تھا وہ باہر سلامت چلا گیا جب وہ آئیگا تو تم سے انتقام لیگا۔ ملک تختہ کو سرہند سپرد کر کے جسرت گھکر پنجاب کو گیا اور قیدیوں کو دہلی بہیجا۔ ملک بہلول لودہی نے دوست آشناؤں سے روپیہ قرض لیکر افغانوں کو قسمت کیا اور ایک جماعت کو اپنے ساتھ متفق کر کے لٹیراپن اختیار کیا اور اضلاع کی تاخت و تاراج میں مشغول ہوا۔ جو کچھ ہاتھ آتا ہمراہیوں میں تقسیم کر دیتا۔ تھوڑے دنوں میں بہت سے افغان اور تہوڑے سے مغل اس پاس جمع ہو گئے۔ ایک مدت کے بعد ملک فیروز بھی قید سے بھاگ کر اور قطب خاں بھی اپنے کئے سے پشیمان ہو کر اس سے آن ملے۔ ملک بہلول نے سرہند پر پھر قبضہ کر لیا۔ سلطان محمد شاہ نے حسام خاں وزیر الممالک کو اس سے لڑنے بہیجا۔ اسنے ملک بہلول سے موضع لدہ پرگنہ خضر آباد میں شکست پائی جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اس سے بہلول کی قوت و شوکت زیادہ ہو گئی۔

یہ ایک حکایت ہے کہ ابتدا کے حال میں ملک بہلول اپنے چچا اسلام خاں کی خدمت میں رہتا تھا۔ تو ایک دن سامانہ میں اپنے دو یاروں کو ساتھ لیکر درویش سید اتام کی خدمت سے مشرف ہوا اور اسکے آگے دو زانو ہو بیٹھا۔ ان مجذوب صاحب نے اپنی بڑ میں کہا کہ وہ کون ہو کہ دہلی کی بادشاہی کو دو ہزار ٹنکہ کو مول لیتا ہے۔ ملک بہلول نے سولہ سو ٹنکہ اسکے سامنے رکھ دئے اور

عرض کیا کہ اس سے زیادہ ٹنکے میرے پاس نہیں ہیں۔ مجذوب صاحب نے سلطنت کا سودا اتنے ہی ٹنکوں پر قبول کر لیا اور فرمایا کہ بادشاہی تجھ کو مبارک ہو۔ ہمراہیوں نے ملک بہلول سے اس بیغول پنے پر ٹھٹھہ لگایا۔ اس پر ملک بہلول نے کہا کہ یارو سنو یہ بات دو حال سے خالی نہیں کہ میں بادشاہ ہونگا یا نہیں اگر ہونگا تو کیا مفت سودا میں نے خریدا ہے۔ اور اگر نہ ہونگا تو درویشوں کی خدمت اجر سے خالی نہیں ہوتی۔ غرض مجذوب کی اس بشارت سے بہلول کو دہلی کی سلطنت کی دھن صغر سنی سے لگی تھی۔ اور دل سے یقین تھا کہ مجھے ایک نہ ایک دن تخت شاہی نصیب ہوگا۔ ملک بہلول نے ملک فیروز اور کل اپنے اقربا اور مشاہیر کو متفق کر کے پانی پت تک اپنی حدود حکومت کو بڑھا لیا اور حسام خاں وزیر الممالک کے شکست دینے کے بعد بادشاہ کی خدمت میں اپنی حسن عقیدت کا عریضہ لکھا۔ اور اس میں عرض کیا کہ میں حضور کی خدمت سے اس سبب سے دور ہوں کہ حسام خاں وزیر الممالک مجھ سے ناخوش ہے۔ اگر آپ اُسے قتل کیجئے اور اس کی جگہ حمید خاں کو مقرر کیجئے تو بندہ مطیع و فرمانبردار ہوگا۔ ان سب باتوں کا ذکر سید محمد شاہ کی سلطنت کے بیان میں لکھ چکے ہیں۔ حسام خاں قتل ہوا حمید خاں وزیر ہوا۔ بہلول لودہی بادشاہ کا بیٹا بنا۔ ملک بہلول جسوقت بادشاہ ہوا ہے اسکے نو بیٹے تھے۔ خواجہ بایزید نظام خاں جو آخر بادشاہ سکندر لودہی کے نام سے مخاطب ہوا باربک شاہ۔ مبارک خاں۔ عالم خاں مشہور بہ سلطان علاء الدین۔ جمال خاں۔ میاں یعقوب فتح خاں۔ میاں موسے۔ جلال خاں۔ اور امرا رنامی چونتیس تھے جنمیں سے اکثر اُسکے قریب کے رشتہ دار خویش و بیگانے تھے۔ جیسے قطب خاں پسر اسلام خاں لودی۔ خانجہاں لودہی۔ دریا خاں لودہی۔ تاتار خاں پسر دریا خاں لودہی وغیرہ۔

حمید خاں کا قید ہونا اور بہلول لودہی کا بے خوف و خطر بادشاہ ہونا

اب دہلی میں دو حریف سلطنت تھے ایک ملک بہلول اور دوسرا حمید خاں وزیر الممالک تھوڑے دنوں میں ان دو تویں ظاہری تواضع و تعظیم خوب رہی۔ ملک بہلول سے حمید خاں نے کہا کہ میری خوشی ہے کہ آپ تاج شاہی سر پر رکھئے مجھے وزارت دیجئے۔ ملک بہلول نے عرض کیا کہ میں سپاہی ہو

اپنے ملک کا انتظام تو مجھ سے ہو نہیں سکتا شاہی سلطنت کا انتظام کیسے ہوگا۔ آپ تخت پر بیٹھئے مجھے فوجدار اور سپہ سالار بنائیے۔ کچھ دنوں یہ منافقانہ برتاؤ ان میں رہا۔ حمید خاں قوت و مکنت بہت رکھتا تھا۔

ملک بہلول اپنی صلاح اسکے ساتھ صلح رکھنے میں دیکھتا تھا۔ مدتوں تک کی ملازمت کرتا رہا اور اکثر اوقات اس کے گھر جاتا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ حمید خاں کے ہاں وہ مہمان ہوا اور اس نے ایک افغانوں کی جماعت کو جو روہ سے تازہ وارد تھی سکھایا کہ تم حمید خاں کے ہاں جا کر ایسی حرکتیں کرنا کہ عقل سے بعید اور حمق کے قریب ہوں جن سے حمید خاں کو یقین ہو جائے کہ افغان پرلے درجے کے احمق اور بے وقوف ہوتے ہیں ان سے کچھ ڈرنا نہیں چاہئے۔ چنانچہ یہ افغان جب دعوت میں گئے تو عجیب عجیب حرکتیں کرنے لگے کسی نے کمر سے جوتیاں باندھیں کسی نے طاق پر جو حمید خاں کے سر پر تھا کفشیں رکھیں جب حمید خاں نے کہا کہ یہ کیا حرکت ہے تو انہوں نے کہا کہ چوروں کا خوف ہے اس لئے جوتیوں کو احتیاط سے رکھا ہے۔ پھر حمید خاں کی طرف مخاطب ہو کر کوئی کہنے لگا کہ تمہارے فرش کے رنگ عجیب ہیں اگر اس میں سے کتر کر کچھ ٹکڑے ہم کو عنایت ہونگے تو ہم اپنے بچوں کی ٹوپیاں اور کرتے بنا کر اپنے اہل وعیال پاس بھیجیں گے جس سے ان کو معلوم ہوگا کہ حمید خاں ہم پر ایسی عنایت کرتا ہے۔ حمید خاں نے کہا کہ تمہارے بچوں کے لیے میں تمکو زربفت و مخمل تحفہ میں دونگا۔ جب عطر و پھولوں کے خوان آئے تو کوئی افغان عطر کی شیشیوں کو چاٹنے لگا۔ کوئی پھولوں کو کھانے لگا۔ پانوں کے بیڑے جو آئے تو کسی نے اس کو بغیر کھولے اوپر کے پتے سمیت منہ میں رکھ لیا کسی نے کھول کر چونے کو ہونٹوں سے ملا اور جب منہ پھٹا تو بیڑہ کو ہاتھ سے پھینکا اور اچھلنے کودنے لگا۔ حمید خاں نے ہنسکر کہا کہ یہ عجیب مرد ہیں۔ اسپر بہلول نے کہا کہ یہ آدمی روستائی صحرانشین ہیں آدمیوں میں کم رہے ہیں اسلئے آدمیت سے دور ہیں اور سوا کھانے و سونے و مرنے کے کچھ اور نہیں جانتے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد بدستور قدیم ایک روز وہ حمید خاں کے ہاں مہمان ہوا۔ قاعدہ یہ تھا کہ جب ملک بہلول آتا تو حمید خاں کے دربان اُسکے ساتھ کم آدمیوں کو اندر جانے دیتے اور اکثر افغان باہر رہتے۔ مگر اب کی دفعہ

سلطان بہلول کے سکہانے پڑہانے سے افغان جب دروازہ پر پہونچے تو سب کے سب ا گہسنے لگے۔ جب دربانوں نے حسب دستور روکا تو ملک بہلول کو پکار پکار کر گالیاں دیکر کہنے لگے کہ اگر حمید خاں کا نوکر بہلول ہے تو ہم بھی ملازم ہیں پھر کسواسطے وہ حمید خاں کو سلام کرے اور ہم نہ کریں۔ حمید خاں نے یہ سنکر دربانوں کو آواز دی کہ سب کو آنے دو کسی کو روکو نہیں غرض افغان سب کے سب داخل ہوئے اور حمید خاں کے ہر ایک آدمی کے پاس دو دو کہڑے ہوئے۔ بیت

دگر زندگانی توقع مدار | کہ در جیب دامن ہی جائے مار

جب بہلول نے دیکھا کہ افغان بہت آگئے ہیں کام بخوبی تمام ہو جائیگا تو اشارہ کیا تو اس کے چچازاد بھائی قطب خاں نے بغل سے زنجیر نکالی اور حمید خاں سے کہا کہ اس سے بہتر کوئی چیز آپکے واسطے نہیں ہے کہ آپ اسے پہنکر گوشۂ عزلت میں بیٹھئے اور اللہ اللہ کیجئے۔ آپکی جان کا قصد اسلئے نہیں کیا کہ پاس نمک ہے۔ غرض حمید خاں کو یوں قید کرکے محافظوں کے سپرد کیا اور ۱۷ ربیع الاول ۸۵۵؁ھ ۱۴۵۱؁ء میں بے خوف و خطر بہلول تخت پر بیٹھا اور اپنے نام کا سکہ چلایا اور خطبہ میں اُسے پڑہوایا اور سلطان بہلول اپنا لقب رکھا۔

سلطان بہلول کا دیپال پور میں لشکر جمع کرنا اور دہلی کو محمود شاہ شرقی کا محاصرہ کرنا

۸۵۵؁ھ اول سنہ جلوس میں سلطان بہلول اپنے بیٹے بایزید اور امرا معتمد کو دہلی سپرد کرکے خود لشکر جمع کرنے اور ممالک ملتان و پنجاب کا انتظام کرنیکے لئے دیبال پور گیا۔ لودہیوں کی بادشاہی سے سلطان علاء الدین کے بعض امرا ناراض تہے۔ انہوں نے محمود شاہ شرقی جونپور کو دہلی آنے کی تحریک کی اور سلطان علاء الدین کی بیٹی نے جو محمود شاہ کی بیوی تھی خاوند کو یہ کہکر ترغیب دی کہ دہلی کی سلطنت میرے باپ دادا کی ہے بہلول کس باغ کا بتھوا ہے کہ اس سلطنت کو غصب کرے۔ اگر آپ دہلی نہیں جاتے تو مجھے اجازت دیجئے کہ میں تیر و ترکش لیکر سلطنت کے جھوٹے مدعیوں سے لڑنے جاؤں۔ بیوی کی یہ طعن آمیز گفتگو محمود شاہ شرقی کے دل پر اثر کر گئی اور وہ ۸۵۶؁ھ میں لشکر عظیم اور ہزار قوی ہیکل ہاتھی لیکر دہلی پر چڑہ آیا۔ اسوقت سلطان بہلول تو

دیبالپور میں تھا اور دہلی میں خواجہ بایزید اور شاہ سکندر شہروانی اور اسلام خاں کی بیوی متو نے تمام اہل وعیال افغانوں کو لیکر قلعہ دہلی میں پناہ لی۔ ان کے پاس آدمی تھوڑے تھے اس لئے بیوی متو نے عورتوں کو مردانہ لباس پہنا کر مردوں کی شکل بنوالی اور یوں مردوں کی تعداد کو زیادہ دکھایا۔ سلطان بہلول کو جب اس دہلی کے محاصرہ کی خبر دیبال پور میں پہونچی تو اس نے اپنے ارکان دولت سے صلاح ومشورہ کرکے ملک روہ میں ہر قبیلہ کے سردار کے نام فرمان اس مضمون کا روانہ کیا کہ خدا تعالےٰ نے ملک دہلی کی سلطنت افغانوں کو عنایت کی ہے مگر سلاطین ہند یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان سے افغانوں کو نکال باہر کریں مستورات کی شرم آپ کی اور ہماری ایک ہے۔ ہند ایک وسیع ملک وزردار ہے۔ اس میں تمام عزیزوں کی گنجائش ہے۔ اگر آپ میرے عزیز اس دیار میں آئیں تو سلطنت میرے نام پر ہوگی مگر جو ملک اور ولایت بالفعل میرے ہاتھ میں ہیں اور آیندہ آئیں گے وہ آپس میں تقسیم کر دیئے جائینگے۔ ان دنوں میں سلطان محمود بادشاہ جونپور نے ایک لشکر کثیر سے شہر دہلی کا محاصرہ کر رکھا ہے اور افغانوں کے اہل وعیال اس شہر میں گھرے ہوئے ہیں۔ اگر آپ عزیز بطریق کمک ایک جماعت کثیر کے ساتھ اس دیار میں تشریف لائیں تو یہ وقت امداد ہے۔ شرم ناموس کا اقتضا یہ ہے کہ اس فرمان کے دیکھتے ہی یکبارگی جمعیت بسیار کے ساتھ یہاں آؤ اور محمود شاہ شرقی کو ٹھکانے لگاؤ۔ جب یہاں آؤگے تو ایسی دولت پاؤگے کہ اپنے وطن کو بھول کر بھی یاد نہ کروگے۔ سارے ملک کے تم مالک ہو جاؤگے غرض ان فرامین کے پہونچتے ہی افغانوں کے قبائل ملک روہ سے مور و ملخ کی طرح سلطان بہلول کی خدمت میں آگئے سلطان بہلول پاس بڑا لشکر جمع ہوگیا۔ سلطان بہلول کو یہ خوب سوجھی کہ اسنے اپنے ملک میں سے اپنے عزیزوں کو جو وہاں معاش کے ہاتھ سے تنگ تھے بلا لیا جس سے ان کا اپنا کام بھی چلا اور اس کا کام بھی نکلا۔

جب دہلی کے آنے میں سلطان بہلول کو عرصہ لگا تو محصورین دہلی گھبرا گئے اور دشمنوں کے مورچے قریب آگئے اور گولے ایسے آنے لگے کہ گھر سے باہر نکلنا دشوار ہوگیا اسلئے عاجز و تنگ ہوکر انہوں نے ان شرائط پر قلعہ کو حوالہ کرنے کا ارادہ کیا کہ قلعہ کی کنجیاں محمود شاہ کے کسی افسر کے حوالہ کریں اور وہ ان کو بغیر کسی تعرض کے قلعہ سے باہر جانے دے۔ ان شرائط کے موافق شمس الدین کنبھار ایلچی دریا خاں لودی پاس گیا

جسنے قلعہ کا محاصرہ کر رکھا تھا اور اس سے درخواست کی کہ مجھے خلوت میں کچھ عرض کرنا ہے۔ دریا خاں نے اپنے نوکروں کو باہر کر دیا تو خلوت میں سید صاحب نے خانصاحب سے یہ پوچھا کہ محمود شاہ سے آپکا کیا رشتہ ہے اُسنے کہا کہ کچھ نہیں میں اُسکا نوکر ہوں پھر اُسنے پوچھا کہ سلطان بہلول سے آپکا کیا رشتہ ہے۔ اُسنے کہا کہ وہ بھی لودہی ہے اور میں بھی لودہی ہوں۔ سید نے اُسکے آگے کنجیاں رکھدیں اور کہا کہ اپنی ماہنوںکے ناموس کا رکھنا آپکا کام ہے۔ اس پر دریا خاں نے کہا کہ میں کیا کرسکتا ہوں۔ اس مردانہ محبت ہی کا پاس مجھے تھا کہ اتنک قلعہ کے لینے میں میں نے دیر کی ہے سلطان بہلول نے آنے میں بڑی تاخیر کی ہے بالفعل تو کنجیاں آپ لیجائیے اور منتظر رہئے کہ میں آپکے حق میں کیا کرتا ہوں۔

سلطان محمود پاس دریا خاں گیا اور کنجیوںکے لینے دینے کا حال بیان کیا اور اسکے ساتھ کہا کہ افواہ ہے سلطان بہلول دہلی کو لشکر عظیم لئے چلا آتا ہے اسلئے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی طرف توجہ کیجائے اگر اسکو مغلوب کر لیا تو دہلی خود بخود ہاتھ آجائیگی۔ حضور مجھے اور فتح خاں ہروی کو بہلول سے لڑنیکے لئے بھیجدیجئے کہ ہم اسکو پانی پت میں جا کر روک لیں محمود شاہ کو یہ مشورہ پسند آیا اور تیس ہزار سپاہ اور چالیس جنگی ہاتھی دیکر اُنکو بہلول سے لڑنیکے لئے روانہ کیا۔ بہلول اس وقت پانی پت سے آگے بڑھ کر نریلہ میں آگیا تھا۔ رات کو محمود کے لشکر نے دو کوس ورے اپنے خیمے ڈیرے ڈالے جس رات میں یہ لشکر پہنچا ہے دو دفعہ لشکریں سے بیل۔ اونٹ۔ گھوڑے دشمن لیگئے۔ دوسرے دن دونو لشکروں میں لڑائی شروع ہوئی۔ سلطان بہلول کے لشکر چودہ ہزار سوار تھے۔ قطب خاں لودہی پسر اسلام خاں ایسا قادر انداز تیرانداز تھا کہ جس ہاتھی کے تیر مارتا وہ لڑائی سے اُلٹا بھاگتا۔ دریا خاں جو مہتمم جنگ تھا جب سامنے آیا تو سلیم خاں نے پکار کر کہا کہ تیری ماہنیں تو دہلی کے قلعہ میں گھری بیٹھیں ہیں تجھے یہ کیا لایق ہے کہ بیگانوںکی طرف سے یگانوںکے ساتھ جنگ میں سعی کرتا ہے اور اپنے ناموس کی حفاظت نہیں کرتا یہ سنکر دریا خاں نے کہا کہ میں اُلٹا جاتا ہوں تم میرا تعاقب نہ کرنا۔ پس دریا خاں نے لڑائی سے منہ پھیرا کہ فتح خاں ہروی نے شکست پائی اور وہ گرفتار ہوگیا۔ رائے کرن نے اُسکا سر کاٹ لیا کہ اسکے بھائی پتھورا کو فتح خاں نے قتل کیا تھا۔ یہ سر سلطان پاس آیا۔ اس شکست کے بعد محمود شاہ شرقی میں لڑنیکی تاب نہیں رہی وہ جونپور چلا گیا۔

سلطان بہلول کا دورہ انتظام کے لئے

جب سلطان بہلول کو یہ فتح نصیب ہوئی تو اُسنے دہلی کے تخت پر اپنے تئیں مستقل کیا اور اپنی حکمرانی کے استحکام کے لئے دورہ کیا اور کل ملک پر تسلط ہونیکے لئے یہ تدبیریں کیں کہ اول میوات میں گیا احمد خاں میواتی حاکم میوات نے اطاعت قبول کی سلطان نے احمد خاں کی ریاست میں سے سات پرگنے نکال کر باقی اسکی ریاست اسی کو دیدی۔ احمد خاں نے اپنے چچا مبارک خاں کو مقرر کیا کہ وہ ہمیشہ پادشاہ کے دربار میں حاضر رہا کرے۔ میوات سے برن میں سلطان آیا۔ یہاں دریا خاں لودہی حاکم سنبھل حاضر ہوا اور اطاعت قبول کی اور اپنے سات پرگنے بادشاہ کی نذر کئے۔ یہاں سے سلطان کول میں آیا یہاں کے حاکم عیسیٰ خاں کو بشرائط سابق بحال رکھا۔ یہاں سے برہان آباد میں آیا تو سکیٹ کا حاکم مبارک خاں لوحانی فرمانبرداری کے لئے وہاں حاضر ہوا وہ بھی اپنی جاگیر پر بدستور سابق مستقل مقرر ہوا۔ رائے پرتاب سنگھ کو بھوئیں گانو (بھوگانو) عنایت ہوا وہ اس نواح میں زمینداروں کا سردار تھا۔ یہاں سے پھر وہ قلعہ راپری اور چندوار میں آیا۔ قطب خاں پسر حسین خاں جو راپری میں حکمراں تھا وہ مقابلہ کے لئے کھڑا ہوا۔ مگر قلعہ راپری جلد فتح ہوگیا۔ خانجہاں نے قطب خاں سے قول قرار کئے اور اسکو پادشاہ کے روبرو لایا۔ پادشاہ نے اسکو اپنے اقطاع پر بحال کردیا۔ پھر سلطان اٹاوہ میں آیا یہاں کے حاکم نے اطاعت قبول کی سلطان نے اسکی جاگیر میں بھی کچھ تغیر نہیں کیا۔

سلطان بہلول کی لڑائی سلاطین شرقی سے

ان دنوں میں پھر سلطان محمود شرقی اپنی بیوی ملکہ جہاں کے اغواء سے لشکر جمع کرکے اٹاوہ کے نواح میں سلطان بہلول سے لڑنیکو آموجود ہوا۔ اول روز دونوں لشکروں میں لڑائی شروع ہوئی مگر دوسرے روز قطب خاں اور رائے پرتاب کے واسطہ سے ان پسندیدہ شرائط پر طرفین میں صلح ہوگئی کہ جو ملک سید مبارک شاہ سابق سلطان دہلی کے قبضہ میں تہا۔ اسپر بہلول شاہ حکمراں رہے اور جو ملک سلطان ابراہیم سابق بادشاہ جونپور پاس تھا وہ سلطان محمود کے قبضہ میں رہے۔

سات ہاتھی جو فتح خاں سے لڑنے میں سلطان بہلول کے ہاتھ آئے تھے وہ اُسے واپس کردئے جائیں۔ شمس آباد بھی سلطان بہلول کے ملک میں سمجہا جائے اور جونا خاں جو محمود شاہ شرقی کی طرف سے وہاں حاکم ہے وہ اسکو سلطان بہلول کو حوالہ کردے۔ یہ جونا خاں پہلے سلطان بہلول کے

امرا و کبار میں سے تھا مگر اس سے رنجیدہ ہو کر سلطان محمود شاہ شرقی کے پاس آگیا تھا جس نے شمس آباد میں اُسے حاکم مقرر کر دیا تھا۔ اس صلح کے بعد سلطان محمود شاہ تو جونپور کو روانہ ہوا اور سلطان بہلول نے وقت معین پر جونا خاں کو فرمان لکھا کہ رائے کرن کو وہ شمس آباد حوالہ کرے اور خود باہر چلا جائے۔ جونا خاں نے اس فرمان کی اطاعت نہ کی سلطان بہلول نے جا کر شمس آباد کا قلعہ اور شہر دونوں جونا خاں سے لیکر رائے کرن کے حوالہ کئے کہ وہ اس نواح کا انتظام کرے۔ جب سلطان محمود شاہ کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنے عہد و پیمان سے پشیمان و منحرف ہو کر پھر سلطان بہلول سے لڑنے کو چلا آیا۔ شمس آباد میں دونوں لشکر روبرو آئے۔ قطب خاں لودہی اور دریا خاں لودہی نے لشکر شرقی پر شبخون مارا مگر اتفاق یہ ہوا کہ قطب خاں کے گھوڑے نے ایسی ٹھوکر کھائی کہ زین سے زمین پر آیا اور دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوا۔ محمود شاہ نے اسے جونپور روانہ کیا اور وہاں قید میں رکھا رائے کرن قلعہ شمس آباد گھرا ہوا تھا اسکی کمک کے لئے سلطان بہلول نے شاہزادہ جلال خاں اور شہزادہ سکندر و عماد الملک کو متعین کیا اور خود محمود شاہ سے لڑنے گیا۔ اس اثنا میں محمود شاہ کو بیماری نے بستر مرگ پر سلایا۔ اُسکا بیٹا بھیکن خاں باپ کا جانشین ہوا۔ اور محمود شاہ اس کا لقب ہوا۔ اسکی مایی بی راجی بڑی دانشمند عاقلہ تھی اسکی حسن تدبیر سے یا امرا کی فرزانگی سے ان دونوں بادشاہوں میں اس شرط پر صلح ہو گئی کہ سلطان محمود شاہ کے ملک پر محمد شاہ سلطنت کرے اور سلطان بہلول اپنے ملک پر۔ بعد اس صلح کے محمد شاہ جونپور گیا سلطان بہلول دہلی کی طرف روانہ ہوا کہ ابھی وہ دار السلطنت میں پہونچنے نہیں پایا تھا کہ اُسکی ملکہ شمس خاتون کا یہ پیغام آیا کہ تم جب تک میرے سگے بھائی قطب خاں کو شاہ شرقی کے زندان سے نہ چھٹاؤ تم پر خواب و آرام حرام ہے اگر اسے نہ چھٹاؤ گے تو مجھے بھی زندہ نہ پاؤ گے۔ بھلا اس چہیتی ملکہ کا پیغام کب خالی جا سکتا تھا بادشاہ کا دل اُس سے ایسا متاثر ہوا کہ وہ دہلی جاتا تھا یا الٹا محمد شاہ سے لڑنے کے لئے پھرا۔ محمد شاہ کو بھی اسکی خبر لگی تو وہ بھی سلطان بہلول سے لڑنے کے لئے آمادہ ہو کر جونپور سے روانہ ہوا۔ شمس آباد میں پہنچا۔ یہاں سے رانا کرن کو جو سلطان بہلول کی طرف سے ناظم و حاکم تھا نکال باہر کیا اور اپنی طرف سے پھر جونا خاں کو یہاں حاکم مقرر کیا۔ رائے پرتاب پہلے

سلطان بہلول کا جانبدار تھا مگر اب محمد شاہ کو غالب دیکھکر اس کا طرفدار ہوگیا۔ محمد شاہ منزل بمنزل کرتا ہوا پہنچا اور اسکے قریب سلطان بہلول پرگنہ راپری میں مقیم ہوا۔ دونوں بادشاہوں کے لشکروں میں کچھ دنوں لڑائی ہوتی رہی۔ محمد شاہ نے اپنے بھائی حسن شاہ کو قتل کرادیا اسکا بیان سلاطین جونپور کی تاریخ میں ہوگا۔ اس قتل کے معاملات محمد شاہ کے روبرو پیش ہی تھے کہ اسکے چھوٹے بھائی حسین خان نے سلطان شاہ اور جلال خان اجودھنی کو بھیجا کہ وہ محمد شاہ کو اطلاع کریں کہ سلطان بہلول کا ارادہ اسکے لشکر پر شب خون مارنے کا ہے تیس ہزار سوار اور بیس ہاتھی اس مقصد کے لئے جھرنہ کے کنارہ پر آن پہنچے ہیں۔

محمد شاہ نے یہ خبر سنکر اپنی سپاہ کا ایک دستہ اس لشکر سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ شاہزادہ حسین خان یہ چاہتا تھا کہ میں اپنے بھائی شہزادہ جلال خان کو ہمراہ لے لوں اس لئے اس کے بلانے کو آدمی بھیجا۔ لیکن سلطان شہ نے کہا جلال خان پیچھے آجائیگا اس کے لئے توقف کرنا کیا ضرور ہے۔ پس دونوں دشمن کی طرف چلے۔ یہاں یہ ہوا کہ سلطان بہلول کا لشکر بھی دشمن کی لشکر کے انتقل وحرکت کے لئے آمادہ ہوا تھا۔ جب شہزادہ جلال خان بھائی کے بلانے سے محمد شاہ کے لشکر سے جدا ہوکر جھرنہ کی طرف چلا تو وہ سلطان بہلول کے سامنے آگیا اور اس نے یہ غلطی سے جانا کہ بھائی کا لشکر ہے۔ سلطان بہلول کے سپاہیوں نے اسے پکڑ لیا اور اپنے سلطان کے روبرو لائے تو وہ اس کو ایک لطیفہ غیبی قطب خان کی سلامتی کے لئے سمجھا اور اس نے اس کو بطور آول کے قطب خان کے زندہ رہنے کیلئے قید میں رکھا۔ حسین خان نے جب اپنے بھائی جلال خان کے قید ہونے کا حال سنا تو وہ محمد شاہ کے خوف کے مارے جونپور بھاگ گیا۔ محمد شاہ یہ دیکھکر کہ ایک بھائی قید ہوا اور دوسرا بھاگ گیا تو اس کو یہ خوف ہوا کہ معلوم نہیں کہ بھائی جونپور میں جاکر سارے ملک میں کیا فساد برپا کرے اس خوف کے مارے وہ سلطان کا مقابلہ نہ کرسکا اور قنوج کو چلا گیا۔ سلطان بہلول نے اسکا تعاقب گنگا تک کیا مگر وہ اس کے لشکر کی بہیر بنگاہ کو کچھ لوٹ کر اور اس کے کچھ ہاتھی گھوڑے چھین کر الٹا دہلی چلا آیا۔

حسین خان ۸۶۲ھ میں جونپور میں پہنچا۔ وہاں جاکر مستقل بادشاہ بن گیا اور محمد شاہ مارا گیا

ان واقعات کا حال مفصل ہم تاریخ سلاطین جونپور میں تحریر کرینگے۔ سلطان حسین شاہ جب تخت سلطنت پر مستقل ہوگیا تو اُسنے سلطان بہلول سے اس شرط پر صلح کرلی کہ ہر بادشاہ اپنے اپنے ملک میں فرمانروائی کرے اور چار سال تک کوئی ایک دوسرے کا مزاحم ہو۔ سلطان حسین شاہ نے بعد صلح کے قطب خاں کو خلعت اور اسپ اور شمشیر دیکر باعزاز سلطان بہلول پاس بھیجدیا۔ اور اسی طرح سلطان بہلول نے بھی شاہزادہ جلال خاں کو سلطان حسین خاں پاس بھیجدیا۔

جب صلح کی مدت موعود منقضی ہوئی اسکے کچھ دنوں بعد سلطان بہلول دہلی سے شمس آباد میں گیا اور اسکو جونا خاں سے لیکر دوبارہ رائے کرن کو دیدیا۔ اور رائے پرتاب جس کا ذکر پہلے ہوچکا ہے کہ وہ بادشاہ سے بگڑکر سلطان حسین شرقی پاس چلاگیا تھا وہ قطب خاں کی تحریک سے بادشاہ کا طرفدار ہوگیا۔ اس کے بیٹے نرسنگھ کو وہ علم اور نقارہ جو بادشاہ نے دریا خاں سے چھینا تھا دیدیا۔ یہ علم اور نقارہ اس زمانہ میں سرداری وسروری کا نشان بادشاہ کیطرف سے سمجھا جاتا تھا۔ اس عداوت سے دریا خاں نے ایک موقع پاکر نرسنگھ دیو کو قتل کرڈالا اس سبب سے حسین خاں ومبارز خاں آپس میں سازش کرکے شاہ شرقی سے جاملے۔ سلطان بہلول نے دیکھا کہ مجھ میں تاب مقاومت نہیں ہے دہلی چلا آیا۔ چند روز بعد حاکم ملتان کی بغاوت اور مملکت پنجاب کی بدنظمی کے سبب سے سلطان بہلول دہلی سے اس جانب کو روانہ ہوا اور قطب خاں لودہی اور خان جہاں کو اپنا نائب دہلی میں مقرر کیا۔ اثنا راہ ہی میں اسنے سنا کہ حسین شاہ شرقی جنگی ہاتھی اور ایک آراستہ لشکر لیکر دہلی کے قصد سے چلا آتا ہے۔ ناچار بہت جلد اُلٹا پھرا اور پنجاب کے انتظام کو قطب خاں لودہی اور خان جہاں کے حوالہ کیا اور دشمن سے لڑنے کے لئے استقبال کیا موضع چندوار میں دونو لشکروں کی مٹ بھیڑ ہوئی اور سات روز تک ہنگامہ گیرودار خوب گرم رہا۔ اس اثناء میں سلطان حسین شاہ سے احمد خاں میواتی و رستم خاں حاکم کول جاملے اور تاتار خاں لودہی نے سلطان بہلول سے موافقت کی۔ جب معرکہ جدال وقتال کو طول ہوا تو اعیان دولت کی سعی سے یہ امر قرار پایا کہ دونوں بادشاہ تین سال تک اپنے ملکوں پر قانع رہیں اور مخاصمت نہ کریں۔ جب یہ انتظام ہوگیا تو سلطان بہلول دہلی میں ملکی اور جنگی انتظاموں میں تین برس تک مصروف رہا۔ اور احمد خاں میواتی سے جو حسین شاہ سے مل گیا تھا لڑنے گیا مگر جب میوات میں پہنچا تو

خانخاناں نے جو بادشاہ کے امراء کبار میں سے تھا احمدؐ خاں کو سمجھا کر سلطان کا مطیع کرا دیا تین سال گذرنے کے بعد اٹاوہ پر حسین شاہ شرقی نے دھاوا کیا اور وہاں کے حاکم کو جو سلطان بہلول کی طرف سے تھا دم دلاسا دیکر اُس سے اٹاوہ لے لیا۔ احمدؐ خاں میواتی اور رستم خاں حاکم کول کو بھی اس نے اپنی طرف کر لیا۔ اور احمدؐ خاں حلوانی حاکم بیانہ کو اپنے وعدہ وعید پر ایسا فریفتہ کیا کہ اس نے بیانہ میں اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور پھر خود حسین شاہ ایک لاکھ سوار اور ایک ہزار فیل لیکر اٹاوہ سے دہلی کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطان بہلول باوجود ان حالات کے کچھ نہیں گھبرایا اور لڑنے کے لئے استقبال کیا اور بھٹوارہ یا مٹی وارہ میں لشکروں میں قرب بعد سے میدل ہو گیا ایک مدت تک دونوں لشکر برابر پڑے رہے۔ خان جہاں نے درمیان میں پڑکر طرفین میں صلح کرا دی۔ اور دونوں اپنے اپنے مقام پر چلے گئے۔ تھوڑی مدت کے بعد سلطان بہلول پر حسین شاہ نے نقض عہد کر کے لشکر کشی کی۔ سلطان بہلول نے دہلی سے نکلکر سنکہرہ (سرائے لشکر) پر چند مرتبے چھیڑ چھاڑ کی پھر دونوں بادشاہوں میں صلح ہو گئی۔ سلطان حسین اٹاوہ میں اور سلطان بہلول دہلی چلے گئے۔ انہیں دنوں اٹاوہ میں اور سلطان حسین شاہ شرقی کی والدہ بی بی راجی نے وفات پائی اور راجہ گوالیار اور قطب خاں لودہی چندوار سے تعزیت کو حسین شاہ شرقی پاس گئے جب قطب خاں نے دیکھا کہ حسین شاہ کو سخت مخاصمت شاہ بہلول کے ساتھ ہے تو اس نے خوشامد کی باتیں بنانی شروع کیں کہ بہلول تو آپ کے نوکروں کی مانند ہے بھلا وہ آپ کی برابری کیا کر سکتا ہے اور میں جبتک دہلی تک ملک کو آپ کے لئے فتح نہ کر لونگا قرار اور آرام نہ لونگا۔ ایسے لطائف الحیل سے حسین شاہ شرقی سے قطب خاں رخصت ہو کر سلطان بہلول کی خدمت میں آیا اور اُس سے کہا کہ حیلہ اور تدبیر سے میں حسین شاہ شرقی کے پنجہ سے بچکر آیا ہوں وہ آپکا سخت دشمن جانی ہے آپ کو اپنا فکر کرنا چاہئے۔ انہیں دنوں میں بداؤں میں سلطان علاء الدین نبیرہ خضر خاں کا انتقال ہوا اٹاوہ سے سلطان حسین شاہ تعزیت کے لئے بداؤں میں آیا۔ مراسم تعزیت کے ادا کرنے کے بعد یہ سخت بے مروتی اس سے کی کہ سلطان علاء الدین کے بیٹے سے بداؤں چھین لیا اور سنبھل میں جاکر مبارک خاں پسر تاتار خاں حاکم سنبھل کو مقید کر لیا اور بہت سا لشکر اور ہزار ہاتھی

لیکر دہلی کی طرف متوجہ ہوا۔ ۸۵۶ھ میں دریائے جمنا پر گذر کر کیجہ کے قریب اُترا۔ سلطان بہلول اس وقت سرہند میں تہا وہاں یہ خبر اس نے سنی۔ حسین خاں پسر خانجہاں کو میرٹھ روانہ کیا اور خود دہلی میں آیا۔ طرفین میں ایک مدت تک روزگار کارزار میں گذرا۔ لشکر شرقیہ کثرت کے سبب سے کمال غلبہ رکھتا تہا۔ قطب خاں لودہی نے سلطان حسین شاہ شرقی کی خدمت میں آدمی بہیجکر یہ پیغام دیا کہ میں جب جونپور میں مقید تہا تو بی بی راجی نے مجہہ پر طرح طرح کی مہربانیاں کیں تھیں میں ان کا نہایت ممنون ہوں آپ کو یہ صلاح دیتا ہوں کہ صلح کر کے مراجعت فرمائیے۔ اور فرصت میں خوشیاں منائیے۔ اور دریائے گنگ کا اسطرف کا ملک اپنے تصرف میں رکھئے اور دریائے گنگا کے اس طرف کا ملک سلطان بہلول کو چھوڑ دیجئے۔ الغرض اس وساطت سے طرفین راضی ہوگئے۔ نزاع برطرف ہوا۔ صلح کے اعتماد پر سلطان شرقی نے اپنی بہیر بنگاہ وہیں تال چہوڑکر کوچ کیا۔ سلطان بہلول کو یہ خوب موقع ملا اس نے تعاقب کیا اور شاہ شرقی کے لشکر کو خوب لوٹا۔ اور کچھ خزانہ و اسباب نفیسہ جو گہوڑے ہاتھیوں پر لدا ہوا تہا ان میں سے ایک حصہ اس کے ہاتھ لگا اور تیس چالیس امراء شرقیہ کو اسیر کیا جنمیں قاضی سماء الدین۔ قتلغ خاں وزیر اعظم کہ اعلم العلماء وقت تہا اور ملک نائب عرض اوہوا اور بہت سے امیر تہے۔ اور ملکہ جہاں جو حسین شاہ کی زوجۂ اول تھی گرفتار ہوگئی۔ سلطان بہلول نے قتلغ خاں کو توقید کرکے قطب خاں کے حوالہ کیا اور ملکہ جہاں کو اپنے معتمد خواجہ سراؤں کے ساتھ اس کے خاوند کے پاس بہجوا دیا۔ پہر وہ خود آگے بڑہا اور بعض پرگنات مثل کنپل وپٹیالی وشمس آباد وسکیٹ و مارہرہ وجالیسر وکول پر جلدی متصرف ہوا اور ہر پرگنہ میں ایک اپنا شقدار مقرر کیا۔ جب تعاقب اپنی حد سے گذر گیا تو سلطان حسین شرقی موضع رام پنجہرہ (پنج وارن) پر پہنچا۔ یہاں اُسنے مقابلہ و مقاتلہ کا ارادہ کیا اور آخر صلح یوں قرار پائی کہ دونوں بادشاہ اپنی سلطنت کو قدیمی سرحدوں میں قائم رکھیں۔ سلطان حسین شرقی راپری میں گیا اور سلطان بہلول دہلی میں آیا۔ پہر ایک مدت کے بعد سلطان حسین شرقی کو شکست ہوئی اور اس کا مال و اسباب بہت کچہہ لودہیوں کے ہاتہہ لگا جس سے انکی قوت و شوکت زیادہ ہوگئی۔ جب سلطان حسین راپری میں گیا تو سلطان بہلول موضع دہوپاموَ میں پہنچا کہ

خان جہاں کے مرنے کی خبر آئی سلطان نے اسکے بیٹے کو خان جہاں کا خطاب دیکر باپ کی
جگہ مقرر کر دیا اور پھر خود راپری میں آیا سلطان حسین کے سر پر پہنچا۔ اب ایک سخت لڑائی ہوئی
جسمیں پھر حسین شاہ کو شکست ہوئی اور جمنا پار قرار ہوا اس سے اس کو نہایت غم ہوا کہ
اس کے سارے اہل وعیال دریا میں غرق ہو کر مر گئے۔ وہ اس خستہ حالی میں گوالیار
اس نظر سے آیا کہ جونپور جائے۔ راہ میں قوم بھدوریوں نے اس کا سارا لشکر لوٹ لیا
جب وہ گوالیار میں آیا تو یہاں کا راجہ رائے کرن اس کے ساتھ خادمانہ پیش آیا کئی
لاکھ تنکہ نقد و خیمے و سراپردے و فیل و اسپ پیشکش میں دیکر دولت خواہوں کے زمرہ میں
داخل ہوا اور کالپی تک مشایعت کی۔ اسی حال میں سلطان بہلول اٹاوہ میں داخل ہوا
ابراہیم خاں سلطان حسین شاہ و ہیبت خاں عرف گرگ انداز اٹاوہ میں متحصن ہوئے
تین روز لڑائی ہوئی آخر انہوں نے امان مانگی اور اٹاوہ حوالہ کیا سلطان بہلول نے ابراہیم خاں
لوحانی کو اٹاوہ کی حکومت سپرد کی اور اٹاوہ کے کچھ پرگنے رائے داوند کو دیئے اور خود
ایک لشکر گراں کے ساتھ حسین شاہ کے تعاقب میں چلا اور کالپی کے علاقہ میں موضع رائگانو
میں پہنچا تو جمنا کے کنارہ پر سے سلطان حسین لڑنے آیا اور چند مہینے تک لڑائیاں ہوتی رہیں
دریا جمنا دونوں لشکروں کے درمیان حائل تھا کہ اس اثنا میں رائے تلوک چند حاکم ولایت کالپی
سلطان بہلول پاس آیا اور دریا گنگا کے پایاب مقام سے لشکر اُتار کر سلطان حسین شاہ
سے لڑنے کے لئے گیا۔ سلطان حسین شاہ کا حال تباہ تھا۔ اس میں تاب مقابلہ کہاں تھی
وہ پٹنہ کو بھاگ گیا۔ پٹنہ کے راجہ نے اسکے ساتھ سلوک نہایت آدمیت سے کیا۔ کئی لاکھ تنکہ نقد
اور گھوڑے ہاتھی پیشکش میں دیئے اور فوج بھی ہمراہ کی اور جونپور تک مشایعت کی
سلطان بہلول نے تعاقب کیا اور جونپور کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطان حسین شاہ جونپور
چھوڑ کر بھڑائچ کی راہ سے قنوج میں آیا۔ بادشاہ بہلول بھی قنوج کی طرف گیا۔ آب رہب
(کالی ندی) پر دونوں فریق میں آتش حرب افروختہ ہوئی اور سلطان حسین کو ہزیمت ہوئی
ہزیمت پانا اسکا ایک امر طبعی ہو گیا تھا۔ حشم و اسباب امارت شاہی لودیوں کے ہاتھ آئے
بعد اس فتح کے سلطان نے لشکر کو ترتیب دیکر ولایت جونپور کی تسخیر کے لئے عزیمت کی

اور اس خطہ کو کہ مدتوں سے پادشاہان دہلی کے تصرف سے نکل گیا تھا تسخیر کرکے مبارک خاں لوحانی کے حوالہ کیا اور قطب خاں لودہی اور اور سرداروں کو قصبہ منجھولی میں چھوڑا اور خود بداؤں میں آیا۔ سلطان حسین شاہ یہ فرصت پاکر جمعیت تمام کے ساتھ جونپور میں آیا سلطان بہلول کے امرا جونپور کو چھوڑکر منجھولی میں قطب خاں کے پاس چلے گئے سلطان حسین شاہ نے قطب خاں جب تک اسکی دولت خواہی کی باتیں بناتا رہا اور اسکو دہوں میں رکھا کہ کمک آن پہونچی۔ جب سلطان بہلول کو یہ خبر ہوئی تو وہ موضع ہلدی میں آیا۔ یہاں قطب خاں لودہی نے اپنے چچازاد بھائی کے مرنے کی خبر سنی تو وہ کچھ مراسم ماتم کے ادا کرنے کے لیئے ٹھیرا اور پھر وہ جونپور گیا اور سلطان حسین شرقی کو دور تک بھگایا اور پھر از سرنو جونپور کو تسخیر کیا اور اپنے بیٹے باربک کو شاہان شرقیہ کے تخت پر بٹھایا خود کالپی جاکر اس پر متصرف ہوا۔ اور یہاں اپنے پوتے خواجہ اعظم ہمایوں بن خواجہ بایزید کو یہ ملک حوالہ کیا اور خود چندواره کی راہ سے دہول پور گیا۔ یہاں کے راجہ نے چند من طلا پیشکش میں دیا۔ اور تابعین کے سلسلے میں منتظم ہوا۔ یہاں سے پادشاہ الہ پور میں کہ رنتھنبور کے توابع میں سے ہے گیا اور اس کو تاخت و تاراج کرکے دہلی میں مظفر و منصور آیا۔

سلطان بہلول کی ۸۵۶ھ ۱۴۵۲ء سے شاہ جونپور سے لڑائی شروع ہوئی اور چھبیس برس دونوں کے لڑائی جھگڑے ہوتے رہے اس درمیان میں کبھی کبھی تھوڑے دنوں کے لئے صلح بھی جو قابل اعتبار نہ تھی ہوتی رہی۔ اور دونوں پادشاہوں کے سردار کبھی ادہر آگئے کبھی ادہر چلے گئے۔ اسکی سلطنت کا سارا عہد اس لڑائی میں مصروف ہوا اور اس طول طویل لڑائی کا انجام یہ ہوا کہ ۸۸۴ھ میں جونپور فتح ہوکر ہمیشہ کے لیئے دہلی کی سلطنت کا تابع ہوگیا۔

ملک کی تقسیم

پادشاہ معمر ہوگیا تھا۔ حواس اور قوا میں ضعف آگیا تھا اسنے اپنے ملک کو اپنے فرزندوں اور خویشوں میں اسطرح تقسیم کیا کہ جونپور تو شہزادہ باربک کو دیا جسکا ذکر پہلے ہوا اور کڑہ مانک پور

شہزادہ عالم خاں کو اور بہرائچ اپنے بھانجے شیخ محمد فرملی مشہور کالا پہاڑ کو اور لکھنؤ و کالپی اپنے پوتے اعظم ہمایوں بن خواجہ بایزید کو۔ بداؤں خاں جہاں کو کہ امیروں میں معتبر تھا اور نسبت خویشی بھی رکھتا تھا۔ دہلی اور میان دو آب کا بہت سا ملک شہزادہ نظام خاں (سلطان سکندر) کو عنایت کیا اور ولی عہد اپنا بنایا۔

جونپور کی فتح کے بعد بادشاہ دس برس تک زندہ رہا۔ گو اس عرصہ میں گوالیار گیا اور وہاں کے راجہ مان نے اسی لاکھ ٹنکہ پیشکش میں دے۔ بادشاہ نے گوالیار اسی کو دیدیا۔ پھر اٹاوہ میں آیا یہاں رائے سنکت پسر راجہ رائے ویدو (رائے داوند) کو بدل دیا۔

اودیپور کے رانا سے اور احمد خاں بھٹی سے سلطان بہلول کی لڑائی

یہ دو واقعات تاریخ سلاطین افغانیہ مصنفہ احمد یادگار سے نقل ہوتے ہیں اُن کا ذکر اور تاریخوں میں نہیں دیکھا گیا ہے۔ ٹوڈ راجستان کی تاریخ میں رانا کی لڑائی کا اتنا پتا چلتا ہے کہ میواڑ کو اپنی شمالی سرحد کے لئے لودھیوں کے خاندان سے لڑنا پڑا۔

جونپور کی فتح سے کچھ مدت بعد سلطان بہلول رائے پور کے رانا سے لڑنے کے لئے روانہ ہوا۔ اجمیر میں جا کر ڈیرے خیمے جمائے اور لشکر جرار جمع کیا۔ رائے پور میں رانا کا بھانجا چترسال دس ہزار سوار لئے ہوئے موجود تھا۔ اُسکی طرف قطب خاں نے لڑنے کے لئے پیش قدمی کی۔ اول لڑائی میں لشکر شاہی کو ہندوؤں نے پیچھے ہٹا دیا اور بہت سے افغانوں کو مار ڈالا۔ مگر آخر کو قطب خاں اور خانجہاں فرملی نے لڑائی میں ایسی جان لڑائی کہ تلوار اور کٹار سے لڑنے کی نوبت آئی اور ہندوؤں نے شکست فاحش پائی چترسال مارا گیا۔ اسقدر ہندو اس لڑائی میں مارے گئے کہ انکے سروں کے پشتے سے ایک مینار بن گیا۔ اور اُن کا خون بہنے لگا پانچ یا چھ ہاتھی اور چالیس گھوڑے اور بہت سی غنیمت ہاتھ لگی۔ اور رانا کی فوج سب بھاگ گئی۔ پھر رانا نے صلح کر لی۔ اودے پور میں نمازیں پڑھی گئیں اور سلطان کے نام کا سکہ جاری ہوا۔

بعد ازاں سلطان اپنی سپاہ منصور کو موہن گھاٹیں سے لےگیا اور یہاں کے ملک کو بالکل لوٹ مار کے

بے چراغ کیا اور لشکر کو غنیمت سے مالا مال کیا۔ پھر وہ سرہند میں آیا۔ دو تین مہینے کے بعد وہ لاہور گیا اور یہاں عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔

اس زمانہ میں ملک سندہ کے اندر احمد خاں بھٹی بڑا صاحب اقتدار ہو گیا تھا بیس ہزار سوار پاس رکھتا تھا وہ حاکم ملتان سے برگشتہ ہو گیا تھا۔ ملتان کے حاکم نے بادشاہ کو عرضداشت بھیجی کہ ملتان کے ولایت کو احمد خاں بھٹی لوٹ رہا ہے اگر حضور خود تشریف لاکر اس بلا کو نہ ٹالیں گے تو مجھ سے ملتان نہیں سنبھل سکے گا اور پھر سارا پنجاب لٹ جائیگا بادشاہ یہ خبر سنکر پریشان خاطر ہوا۔ اور احمد خاں سے لڑنے کے لئے امراء کبار میں سے عمر خاں اور شہزادہ بایزید کو تیس ہزار بہادر سواروں کے ساتھ بھیجا۔ لاہور سے یہ لشکر کوچ پر کوچ کرکے ملتان پہنچا اور یہاں کے حاکم سے ملا جو ان کا ہادی بنکر دشمن کے ملک میں لے گیا۔ احمد خاں کو اپنے اور اپنی سپاہ پر بڑا گھمنڈ تھا۔ وہ اس بادشاہی فوج کو کب خاطر میں لاتا تھا۔ اس کے مقابلہ کے لئے اس نے اپنے بھتیجے نورنگ خاں کو پندرہ ہزار سوار دیکر بھیجا۔ نورنگ ایک عورت پر جو کمال حسینہ تھی عاشق زار تھا وہ اسکے بغیر سیر و شکار کو نہ جاتا تھا۔ لڑائی کے دن بھی یہ معشوقہ اس کے ساتھ ہاتھی پر عماری میں سوار ہوتی۔ نورنگ خاں نے داؤد خاں کو دس ہزار سوار دیکر لڑنے کو بھیجا۔ دونوں فریق آپس میں ایسے لڑے کہ خون کے دریا بہا دیئے۔ آخر کو داؤد خاں مارا گیا اور لشکر اس کا فرار ہوا۔ جب ان بھگوڑوں نے نورنگ خاں کو اس حال سے مطلع کیا تو ناچار اپنی معشوقہ سے بصد حسرت و افسوس رخصت ہو کر لڑنے کے لئے روانہ ہوا اور میدان جنگ میں ایسی شجاعت دکھائی کہ تلوار سے سواروں کو دو پیکر کرکے زمین سے زمین پر گرایا۔ مگر آخر کو زنبورک کی گولی نے اسے بھی دنیا سے اُڑا دیا۔ جب نورنگ خاں کی سنا ونی اسکی معشوقہ کو پہونچی تو وہ اپنے عزم مردانہ سے آمادہ جنگ ہوئی اور اپنے تئیں مسلح کیا۔ سر پر خود لگایا کمر میں ترکش کسا اور نورنگ خاں کے لشکر میں جا پہونچی۔ اسنے اپنے بھائی کو صلاح بتائی کہ سارے لشکر کو میری سلامی کے لئے بھیجے اور مشہور کرے کہ احمد خاں کا بیٹا آیا جس سے یہ دشمن جانے کہ ہمنے لشکر کا سردار جو اصل تھا اسکو کشتہ نہیں کیا۔ چنانچہ لشکر نے گھوڑوں پر سے

اترکر سلامی اور تاری اور خوشی کے نقارے بجائے۔ لشکر سلطانی یہ دیکھ کر متحیر تھا کہ اس حالت میں احمد خاں کے لشکر نے اسپر ایسا بہادرانہ حملہ کیا کہ سارا لشکر شاہی بھاگ گیا۔ جب احمد خاں نے دیکھا کہ اس عورت کی مردانہ ہمت سے اسکے لشکر کو فتح نمایاں حاصل ہوئی ہے تو وہ خوشی کے مارے جامہ میں پھولا نہ سمایا اور جب اسنے سپاہیانہ لباس میں اس عورت کو دیکھا تو اسکی کمال تعریف کی اور دس ہزار روپیہ کے جواہر عنایت کئے۔

اب شہزادہ بایزید نے بھگوڑے لشکر کو سزا دی اور دوسرا اور لشکر بھیجا۔ اور دو تین سرداروں کو اسکی کمک کے لئے روانہ کیا۔ جب یہ لشکر آپس میں مل گئے تو انہوں نے احمد خاں کے ملک پر تاخت و تاراج شروع کی۔ احمد خاں اس سے بہت لڑائیاں لڑا۔ مگر آخر کار گرفتار ہوا اور قید ہستی سے رہا ہوا۔ شہزادہ بایزید یہ فتح نمایاں حاصل کرکے باپ کے پاس آیا باپ نے اسپر شاہانہ شفقت کی۔

بادشاہ کا بیمار ہونا

ان دو واقعات کا ذکر جملہ معترضہ کی طرح آگیا تھا۔ اب اٹاوہ سے آگے حال پڑھو بادشاہ اٹاوہ سے دہلی چلا آتا تھا کہ راہ میں بیمار ہوا۔ اکثر امرا لودہی یہ چاہتے تھے کہ اعظم ہمایوں کو بادشاہ اپنا ولیعہد بنائے۔ یہ امرا ایسے قوی اور ذی اختیار ہوگئے تھے کہ بادشاہ کو انکی مرضی کے ماننے کے سوا کوئی اور چارہ نہ تھا۔ اس نے دہلی آدمی بھیجکر سلطان سکندر کو طلب کیا۔ امرا کے اس مشورہ پر بادشاہ کا وزیر عمر خاں مطلع ہوا۔ وہ بادشاہ کی بے وقوفی کے سبب مال و ملک کا مالک تھا تو اسنے سلطان سکندر کی ماں سے جو بادشاہ کے ساتھ اس سفر میں تھی اتفاق کرکے ایک معتمد شخص کو سلطان سکندر پاس بھیجا اور صورت حال پر مطلع کیا کہ تم جو طلب کئے گئے ہو اسکا اصل مطلب یہ ہے کہ تم مقید کئے جاؤ۔ تم اپنے آنے کو لیت و لعل میں ڈالو۔ سو ایک مدت تک سلطان سکندر آنے میں آجکل کرتا رہا۔ امرا مخالف نے بادشاہ سے چغلی کھائی کہ حضور کے حکم سے وہ آتا نہیں ہے، اس کی مخالفت کی دلیل ہے۔ پدر کو اس پر ایسا غصہ آیا کہ پسر کو اسنے لکھا کہ اگر تو نہیں آتا تو میں آتا ہوں۔ اس پیغام سے سکندر ایسا سراسیمہ ہوگیا جانے کا

ارادہ کیا مگر دہلی کے امرا و معارف میں سے کسی نے جانے کی تجویز نہ کی سلطان سکندر نے قتلغ خان وزیر سلطان حسین شرقی سے جو دہلی میں مقید تھا اور اصابت رائے میں مشہور تھا مشورہ لیا تو اس نے کہا کہ آپ باہر اپنے سراپردے لگوا دیجئے اور اپنے جانے کی شہرت کر دیجئے اور سفر کی تیاری کے بہانوں میں دنوں کو گذار دیجئے سلطان سکندر نے اسکی تعلیم پر عمل کیا۔ بادشاہ کے مرض نے غلبہ کیا۔ اور بھدالی کے قریب ضلع سکیٹ میں ۸۹۴ھ میں بادشاہ نے دنیا سے سیر ہو کر عقبے کی راہ لی۔ اسکے مرنے کی تاریخ کسی نے یہ کہی ہے سہ۔

ہشتصد و نو و چار رفت از عالم — خدیو ملک ستان و جہان کشا بہلول

اگرچہ ملک ستان بود لیک دفع اجل — بود محال بشمشیر و خنجر مصقول

سلطان بہلول ۳۸ برس ۸ مہینے سات دن سلطنت کر گیا اور مرتے دم تک اتنا ملک چھوڑ گیا کہ جمنا سے کوہ ہمالیہ تک اور جمنا کے مشرق میں بنارس تک اور اس کے مغرب میں بندیل کھنڈ تک۔

سلطان بہلول کے خصائل

تاریخ داؤدی مولفہ عبداللہ میں سلطان بہلول کے خصائل کو اسطرح بیان کیا ہے کہ بے شک سلطان بہلول ایک بادشاہ سخی و شجاع اور مذہب کا حامی تھا۔ رحم و رافت اس کی عادت میں داخل تھے وہ احکام شرع کا پابند تھا۔ اور دیانت کے قاعدوں کے خلاف کام نہیں کرتا تھا۔ اکثر علماء و مشایخ کے ساتھ صحبت رکھتا تھا اور غربا و محتاجوں کا حال اپنے تحقیق کرتا رہتا تھا۔ اس نے سائل کو کبھی محروم نہیں کیا۔ پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑہتا تھا وہ عدل و انصاف میں ہمہ تن ساعی رہتا تھا مستغیثوں کی عرضیوں کو وہ خود پڑہتا تھا اور وزرا کے فیصلہ پران کو نہ چھوڑتا تھا۔ وہ دانا تجربہ کار غور کرنے والا مہربان دوست متحمل عادل تھا۔ روپیہ اسباب یا نئے پرگنے غرض جو کچھ اس کے ہاتھ لگتا تھا اس کو وہ اپنی سپاہ میں تقسیم کر دیتا تھا اور اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا تھا۔ اس نے کبھی خزانہ جمع نہیں کیا اس نے اپنی بادشاہی خدمات بغیر کسی نمایش کے کیں۔ وہ تخت نشینی کے دن شاہانہ کھانا

مگر جو کوئی اور مسلمان جاتا اس کے ساتھ اور کھانے کھاتا۔ دوستانہ صحبتوں میں وہ کبھی تخت پر نہیں بیٹھتا اور نہ اس نے رؤسا کو اپنے سامنے کھڑا رہنے دیا۔ سب کو برابر بٹھاتا دربار میں بھی وہ تخت پر نہ بیٹھتا تھا بلکہ فرش پر نشست رکھتا تھا۔ اپنے امرا میں سے جب کسی کو فرمان لکھتا تو اس کو مسند عالی لکھتا۔ اگر اُس سے امرا ناراض ہو جاتے تو انکے راضی کرنے میں ایسی کوشش کرتا کہ ان کے گھروں میں جاتا اور اپنی کمر سے تلوار کھولکر اُنکے سامنے رکھدیتا بلکہ بعض دفعہ اپنے سر سے پگڑی اوتار کر انکے قدموں میں رکھ دیتا اور قصور معاف کراتا اور کہتا کہ اگر تم مجھے بادشاہی کے قابل نہیں سمجھتے ہو تو کسی اور کو بادشاہ بنالو اور مجھے کوئی اور عہدہ دیدو۔ وہ اپنے سپاہیوں اور سرداروں کے ساتھ برادرانہ خلاپ خلاپ رکھتا۔ اس کی تخت نشینی سے پہلے دہلی میں پٹھانوں میں یہ رسم تھی کہ مردہ کے سوم کو شربت۔ پان۔ شکر۔ مٹھائی تقسیم ہوتی۔ مگر اس نے اس رسم کو موقوف کر دیا اور کہا کہ جب ایک غریب پٹھان مرتا ہے تو اس کے گھر قوم کے لاکھ پٹھان آتے ہیں کس طرح وہ غریب اس رسم کو ادا کر سکتا ہے وہ بڑا شجاع تھا لڑائی کے دن جب وہ دشمن کی صورت دیکھتا تو فوراً گھوڑے پر سے اُتر کر خدا کی درگاہ میں سجدہ کرتا اور اسلام کی فتح کی اور مسلمانوں کی سلامتی کی دعا مانگتا اور اپنا عجز و انکسار ظاہر کرتا جس دن سے بادشاہ ہوا اس پر کسی دشمن نے فتح نہیں پائی۔ ابتدا میں وہ لڑائی سے بچنا چاہتا تھا مگر جب میدان جنگ میں جاتا تو بغیر فتح حاصل کئے اُسے نہیں چھوڑتا۔ یا زخمی ہو کر چلا آتا تھا۔

یہ مشہور بات ہے کہ تخت نشینی کے اول ہفتہ میں وہ جامع مسجد میں نماز پڑھنے گیا تو ملّا قازن نے جو شہر کے بڑے ملانوں میں سے تھا منبر پر خطبہ پڑھ کے نیچے اترا تو اس نے پکار کر کہا کہ سبحان اللہ ہمارے حکام کی کیا عجیب قوم ہے میں انکو نہیں جانتا کہ وہ بڑے شیطان کی ذریات ہیں یا بڑے شیطان کے نوکر ہیں یا خود شیطان ہیں۔ انکی زبان عجیب وحشیانہ ہے کہ ما کو مورا اور بھائی کو رور اور دایہ کو شور اور سپاہی کو نور اور آدمی کو نور کہتے ہیں جب وہ یہ کہہ چکا تو سلطان نے اپنے منہ پر رومال رکھ لیا اور مسکرا کر کہا کہ ملا قازن لیں

بہت کچھ کہہ چکے ہم سب بندگان خدا ہیں۔

ذکر بادشاہی نظام خاں مخاطب سلطان سکندر بن سلطان بہلول کی تخت نشینی

جب بہلول لودہی اس دنیا سے چل بسا تو اوسکی بی بی زیباؔ نے اپنے بیٹے نظام خاں پاس آدمی کے ہاتھ یہ پیغام دہلی بہیجا کہ اگر جلد آجاؤ گے تو باپ کے تخت پر بیٹھ جاؤ گے اور اگر دیر کرو گے تو رہ جاؤ گے۔ یہاں اکثر امرا کی یہ مرضی ہے کہ بادشاہ کے سب سے بڑے بیٹے باربک شاہ کو تخت پر بٹھائیں اس طرفداری کا سبب یہ ہے۔ کہ اس کی ماں پٹھانی ہے بعض امیروں کی یہ مرضی تھی کہ بادشاہ کے پوتے اعظم ہمایوں کو تخت پر بٹہائیں۔ اس وقت امرا میں تخت نشینی کے باب میں جھگڑا ہو رہا تھا کہ نظام خاں کی ماں بی بی زیبا جو سنار کی لڑکی تھی اور سفر میں بادشاہ کے ساتھ تھی پردہ کے اندر سے امرا سے کہنے لگی کہ میرا بیٹا بادشاہی کی ساری لیاقتیں رکھتا ہے۔ تم سب کے ساتھ وہ نیک سلوک کریگا۔ یہ سنکر عیسے خاں لودہی کہ سلطان بہلول کا چچازاد بھائی تھا گالی دیکر اس بی بی سے کہنے لگا کہ سنار کی بیٹی کا لڑکا بادشاہی کے لایق نہیں ہوسکتا۔ مثل مشہور ہے کہ کار زر و دگر از بوزینہ راست نمی آید۔ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ پسر زرگر زادہ کو سلطنت دیجائے اور باربک شاہ کہ اصالت نجابت رکھتا ہے چھوڑ دیا جائے۔ خانخاناں فرملی کہ سب امرا میں زیادہ با اختیار تہا اُسنے عیسے خاں سے کہا کہ یہ کیا حرکت ہے کہ بادشاہ کل مرا ہے تو آج اس کی بی بی کو گالیاں دیتا ہے اسکا جواب عیسے خاں نے یہ دیا کہ تو ایک نوکر ہے تجھے بادشاہوں کے عزیز اقارب کے باب میں دخل دینے سے کیا تعلق ہے۔ اسپر خانخاناں نے غصہ میں آنکر کہا کہ بادشاہ سکندر کا میں نوکر ہوں کسی اور کا نوکر نہیں اور مجلس سے اٹھکر باہر آیا اور امرا جو اُسکے ساتھ متفق تھے اون کو اور بادشاہ کی نعش کو لیکر قصبہ جلالی میں چلا آیا۔ اتنے میں بادشاہ سکندر بھی ماں کی طلب کے موافق ہوا کی طرح چلکر یہاں آن پہنچا۔ اور جمعہ کے دن ۱۷ شعبان ۸۹۴ھ کو اٹھارہ برس کی عمر میں کالی ندی کے کنارہ پر کسی بلند مقام میں کہ اسکو کوشک سلطان فیروز

کہتے ہین سریر بادشاہی پر جلوہ فرما ہوا۔ اور سلطان سکندر غازی خطاب ہوا بادشاہ نے باپ کا جنازہ دہلی بھیجا اور خود عیلے خان کے سر پر پہنچا اور مغلوب کرکے اُسکا گناہ معاف کردیا اور دہلی مین مراجعت کی۔ باپ کی طرح افغانون کے ساتھ برابر برادرانہ پیش آیا اور کبھی اکابر قوم کے آگے تخت پر نہ بیٹھا۔ اُس وقت اُس کے چھ بیٹے تھے۔ ابراہیم خان۔ جلال خان اسمٰعیل خان۔ حسین خان۔ محمود خان اعظم ہمایون خان اور امرا نامی ترین سے تھے جیسے خانجہان لودھی۔ احمد خان پسر خانجہان بن خان خانان فرملی۔ شیخ زادہ فرملی۔ خان خانان لوحانی اعظم خان شروانی وغیرہ۔

سلطان سکندر کا دورہ مہمات گوالیار و بیانہ

جب بادشاہ کو یہان سب طرح سے اطمینان ہوا تو اُس نے اپنی سلطنت مین انتظام کیواسطے دورہ شروع کیا۔ اول وہ پرگنہ راپری مین گیا عالم خان حرف بادشاہ علاءالدین برادر سلطان سکندر چندوار مین چند روز متحصن ہوا اور آخر کو بھاگ کر عیسیٰ خان کے پاس پٹیالی مین گیا۔ بادشاہ سکندر نے خانخانان فرملی کو راپری مین حاکم مقرر کیا اور خود اٹاوہ مین گیا اور سات مہینے یہان مقیم رہا اور عالم خان کو اعظم ہمایون سے توڑکر اپنی طرف کیا اور ولایت اٹاوہ اسکو دی اور وہان سے پٹیالی مین یہان کے حاکم عیسیٰ خان سے لڑنے کے لئے دوڑا گیا عیسیٰ خان اُس سے لڑا اور زخمی ہوکر شکست پائی اور عاجز ہوکر اطاعت کی مگر زخمون سے وہ زندہ نہ بچا۔ بادشاہ نے اپنے معتمد اسمٰعیل خان کو اپنے بھائی باربک شاہ بادشاہ جونپور پاس بہیجا تھا کہ مین آپ کی اطاعت کرتا ہون اور خطبہ مین آپ کا نام اول پڑھوا تا ہون۔ انہین دنوان مین باربک شاہ کے ہمراہیون سے رائے گنش نے سلطان سکندر کی اطاعت اختیار کی بادشاہ نے پٹیالی مین اُسکو حاکم مقرر کیا۔ اسمٰعیل خان نے باربک پاس سے آنکر کہا کہ حضور کی بات وہ نہین مانتا بلکہ لڑنے کا ارادہ رکھتا ہے سلطان سکندر نے اسپر لشکر کشی کی باربک شاہ بھی قنوج کو روانہ ہوا کالا پہاڑ اُسکے ساتھ تھا جب لشکر ایک دوسرے پاس آگئے ہنگامہ کارزار گرم ہوا تو کالا پہاڑ اپنے لشکر کو ساتھ لیکر سکندر کی فوج کے قلب مین حملہ آور ہوا اور فوج کے اندر گرفتار ہوا۔ جب اُسکو بادشاہ کے روبرو لائے تو بادشاہ گھوڑے سے اُترا

اور اُس کو گلے لگایا اور بہت ہی نوازش کر کے فرمایا کہ آپ تو میرے باپ کی جگہ ہین مجھے فرزندی
مین قبول فرمائیے کالا پہاڑ نہایت خجل ہوا اور اُس نے کہا کہ اِس احسان کے عوض مین
مین سوا اسے جان دینے کے کچھ اور اپنے پاس نہین رکھتا ع

آنچہ دارم سر سیت بر کف دست

اب مجھے گھوڑا عنایت ہو تاکہ لوازم جان نثاری بجالاؤن - بادشاہ نے اپنے گھوڑے پر اُس کو سوار کیا اور وہ سوارون کو لیکر اُس لشکر سے لڑنے لگا جس کا پہلے وہ خود سپہ سالار تھا اُس سے بادشاہ کو فتح کے لئے بڑی مدد ملی - جب باربک کے لشکر نے دیکھا کہ کالا پہاڑ ہی اُن پر حملہ کر رہا ہے اور اُس کی سپاہ دشمن سے جا ملی ہے تو وہ بھاگ نکلا شاہزادہ باربک نے بھی بڑی بہادری دکھائی مگر جب اُس کا لشکر ہی بھاگ گیا تو ناچار وہ بدآون کو بھاگا اور اُس کا بیٹا مبارک خان گرفتار ہوا سکندر نے برادر کا تعاقب کیا اور بداؤن مین اُسے جا گھیرا - باربک شاہ نے ناچار ہو کر بادشاہ کی ملازمت کی بادشاہ نے اُس کا اعزاز و احترام کر کے خوش کر دیا اور اپنے ساتھ جونپور لے گیا - اور وہان کے تخت پر بٹھایا اور اُس کی خدمت مین اپنے معتمد مقرر کئے اور اکثر مواضع مین اپنے حکام متعین کئے اور بعض پرگنے اپنے امرا مین تقسیم کر دئے اس انتظام کے دو سبب تھے اول اگر باربک شاہ کے دل مین کوئی فساد آئے تو اُس کا علاج جلد ہو جائے دوسرا سبب یہ کہ حوالی بہار مین سلطان حسین شاہ شرقی صاحب لشکر ابتک موجود تھا وہ سر نہ اٹھائے - یہان سے وہ کالپی مین آیا - اعظم ہمایون کو یہان کی حکومت سے بدل دیا اور محمود خان لودہی کو یہان حاکم مقرر کیا اور یہان سے وہ گھہر جھپر آگیا یہان کے حاکم تاتار خان نے اطاعت کی وہ بدستور مستقل مقرر کیا گیا - یہان سے قلعہ گوالیار کی طرف توجہ ہوئی - یہان کے راجہ مان پاس خلعت خاص اور گھوڑا خواجہ محمد فرملی کے ہاتھ بھیجا راجہ نے سلطان سکندر کی حکومت کو مان لیا اور ہمراہ دار اپنے بھتیجے کے ساتھ بادشاہ کی خدمت گزاری کے بھیجے - اب بادشاہ بیانہ مین گیا سلطان اشرف خان حاکم بیانہ نے بھی اخلاص کا طریقہ اختیار کیا اور بادشاہ کی ملازمت مین حاضر ہوا بادشاہ نے فرمایا کہ تم بیانہ کو چھوڑ دو اور اُسکے عوض مین جالیسر و چندوار و ماہرہ و سکیٹ لیلو عمر خان شروانی کو سلطان اشرف نے ہمراہ لیا کہ قلعہ بیانہ کی کنجیان اُسکے حوالہ کرے مگر جب وہ

تو بیوفوقی سے اپنے عہد و پیمان سے پھر گیا اور قلعہ کے دروازوں کو بند کرلیا اور اسکی پیروی ہیبت خان لوحانی حاکم آگرہ نے جو سلطان اشرف کا تابع تھا یہ کی کہ قلعہ آگرہ میں متحصن ہوا اسوقت سلطان جمنا کے کنارہ پر خیمہ زن تھا مچھلیون کا شکار کھیل رہا تھا کہ یہ خبرین اُس پاس پہونچین اُس نے ایک جماعت امرا کو قلعہ آگرہ کے محاصرہ کے لئے چھوڑا اور خود بیانہ مین گیا اور قلعہ بیانہ کا سخت محاصرہ کیا سلطان اشرف نے نہایت عاجز و تنگ ہو کر اپنے تئین بادشاہ کے حوالہ کیا اور قلعہ کی کنجیان بادشاہ کے آدمیون کو دیدین ۸۹۶ھ یا ۸۹۷ھ مین قلعہ بیانہ فتح ہوگیا۔ خانخانان فرملی بیانہ کا حاکم مقرر ہوا اور سلطان اشرف کو گوالیار کیطرف نکال دیا۔ بادشاہ نے دہلی مین مراجعت کی۔

جونپور اور پٹنے کی طرف کی لڑائیان

دہلی مین بادشاہ کو آتے ہوئے تیسرا روز ہوا تھا اور وہ چوگان کھیل رہا تھا کہ آس پاس یہ خبر آئی کہ جونپور کے زمینداروں اور راجگوتی رجپوتون نے جوگا کو اپنا سردار بنایا ہی اور ایک لاکھ سوار اور پیادے جمع کئے ہین مبارک خان لوحانی پر حملہ کرکے اُس کو شکست دی ہی اور اسکے بھائی شیر خان کو مار ڈالا ہی۔ مبارک خان پریاگ (الہ آباد) مین پرستی پال کے گھاٹ سے گنگا پار جاتا تھا کہ اس کو راے سہدیو راجہ پٹنہ نے گرفتار کرلیا ہی۔ اور باربک شاہ اس طائفہ کا یہ غلبہ دیکھکر بہرائچ مین دریا یا دین کالا پہاڑ پاس چلا گیا ہی۔ اس خبر کے سنتے ہی سلطان نے چوگان کو پہینکا اور خان جہان لودھی کے گھر جاکر یہ ساری داستان سنائی اُس نے کہا کہ کھانا تیار ہے اب پہلے وہ کھائیے اور پھر جونپور کی تیاری کیجئے۔ سلطان نے کہا کہ مین اول منزل طے کرکے کھانا کھاؤنگا غرض سفر کی تیاری کی اور دسوین روز جوگا کے قریب جا پہونچا سلطان سے دلمین باربک شاہ ملا اور دبدبۂ سلطانی سے راے سہدیو راجہ پٹنہ ایسا دبا کہ مبارک خان کو جو اُس پاس قید تھا سلطان کی خدمت مین بھیجدیا۔ بادشاہ یہان سے کاٹھ گڈہ مین گیا یہان کے زمیندار اس سے لڑے اور بھاگ گئے۔ تاریخ داؤدی مین لکھا ہے کہ جوگا کو جب خبر ہوئی کہ سلطان سکندر کا لشکر آپہونچا ہے تو وہ سارا اپنا مال اسباب چھوڑکر بھاگ گیا جب سلطان نے کہا کہ اگر وہ بھاگتا نہین تو پھر دیکھتے کہ وہ کیا دیکھتا جوگا کے خیمہ مین جب سلطان گیا تو انہین اُس کے کپڑے کھیلے پڑے ہوئے دیکھے خوشنما

دشمنون کے اس طرح فرار ہونے سے لشکر اسلام کو بہت غنیمت ہاتھ آئی سلطان نے ان کشتون کا مقابلہ قلعہ جونند (جھوند) تک گیا اس قلعہ مین سلطان حسین شرقی تھا اس پاس جوگا نے پناہ لی۔
سلطان سکندر نے قلعہ سے تھوڑے فاصلہ پر خیمہ ڈالا اور سلطان حسین شرقی کو یہ خط لکھا کہ مین آپ کو بجائے چچا کے بزرگ جانتا ہون آپ کے اور سلطان بہلول کے درمیان انچہ گذشت گذشت مجھے آپ سے کچھہ عداوت نہین ہے۔ بلکہ مین آپ کا ادب کرتا ہون اور قلعہ اور زمین جو آپ پاس ہے وہ ہمیشہ آپ پاس رہین گے مین یہان سرکش جوگا کو سزا دینے آیا ہون۔ اگر آپ اسکی گوشمالی خود کر دیجئے تو بہتر ہے ورنہ اسکو نکال دیجئے کہ مین اسکو وہ سزا دون جس کا وہ مستحق ہے وہ کافر ہے یقین ہے کہ آپ اس کی طرفداری نہین کرینگے جب سلطان حسین شرقی پاس یہ خط پہونچا تو اس نے اپنے امراء کبار مین سے میر سید خان کو ایلچی بنا کر بھیجا کہ وہ سلطان سکندر کو یہ جواب دے کہ جوگا میرا نوکر ہے اور تیرا باپ بہلول سپاہی تھا مین اس سے تلوار ہاتھہ مین لیکر لڑا تو ایک سفلہ لونڈا ہے۔ اگر تو کوئی حماقت کرے گا تو مین تجھے جوتی سے بجائے تلوار کے سمجھا دون گا۔ جب سلطان سکندر نے یہ جواب سُنا تو کہا کہ مین نے اُسکو چچا کہا ہے اس لئے مین اُس کا اب بھی ادب کرون گا۔ مین نے ایک کافر کی سزا کا ارادہ کیا ہے اگر وہ اسکی مدد کرے گا تو مجھے مجبوراً کچھہ کرنا پڑے گا۔ سارے مسلمان گواہ ہین کہ مین شیخی کی باتین نہین بگھارتا خدا کی عنایت سے جس منہ سے جوتی کا لفظ نکلا ہے اُسی پر جوتی پڑے گی۔
سلطان سکندر نے میران سید خان سے کہا کہ آپ نبی کی اولاد ہین۔ سلطان حسین کو عقل کی باتین آپ کیون نہین سکھاتے کہ وہ اپنی احمقانہ حرکتون کا خمیازہ نہ اُٹھائے۔ سید نے جواب دیا کہ مین اُسکا تابع ہون جس بات کو وہ پسند کرتا ہے مین بھی اُسے پسند کرتا ہون سلطان سکندر نے کہا کہ اقبال اور عقل آپس مین لازم ملزوم ہین جسکا ادبار آتا ہے اُسکی عقل جاتی رہتی ہے اگر خدا نے چاہا تو کل وہ بھاگیگا اور تم قید ہو کر میرے سامنے آؤگے تو اُس وقت تم کو یاد آئیگا کہ مین نے کیا کہا تھا اس لئے بہتر ہے کہ تم خود ہی اُسکو سمجھاؤ جو مین نے کہا ہے یہ کہکر سید کو رخصت کیا اور امرا کو بلا کر کہا کہ تم نے سلطان بہلول کے ساتھہ وہ کام کئے جو بھائیون اور خیرخواہ تابعین کو کرنے چاہئین اب اس میرے معاملہ مین بھی مجھے یقین ہے کہ تم وہی کام کروگے

سبکے لئے بہتر ہوگا دوسرے روز ادھر سے سلطان سکندر کا لشکر لڑنے کو تیار ہوا
اُدھر قلعہ سے سلطان حسین کا لشکر آیا۔ دونون مین کچھ لڑائی ہوئی کہ سلطان بہاگ
گیا اور میران سید خان جو ایلچی بنکر آیا تہا مع اور امرا کے گرفتار ہوکر سلطان کے
روبرو آیا تو وہ سر ننگے پاؤن پیدل تہا تو سلطان نے اُس کی طرف سے مُنہ پہیر لیا
اور کہا کہ مین اس حال مین اسے نہین دیکھہ سکتا اسے پگڑی اور گہوڑا دو جب حکم کی
تعمیل ہوئی تو اُس نے ان سردارون سے کہا تم نے اپنے آقا کے ساتھ بڑی خیرخواہی
کی مگر وہ عقل سے بیبہرہ تہا تم مجبور تھے۔ اب تم ان خیمون مین جاؤ جو مین نے تمہارے
لئے کہڑے کرا لئے ہین وہان سب طرح آرام سے رہو۔

سلطان حسین شرقی شکست پاکر جونپور کو بہاگا۔ مبارک خان نے بادشاہ سے اُس کے
تعاقب کی اجازت چاہی سلطان نے کہا کہ تحمل کرو۔ مبارک خان نے کہا اس مین تحمل
مناسب نہین ہے تو سلطان نے کہا کہ سلطان شرقی کو تم نے نہین بہگایا ہے خدا کے غضب نے
اسے بہگایا ہے تم تو وہی ہو جنہون نے اس سے کنجہ کے میدان مین شکست پائی تہی جس خدا نے
اسے نیچا دکہایا ہے اور تم کو اونچا کیا ہے وہ اُس کے کامون کو اب بہی دیکہتا ہے غرور نکرو صبر
کرو سلطان حسین کو اُس کے غرور نے ہی ڈہایا ہے بادشاہ یہ تحمل کی باتین اپنے اٹھارہوین انیسوین
برس کی عمر مین کرتا تہا سلطان حسین شرقی تو بہار کو بہاگا اور بادشاہ جونپور مین آیا اور یہان
کا انتظام دوبارہ باربک شاہ کے سپرد کیا اور خود نواحی اودہ مین چلا گیا اور ایک مہینہ کے
قریب سیر و شکار مین مشغول رہا۔ اس اثنا مین یہ تازی خبر آئی کہ زمینداروں نے ایسا
سر اٹھایا ہے کہ جونپور کو باربک شاہ اپنے قبضہ مین نہ رکھہ سکا یہ خبر سنکر بادشاہ نے حکم دیا کہ
اودہ کی راہ سے کالا پہاڑ اور اعظم ہمایون شروانی اور خانخانان لوحانی جونپور جائین اور
کڑہ کی راہ سے مبارک خان اس مطلب کے لئے جائے کہ باربک شاہ کو گرفتار کرکے میرے
پاس بہیجے حسب الحکم وہ گرفتار ہوا۔ اور بادشاہ کے روبرو آیا اُس نے ہیبت خان شروانی
اور عمر خان کے حوالہ اُسکو کردیا۔ خود نواحی جونپور سے قلعہ چنار کی طرف گیا۔ یہان حسین شاہ
شرقی کے بعض ہمراہی موجود تہے وہ اس سے لڑے اور شکست پاکر قلعہ مین جا گہسے قلعہ نہایت مستحکم تہا

اسلئے بادشاہ اُس کے محاصرہ کے لئے تہیرا اور کنتوٹ (کتہنہ) کو کپٹنے کے مضافات مین ہے
تہا چلا گیا۔ یہان کے راجہ بلبہدر دہر نے استقبال کیا اور اطاعت کی۔ بادشاہ نے اُس کو اپنے
ملک مین بحال کیا اور اریل کو روانہ ہوا اس اثنا مین رائے بلبہدر دہر کو ایسا وہم پیدا ہوا کہ تمام اسباب
وحشم چہوڑ کر پٹنے کی طرف چلا گیا۔ بادشاہ نے اسکا تمام مال اسباب اُس پاس بہیجا مگر اریل مین آکے
لوٹ لیا۔ اور اسکے تمام باغون اور مکانون کا نام و نشان باقی نہ رکہا پہر بادشاہ کڑہ کی راہ سے
دلمئو مین آیا اور یہان شیر خان لوحانی برادر مبارک خان کی بیوہ سے نکاح کیا اس زمانہ مین
یہ عورت حسن و عقل مین یگانہ تہی پہر شمس آباد مین آیا یہان چہ مہینے قیام کرکے سنبہل مین
گیا اور وہان سے پہر شمس آباد مین آیا۔ اثناء راہ مین دیوتاری کو (دیو ناگل) کو کہ متمردونکا
مادی و ملجا بن رہا تہا تباہ اور قتل کیا۔ سرکش جو یہان سے جان بچا کر بہاگے وزیرآباد مین
جا کہ چہپے انکو یہان مع وزیرآباد کے باشندون کے قتل و اسیر کیا۔ پہر بادشاہ شمس آباد
مین آیا اور یہین برسات کا موسم گذرا۔ سنہ ۹۰۱ھ (۱۴۹۶) مین رائے بلبہدر دہر راجہ پٹنے کی گوشمالی کیلئے
پٹنے کی طرف روانہ ہوا۔ راہ مین سرکشون کے دیہات کو ویران کرتا اور ان کو قتل و اسیر کرتا
کہان گہاٹی مین پہونچا یہان اسے راجہ کا بیٹا بیر سنگہ دیو لڑا اور ہزیمت اٹہا کر پٹنے کو بہاگا
لشکر اسلام اُس کے پیچہے گیا اس شکست کہانے سے وہ باپ سے ڈرتا تہا اُس کے خوف
سے وہ سرگجہ گیا۔ مگر راہ مین ایسا بیمار ہوگیا کہ مر گیا (تاریخ فرشتہ مین لکہا ہے کہ جب سلطان پٹنے
گیا تو راجہ بلبہدر دہر سرگجہ کی طرف بہاگا اور راہ مین فوت ہوگیا۔ سرگجہ کی جانب سے سلطان
سہدیو کی طرف کہ عمال پٹنے سے تہا گیا۔ یہان افیون اور کوکنار و نمک و روغن و غلہ ایسا
گران تہا کہ یہان سے بہاگ کر وہ جونپور گیا پٹنے کے اس سفر مین گہوڑون پر ایسی محنت پڑی
کہ جس کے اصطبل مین دس گہوڑے تہے نو مر گئے سلطان نے اپنے لشکر کی درستی
کے لئے جونپور مین چند مہینے قیام کیا۔

جونپور مین سلطان کی فوج پریشان ہوگئی تہی کہ لکہمی چند پسر رائے بلبہدر دہر نے سلطان حسین
شرقی کو لکہا کہ سلطان سکندر کے لشکر مین کوئی گہوڑا باقی نہین رہا اور سارا سامان جنگ تلف
ہوگیا ہے جلد آؤ ایسا فرصت کا وقت پہر نہین ہاتہ آئیگا سلطان حسین یہ سنتے ہی بڑا لاؤ لشکر

اور سو ہاتہی لیکر سلطان سکندر سے لڑنے کو بہار سے چل پڑا سلطان نے اپنے لشکر کو بے سر و سامان دیکہکر خانخانان کو سالباہن پاس بہیجا کہ اُس کو دلاسا دیکر لائے اور خود گذر کنتیت سے گنگا کے پار ہوا اور بنارس سے سترہ کوس پر دشمن کے لشکر کے پاس جا پہونچا۔ سالباہن بہی لشکر لیکر اُس پاس آگیا۔ طرفین مین لڑائی ہوئی۔ سلطان حسین کو شکست ہوئی اور پٹنہ کو وہ بہاگا کہتے ہین کہ لشکر کو چہوڑ کر سلطان سکندر نے ایک لاکہ سوار سے اُس کا تعاقب کیا مگر جب معلوم ہوا کہ سلطان حسین بہار کو گیا تو وہ نو روز مین اُلٹا آکر اپنے لشکر سے جا ملا اور پہر بہار گیا یہان سے سلطان حسین ملک کندہ کو حصار بہار مین چہوڑ کر خود کہل گانو مین کہ لکہنوتی کے توابع مین تنہا چلا گیا۔ علاء الدین بادشاہ بنگالہ نے اُسکو عزت کے ساتہ رکہا اور اسباب عیش و فراغت اُسکے لئے مہیا کیا اُس نے بادشاہی کے فکر و تردد سے باز آکر یہین باقی عمر بسر کی اُس کے ساتہہی بادشاہان جونپور کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا سلطان سکندر نے منزل دیوبارہ سے ملک کہنڈ کے سر پر سپاہ کو چڑہایا وہ بہاگ گیا اور ولایت بہار گماشتگان سکندری کے ہاتہ آئی۔ سلطان نے بہار مین محبت خان کو ایک جماعت امرا کے ساتہ چہوڑا اور خود درویش پور مین گیا اور خان جہان فرملی کو لشکر کا افسر بنا کے خود ترہت کو گیا۔ راجہ ترہت نے کئی لاکہ تنکہ کا خراج دینا قبول کیا سلطان نے تحصیل زر کے لئے یہان مبارک خان لوحانی کو مقرر کیا اور خود دوبارہ درویش پور مین آیا۔ دہلی مین خانجہان پسر خانخانان نے وفات پائی اس کے بڑے بیٹے احمد خان کو سلطان نے اعظم ہمایون کا خطاب دیا اور پہر شیخ شرف منیری کے مزار کی زیارت کو بہار مین آیا اور فقرا و مساکین کو انعام دیا اور پہر درویش پور مین آنکر علاء الدین بادشاہ بنگالہ سے لڑنے کو روانہ ہوا۔ جب قتلغ پور مین پہونچا تو علاء الدین شاہ نے اپنے بیٹے دانیال کو لڑنے کے لئے بہیجا اور سلطان سکندر نے بہی محمد خان لودہی اور مبارک خان لوحانی کو اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ جب موضع بارہ مین یہ مخالف لشکر ملے تو ان شرائط پر صلح ہوگئی کہ سلطان علاء الدین تو بہار کے ملک پر حملہ نہ کرے اور سلطان سکندر نے کسی دشمن کو پناہ نہ دے سلطان سکندر علاء الدین کے ملک کو خالی کر دے۔ سلطان نے درویش پور مین آنکر چند مہینے توقف کیا۔ یہان مبارک خان لوحانی کے مرنے کے بعد اعظم ہمایون کو اُس کی جگہ مقرر کیا۔ اور ولایت بہار دریا خان پسر مبارک خان لوحانی کو عنایت کی اُسوقت

غلہ کا محصول پڑا۔ رفاہیت خلایق کے لئے سلطان نے فرامین بہیجکر غلہ کی معمولی زکاۃ کے دینے کو منع کردیا سلطان جہانگیر کے عہد مین یہ زکاۃ دوبارہ جاری ہوئی۔ سلطان پہر قصبہ سارن مین آیا اور اُس کے گرد و نواح کے پرگنے زمینداروں سے چہین کر اپنے آدمیون کی جاگیر مین دیدیے مچہلی گڈہ کی راہ سے جونپور مین آیا اور چہہ مہینے ٹہیر اڑ پر وہ پنا کی طرف گیا۔ یہان کے راجہ سالباہن سے لڑکی بیاہنے کے لئے مانگی تہی راجہ نے انکار کیا اس گستاخی کا انتقام لینے کے لئے ۹۰۴ھ مین وہ پنا گیا اور اسکی تمام زراعت کو برباد کردیا باندہو گڈہ مین پہونچا کہ یہان کے قلعون مین سب سے زیادہ مستحکم تہا جوانون نے اُس کے فتح کرنے مین بڑی مردانگی دکہائی لیکن اسکو فتح کرنا دشوار تہا اِس لئے بادشاہ حصار کو چہوڑ کر جونپور مین آیا اور یہان ٹہیر کر امور ملکی مین مشغول رہا۔

امرار افغانی کی رنجش سلطان سکندر سے

باربک شاہ کی قید کے بعد مبارک خان کو صوبہ جونپور سپرد ہوا تہا۔ اُسکا محاسبہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ اُس نے بہت روپے کا تغلب کیا تہا۔ ہر چند اُس نے لطائف الحیل کئے اور بہت خوانین اُس کے شفیع ہوئے مگر اس سے کچہہ فائدہ نہ ہوا۔ بادشاہ نے حکم دیدیا کہ بندوبست شاہی کے موافق اس سے حاصل چند سالہ بازیافت کیا جائے۔ اِس بات پر امرار افغانی بادشاہ سے خفا ہوگئے قاعدہ ہے کہ جب کسی شرارت کے کام کو آدمی شریک ہوکر کرتے ہین تو آپسمین ایک دوسرے کے ساتھ عجب غمخواری اور ہمدردی و دلسوزی ہوتی ہے۔ افغان امیر یہ چاہتے تہے کہ خواہ ہم خزانہ ہی کیون نہ نگل جائین مگر ہم سے اس قسم کا مواخذہ نہوا کرے انہین دنون مین بادشاہ چوگان بازی کے لئے سوار ہوا عین چوگان مین ہیبت خان شروانی کا چوگان سلیمان خان پسر دریا خان کے ایسا لگا کہ اسکا سر پہٹ گیا اس بات پر آپسمین جہگڑا ہوا خضر خان برادر سلیمان خان نے قصداً چوگان ہیبت خان شروانی کے سر پر مارا اور پہر شور و غوغا ہوا۔ ہیبت خان کو محمود خان لودہی اور خانخانان نے تسلی دی اور اُسکو گہر لے گئے بادشاہ اپنے محل مین چلا گیا۔ چار روز بعد بادشاہ چوگان بازی کیلئے اثنار راہ مین ہیبت خان شروانی کے

ایک عزیز شمس خان نے خضر خان برادر سلیمان کے سر پر چوگان مارا بادشاہ نے شمس خان کی بہت لاتین لگائین اور اپنے قصر کو مراجعت فرمائی اور بعد اس کے امراء افغان سے بدگمان ہوا جن امراء کو وہ مخلص اور دولت خواہ اپنا جانتا تھا اپنی پاسبانی کے لئے اشارا کیا یہی امر مسلح ہوکر سلطان کی حفاظت کیلئے رات کو پہرہ دیتے تے۔ اس ضمن مین ہیبت خان شروانی نے بائیس سرداروں کو اپنے ساتھ متفق کرکے شہزادہ فتح خان بن بادشاہ بہلول سے کہا کہ سرداران سپاہ سکندر کی بادشاہی سے ناراض ہین اور آپکو سردار مقرر کرنا چاہتے ہین اگر فرماتیے تو سکندر کو مار کر آپ کو تخت سلطنت پر بٹھائین فتح خان نے شیخ طاہر کابلی اور اپنی ماسے اس راز کو افشا کیا۔ شیخ اور والدہ نے فتح خان کو صلاح دی کہ ان سازش کرنیوالون کے نام سلطان سکندر کو تبلا دے چنانچہ فتح خان نے یہی کیا۔ اس جماعت کی بداندیشی سے جب سلطان خبردار ہوا تو اُس نے اُسکو ادہر اُدہر بہیجکر پراگندہ کردیا اور ورجے گرا دیا۔

حاکم دہلی کو سلطان سکندر کا سزا دینا

سنہ ۹۰۵ھ مین سلطان سنبھل مین گیا اور سیر و شکار و چوگان بازی مین چار سال گذارے یہان خبر آئی کہ اصغر حاکم دہلی نے بدعملی و بدکرداری کی ہے۔ بادشاہ نے خواص خان حاکم چندیری کو حکم دیا کہ دہلی مین جاکر اصغر کو مقید کرکے ہمارے پاس بہیجدے ہنوز وہ دہلی پہونچا بھی نہ تھا کہ یکم صفر سنہ ۹۰۶ھ کو دہلی سے اصغر بہاگ کر سنبھل مین بادشاہ پاس خود آگیا۔ وہ قیدخانہ مین بہیجدیا گیا خواص خان دہلی مین آیا اور پہر بادشاہی حکم سے سنبھل مین چلا گیا اور دہلی کے انتظام کے لئے اپنے بیٹے اسمعیل خان کو چہوڑ گیا۔ سعید خان شروانی نے لاہور سے آنکر ملازمت کی وہ غدار اندیشون مین سے ایک تھا۔ اُسکو اور اُس کے ساتھ تاتار خان محمد خان اور اور بدخواہون کو اپنی سلطنت سے نکال دیا۔ وہ گوالیار کی راہ سے مالوہ اور گجرات چلے گئے۔

گوالیار و بیانہ و دہولپور اور مندریل کے معاملات

سنہ ۹۰۶ھ مین راجہ مان سنگہ رائے گوالیار نے نہال خواجہ سرا کو برسم رسالت بہت سے تحفے دیکر بہیجا۔ یہ خواجہ سرا درشت گو و بدسخن تہا۔ بادشاہ کے سوالون کے جواب ایسی بری طرح سے دئے کہ بادشاہ نے غصہ مین آنکر یہ تہدید کی کہ مین خود آنکر قلعہ کو فتح کرون گا اور سفیر کو رخصت کیا

اسی اثنا مین خانخانان فرملی حاکم بیانہ کے فوت ہونے کی خبر آئی۔ بادشاہ نے باپ کی جگہ دو بیٹون عماد اور سلیمان کو مقرر کردیا قلعہ کے مستحکم اور بہر جد ونکے محکم ہونے کے سبب سے بیانہ اکثر بہی بغاوت اور فساد رہتا تہا یہ دونون حاکم بادشاہ پاس سنبھل مین کسی بابت مین مشورہ لینے آئے تو بادشاہ نے اُنکے آنے کو نامناسب سمجہکر خواص خان کو حاکم بیانہ مقرر کردیا اور کچہہ دنون کے بعد صفدر خان کو آگرہ مین جو بیانہ سے متعلق تہا حاکم مقرر کیا اور عماد اور اسمعیل کو شمس آباد۔ جالیسر۔ منگلور۔ شاہ آباد اور بعض اور ضلعے دیدئے اسکے بعد بادشاہ نے عالم خان میواتی اور خانخانان لوہانی جاگیردار رابری کو حکم دیا کہ وہ خواص خان کے شریک ہوکر راجہ مانک دیو سے قلعہ دہولپور کو چہین لین

حسب الحکم قلعہ دہولپور پر ان سردارون نے لشکرکشی کی تو قلعہ سے راجہ باہر نکل کر لشکر کو لشکر سے ہٹانے کیلئے آیا۔ خوب محاربہ و مجادلہ ہوا۔ خواجہ بہن کہ دلاوران صف شکن مین سے تہا مارا گیا اور ہر روز آدمیون کی ایک جماعت کا خون ہونے لگا۔ تو سلطان سکندر نے اس حال کی خبر سنکر ۲ رمضان سنہ ۹۱۰ھ کو جمعہ کے دن دہولپور کی طرف سفر کیا۔ جب بادشاہ نزدیک آیا تو راجہ مانک دیو نے قلعہ اپنے متعلقین کے سپرد کیا اور خود رات کو بہاگ کر گوالیار چلا گیا مگر قلعہ کو اہل قلعہ نہ بچا سکے۔ وہ لشکر اسلام کے ہاتہہ لگا۔ سکندر نے خدا کی درگاہ مین دوگانہ شکر ادا کیا لشکر نے خوب دل کہول کر دہولپور کے قلعہ کو لوٹا۔ اور اُس کے باغات کو جن کا سایہ سات سات کوس تک پہنچتا تہا جڑ پیڑ سے اکہیڑ ڈالا۔ دہولپور مین بادشاہ ایک مہینہ ٹہیرا۔ اور یہان آدم خان لودھی اور کل امرا کو چہوڑکر گوالیار کی طرف کوچ کیا اور ندی آہی عرف میڈ کی پر اترا اور دو مہینے یہان توقف کیا۔ پانی کے خراب ہونے کی وجہ سے اس کے آدمیون مین بیماری وبا کی طرح پہیل گئی راجہ گوالیار نے بہی ملائمت کے ساتہہ صلح چاہی۔ سعید خان و بالو خان و رائے گنیش جنہون نے بادشاہ سے بہاگ کر یہان پناہ لی تہی انکو اپنے پاس سے اُس نے نکال دیا۔ اور اپنے بڑے بیٹے بکرماجیت کو بادشاہ کی خدمت مین بہیجا۔ بادشاہ نے اُسے خلعت اور اسپ دیکر رخصت کیا اور بادشاہ نے دہولپور آن کر اُس کو بہی راجہ مانک دیو کو عطا کیا اور خود بیانہ مین جو دار الحکومت تہی گیا اور برسات بہین کاٹی۔

ماہ رمضان سنہ ۹۱۰ھ مین طلوع ہلال کے بعد قلعہ مندرایل کی تسخیر کے ارادہ سے علم بلند کیا اور دہولپور کی حوالی مین توقف کیا اور فوج کو بہیجا کہ گوالیار اور مندرایل کی نواح کو تاخت وتاراج کرین اور خود قلعہ مندرایل کو جاکر محاصرہ کیا اہل قلعہ نے امان مانگکر قلعہ حوالہ کیا۔ سلطان نے بتخانون کو ڈہاکر وہان مساجد بنائین اور میان خان اور مجاہد خان کو قلعہ دیکر خود گرد و نواح مین تاخت وتاراج کے لئے گیا۔ خلق کثیر کو اسیر و دستگیر کیا اور عمارات و باغات کو غارت کیا اپنے نزدیک یہ سب مقدس کام کرکے بیانہ مین آیا۔

شہر آگرہ کی بِنا

اس سال مین لوئین ایسی چلین اور گرمی شدت سے پڑی کہ سارے آدمیون کو بخار آنے لگا سلطان سکندر کو مدتون سے یہ خیال تہا کہ جمنا کے کنارہ پر کوئی شہر ایسا بسائے کہ جس مین بادشاہ رہاکرے اور وہین لشکر کا صدر مقام ہو تاکہ اس ملک کے سرکشون کی سرکشی کا جلد علاج ہوجایا کرے اور انکو اور زیادہ سر اُٹہانے کا موقع نہ ملے سوا اسکے سرکار بیانہ کے جاگیردار اور ملازم شاہی اور کسان اکثر شکایت کیا کرتے تہے کہ ان پر ظلم بہت ہوتا ہے اِس لئے سلطان نے سنہ ۹۱۱ھ مین حکم دیا کہ بعض عالی دماغ عاقل فرزانہ جمنا کے کنارہ پر ایسے شہر کے آباد کرنے کا مقام تجویز کرکے تبلائین کہ جس سے یہ ساری خرابیان دور ہوجائین۔ غرض یہ عاقل فرزانہ دہلی سے کشتیون مین سوار ہوکر جمنا کے دونون کنارون کو خوب دیکہتے بہالتے گئے وہ مقام انہون نے انتخاب کیا جہان اب آگرہ بسا ہوا ہے جب یہ مقام تجویز انہون نے کیا تو سلطان دہلی سے متہرا گیا اور یہان بجرہ مین بیٹہا اور راہ مین سیر و شکار کرتا ہوا اُس مقام کے نزدیک پہونچا جو شہر کے آباد کرنے کے لئے تجویز ہوا تہا تو اُس کو دو بلند ٹیلے نظر آئے جو عمارات کی تعمیر کے لئے موزون معلوم ہوتے تہے۔ ہنر ملا خان سے جس کو ناٹک کہتے تہے اور بادشاہ کے بجرہ کا مہتمم تہا اُس نے پوچہا کہ اِن دونون بلند ٹیلون مین سے کونسا ٹیلہ تم کو شہر کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے اُس نے کہا کہ آگرا (اگلا) یعنی جو آگے ہے تو سلطان نے سنکر کہا کہ اِس شہر کا نام آگرا کہا جائے گا۔ بادشاہ نے فاتحہ پڑہی اور نیک ساعت مین اِس شہر کی بنا رکہی مورخ لکہتے ہین کہ آگرہ پہلے ایک قدیمی گانو تہا ہندو کہتے ہین متہرا کے راجہ کنس کے عہد مین آگرہ ایک مستحکم مقام تہا۔ راجہ جس شخص سے

خفا ہوتا اُس کو آگرہ کے قلعہ مین قید کرتا۔ آخر وہ شاہی قید یون کا قید خانہ ہو گیا۔ سلطان محمود نے اُسکو غارت کر کے پھر ایک کوردہ بنا دیا پھر سلطان سکندر نے اُسکو شہر بنایا موضع پاشی اور موضع پو یا پرگنہ ڈولی سرکار بیانہ اس شہر کی آبادی مین داخل ہوے اور سرکار بیانہ کے یاون پرگنون مین ایک اور پرگنہ آگرہ داخل ہوا پس اِس زمانہ سے اِس شہر کی آبادی کی ترقی ہوتی گئی اور پھر وہ سلاطین ہند کا پایۂ تخت ہو گیا۔ یہان سلطان قلعہ کی تعمیر کا حکم دے کر دھول پور گیا اور راے نایکدیو کو یہان سے بدل دیا اور اُس کی جگہ ملک عز الدین مقرر کیا اور پھر خود آگرہ آیا اور جاگیردارون کو اپنے اپنے علاقہ پر بھیجا۔ بعض آگرہ کی وجہ تسمیہ یہ بتاتے ہین کہ وہ اگور سے مشتق ہے جس کے معنی نمک ان کے ہین یہان کی زمین مین نمک بہت نکلتا تھا۔

آگرہ مین زلزلہ

سوم ماہ صفر سنہ ۹۱۱ھ کو آگرہ مین ایسا سخت زلزلہ آیا کہ پہاڑ بھی ہل گئے اور عمارات عالیشان گر گئین زندون نے یہ جانا کہ قیامت آئی اور مردون نے یہ سمجھا کہ حشر برپا ہوا حضرت آدم کے زمانہ سے اِس دم تک ایسا زلزلہ کبھی ہندوستان مین نہین آیا ایک فاضل نے اِس زلزلہ کی تاریخ لفظاً و معنیً مین نکالی ہے یہ زلزلہ خاص آگرہ ہی مین نہین آیا بلکہ ہندوستان کے مختلف صوبون مین ۔

در نہصد و احدی عشر از زلزلہا گردید سواد آگرہ چو مرحلہا

با آنکہ بناہایش عالی بود از زلزلہ شد عالیہا سافلہا

چنبل کے کنارہ کے واقعات

جب برسات ختم ہوئی اور سہیل طلوع ہوا تو بادشاہ نے گوالیار کی جانب سفر کیا دھول پور مین ڈیڑھ مہینے توقف کیا اور پھر چنبل ندی کے کنارہ پر گورسکے قریب نزول کیا یہان چند مہینے رہا شہزادہ ابراہیم اور جلال خان کو اور خزائن کے ساتھ یہان چھوڑ کر جہاد اور غارت بلاد کے ارادہ سے سوار ہوا جنگلون اور پہاڑون مین جو کفار چھپے ہوئے تھے اُنکو تہ تیغ کیا جسے لشکر منصور غنیمت سے مالا مال ہوا۔ غبارون کے [illegible] لشکر [illegible] ہوئی۔ اعظم ہمایون کو [illegible] غلہ کے لئے روانہ کیا راے گوالیار [illegible] راہون کو روکا مگر وہ ناکام ہو کر واپس گیا اور لشکر شاہی کو [illegible] پہونچ گئی۔ [illegible] بادشاہ پھر [illegible] ہوا

موضع جتاور (جیتور) مین پہونچا۔اور یہان سے طلایہ پاسبانی لشکر کے لئے دس کوس آگے غنیم کی جانب پہونچا تو راسنے گوالیار کی فوج مراجعت کے وقت کمین سے نکلکر لڑی اور سخت لڑائی ہوئی۔ داؤدخان اور احمدخان کی دلیری سے دشمنون کو شکست ہوئی اور راجپوت بہت قتل اور اسیر ہوے۔ان سردارون پر بادشاہ نے بڑی نوازش کی۔داؤدخان کو خطاب ملک داؤدکا دیا۔اور خود آگرہ مین آکر برسات عیش وعشرت کے ساتھ بسر کی۔

آونت گڈہ کی فتح

سنہ ۹۱۲ھ مین قلعہ آونت گڑہ (اودیت نگر۔ تہنکر) کی طرف متوجہ ہوا۔جب دہول پور مین پہونچا تو یہان توقف کیا اور عمادخان فرملی اور مجاہدخان کو دس ہزار سوار اور سو ہاتھیون کیساتھ قلعہ مذکور کی جانب آگے روانہ کیا اور ۲۳۔ذی الحجہ کو خود آنکر قلعہ کا محاصرہ کیا اُس کو وہ قلعہ گوالیار کی فتوح کا مقدمہ جانتا تہا اس لئے تمام سپاہ کو حکم دیا کہ جنگ وپیکار کے لئے مستعد ہو اور قلعہ کی تسخیر مین ہمت صرف کرے خود اس ساعت سعید مین کہ اختر شناسون نے مقرر کی میدان جنگ مین گیا اور چارون طرف سے لڑنا شروع کیا۔مور وملخ کی طرح قلعہ کی دیوارون پر سارے لشکری چمٹ گئے اور مردانگی اور مردی کی داد دی۔ملک علاءالدین کی جانب قلعہ کی دیوار شق ہوئی اور اُس مین سے قلعہ کے اندر مردانہ وار جوان گہس گئے ہرچند قلعہ کے آدمیون نے فریاد الامان مچائی مگر کسی نے نہ سنا قلعہ کو تسخیر کرلیا۔راجپوت اپنے گہرون اور مکانون مین جاتے اور اپنے اہل وعیال کو جلاتے اور مارتے اور پہر لڑتے اس طرح راجپوت بہت قتل ہوئے۔اس اثناء مین ملک علاءالدین کی آنکہہ مین تیر لگا۔دیدہ دوربین اسکا بے نور ہوا۔بعد فتح سلطان نے لوازم شکر الہی بجالاکر قلعہ کو سبکین خان پسر مجاہدخان کو سپرد کیا اور ہدایت کی کہ بتخانون کو ڈہاکر مسجدین بنائے۔مگر جب بادشاہ نے یہ بات سنی کہ مجاہدخان نے یہان کے راجہ سے رشوت لی ہے کہ وہ سلطان کو سمجہاکر اس ملک سے باہر لیجائے تو اُس نے ملک تاج الدین کو یہ انکا قلعہ سپرد کیا اور دہولپور مین جو خواہین تہے انکو لکہہ بہیجا کہ مجاہدخان کو گرفتار کرلین۔

آگرہ کا سفر ہیبت ناک

محرم سنہ ۹۱۱ھ مین بادشاہ نے آگرہ کی طرف مراجعت کی راہ ایسی ناہموار اونچی نیچی تھی کہ بادشاہ نے ایک دن قیام کیا کہ لوگ آرام کرین مگر یہان اس دن پانی کی کمیابی سے سارے لشکر کو سخت تکلیف ہوئی بار برداری کے جانورون مین وہ ہلچل پڑی کہ جھکلے پاؤن کے نیچے آدمی کچلے گئے پانی کا ایک کوزہ پندرہ تنکہ سکندری کو بکتا تھا بعض آدمیون کو پانی ملا تو وہ اتنا پی گئے کہ مر گئے بعض پیاسے ہی مر گئے جب بادشاہ کے حکم سے ان مُردون کا شمار ہوا تو وہ آٹھ سو تھے۔ ۲۷ محرم کو بادشاہ دھولپور مین پہونچا اور چند روز توقف کرکے دار السلطنت آگرہ مین تشریف لایا یہان برسات کا موسم کاٹ سہیل کے طلوع ہوتے ہی نرور کی مہم مین مصروف ہوا۔

نرور کی مہم

سنہ ۹۱۲ھ مین قلعہ نرور کی تسخیر کی عزیمت کی جو مالوہ کے توابع مین تھا اور ہندوون کے پاس تھا کالپی کے حاکم جلال خان کو حکم ہوا کہ پیشتر جاکر نرور کا محاصرہ کرے اور لشکر اکٹھا کرے جلال خان نے سلطان کے حکم کے موافق نرور کا محاصرہ کیا۔ یہان سلطان بھی جلد آکر محاصرہ مین شریک ہو گیا۔ دوسرے روز بادشاہ سوار ہوا کہ وہ قلعہ محصور کی طاقت دیکھکر محاصرین کے کامون کو آزمائے جلال خان نے اپنی سپاہ کے تین حصے کئے کہ ایک حصے مین پیدل اور دوسرے حصے مین سوار تیسرے حصے مین ہاتھی تھے سلطان سکندر کو اس لشکر کے دیکھنے سے حیرت ہوئی اس نے یہ ارادہ کیا کہ جلال خان کی طاقت کو بتدریج گھٹانا اور حکومت سے معزول کرنا چاہیئے۔ محاصرہ آٹھ کوس کا تھا ہر روز لڑائی ہوتی اور طرفین کے آدمی ہلاک ہوتے آٹھ مہینے کے بعد معلوم ہوا کہ بعض معتبر آدمی اُسکے لشکر کے اہل قلعہ سے سازباز رکھتے ہین ایک دن بادشاہ محل پہ گھیرا سیر کر رہا تھا کہ قلعہ کے ایک جانب شگافتہ ہوئی اس کو اسی ساعت اہل قلعہ نے مسدود کر لیا۔ بادشاہ نے جانا کہ اہل قلعہ سے میرے بعض امرا سازش رکھتے ہین اس لئے اُس نے جلال خان کو متنبہ کر کے قلعہ ہتکانت گڈھ مین بھیجدیا اور پھر اہل قلعہ کیطرف پانی اور غلہ سے ایسا تنگ کیا کہ انہون نے امان چاہی اور باہر آئے قلعہ فتح ہو گیا سلطان قلعہ کے نیچے چھ مہینے مقیم رہا۔ اور ۲۸ شعبان سنہ ۹۱۳ھ کو وہ یہان سے روانہ ہوا اس عرصہ مین بتخانون کو گرا کر اون کی جگہ مسجدین بنائین اور مفتی اور خطیب مقرر کئے اور علما و طلبا کے وظیفے مقرر کئے یہین کا مشہور نام اسکو بنا دیا سلطان کو یہ

خیال یہی آیا کہ قلعہ مذکور ایسا مستحکم ہے کہ اگر کسی دشمن کے ہاتھ مین آگیا تو پھر اُس کا دوبارہ لینا مشکل ہوگا اسلئے اُس کے گرد ایک اور حصار بنوا کر اُس کو اور زیادہ مستحکم کر دیا۔

ہتکانت لکھنو چندیری ناگور سیوس پور کے واقعات

نرور سے سلطان چلکر قصبہ لہر مین پہنچا یہان ایک مہینے توقف کیا یہان قطب خان لودھی کی زوجہ عفت مآب معصومہ شاہزادہ جلال خان یعنی شہزادہ کے ساتھ آئی سلطان اس سے ملنے گیا اور اُنکی کمال دلجوئی کی اور شاہزادہ کی جاگیر مین سرکار کالپی عطا کی۔ اور ایک سو بیس گھوڑے اور پندرہ زنجیر فیل اور نقد مبلغ عطا فرمائے اور کالپی کو رخصت کیا۔

۹۱۵ھ / ۱۵۰۹ مین سلطان ہتکانت کی طرف متوجہ ہوا اور دار الملک سے مقام گوالیار کو چلا جب لشکر ہتکانت مین پہونچا تو اُن مفسدون کی سرکشی کے سر پر لشکر بھیجا اور باغیون کے خس و خاشاک سے اس ملک کو پاک کیا اور جابجا تھانے مقرر کئے اور خود بادشاہ آگرہ چلا آیا۔

اُسی وقت خبر آئی کہ احمد خان پسر مبارک خان حاکم لکھنو نے کافرونکی صحبت مین پڑکر ارتداد اور الحاد کا طریقہ اختیار کیا ہے اور دین اسلام سے پھر گیا ہے۔ بادشاہ نے احمد خان کے چھوٹے بھائی محمد خان کو بھیجا کہ اُس کے گلے مین طوق ڈالکر حضور مین بھیجے اور اُس کے منجھلے بھائی کو لکھنؤ مین حاکم مقرر کیا۔

۹۱۳ھ مین شہزادہ شہاب الدین بن سلطان ناصر الدین سلطان مالوہ نے باپ سے رنجیدہ ہوکر سلطان سکندر پاس آنے کا ارادہ کیا۔ اور چندیری سے چلکر جب سپہری علاقہ مالوہ مین آیا تو بادشاہ نے اسکے پاس خلعت اور گھوڑا بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ اگر تم چندیری کو ہمارے حوالہ کرو تو پھر ایسی امداد تمہاری کردیجائے گی کہ سلطان ناصر الدین سے تمہاری صلح ہوجائے گی اور وہ تمہارا کچھہ نہ کرسکیگا۔ مگر شہاب الدین نے یہ خیال کیا کہ چندیری حوالہ کردینے پر میرا حصہ کا راستہ ہوگا اسلئے وہ اُلٹا چندیری چلا گیا سلطان نے قلعہ چندیری کے پاس ایک اور قلعہ تعمیر کرایا۔

۹۱۶ھ مین سلطان ناصر الدین مالوی کا پوتا محمد خان اپنے دادا کے قہر و غضب سے ڈر کر سلطان سکندر کی پناہ مین آیا۔ بادشاہ نے شاہزادہ جلال خان کو حکم دیا کہ اپنے محمد خان کی جاگیر مین سرکار

چندیری دی وہ وہان رہے گا تم اُسکے ایسے مدد و معاون رہو کہ مالوہ کی سپاہ سے اُسکو کوئی سبب نہ پہونچے پہر سلطان سکندر سیر و شکار کے لئے دہولپور گیا اور آگرہ سے دہولپور تک اُس نے ہر منزل پر قصر و مکانات بنوائے ۹۱۶ھ ۱۵۱۰ء مین جب سلطان سکندر کی سلطنت کو استحکام ہو گیا اور وہ سیر شکار مین مصروف تہا تو ایک ور ریاست اُسکو اس طرح ہاتہ لگ گئی کہ ناگور کے حاکم محمد خان کے دو رشتہ دار علی خان اور ابوبکر تہے اُنہون نے سازش کر کے یہ ارادہ کیا کہ محمد خان کو مار ڈالئے اور اُس کے ملک پر قبضہ کر لیجئے۔ مگر محمد خان کو اس سازش کی خبر ہو گئی اُس نے اُنکی کوئی تدبیر چلنے نہ دی اور ارادہ کیا کہ اُنکو گرفتار کر کے سخت سزا دے اس خوف سے یہ دونو بہاگ کر سلطان سکندر پاس آئے محمد خان نے جب یہ دیکہا کہ یہ دونو اس سلطان عالی شان کے پاس پناہ لے گئے ہین تو عاقبت اندیشی اُس نے یہ کی کہ بادشاہ کے پاس بہت سے تحفون کے ساتہ عرایض اخلاص آمیز بہیجین اور اپنے ملک ناگور مین بادشاہ کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا بادشاہ اُس کی اس اطاعت سے ایسا خوش ہوا کہ اُنکو خلعت اور گہوڑا بہیجا۔ اب دہول پور سے بادشاہ آگرہ مین آیا اور کچہ دنون بزم آرا رہا اور پہر دہولپور چلا گیا۔ اس زمانہ سے یہ سمجہنا چاہئے کہ بیانہ کے علاقہ سے آگرہ نکل کر دار السلطنت ہو گیا۔

بادشاہ نے سلیمان پسر کو جاپ خان خانان فرملی کو حکم بہیجا کہ وہ اپنے لشکر و حشم کے ساتہ آونت گڈہ (دہونت گڈہ) اور حدود شیوپور مین جا کر حسین خان نو مسلم کی کمک کرے اُس نے اس حکم کی بجا آوری مین یہ عذر کیا کہ مین حضور کی خدمت سے دُور ہونا نہین چاہتا اس سبب بادشاہ اُس سے آشفتہ خاطر ہو گیا اور اُسکو اپنی خدمت سے دور کر دیا اور کہدیا کہ صبح تک اپنا جتنا مال لشکر گاہ سے لیجانا چاہے لیجائے ورنہ جو مال باقی رہیگا صبح کو لٹوا دیا جائیگا۔ اور پرگنہ رابری بہ معاش کے لئے اُس کو دیدیا کہ وہان جا کر رہے۔

انہین دنون مین بہجت خان حاکم چندیری نے جو باپ دادا کے وقت سے سلطان مالوہ کا مطیع تہا سلطان محمود سلطان مالوہ کی مملکت مین فتور دیکہکر بادشاہ سکندر پاس بہت تحفے تحائف بہیجے اور اس وسیلہ سے اُسکا متوسل ہوا۔ بادشاہ نے عماد الملک پدہ کو کہ جسکا نام احمد خان تہا چندیری بہیجا کہ بہجت خان کے ساتہ ہو کر وہ چندیری مین بادشاہ کے نام کا خطبہ جو ضلع چندیری مین پڑہا ہوا ہے۔ بادشاہ آگرہ مین آیا

اور اپنی عادت معہود کے موافق اطراف سلطنت مین اُس نے بہجت خان کی اطاعت کا اور ولایت چندیری مین خطبہ پڑہے جانے کا اور فتوحات تازہ کے حاصل ہونے کا اشتہار دیدیا اور مصلحت ملکی کے سبب بعض امرا کو تغیر و تبدل کیا سعید خان اعیانی مبارک خان لودہی و شیخ جمال فرملی و رائے اگرسین کچھواہہ و خضر خان و احمد خان کو چندیری بھیجا اور انہون نے اس ضلع پر قبضہ کرکے اپنے تئین مستقل کرلیا اور حسب الحکم شہزادہ محمد خان نبیرہ سلطان ناصر الدین کو شہر بند کرکے ملک کی سلطنت جیسی تہی بظاہر برقرار رکہی بہجت خان حاکم چندیری نے جب یہ دیکہا کہ بادشاہی اہلکارون نے سارا کاروبار حکومت لے لیا تو یہان اپنا رہنا مناسب نہ جانا بادشاہ پاس چلا گیا ان دنون بادشاہ کی طبیعت حسین خان حاکم سارن سے منحرف تہی حاجی سارنگ کو اس طرف بھیجا اُس نے اپنی حسن تدبیر سے اُس کے لشکر کو اپنی طرف کرلیا اور اُسکی قید کی فکر مین ہوا جب اُسکو خبر ہوئی تو وہ علاء الدین شاہ والی بنگالہ پاس چلا گیا۔

سنہ ۹۲۲ھ مین علی خان ناگوری کو وسیع سرکار شیوپور مین تعین کیا اُس نے دولت خان حاکم رنتھنبور جو محکوم سلطان محمود مالوہی کا تہا موافقت پیدا کرکے بادشاہ کی اطاعت کی ترغیب دی اور یہ ٹہیرایا کہ بادشاہ پاس جاکر قلعہ مذکور کو پیشکش مین دیدے۔ اس باب مین علی خان ناگوری کا عریضہ بادشاہ پاس آیا تو وہ بہت خوش ہوا اور اس طرف جانیکا قصد کیا اور نواح بیانہ مین چار مہینے شکار کہیلتا رہا اور مشائخ کبار کی زیارت کرتا رہا اور اس عرصہ مین شہزادہ دولت خان اور اُس کی مان سے کہ قلعہ رنتھنبور کے مالک تہے بہت سے وعدے اُس لئے کئے کہ بہت جلد بادشاہ کی ملازمت کے لئے دولت خان روانہ ہوا اُس کے استقبال کے لئے بادشاہ نے اپنے امرا کو بہیجا۔ یہ امرا اُسکو بڑی عزت کے ساتھ لشکر مین لائے بادشاہ نے اس سے ایسی ملاقات کی جیسے کوئی فرزندون سے کرتا ہے خلعت اور چند زنجیر فیل اُسکو عنایت کئے اور قلعہ رنتھنبور کے سپرد کرنے کی فرمایش کی۔ مگر اتنا تہا کہ علی خان ناگوری مخالف ہوگیا اور دولت خان کو صلاح دی کہ قلعہ مذکور کو نہ دے۔ بادشاہ کو جب اسکا حال معلوم ہوا تو اسکو سرکار شیوپور سے بدل دیا اور اُس کی جگہ پر اُس کے بھائی ابوبکر خان کو مقرر کردیا اور چونکہ موسم کے سبب سے گرمی غالب تہی زیادہ توقف نہین کیا پہر وہ اپنی دار الخلافہ مین چلا آیا۔

وفات سلطان سکندر

بادشاہ اب مرض مین مبتلا ہوا۔ مگر وہ مرض کو کچھہ خاطر مین نہ لایا اور اسی حال مین دربار کرتا اور سوار ہوتا مگر رفتہ رفتہ یہ نوبت پہونچی کہ سانس کی آمد ورفت بند ہوئی حلق کے نیچے نوالہ نہ اُترتا۔ روز یکشنبہ ساتوین ماہ ذیقعدہ ۹۲۳؁ھ ۱۵۱۷؁ء کو دارالسرور کو تشریف فرما ہوا۔ جنات الفردوس تاریخ وفات ہے اور مدت سلطنت ۲۸ سال ۵ ماہ ہے۔ جب سلطان سکندر نے دیکھا کہ مرض سے میری حالت غیر ہوئی جاتی ہے تو اُس نے اپنے امام شیخ لادن دانشمند سے پوچھا کہ ان گناہون کا کفارہ کسقدر ہوتا ہے قضاء نماز و روزہ۔ داڑھی منڈانا۔ شراب پینا۔ آدمی کے ناک کان کاٹنے۔ ان گناہون کے باب مین اپنی راے لکھہ کر میرے پاس بہیجدے۔ شیخ لادن نے ان گناہون کے کفارہ کی تفصیل لکھکر سلطان پاس بہیجدی۔ سلطان نے اپنے وقایع نگار کو حکم دیا کہ اُسکے عہد سلطنت کے روزنامچے کو دیکھکر یہ تحقیق کرے کہ ایسے گناہ جو اوپر بیان ہوئے کتنے ہوئے شیخ لادن سے پوچھ کر ان گناہون کے کفارہ کا تخمینہ لکھہ بہیجے جس سے مجھے معلوم ہو کہ کتنا سونا مجھے دینا چاہیے غرض جب سلطان کے روبرو یہ تخمینہ پیش ہوا تو اُس نے خزانچی کو حکم دیا کہ علماء کو اسقدر سونا دیدو مگر خزانہ عامرہ مین سے ایک پھوٹی کوڑی نہ لی جائے علماء کو اسپر حیرت ہوئی اور اُنہون نے خزانچی سے پوچھا کہ یہ زر مطلوبہ خزانہ کے سوا کہان دہرا ہوا ہے تو خزانچی نے کہا کہ سلطان کے پاس جو سلاطین تحفے تحائف بہیجتے تہے اور بعض امراء سپاہ دیدیتے تہے ان سب کا حساب سالانہ طیار ہوتا تہا تو بادشاہ حکم دیتا تہا یہ سب روپیہ خزانہ سے علیحدہ رکھا جاے کہ مین جب چاہون اُسکو اپنی مرضی کے موافق خرچ کرون یہ بات سُنکر سب علما اُسکی نیکیون کی تعریف اور مدح و ثنا کرنے لگے۔

حکایات وفات

اگرچہ یہ حکایات پایۂ تاریخ سے ساقط ہین مگر دلچسپ بڑی ہین اسلئے ہم تاریخ داؤدی سے نقل کرتے ہین بادشاہ کو جو یہ بیماری ہوئی کہ حلق سے دانہ پانی نہ اترتا تہا اور سانس رکتا تہا اُسکی وجہ یہ لکھی گئی ہے کہ ایکدن حاجی عبدالوہاب نے سلطان سکندر سے کہا کہ تم مسلمان بادشاہ ہو اور داڑہی منڈاتے ہو

رکھتے ہو یہ امر سب کے لئے شرع اسلام کے خلاف ہے اور خاصکر بادشاہ کے لئے تو اور بھی زیادہ براہے سلطان سکندر نے اسکے جواب مین کہا کہ انشاء اللہ میرا ارادہ ہو کہ ڈاڑہی رکھونگا۔ اُسپر شیخ عبدالوہاب نے کہا کہ ع درکار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست ؛ نیک کام کے کرنے مین تاخیر نہین چاہیئے۔ بادشاہ نے کہا کہ میری داڑہی چگی ہو اگر وہ بڑہے گی تو چہرہ پہ کہلے گی نہین بُری معلوم ہوگی اور لوگ اسکو بُرا کہینگے تو گنہگار ہونگے مین یہ نہین چاہتا کہ مسلمان میرے سبب سے گنہگار ہون حاجی صاحب نے کہا کہ مین اپنا ہاتہہ آپکے چہرہ پہ پھیرتا ہون اگر خدا نے چاہا تو داڑہی بہری نکل آئیگی اور بڑی داڑہی والے آپکو سلام کرنے لگین گے اور کسی کی مجال نہو گی کہ اسپر ہنسے۔ سلطان سکندر نے سر جھکا لیا اور جواب کچھہ نہ دیا۔ اسپر حاجی صاحب نے کہا کہ اے شاہ عالم مین آپکے سامنے ایک حق بات کہتا ہون اور آپ مجھے جواب نہین دیتے۔ سلطان نے کہا کہ مین داڑھی جب رکھونگا کہ میرے پیرومرشد مجھے داڑھی رکھنے کا حکم دینگے حاجی صاحب نے پوچھا کہ حضور کے پیر کون ہین سلطان نے کہا کہ میرے پیر کبھی کبھی میرے پاس تشریف لاتے ہین منگاسو علاقہ جلیسر مین وہ رہتے ہین حاجی صاحب نے پوچھا کہ وہ خود بھی داڑھی رکھتے ہین یا صفاچٹ کرلیتے ہین سلطان نے کہا کہ داڑھی نہین رکھتے تو حاجی صاحب نے کہا اگر اُسنے میری ملاقات ہوگی تو مین اُسے یقین دلادونگا کہ وہ غلطی کرتا ہے سلطان یہ سُنکر چُپکا ہو گیا۔ اور حاجی کیطرف سے منہ پھیر لیا۔ حاجی صاحب سلام علیک کر کے مجلس سے رخصت ہوئے تو سلطان نے حاجی صاحب کے چلے جانیکے بعد کہا کہ حاجی اپنی پند و وعظ سنانے مین بڑی غلطی کرتا ہے اور میری مہربانیون کے سبب سے بڑا گستاخ ہو گیا ہے وہ یہ سمجھتا ہو کہ میری ذات ہی مین کچھہ فخر ہے کہ جو لوگ میرے سامنے آتے ہین وہ میرے قدمو پر اپنا سر رکھتے ہین وہ نہین سمجھتا کہ اگر آج مین اپنے غلامون مین سے کسی ایک کو یہ اعزاز دون کہ وہ میرے پاس پالکی مین بیٹھکر آیا جایا کرے اور سارے امرا اُسکو کندہا دیا کرین تو لوگ اُسکی تعظیم ایسی ہی کیا کرین کہ جیسی حاجی کی کرتے ہین عبدالجلیل نے بادشاہ کا کہنا حاجی صاحب سے کہدیا حاجی صاحب نے عبدالجلیل کے کندہون پر ہاتہہ رکھکر کہا کہ تو یقین جان کہ بادشاہ نے مجھہ سید آل نبی کو غلام سے تشبیہ دی خدا نے چاہا تو ایکدن اُسکا حلق بند ہوجائیگا۔ حاجی صاحب آگرہ کو چھوڑکر بغیر بادشاہ سے رخصت ہوئے دہلی گئے اس سے کچھہ دنون بعد بادشاہ کے حلق مین مرض ہوا اور روز بروز بڑہتا گیا۔

سلطان سکندر کے خصایل وعادات اور انتظامات اوراور حالات

بعض تاریخون مین سلطان سکندر کے مناقب ومفاخر اسقدر بیان کئے ہین کہ انمین بڑا مبالغہ معلوم ہوتا ہی مگر ہم طبقات اکبری وتاریخ فرشتہ وتاریخ داودی سے وہ باتین اُسکی لکھتے ہین کہ جو صحت سے قریب ہین سلطان سکندر مشہور بادشاہون مین سے ایک تہا۔ وہ حُسن اخلاق اور سخاوت مین بہت مشہور تہا اُسکی طبیعت سادگی پسند تہی۔ وہ مراسم ولباس شاہانہ مین تکلف کو پسند نہین کرتا تہا۔ بداخلاق ورند اوباش آدمی اُسکے پاس پہٹکنے نہ پاتے تہے۔ اُسکو علما وفقہا وصلحا کی صحبت مرغوب تہی۔ جمال ظاہری سے آراستہ اور حُسن باطنی سے پیراستہ تہا وہ اپنی ہولنے نفسانی کا پابند نہ تہا اور نہایت خداترس اور بندگان خدا پر مہربان تہا وہ عادل وشجاع تہا قوی وضعیف کو وہ ایک نظر سے دیکہتا تہا وہ شہادت لینے مین مقدمات کے فیصلہ کرنے مین اور امور سلطنت کے انتظام مین اور رعایا کے خوش کرنے مین ہمیشہ مشغول رہتا تہا اور مصیبت زدون کی خود مدد کرتا تہا وہ جس محاصل کی جاگیر کسی شخص کو دیتا جاگیردار کو اس محاصل مقررہ سے خود کتنا ہی زیادہ روپیہ وصول ہوتا تو وہ خود نہ لیتا جاگیردار ہی کو دیدیتا۔ جاگیردار بہی ایسے ایماندار رہتے کہ وہ محاصل کی افزایش کو کبہی نہ چہپاتے اور سچ سچ بتاتے۔ اگر کہین گڑا ہوا خزانہ دفینہ کیسا ہی بڑا کسی شخص کو ملجاتا تو وہ نکالنے والے کو دیدیتا اور اُس کی طمع نہ کرتا۔ دریاخان وکیل کو حکم تہا کہ عدالت کے اندر پہر رات گئے تک بیٹہے۔ ایک قاضی معہ بارہ علما کے مقدمات کا فیصلہ کرتا اور خاص جوان غلام ان مقدمات کی خبر رسانی کے لئے مقرر رہتے کہ بادشاہ کو خبر کرین ظہر کی نماز پڑہکے وہ مجلس علما مین جاتا اور قرآن شریف پڑہتا جماعت کے ساتھ مغرب کی نماز پڑہکر وہ اپنی حرم سرا مین جاتا اور ایک گہنٹہ ٹہیرتا اور پہر خلوت خاص مین رہتا۔ رات کو جاگتا دن کو دوپہر مین سوتا رات مین ان کامون کے کرنے کو پسند کرتا کہ مستغیثون کی فریادرسی۔ امورات سلطنت کی اصلاح مفرامین کی تحریر۔ سلاطین وقت کے نام خطوط نویسی۔ پسرسے جید اور ستقدبہترہ عالم اُسکی خلوت خاص مین رہتے تہے۔ آدہی رات کے بعد وہ کہانا منگاتا تو یہ سترہ عالم ہاتہہ دہوکر اُس کے سامنے بیٹہتے اور وہ خود ایک کوچ پر بیٹہتا اور کوچ کے آگے ایک بڑی میز

برابر پچھا ئی جاتی اور اُسپر اُس کے روبرو اور اُن سترہ عالمون کے سامنے کھانا چنا جاتا بادشاہ کھانا کھاتا۔ مگر یہ عالم اُس کے روبرو کھانا نہین کھاتے تھے۔ بلکہ جب بادشاہ کھانا کھا چکتا تو یہ عالم کھانا اُٹھوا کے اپنے گھر لے جاتے اور وہان کھاتے بعض مورخون نے یہ لکھا ہے کہ بادشاہ اپنی حفظ صحت کے لئے چھپا کر کچھہ شراب بھی پیتا تھا۔

اُس نے اپنی تمام سلطنت مین مساجد بنوائین اور اُن مین واعظ۔ قاری۔ جاروب کش مقرر کئے جنکو ماہ بماہ درماہہ ملتا تھا۔ ہر جاڑے مین وہ کپڑے اور شالین محتاجون کو تقسیم کرتا تھا۔ اور جمعہ کے روز روپیہ کی ایک مقدار معین تھی کہ وہ خیرات کرتا تھا۔ اُس کے حکم سے شہر مین ہر روز کئی جگہہ پکی خوراک محتاجون کو تقسیم ہوتی تھی۔ رمضان مبارک اور بارہ وفات مین وہ مساکین اور مستحقون کو شاہانہ خیرات دیتا تھا۔ اُس نے حکم دے رکھا تھا کہ ششماہی مین اوس کی سلطنت مین جو مساکین اور مستحق ہون اُن کی مفصل حالت کی کیفیت اُس کے روبرو پیش ہو جب یہ کیفیت پیش ہوتی تو مستحقین کو اُنکی احتیاج کے موافق اتنا روپیہ دیدیتا کہ وہ چھہ مہینے تک اُسمین اپنا گذارہ کرتے مختلف شہرون مین خزانہ اس کام پر مقرر ہوتے کہ وہ خزانہ شاہی سے محتاجون کی احتیاجون سے واقف ہو کر روپیہ دلادین۔ بادشاہ کی دیکھا دیکھی اور اہل جاہ و امرا و علما و مشایخ بھی محتاجون اور مساکین کا وظیفہ اور مدد معاش حسب شریعت مقرر کرتے جس کے سبب سے وہ بادشاہ کے نزدیک معزز و مستحسن رہتے اور وہ اُنسے کہتا کہ تمنے یہ باتیں خیر کا بیج بویا اس مین تم کو نقصان نہ ہوگا اس بادشاہ کے مبارک عہد مین زراعت خوب ہوتی اشیا کی ارزانی رہتی سوداگر۔ کسان۔ اور مخلوق خدا اپنے اپنے پیشے و کام کو نہایت آسایش اور آرام سے کرتے۔ جو کوئی اُسکے پاس نوکری کیلئے آتا تو اُسکے حسب نسب کا حال پوچھتا اور اُس کے باپ دادا کے حسب حال اُسکو نوکری ور جاگیر دیتا اور امیدوار کے گھوڑے اور ہتیار وغیرہ دیکھتا اور اُس کو حکم دیتا کہ جاگیر کی آمدنی سے اپنا ساز و سامان کرے۔ اُس کے عہد مین اور سب پیشون مین سپاہی کا پیشہ زیادہ ممتاز و معزز تھا اُس کی ساری سلطنت مین راہزنون اور چورون کا کہین پتہ نہ تھا سب سڑکین امن و امان مین رہتی تہین۔ اُسنے اُن ہندوؤن کو بھی جاگیرین اپنے ملک مین دیدی تہین جنہون نے اسلام کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ مگر جو شخص سرکشی اور بغاوت کرتا وہ قتل ہوتا یا جلا وطن۔ اُس کا یہ دستور تھا کہ جب لشکر

کو کسی مہم پر بہیجتا تو ہر روز اُس کو دو فرمان بہیجتا۔ ایک صبح کی نماز کے وقت فرمان پہونچتا اُس مین یہ حکم ہوتا کہ لشکر سفر کرکے کہان قیام کرے اور دوسرا حکم ظہر کی نماز کیوقت پہونچتا کہ لشکر قیام کرکے کیا کیا کام کرے۔ سرایو نمین گہوڑ ونکی ڈاک تیار رہتی اگر لشکر پانسو کوس پر بہی جاتا تو اس قاعدہ مین فرق نہ آتا سلطان سکندر کو اپنے مذہب کا تعصب بڑا تہا۔ اُس نے مختلف مقامات پر ہندؤون کے معابد کو ڈہا کر خاک کی برابر کردیا تہا متہرا کے بڑے بڑے مندر جو ہندؤون کے مرجع تہے بالکل غارت کردئے اور مندرون کے کاروان سرائے اور مدرسے بنادئے۔ بتون کو توڑ کر انکے پتہرون کو قسائیون کے حوالہ کیا کہ وہ اُنکے بٹ بنا کر گوشت تولین۔ یہان کے تمام ہندؤون کو منع کردیا کہ وہ داڑھی اور سر نہ منڈائین اور اشنان نہ کرین۔ تمام مراسم بت پرستی کو بند کردیا۔ یہ حال ہوگیا تہا کہ اگر متہرا مین ہندو داڑہی یا سر منڈانا چاہتا تو اُسکو نائی میسر نہ ہوتا۔ ہر شہر مین مراسم اسلام کے موافق کام ہوتا۔ ہر جگہ نمازین پڑھی جاتین اذانین پکار کردی جاتین۔ ادنے اعلےٰ سب کو علم کا شوق ہوگیا۔ اس عہد مین بعض تاجر بہت دولتمند ہوگئے تہے۔ اور اُنکو یہ شوق پیدا ہوگیا کہ ایک دوسرے سے خرچ زیادہ کرے

اُس نے حکم دیدیا تہا کہ ہر جاگیر دار املاک اور وظائف سے کسی طرح کا محصول نہ لے۔ حکم تہا کہ گانو سے مویشی بیگار مین نہ پکڑے جائین۔

یہ دستور تہا کہ جب کوئی امیر و افسر سنتا کہ بادشاہ کا فرمان میرے پاس آیا ہے تو وہ اُسکے استقبال کے لئے دو تین کوس جاتا اور ایک صفہ (چبوترہ) بنایا جاتا جسپر فرمان برہتا اور وہ امیر اس چبوترہ کے نیچے کہڑے ہوکر دونو ہاتہون سے فرمان لیتا اور سر و چشم پر رکہتا۔ اگر وہ فرمان اُنکی ذات خاص کا ہوتا تو وہ خود ہی اُسکو اپنے آپ پڑہتا اور اگر وہ فرمان تمام رعایا کے لئے ہوتا تو وہ مسجدون مین منبرون پر پڑہا جاتا۔ سالانہ سالار مسعود کی چہڑیان جو جاتی تہین اُس کو بالکل اپنی مملکت مین موقوف کردیا۔ مزارات پر زیارت کے لئے عورتون کے جانے کی سخت ممانعت کردی۔

بعض مورخ لکہتے ہین کہ تعزیون کے نکلنے کو اور سیتلا کی پوجا کو بہی بند کردیا اس کے عہد مین اناج اور اشیا اور اسباب کی ارزانی ایسی تہی کہ تہوڑی آمدنی کا آدمی اپنی فراغت سے بسر کرتا تہا عیش کے جشن مین اور بارہ وفات کے دن اُس نے

حکم دے رکھا تھا کہ قید خانہ کے سارے قیدیون کی فہرست اُس کے سامنے پیش ہو بقایاے مالگزاری کے سبب جو لوگ قید ہوتے اُنکو رہائی کا حکم تحریری دیا جاتا۔ اگر وہ گھوڑے پر سوار جاتا ہوتا اور کوئی دادخواہ آتا تو اُس سے وہ پوچھتا کہ تو کون ہے۔ امرا کے وکیل اس کے دربار مین رہتے تھے وہ اس دادخواہ کا ہاتھ پکڑکر اُس کے علاقہ کے وکیل کے سپرد کرتا اور ایسی کوشش کرتا کہ مستغیث راضی ہو جاتا جب کسی شخص کو جاگیر دیتا تو اُس مین تغیر جبتک کچھ نہ ہوتا کہ جاگیردار کے ذمہ کوئی قصور و جرم نہ ثابت ہوتا۔ اگر کسی ملازم پر کوئی جرم ثابت ہو جاتا تو پہر اُس کو کوئی کام نہ دیتا مگر اُس کی توقیر و عزت کرنے مین کمی نہ کرتا۔ اگر گویئے اور علم موسیقی کے ماہر اُس کے دربار مین آ لیتے تو اُن کو یہ اجازت نہ دیتا کہ وہ اپنا کمال و ہنر اُس کے سامنے ظاہر کرین۔ بلکہ اپنے دو بڑے دوستون میران سید روح اللہ و سید رسول کو حکم دیتا کہ بارگاہ سلطانی کے قریب وہ قیام کرین اور یہ اہل موسیقی اپنا کمال وہان ظاہر کرین۔ اس طرح وہ اُن کا گانا سنتا۔ اُس کو سرنا کے سُننے کا بڑا شوق تھا۔ رات کو بادشاہی دربار مین اُس کو اور شہنائی کو ۹ بجے سے شام تک بجاتے تھے اور صرف ان چار راگون کے گانے بجانے کا حکم تھا۔ مالی گور کلیان کانڑا حسینی۔ بعض مورخ لکھتے ہین کہ چار غلام اُس کے تھے اُن مین سے اِن راگون مین سے ایک راگ کو ایک ایک غلام خوب گاتا تھا۔

ہر کام کے واسطے ایک وقت معین تھا۔ اور ہر وقت کیواسطے ایک کام۔ اس مین کبھی فرق نہ پڑتا تھا جو ایک بات وہ مقرر کرتا پہر اُس مین تغیر نہین کرتا ایک دفعہ کیسی جو خورد و نوش مقرر کی پہر اُس مین اُسنے آخر وقت تک تغیر نہین کیا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بادشاہ کی ملاقات کے لیئے شیخ عبدالغنی جونپوری آئے تو اُن کیواسطے جو خوراک مقرر ہوئی اُس مین گرمی کے موسم کے سبب شربت کے چہہ شیشے بہی تھے دوبارہ اِن شیخ صاحب کے آنیکا اتفاق جاڑے مین ہوا تو بہی کہانے کیساتھ شربت کے چہہ شیشے آئے اُسپر انہون نے کہا کہ یہ جاڑہ اور یہ شربت تو لوگون نے کہا کہ بادشاہ نے ایکدفعہ جو حکم دیدیا اُس مین تغیر نہین ہوتا خواہ جاڑا ہو خواہ گرمی۔ اپنے عہد کے امرا و بزرگون سے جس طرح وہ پہلی ملاقات مین ملتا اسیطرح ہمیشہ ملتا خواہ برسون کے

بعد وہ ملاقات مین آئین یا ہر روز ہمیشہ یادشاہ کی گفتگو مربوط و منضبط ہوئی کبہی بے ربط نہ ہوتی - ہر امیر کیواسطے ایک جگہ مقرر کر دی تہی کہ ہمیشہ وہ وہین کہڑا رہتا - اُس کا حافظہ وہ بلا کا تہا کہ مدتون کی باتین یاد رکہتا تہا - ہر روز اُس کے سامنے کل اشیا رکانہ خانہ اور سلطنت کے مختلف اضلاع کے واقعات اور حالات کا بیان پیش ہوتا - اگر ذرا بہی اُنہین کوئی بات غلط و ناملایم دیکہتا تو اُس کی تحقیقات کا حکم دیتا - وہ اکثر آگرہ مین رہتا تہا -

سلطان سکندر کے عہد مین جو امرا امور سلطنت مین بااختیار ہوئے اُنہون نے علما و مشایخ و صلحا کو ایسی بڑی بڑی جاگیرین دین جو پہلے کبہی اُس سے بڑی دولتمند سلطنتون مین بہی نہین دی گئی تہین اسکے عہد مین صلاحیت و دیانت و صداقت کے ساتہہ کام ہوتے تہے - ادنے اعلی مین اخلاق - خود داری - دیانتمندی - مذہب کی پابندی ایسی پیدا ہوئی تہی یہ معلوم ہوتا تہا کہ زندگی کا طریقہ نیا پیدا ہو گیا ہے خدا پرستی اور جانت کی بڑی عزت ہوتی تہی - تحصیل علم مین بہی غفلت نہ ہوتی تہی - صناعت کے کارخانے بہی قایم ہو گئے تہے - اور نوجوان امرا اور سپاہی فائدہ مند کسب ہنر مین مشغول ہوتے تہے - بادشاہ خود شاعر تہا اور گُل رخ تخلص رکہتا تہا اسکے یہ اشعار ہین

سروے کہ سمن پیرہن و گل بدنستش ۔۔۔ روحے است مجسم کہ در پیرہنستش
مشک ختنی چیست کہ صد مملکت چین ۔۔۔ در حلقۂ آن زلف شکن در شکنستش
در سوزن مژگان بکشم رشتۂ جان را ۔۔۔ تا چاک بدوزم کہ دران پیرہنستش
گل رخ چو کند جوہر دندان ترا وصف ۔۔۔ ہمچون دُر سیراب سخن در دہنستش

شاعرون کے ساتہہ وہ صحبت رکہتا - شیخ جمال کنبوہ اسکے عہد کے بڑے باکمال شاعر تہے وہ اپنی قوم کے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آتا تہا جب وہ اپنے امرا مین سے کسیکا وظیفہ مقرر کر دیتا تو اُسپر وہ پورا اعتماد کرتا تہا اور کہا کرتا تہا کہ مین نے نیکی کا بیج بویا ہے اس سے مجہے کچہہ نقصان نہ ہوگا اسکا بڑا مدعا یہ تہا کہ خلق اللہ اسے عزیز رکہے اُس نے اپنے امرا اور سپاہ کی خاطر سے اُسی ملک پر اکتفا کی جو اسکو باپ سے میراث مین ملا تہا اور اُسی کے لیے لڑتا بہڑتا تہا اور غیر بادشاہون سے اُس نے لڑنا بالکل موقوف کر دیا تہا اسنے ادنے اعلی کے دلون کو تسخیر کر لیا تہا -

وہ اپنے نفس سے نفس اسلام کو زیادہ عزیز رکہتا تہا - ایک دن جو اپنے بہائی باربک شاہ کو لڑ رہا تہا

کہ کارزار کے وقت ایک قلندر نے اُسکا ہاتھہ پکڑ کر کہا کہ تیری فتح ہے اُسپر بادشاہ نے جھنجلا کر ہاتھہ اپنا چھٹا لیا درویش نے کہا کہ مین تیرے لئے نیک فال منہ سے نکالتا ہون اور تو مجھسے ہاتھہ اپنا اس طرح چھٹاتا ہے۔ سلطان نے کہا کہ جب لڑائی مین دونو طرف مسلمان ہون تو ایک طرف حکم لگانا نہین چاہئے بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ جس چیز مین اسلام مین خیر ہو وہ ہو۔ سلطان کو اپنی ابتداء عمر سے تعصب مذہبی دامنگیر تہا۔ ابہی تخت سلطنت پر بیٹہا بہی نہ تہا کہ اُس نے یہ سنکر کہ کورو چھتیر مین بیشمار ہندو جمع ہوتے ہین یہ ارادہ کیا کہ مین تہانیسر جا کر ان سب ہندوون کو ٹہکانے لگاؤن۔ اسپر اس کے ایک مصاحب نے کہا کہ بہتر ہوگا کہ آپ پہلے اس امر کو علماء سے پوچھہ لیجئے سکندر نے علماء کو جمع کرکے اس مسئلہ کو پوچھا۔ اُن مین میان عبداللہ اجودہنی ملک العلماء تہے اُنہون نے پوچھا کہ تہانیسر مین کیا ہوتا ہے تو سکندر نے کہا کہ وہان ایک تالاب ہے اُس مین ہندو نہاتے ہین میان عبداللہ نے کہا کہ آپ سے پہلے جو مسلمان بادشاہ ہوئے ہین اُنہون نے اس باب مین کیا کیا ہے سکندر نے جواب دیا کہ ان بادشاہون نے اس نہان کا تعرض کچہہ نہین کیا تو ملک العلما نے کہا کہ نہایت غیر مناسب ہے کہ ہندوون کے کسی قدیمی معبد کو آپ غارت کیجئے آپ کو چاہئے کہ ہندوون کی جو قدیمی رسم نہانے کی چلی آتی ہے اُسکو منع نہ کیجئے۔ سلطان اس کلام کو سنکر ایسا غصہ ہوا کہ خنجر پر ہاتہہ رکہکر چلایا کہ تو کافرون کی مدد کرتا ہے۔ اوّل مین تجکو قتل کرونگا۔ پہر سارے ہندوون کو۔ میان عبداللہ نے کہا کہ جان تو سب کی خدا کے ہاتھہ مین ہے کوئی بغیر حکم الٰہی کے مرتا نہین۔ جو ظالم کے پاس رہتے ہین وہ پہلے ہی اپنی جان سے ہاتھہ دہوتے ہین جب آپنے مجھسے مسئلہ پوچھا مینے احکام شرع کے موافق جواب دیا۔ اگر ان احکام کا پاس آپ کو نہین تہا تو پہر پوچھنا عبث تہا اس کہنے سے سکندر کا غصہ دہیما ہوا اُس نے یہ کہا کہ اگر آپ مجھے اس کام کے کرنے کی اجازت دیتے تو اس مین ہزارون مسلمانون کا بہلا ہوتا میان عبداللہ نے جواب دیا کہ مجھے جو کہنا تہا۔ وہ مینے کہا اب آپ کو اختیار ہے کہ میری پند سے مسرور ہون یا رنجور ہون جو چاہو سو کرو۔ سکندر مجلس سے اُٹہکر چلا گیا اور علماء بہی اُسکے ساتھہ اُٹہ گئے مگر میان عبداللہ مجلس مین بیٹہے رہے اُنکو حکم ہوا کہ کبہی کبہی ہمسے ملنے آیا کرو۔

نقل ہے کہ ایک برہمن بودہن (بدہن۔ لودھن) نامی موضع کہیر مین رہتا تہا آسکی جو کمبختی آئی

تو اُس نے مسلمانون کے روبرو ایک دن کہا کہ اسلام بہی حق ہے اور میرا مذہب بہی حق ہے خلقت مین اسکا چرچا پہیلا علماے کانون تک وہ پہونچا ۔ لکھنوتی مین قاضی پیارے و شیخ بدر نے اس باب مین فتوے متناقض دئے ۔ یہان کے حاکم اعظم ہمایون نے اُس برہمن اور قاضی و شیخ کو سنبھل مین بادشاہ پاس بہیجدیا ۔ بادشاہ کو تو تذکرہ علمی کا شوق تہا اُس نے سب طرف سے بارہ علماء نامی کو بلایا اور مجلس مباحثہ کو مرتب کیا اور اسمین امرا کو بہی بلایا مباحثہ کے بعد علما کا اتفاق اسپر ہوا کہ برہمن محبوس ہو اور اُس سے کہا جائے کہ مسلمان ہو ۔ اگر مسلمان ہونے سے انکار کرے تو اُسکی جان لیجائے برہمن نے اسلام نہین قبول کیا قتل ہوگیا علما کو بادشاہ نے انعام دیکر رخصت کیا ۔ اس بیان کو ایک ہندو نے ہندی زبان مین قصہ کے طور پر لکھا ہے کہ یہ برہمن نوجوان نہایت حسین تہا اُسپر حاکم کو ایسا رحم آیا کہ اُس نے برہمن سے کہا کہ تو مسلمان ہو جائے تو مین اپنی بیٹی بیاہ دون مگر اُس نے ایمان کے آگے اپنی جان کی پروا نکی ۔ ایک نقل سلطان سکندر کی یہ بہی مشہور ہے کہ جس دن وہ دہلی سے تخت سلطنت پر بیٹہنے کے لئے بلایا گیا ہے تو وہ شیخ سماء الدین (بہاء الدین) کہ اُس زمانہ کے بزرگون مین سے تہے فاتحہ پڑہنے کے لئے گیا ۔ اور اُن سے عرض کی کہ مین آپ سے میزان الصرف پڑہنی چاہتا ہون جسکا آغاز بدان اسعدک اللہ فی الدارین سے ہوتا ہے یہ پڑہنا شروع کیا استاد نے کہا کہ بدان اسعدک اللہ فی الدارین بادشاہ نے کہا کہ پہر اس کو فرمائیے غرض تین دفعہ اس کو مکرر کہوایا بادشاہ نے اس بزرگ کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور اُس کے ارشاد کو اپنے حق مین فال نیک سمجہا ۔

سلطان سکندر کے عہد مین ہندوؤن کا فارسی پڑہنا اور سنسکرت سے کتابون کا فارسی مین ترجمہ ہونا

سلطان سکندر کے عہد سے پیشتر مسلمان بادشاہون کے زمانہ مین ہندوؤن مین فارسی زبان پڑہنے کا رواج نہ تہا جب سلطان کو نوکری کے لئے فارسی خوان ہندوؤنکی ضرورت ہوئی تو اُسنے فرمایا کہ کدام ہندو بچہ ایست کہ فارسی می داند ۔ جواب ملا کہ کوئی نہین تو اول اُس نے برہمنون کو بلا کر فارسی پڑہنے کی درخواست کی ۔ برہمنون نے یہ عرض کیا کہ مہاراج ہمکو اپنے دہرم کرم ہی سے کہان فرصت ہے جو فارسی پڑہین پہر جہتریون سے یہی کہا گیا تو انہون نے کہا ہم اہل سیف ہین اہل قلم بننا نہین چاہتے

پہر ویش سے بہی کہا تو انہون نے کہا کہ ہم تجارت پیشہ ہین اپنے پیشہ کو چہوڑکر دوسرا پیشہ کیونکر اختیار کر سکتے ہین پہر شودرون مین سے کایتون سے جو پہلے سے سنسکرت کی لکہائی کی اجرت سے اوقات بسر کرتے تہے یہ کہا تو انہون نے بسر وچشم قبول کیا۔ اپنے حاکمون کو زباندانی کے سبب مسلمانون کے عہد سلطنت مین اُنکا پہلے سے زیادہ عروج ہوگیا۔ تہوڑے ہی دنون مین ہندوؤن کو مسلمانون کے علوم سے ایسی آگاہی ہوگئی کہ وہ ان علوم کا درس دینے لگے۔ پنڈت ڈونگرمل تو شاعر بہی ہوگئے جنکا یہ مطلع ہے ؎

دل خون نشدی چشم تو خنجر نشدی گر ۔۔۔ رہ گم نہ شدے زلف تو ابتر نشدی گر

بادشاہ کو تصنیفات کا ایسا شوق تہا کہ وہ ہر علم مین کتابین علما سے تصنیف کراتا اُس نے امرگرہا ویدک کا ترجمہ سنسکرت سے فارسی زبان مین کرایا۔ اُس نے خراسان اور ہندوستان کے طبیبونکو جمع کیا دونون طرح کی طب کی کتابون سے مضامین کو اُس نے انتخاب کرایا اور اُسکا نام طب سکندری رکہا جو ایک معتبر کتاب علم طب مین سمجہی گئی –

ذکر سلطنت سلطان ابراہیم لودھی بن سلطان سکندر لودھی

جب آگرہ مین سلطان سکندر کا انتقال ہوا تو امرا و عماید افغان نے یہ قرار دیا کہ اُسکا بڑا بیٹا سلطان ابراہیم تخت دہلی پر بیٹہکر ولایت جونپور کی سرحد تک سلطنت کرے اور اُسکا سگا بہائی شہزادہ جلال خان مسند شاہی جونپور پر بیٹہکر اُس طرف کے ممالک پر فرمانروائی کرے تقسیم سلطنت کے سبب جدا جدا مورخ بتاتے ہین کوئی لکہتا ہے کہ اہل سپاہ اور خاص کر منافق واقعہ طلب ایسی کوشش و سعی کرتے ہین کہ ملک مین کوئی فرمانروا اور تخت پر کوئی حکم آرا ایسا مستقل نہ ہو کہ اُسکو نہایت تسلط اور غایت استیلا ہو جس کے سبب اُنکو نظام مہام کا اور سپاہگری اور نوکری کی رونق و رواج کا موقع نہ ملے اسی سبب انہون نے ان دو بہائیون مین سلطنت کو تقسیم کیا۔ بعض یہ لکہتے ہین سلطان ابراہیم سے امرا ناراض تہے اسلیے انہون نے یہ کیا۔ غرض ۷ ذیحجہ سنہ ۹۲۳ھ ۱۵۱۷ء کو آگرہ مین بڑی دہوم دہام اور تزک و احتشام سے سلطان ابراہیم کو تخت سلطنت پر امرا نے بٹہایا اور اُس کے برادر حقیقی کو سلطان جلال الدین کا خطاب دیکر بڑے لاؤ لشکر کے ساتہ مملکت جونپور کو روانہ کیا

چار مہینے بعد خانجہان لوحانی زبری سے سلطان ابراہیم کی خدمت مین حاضر ہوا اور اُس نے
وزرا و وکلا پر لعن طعن کی کہ بادشاہی کو مشترک رکہنا اُنکی بڑی خطا ہے ؎

دو جہان پیک پیکر نگنجید   دو فرمانده بیک کشور نگنجد

یون سمجہانے سے سلطان ابراہیم اُن عہد و پیمان کو بہول گیا جو اُس نے اپنے بہائی سے کئے تہے
اُس نے اپنے ارکانِ دولت سے مشورہ لیکر یہ مصلحت دیکہی کہ ابہی شاہزادہ اپنی دارالحکومت کو پہونچا
نہین ہے اور اپنی حکومت پر مستقل نہین ہوا۔ اسکو لکہنا چاہئے کہ ایک امر اہم مین اُسکی اصلاح لینی ضرور
ہے اسلئے وہ تنہا دہلی مین چلا آئے۔ مشورہ لینے کے بعد وہ واپس بہیجدیا جائیگا ہیبت خان
گرگ انداز جو روباہ بازی مین استاد تہا اس کام کے سرانجام دینے کیواسطے متعین ہوا کہ شہزادہ
کو واپس لائے مشہور ہے کہ دیوار ہم گوش دارد۔ شہزادہ کے کانون تک یہ سارا حال پہونچ گیا تہا
ہیبت خان نے ہر چند اُسکی چاپلوسی اور ملائمت کی باتین بنائین مگر شہزادہ اُسکی باتون مین نہ آیا۔
اُسنے بہی ملائم باتین بناکر عذر کئے اور لطائف الحیل مین اُسکو ٹالا اور آنے پر راضی نہ ہوا ہیبت خان
نے حقیقت حال پر بادشاہ کو مطلع کیا۔ بادشاہ نے اور اپنے امرا شہزادہ کی طلب کے لئے بہیجے مگر
اُنکا بہی افسون اُسپر کچہہ نہ چلا۔ پہر بادشاہ نے دانشمندون اور فیلسوفون سے مشورہ لیکر صوبہ جونپور
کے امرا اور حکام کے نام فرمان جاری کئے۔ ہر امیر کے رتبے اور حالت کے موافق الگ الگ
مضمون لکہا گیا جسکا خلاصہ یہ تہا کہ شاہزادہ کی اطاعت سے احتراز کرے اور اُسکے پاس نہ جائے اور اُسکی
خدمت نہ اختیار کرے اور اس طرف کے بعض امرا جو صاحب شکوہ تہے اور تیس چالیس ہزار سوار نوکر
رکہتے تہے مثل دریا خان لوحانی حاکم ولایت بہار اور نصیر خان حاکم غازی پور و شیخ زادہ محمد فرملی
ضابط اودہ و لکہنو وغیرہ کو خلعت خاص و اسپ و خنجر وغیرہ ان معتبر آدمیون کے ہاتہہ جو اس کام
مین محرم راز تہے بہیجے اور اُنکی دلجوئی کی جب ان امرا پاس یہ فرمان پہونچے تو سب نے شہزادہ کی
اطاعت سے سرتابی اور اُس سے مخالفت اختیار کی۔ اسوقت مین بادشاہ ابراہیم نے تخت مرصع
و مکلل بجواہر تو اتخانہ مین نصب کرایا اور روز جمعہ ۱۵ ذی الحجہ ۹۲۳ھ کو اُسپر جلوس کیا اور دربار عام
کیا اور ملازمان درگاہ اور اعیان دولت کو بقدر مرتبہ و منزلت ہر ایک کو خلعت و منصب خطاب
دیا و جاگیر مرحمت کی اور از سر نو سب کو ممنون احسان و رہون منت کرکے اپنے سے خوش کیا فقرا

ومساکین کو خیرات دی گوشہ نشینون متوکلون کو نذرین بہیجین اسطرح امور جہانداری کو رونق تازہ دی اور کار ملک کو استقامت شہزادہ جلال خان نے بادشاہ کی اس دارائی کی عظمت کو اور اس طرف کے امرا کی مخالفت کو دیکہہ کر جانا کہ اب سلطان ابراہیم سے مدارا کی کوئی صورت نہین رہی وہ کالپی مین گیا اور علانیہ مخالفت اختیار کی اور جو جماعت اُسکے ساتھ متعد تہی اُسکے اتفاق سے کالپی مین اپنے نام کا سکہ وخطبہ جاری کرایا ان نواح کے راجاؤن اور زمینداروں کی تسلی کی اور لشکر کو بڑہایا غرض بادشاہ بننے مین ہوائی کی اعلی اُتاری اسوقت اعظم ہمایون بڑے لشکر سے کالنجر کا محاصرہ کر رہا تہا اُس کے پاس جلال خان نے پیغام بہیجا کہ آپ میرے باپ وچچا کی جگہ مین اور آپکو خوب معلوم ہے کہ مین نے کوئی تقصیر نہین کی کہ سلطان ابراہیم نے اپنے عہد وپیمان کو توڑا ہے اور باپ کے ملک ومال سے جوکچہہ بطریق ارث میرے لئے میرے سگے بہائی نے تجویز کیا تہا اب اُسپر بہی اسکا دانت ہے اُس نے پیوند موافقت اور صلہ رحم کو منقطع کیا آپکو چاہئے کہ حق کی جانب کو نہ چہوڑین اور مجہہ مظلوم کی رعایت واعانت کو اپنے اوپر واجب جانین سلطان ابراہیم سے پہلے ہی سے اعظم ہمایون ناراض بیٹہا تہا۔ اب شہزادہ کی زار نالی اور شکستہ حالی نے اُسپر اثر کیا قلعہ کالنجر کے محاصرہ کو چہوڑ کر شہزادہ سے عہد وپیمان کرلئے اور یہ قرار پایا کہ اول ولایت جونپور اور اوسکی حدود پر تصرف کرنا چاہئے۔ بعد ازان کسی اور ملک کے درپے ہونا چاہئے کوچ پر کوچ کرکے سعید خان پسر مبارک خان لودہی ضابطہ اودہ کے سر پر وہ جا چڑہے۔ اس سے مقابلہ نہو سکا وہ لکہنؤ چلا گیا اور حقیقت حال سلطان ابراہیم کو لکہہ بہیجی سلطان ابراہیم نے ارادہ کیا کہ ایک انتخابی لشکر لیکر اس فتنہ کے رفع دفع کرنے پر متوجہ ہوا کہ اس حال مین بعض دولت خواہون کی صلاح سے اُسنے اپنے بہائیون اسمعیل خان وحسین خان ومحمود خان ودولت خان کو محمد خان کے حوالہ کرکے حکم دیا کہ قلعہ ہانسی مین اُنکو محافظت سے رکہے اور ہر ایک کی خدمت کیلئے دو حرم مقرر کین اور ساری خوراک وپوشاک وما یحتاج کو معین کر دیا۔

اتوار کے دن ۲۴ ذی الحجہ ۹۲۳ھ کو وہ جونپور کیطرف راہی ہوا اور کوچ پر کوچ کیا جب وہ بہوگاؤن مین پہونچا تو خبر آئی کہ سلطان جلال الدین سے برگشتہ ہو کر اعظم ہمایون معہ اپنے بیٹے فتح خان کے سلطان ابراہیم پاس چلا آتا ہے اس خبر سے بادشاہ کو تقویت دل

حاصل ہوئی جب وہ پاس آیا تو قیام کرکے اُس کے استقبال کے لئے امراکو بہیجا اور اُسکو نوازشات خسروانہ سے سرفراز فرمایا۔ اور پہر جلد روانہ ہوا اسی زمانہ مین بچے چند زمیندار جرتولی پرگنہ کول لنے عمرخان پسر سکندرخان سور کو لڑکر شہید کیا اسلئے ملک قاسم حاکم سنبہل اُنپر چڑہ کر گیا اور اس فتنہ ناگہانی کو فرو کرکے اور مفسدونکو قتل کرکے قنوج مین بادشاہ سے جاملا جونپور کے اکثر امرا وجاگیردار مثل حیدرخان وشیخ زادہ فرملی وغیرہ بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوکر دولت خواہون مین داخل ہوئے۔ اسوقت سلطان نے اعظم ہمایون شروانی و اعظم خان لودہی و نصیرخان لوہانی وغیرہ کو بہاری لشکر اور نامی ہاتہیون کے ساتہہ شاہزادہ جلال سے لڑنے کو لئے بہیجا۔ ان امرا کے پہونچنے سے پہلے شاہزادہ نے اپنے بعض طرفدارون اور اہل وعیال کو قلعہ کالپی مین چہوڑکر تیس ہزار سوار اور منتخب ہاتہی لیکر آگرہ کی جانب کوچ کیا امرا بادشاہی نے قلعہ کالپی کا محاصرہ کیا چندروز توپ وتفنگ کے ساتہہ لڑائی ہوتی رہی آخر کو اہل قلعہ عاجز ہوئے اور قلعہ کو لشکر سلطانی نے فتح کرلیا اور اُسکو خوب لوٹا اور لوٹ کے مال سے مالامال ہوگیا جب سلطان ابراہیم نے سُنا کہ بہائی دارالسلطنت آگرہ کو فتح کرنے کے لئے گیا ہے تو اُسنے ملک آدم گہکر کو اُسکی حفاظت کے لئے بہیجا وہ جلد یہان آپہنچا سلطان جلال الدین یہ چاہتا تہا کہ جسطرح اُس کے بہائی کے لشکر نے قلعہ کالپی کو لوٹا مارا ہے اسی طرح میری سپاہ آگرہ کو لوٹے مارے مگر ملک آدم نے جلال الدین سے میٹہی باتین بناکر دم دلاسے مین رکہا اور بادشاہ سے امداد طلب کی اور سارے حال سے مطلع کیا سلطان ابراہیم نے اٹھارہ ہزار سوار اور ۵۰ ہاتہی ملک آدم کی مدد کو بہیجے اس کمک سے اُسکو ایسی تقویت ظاہری اور باطنی حاصل ہوئی کہ شاہزادہ کو پیغام بہیجا کہ اپنی ہوا وہوس باطل سے باز آؤ وچتر وآفتاب گیر ونوبت ونقارہ اور امارات شاہی کو برطرف کردو اور امیرون کی طرح زندگی بسر کرو تو مین تمہاری تقصیر بادشاہ سے درخواست کرکے معاف کرادیتا ہون یقین ہے کہ سرکار کالپی بدستور سابق تمہاری جاگیر مین مقرر ہو جائیگی سلطان جلال الدین نے باوجودیکہ اُس کے پاس تیس ہزار سوار اور ۱۲۰ جنگی ہاتہی تہے ایسا بودا پن کیا کہ ان شرایط کو مان لیا ہرچند امرا نے اُسے سمجہایا کہ جب تک ہم زندہ ہین کوئی آفت تمپر نہین آنے دینگے آپ کے لئے جان لڑائینگے مگر اُس نے انکا کہنا نہ مانا۔ امارات بادشاہی کو ملک آدم پاس بہیجدیا ملک آدم نے اسباب

مذکور کو بادشاہ کی خدمت مین ارسال کیا اور حقیقت حال کو عرض کیا بادشاہ کالپی کو فتح کرکے اٹاوہ مین آگیا تہا اُس نے اس صلح کو نہ قبول کیا اور شہزادہ کے استیصال کے درپے ہوا جب شہزادہ کو اس ارادہ کی خبر ہوئی تو وہ راجہ گوالیار پاس پناہ لینے گیا۔ اور اُس کے تمام پُرانے سپاہی پراگندہ و پریشان ہوگئے۔ سلطان ابراہیم نے آگرہ مین آنکر قیام کیا۔ یہان بہت سے امیرون نے جو اُسکے مخالف تھے اطاعت اختیار کی۔ کریم داد خان تورغ دار کو اور امرا کو دہلی کی محافظت کیلئے بہیجا۔ شیخ زادہ محمود کو قلعہ چندیری کی حراست کے لئے اور شہزادہ محمد خان نواسہ سلطان ناصر الدین مالوہی کی وکالت کے لئے روانہ کیا۔

مہم گوالیار

اب حصار گوالیار کی فتح کے لئے بادشاہ نے عزم شاہانہ کیا۔ امیر الامرا اعظم ہمایون شروانی حاکم کڑہ کو تیس ہزار سوار و تین سو زنجیر فیل دلئے اور قلعہ مذکور کی فتح کے لئے روانہ کیا اور بعد اس کے آٹھ اور امیر کبیر لشکر عظیم کے ساتھ اور چند ہاتھی اُس کی کمک کے لئے بہیجے۔ لشکر بادشاہی نے گوالیار کا محاصرہ کر لیا اتفاقات حسنہ سے یہ تہا کہ اُسوقت راجہ مان سنگھ والی گوالیار فوت ہوگیا تہا وہ شجاعت و تدبیر مین اپنی امثال اور اقران مین ممتاز تہا۔ اور اُسکا بیٹا بکرماجیت قایم مقام ہوا اور اُس نے قلعہ کے استحکام مین خوب اہتمام کیا اور سلطان ابراہیم کے امرا نے ایک دولتخانہ سلطانی بنایا۔ اُس مین ہر روز وہ جمع ہوتے اور مہمات و معاملات قلعہ گیری مین مشغول ہوتے راجہ مان سنگھ نے قلعہ کے نیچے ایک عمارت عالیشان بنائی تھی اور اُسکے گرد ایک مضبوط حصار بنایا تہا اور اسکا نام بادل گڈہ رکہا تہا اُسکے نیچے اہل اسلام نے نقبین لگائین اور اُن مین باروت بہر کر اُنکو اُڑایا جس سے قلعہ کی دیوار گر پڑی اور وہ قلعہ کے اندر داخل ہوئے اور بادل گڈہ فتح کرلیا اور وہان ایک گائے روئین یا مسی تھی کہ جسکی ہندو بڑی پوجا کرتے تہے اور تاریخ سلاطین افغانیہ مین لکہا ہے کہ اُسکے منہ سے آواز بہی نکلتی تہی اُسکو اکہڑوا کر آگرہ بہیجا اور یہان سلطان نے دہلی مین بہیجکر دروازہ بغداد پر اسکو نصب کرایا شہنشاہ اکبر کے عہد تک یہان وہ گائے موجود تہی۔

سلطان جلال الدین کا مارا جانا اور سلطان براہیم اور اُس کے امراء

امیرون بگاڑ اور اُن کے فسادات

جب لشکر سلطانی گوالیار مین پہونچا تو ڈر کے مارے سلطان جلال الدین سلطان محمود خلجی پاس مالوہ گیا اُس نے اُسکی آو بہگت اچھی طرح نہ کی تو وہ کڑہ کنٹنک کو چلا گیا یہان گونڈون کی ایک جماعت نے اُسے گرفتار کیا اور اپنے رسوخ کے لئے مقید کرکے سلطان ابراہیم پاس بہیجدیا۔ بادشاہ نے خوش ہوکر مجلس امراجمع کی اور بہائی کو جس کے ہاتھہ زنجیرون مین بندھے ہوئے تہے بلایا اور قلعہ ہانسی کو قید مین رہنے کے لئے روانہ کیا مگر راہ ہی مین احمد خان کو بہیجکر اُسکے ہاتھہ سے قتل کرایا۔

بعد ان مہمات کے سلطان ابراہیم کو کسی رقیب حریف کا خوف و خطر باقی نہین رہا اور وہ دہلی مین آیا اور ایسا مغرور ہوگیا کہ اپنے باپ دادا کا طریقہ جو مروت اور سلوک کا اپنے عزیزون کے ساتھہ تہا چہوڑدیا۔ اور کہنے لگا کہ بادشاہون کی نہ کوئی قوم ہوتی ہے نہ کوئی اُنکا خویش و رشتہ مند ہوتا ہے سب اُس کے خدمتگار ہوتے ہین اُنکو نوکرون کی طرح خدمت کرنی چاہئے اب وہ افغان امیر کہ بادشاہ کے بہائی بندی کا دم بہرتے تہے سلطان بہلول و سکندر کی مجلس مین برابر بیٹہتے تہے اس بادشاہ کے آگے دست بستہ کہڑے ہوتے تہے اور دل ہی دل مین گالیان دیتے تہے اور کچہہ اور ہی تدبیرین سوچتے تہے۔ غرض اس بادشاہ کے عہد مین افغانون مین جو اتفاق تہا وہ نفاق سے بدل گیا اور اس نے سلطنت افغانیہ کا خاتمہ کردیا۔ اُسکی تفصیل آگے آتی ہے بغیر کسی ظاہری سبب کے میان بہوا سے کہ اعظم امرا و وزرائے سکندری مین تہا بادشاہ ناراض ہوگیا اور اُس نے بہی حقوق سابقہ کے اعتماد پر بادشاہ کی استرضا سے غفلت کی آخرکار نوبت یہانتک پہونچی کہ اُس کو پابزنجیر قید کرکے ملک آدم کے حوالہ کیا اور اُس کے بیٹے پر نوازش کرکے باپ کی جگہ مقرر کیا۔ بعض امرا نے جو میان بہوا سے عداوت رکہتے تہے بادشاہ کو صلاح دیکر ایک مکان بنوایا اور اُسکے نیچے ایک تہ خانہ رکہا جب یہ مکان بن بنا کر درست ہو گیا تو تہ خانہ مین باروت کے بہرے ہوئے تہیلے رکہے اور میان بہوا کو قید سے رہا کیا اور اسکو اور بعض امرا کو جنکے خلاف سازش کی گئی تہی خلعت و انعام دیئے گئے۔ اور ایسی ایسی نوازش کی گئی کہ اُنکے دل سے بادشاہ کا خوف جاتا رہا۔ ایک دن بادشاہ نے ان امرا سے کہا کہ اسلام خان کو میرے باپ سلطان سکندر نے فقیر سے امیر بنایا مگر اُس

مجھسے خوف زدہ ہوکر اسنے کھلی بغاوت اختیار کی ہے۔ آپ سب صاحب عنایت کرکے اس نئے مکان میں جو ابھی میننے تعمیر کرایا ہی جمع ہو جئے اور صلاح مشورہ کرکے بتائیے کہ میں کیا کروں اور مجھے تم پر ایسا اعتماد ہے کہ تم جو صلاح دوگے وہ میرے لئے فائدہ مند ہی ہوگی جسب الحکم یہ سب بے تامل اس مکان میں جاکر صلاح مشورہ کرنے لگے کہ دفعتاً سارا مکان اڑگیا اور یہ سب ایسے کہ درخت کے پتے ہوا سے اڑتے ہیں اڑگئے اس مکان کے اڑنیکی داستان فقط احمد یادگار نے تاریخ سلاطین افغانیہ میں لکھی ہے کسی اور مورخ نے نہیں لکھی۔ بلکہ کسی نے یہ لکھا ہے کہ میاں بہوا قید خانہ میں اپنی موت سے مرگیا کسی نے لکھا ہی کہ بادشاہ نے اسے قتل کرادیا اور بہانہ یہ بنایا کہ وہ بیماری سے مرگیا۔

مہم گوالیار

احمد یادگار نے تاریخ سلاطین افغانیہ میں اس مہم کا حال جسکو ہم پہلے لکھ چکے ہیں اسطرح لکھا ہی کہ بادشاہ نے امیرالامرا اعظم ہمایوں کو جو منصب بارہ ہزاری رکھتا تھا مع اسکے بیٹوں کے قلعہ گوالیار کی تسخیر کے لئے بھیجا جب وہ خطہ گوالیار میں آیا تو اسنے اپنی چستی وچالاکی وہنرمندی سے کئی پرگنے فتح کر لئے اور قلعہ گوالیار کا محاصرہ کیا اور سیبہ اور خندقیں کہود کر اپنے سپاہیوں کو قلعہ کے قریب پہنچایا اور مورچہ بندی کرکے ان پر اپنے افسر مقرر کئے اور انہوں نے قلعہ پر گولہ اندازی شروع کی۔ اور ہندوؤں نے تھیلیوں میں تیل کی بھیگی ہوئی روئی بھر بھر کے اور روشن کرکے مسلمانوں پر مارنی شروع کیں طرفین کے آدمی ہلاک ہوتے۔ لشکر بادشاہی نے توپخانہ لگاکر دشمنوں کو ایسا مجبور کیا کہ وہ قلعہ کے اندر بھی ادہر سے ادہر نہیں جاسکتے تھے اور ایسے حیران ہوئے کہ عنقریب اپنے تئیں ہلاک کرنے پر آمادہ ہوئے۔ راجہ نے یہ مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ سات من سونا اور کئی زنجیر فیل اور اپنی بیٹی سلطان پاس بھیجے کہ یکایک خلاف موقع شاہی حکم صادر ہوا کہ اعظم ہمایوں اس فرمان کے پہنچتے ہی حضور میں حاضر ہو۔

جب اعظم ہمایوں نے یہ فرمان پڑھا تو اسنے محاصرہ سے ہاتھ اٹھایا اور چلنے کی تیاری کی کہ اسکے بیٹوں اور دوستوں نے سمجھایا کہ ہمکو شبہ ہے کہ سلطان کا ارادہ اسی طرح تیری جان لینے کا ہے جسطرح کہ اور امرا کی جان لے رہا ہے اسلئے جانا مناسب نہیں۔ اسپر اعظم ہمایوں نے کہا کہ میں

چالیس برس سے بادشاہ کا نمک کھا رہا ہوں مجھے بادشاہ کے حکم سے سرتابی نہیں ہو سکتی امرا اعظم محمد خاں لودہی اور داؤد خاں شروانی نے اس سے کہا کہ بادشاہ میں ایسے حواس ہی باقی نہیں ہیں کہ وہ بڑی بھلی خدمات میں تمیز کر سکے تیرے پاس تیس ہزار سوار ہیں بیٹوں پاس چلا جا اور اپنی حفاظت کی تدبیر کر۔ ہمکو یقین ہے کہ تجھکو اسلئے بلایا ہے کہ میاں بھوا اور حاجی خاں سے جو سلوک کیا ہے وہی تیرے ساتھ کرے۔ اسنے پھر یہی جواب دیا کہ بادشاہ سے سرتابی کرکے میں اپنا منہ کالا نہیں کرونگا اور نمک حرام اپنے تئیں نہیں کہلواؤنگا۔

اس مباحثہ کے بعد وہ دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں خبر آئی کہ سلطان نے محمود سرابنی اور حسین خاں سا ہو خیل کو قتل کرا دیا اسلئے داؤد خاں اور الہداد خاں نے پھر اسے سمجھایا کہ ابھی تک تجھپر کوئی آفت نہیں آئی خیر اسی میں ہے کہ یہاں سے اپنے بیٹے پاس جونپور چلا جا مگر اب بھی اسنے کہا نہ مانا۔ جب وہ دہلی کے قریب پہنچا تو سلطان کا حکم آیا کہ اپنے سب گھوڑے اور ہاتھی حوالہ کرے اس حکم کے آتے ہی اسکا سارا لشکر پراگندہ ہو گیا جب وہ دہلی سے دو کوس پر آیا تو بادشاہ کا آبدار مخلص نامی خزانہ اور سب لوازم سپہ سالاری لینے آیا۔ اور مخلص کو یہ بھی حکم تھا کہ اعظم ہمایوں کو ایک ٹٹو پر سوار کرا کے شہر کے اندر لائے اور قیدخانہ میں ڈالدے اسنے بادشاہ کے حکم کی پوری تعمیل کی۔ اعظم ہمایوں نے سلطان کو لکھا کہ جو تیرے دل میں آئے وہ تو میرے ساتھ کر مگر میری دو باتیں سن لے اول یہ کہ میرا بیٹا (اسلام خاں سے مراد ہی) فتنہ انگیزی پر بہت آمادہ ہے اسکا تدارک کر۔ دوم میرے وضو اور آب دست کے لئے پانی کو بند نہ کر۔ بعد اسکے اسنے کوئی اور درخواست بادشاہ سے نہیں کی۔ اس جوانمرد کو بادشاہ نے قیدخانہ میں قتل کرا دیا۔ اس کا قتل ہونا تھا کہ بادشاہ کے ہاتھ سے سلطنت کا جانا تھا۔

بادشاہ اور باغی امرا کی لڑائی

اعظم ہمایوں کو کوئی مورخ لکھتا ہی کہ آگرہ میں قید کیا کوئی لکھتا ہے کہ دہلی میں اسکا ایک بیٹا کڑہ مانک پور میں تھا اور اسلام خاں خطاب رکھتا تھا اسکو بادشاہ نے وہیں اور بدل دیا اور اسکی جگہ احمد خاں کو مقرر کرکے بھیجا۔ جب اسلام خاں کو اپنے باپ کے قید ہونے کی خبر پہونچی تو اسنے اپنے باپ کے سارے ملک و مال پر قبضہ کیا اور لشکر جمع کرکے احمد خاں کو جو اسکی جگہ مقرر ہوکر

آیا تہا شکست دی اور علم بغاوت بلند کیا۔ انہیں دنوں میں بادشاہ پاس فتح گوالیار کی خبر آئی تھی جو سو برس سے ہندؤں کے قبضہ میں تہا اسلئیے وہ خاطر جمع سے کڑہ کے فتنہ کے تدارک میں صرف ہوا دفعتہً اعظم ہمایوں لودہی و سعید خاں لودی پسر میاں مبارک خاں لودہی کہ امرا کبار میں سے تہے لشکر گوالیار سے فرار کرکے لکہنو کو جو ان کی جاگیر میں تہا چلے گئے اور اسلام خاں کے ساتھ مراسلت کرکے فتنہ و فساد کو انہوں نے خوب بڑہا دیا۔ سلطان ابراہیم نے یہ دیکھکر چاروں طرف سے لشکر جمع کیا۔ اور احمد خاں برادر اعظم ہمایوں لودہی کی عنایت کرکے اور چند امرا کے ساتھ بہاری منتخب لشکر دیکر مفسدوں کی سرکوبی کے لئیے روانہ کیا۔ جب یہ لشکر قنوج کے قریب قصبہ بانگرمئو میں پہونچا تو اقبال خاں نے جو اعظم ہمایوں کا غلام اور بڑا سردار تہا پانچہزار سواروں سے کمین سے نکلکر اس لشکر پر حملہ کیا اور بہت آدمیوں کو زخمی اور کشتہ کیا اور پراگندہ کرکے بہگا دیا۔ جب یہ خبر سلطان ابراہیم کو پہونچی تو اس نے امرا کو لکہا اور یہ بیت بہیجا کہ جب تک تم اس ملک کو باغیوں کے ہاتھ سے نہیں نکالوگے تو مردودوں اور متمردوں میں سمجھے جاؤگے اور میں تمہارا منہ کبھی نہیں دیکہونگا اور احتیاطاً اسکی کمک کے لئے لشکر بھی بہیجدیا۔ باغیوں کے لشکر کا شمار چالیس ہزار اور پانچسو ہاتہیوں کا تہا۔ سلطان کا لشکر پچاس ہزار تہا۔ جب دونو لشکر نزدیک آئے اور قریب تہا کہ لڑائی شروع ہو کہ اسوقت مقتدا ءعہد شیخ راجو بخاری نے پند اور نصائح ارجمند بیان کرکے باغیوں کو سمجھایا۔ باغیونکی جماعت نے ایسے کہا کہ اگر اعظم ہمایوں شروانی کو بادشاہ ناکردے تو ہم اسکے ملک کو چھوڑکر کسی اور ملک میں دوسرے بادشاہ پاس چلے جائیں گے۔ اسوقت دونو لشکر اپنے خیمونکو چلے گئے اور شیخ راجو بخاری نے احمد خاں سپہ سالار شاہی سے مشورہ کرکے بادشاہ کو عرضداشت بہیجی۔ جسکو پڑہکر بادشاہ نہایت آشفتہ خاطر ہوا اور شرط صلح سے ایسا جلا کہ اسنے فوراً دریا خاں لوحانی حاکم بہار و نصیر خاں لوحانی و شیخ زادہ فرملی کو حکم بہیجا کہ وہ اس طرف سے باغیوں کے استیصال کے لئے روانہ ہوں جب یہ دونوں لشکر جمع ہوئے تو باغیونکو اپنے لشکر کی تعداد پر گہمنڈ تہا۔ بادشاہ کے قوت طالع کی خبر نہ تھی۔ دونوں لشکر مرتب ہوکر لڑنے لگے کشتونکے پشتوں پر پشتے لگ گئے معلوم نہیں کتنے سر کٹ کر زمین پر گرے۔ پہلے ایسی لڑائی

شاید ہی کبھی ہوئی ہو کہ میدان جنگ میں بھائی کا گلا بھائی کاٹے اور باپ کا بیٹا اور بیٹے کو باپ مارے۔ تیر و کمان سب نے الگ رکھ دیئے تھے۔ تیرہ و تلوار اور چھری کٹار کی لڑائی تھی جس نے خون کے نالے بہا دیئے۔ اور دس ہزار افغانوں کے خون سے زمین کو سرخ کیا۔ بادشاہ کے ایک کابلی سپاہی نے اسلام خاں کی پیشانی پر ایسی گولی ماری کہ وہ زمین پر گر کر مر گیا اقبال خاں بھی مارا گیا۔ اور سعید خاں لوحانی اسیر ہوا۔ غرض سارا لشکر تتر بتر ہوا۔ اور باغیوں کا سارا ملک و مال بادشاہ کے ہاتھ آیا۔ بادشاہ یہ خبر سنکر خوشی خوشی لشکر کی طرف گیا اور انکی خیر خواہی کے سبب سے بہت کچھ نوازش کی مگر امرا سکندری کے کینہ سے سینہ صاف نہ ہوا۔ اور زیادہ مغرور ہو گیا۔

رانا سنگا سے سلطان ابراہیم کی لڑائی

اسوقت رانا سنگا سے لڑنیکے لئے لشکر کی تیاری ہوئی میاں لکھی اس مہم کے سپہ سالار مقرر ہوئے میاں حسین خاں زر بخش میاں خاں خاناں فرملی میاں معروف جو سلطان سکندر کے عہد میں بڑے دلاور شجاع سپہ سالار تھے اور جنکی وہ قدر و منزلت حد سے زیادہ کرتا تھا اور جنہوں نے اس کے عہد میں فتوحات عظیم حاصل کیں تھیں اور قلعے تسخیر کئے تھے۔ یہ سب سپہ سالار میاں لکھی کے ماتحت مقرر کئے گئے۔ جب یہ رانا سنگا کے ملک میں پہنچا تو بادشاہ نے میاں لکھی کو حکم لکھکر بھیجا کہ میاں حسن خاں اور میاں معروف کو کسی عمدہ حکمت سے گرفتار کر کے بھیجدو۔ میاں معروف کے خیمے میں میاں لکھی گئے اور بہانہ بنایا کہ اسکے بیٹے کی جو دو مہینے پہلے مرا تھا تعزیت کے لئے آیا ہوں۔ میاں معروف کو پہلے ہی حقیقت حال پر اطلاع تھی اسنے میاں لکھی سے کہا کہ بادشاہ تو دیوانہ ہو گیا ہے آپ صحیح سلامت اپنے خیمہ کو تشریف لیجائیے اور میاں معروف کے قید کرنے کی فکر نہ کیجئے وہ آپکے بس کا نہیں ہے۔ میاں لکھی اپنا سا منہ لیکر چلے گئے اور بادشاہ کو اصل حال لکھا سلطان نے جواب دیا کہ تم خود کیوں لوگوں کے خیموں میں گئے میں تمکو حکم دیتا ہوں کہ خود بڑا خیمہ لگاؤ اور انہیں امرا کو بلاؤ کہ بادشاہ کا فرمان سنانا ہے۔ تم اول حسین خاں کو پکڑ لو۔ میاں لکھی نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور خیمہ لگا کے امرا کو بلایا تو میاں حسین خاں خیمہ گاہ پر آئے اور ایکہزار

سپاہی ساتھ لائے جنہوں نے اپنے ہتھیار سفید کپڑوں میں چھپالے اور ان کو حکم دیدیا کہ جب میں خیمہ کے اندر جاؤں تو تم باہر کی خوب خبرداری ہوشیاری سے کرنا۔ میاں لکھی نے بھی دوسرے خیمہ میں ہزار سپاہیوں کو چھپاکر گھات میں بٹھا رکھا تھا اور ان کو حکم دے رکھا تھا کہ جب میاں معروف و حسین خاں خیمہ کے قریب آئیں تو میاں حسین خاں کو گرفتار کرلینا۔ میاں حسین خاں جب خیمہ کے قریب آیا تو اس کو لوگوں نے خبر کردی تھی کہ دوسرے خیمہ میں سپاہی اس کی اور میاں معروف کی گرفتاری کے لئے بیٹھے ہیں تو اُسنے اپنے سپاہیوں کو حکم دیکر اُس خیمے کی طنابیں کٹوا دیں جس کے سبب سے میاں لکھی کے سپاہی کچھ دب گئے اور کچھ ظاہر و کہائی دینے لگے اور پھر میاں حسین خاں دوسرے خیمہ میں داخل ہوا اور میاں لکھی سے کہا کہ فرمان پڑھئے میاں لکھی نے کہا کہ فرمان شاہی کا اس طرح پڑھنا دستور کے خلاف ہے۔ اس پر میاں حسین خاں نے کہا کہ میں خوب واقف ہوں کہ اس خیمہ اور سپاہیوں کا مطلب یہ تھا کہ مجھے اور میاں معروف کو گرفتار کرے مگر میں تیرے ایسے دموں میں کب آتا ہوں یہ کہکر میاں معروف کا ہاتھ میں ہاتھ لیکر خیمہ سے وہ باہر نکل آیا۔

جب میاں حسین خاں نے دیکھا کہ بادشاہ کے ظلم سے نجات کسی طرح نہیں ہوسکتی تو اُسنے رانا سنگا پاس اپنا وکیل بھیجا کہ میں تمہارے پاس آتا ہوں۔ رانا اُسکے آنیسے متردد ہوا۔ اسکی بہادری کی شہرت اسکے کانوں تک پہنچ چکی تھی۔ اُسکو یہ گمان ہوا کہ اس میں کوئی مکروفریب ہوگا۔ مگر پھر دونو میں عہد وپیمان ایسے ہوگئے کہ میاں حسین خاں اُس پاس چلا گیا۔ رانا نے بھی اپنے بھتیجے کو اُسکے استقبال کے لئے بھیجا۔ پھر ان میاں اور رانا میں ملاقات ہوئی۔ باوجودیکہ میاں لکھی پاس تیس ہزار سوار اور تین سو قوی ہیکل ہاتھی تھے مگر حسین خاں کے چلے جانے سے اس کی کمر ٹوٹ گئی میاں لکھی نے معروف خاں کو لکھا کہ تم میاں حسین خاں کے بڑے دوست ہو۔ اور وہ سرکش باغی ہوکر سلطان کے دشمنوں سے جاملا ہے پھر تم ہمارے ساتھ کیوں ہو اُس پاس کیوں نہیں جاتے میاں معروف نے جواب دیا کہ میں سلطان بہلول اور اُسکی اولاد کا تیس سال سے نمک خوار ہوں اور سلطان سکندر کے عہد میں میں ہی بڑا سپہ سالار تھا۔ قلعہ چوندکو میں نے فتح کیا۔ راجہ نگرکوٹ کو بیٹے مارا۔ اور اس بت کو جسکی پرستش تین ہزار سال سے ہندو یہاں کرتے تھے میں نے اُسکو پامال خلائق کرایا

راجہ بہار سے سات من سونا ہیں لایا۔ سلطان ابراہیم کے عہد میں ساری باتیں الٹ پلٹ ہوگئی ہیں میں خیر خواہ بھی بدخواہ سرکش باغی سمجھا جاتا ہوں۔ میں اب بھی بادشاہ کی خدمت کرنے کو جو مجھے سپرد کی جائے تیار ہوں۔

یہاں یہ باتیں ہو رہی تہیں کہ رانا لشکر لیکر میاں لکھی ست لڑنے کو آموجود ہوا مگر میاں حسین خاں نے بادشاہ کے نمک کا اتنا پاس کیا کہ رانا کے ساتھ لڑائی میں نہ آیا۔ ہندو غنی بہادر انہ لشکر شاہی پر حملہ کیا اور اسکو شکست دیدی۔ شام کو میاں حسین خاں نے میاں لکھی کو لکھا کہ اس معرکہ سے وہ یہ سبق پڑہے کہ ایک دل آدمی کیسے قوی ہوتے ہیں کہ تہوڑے ہندوؤں نے جو یکدل تہے تیرے تیس ہزار سوار کو شکست دیدی اور جو امرا اپنے بادشاہ کے ساتھ یکجہت ہوتے ہیں وہ کیسی کیسی خدمت عظیم بجا لاتے ہیں اب تم یہاں میاں معروف کو تیار کرکے میرے پاس آدہی رات کو بہیجدو۔

میاں معروف چھ ہزار سوار لیکر میاں حسین خاں کے لشکر سے جا ملے۔ رانا کا لشکر خوشی لوٹنے میں مصروف تہا اور موت کے فرشتے کو نہ جانتا تہا کہ اسکے سر پر کہڑا ہنس رہا ہے۔ جب ان دونوں کے لشکروں نے دہونسہ بجایا تو رانا کے کان سے پنبہ غفلت باہر نکلا۔ افغان ہاتھوں میں تلواریں لیکر راجپوتوں پر ایسے گرے کہ انکو پریشان و پراگندہ کردیا۔ خود رانا سنگا زخمی ہوا مگر بھاگ کر جیتا نکل گیا۔ جب میاں لکھی پاس یہ خبر آئی تو وہ بڑا شرمندہ ہوا۔ اور بادشاہ پاس میاں بایزید پسر عطا لودہی بخشی سپاہ نے جو حسین خاں کا رشتہ دار تہا۔ اس فتح کی خبر بہیجی اور میاں حسین خاں نے پندرہ ہاتھی اور تین سو گہوڑے رانا کے دہلی بہیجے۔ سلطان اس فتح سے بہت خوش ہوا اور شادیانے بجوائے اور دو بیش قیمت ہاتھی اور چار گہوڑے اور خلعت اور پٹکے و خنجر میاں حسین خاں اور میاں معروف کو عنایت کئے اور ایک فرمان لکہا جسمیں ان دونوں سرداروں کی تعریف کا ایک طومار باندہا اور اپنی کمال رضامندی ظاہر کی۔

بہار میں بہادر خاں کی بغاوت

جب بادشاہ کی مخالفت ظاہری و باطنی امرا سکندری سے حد سے زیادہ بڑہی اور اسنے بہت سے امرا کو قید خانہ میں سڑا سڑا کر مارا تو امرا کے دلوں میں خوف و ہراس زیادہ ہوا۔ دریا خاں لوحانی حاکم بہار

و خاں جہاں لودہی ومیاں حسن خاں فرملی وغیرہ نے اطاعت سے سرتابی کی۔ بادشاہ نے میاں حسن خاں فرملی حاکم چندیری کو یہاں کے اوباش شیخ زادوں کو اشارہ کرکے آدہی رات کو قتل کرا دیا۔ اس سبب سے اور بھی بادشاہ سے امرا کو نفرت زیادہ ہوگئی اور سب کو اس سے نا امیدی ہوگئی۔ کچھ دنوں کے بعد دریا خاں لوحانی حاکم بہار کا انتقال ہوا اور اس کا بیٹا بہادر خاں سلطان سے برگشتہ ہوکر بہار میں باپ کا جانشین ہوا۔ اور اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا اور سلطان محمد اپنا خطاب رکھا اسنے ایک لاکھ سوار کا لشکر جمع کرلیا اور اور امرا جو سلطان سے ناراض تھے اُس سے آنکر ملگئے۔ فتح خاں پسر اعظم ہمایوں دس ہزار سوار ونکو لیکر آگیا۔ اور اور امرا نے بھی بہار کی سرحد پر اپنے لشکروں کو جمع کیا اسی زمانہ میں نصیر خاں لوحانی حاکم غازیپور جو سپہ سالار بادشاہی فوج کا تہا شکست پاکر بہادر خاں سے آن ملا۔ واقعات مشتاقی میں لکھا ہے کہ میاں مصطفٰے نے غازیپور پر تاخت کی اور نصیر خاں کو نکال دیا وہ محمد شاہ پاس چلا آیا۔ بادشاہ کے ساتھ کئی دفعہ محمد شاہ کی سپاہ کی لڑائی ہوئی تیمیں وہی غالب رہا۔ یوں صوبہ بہار بادشاہ کے قبضہ سے نکل گیا۔

دولت خاں لودہی حاکم پنجاب کی بغاوت

اسی زمانہ میں دولت خاں لودہی پسر تاتار خاں کو جو مدت سے پنجاب میں حکومت کرتا تہا بادشاہ نے بلایا مگر اُسنے آنے میں تاخیر کی اور اپنے چہوٹے بیٹے دلاور خاں کو بجائے اپنے بہیجا۔ بادشاہ نے اس بیٹے سے پوچہا کہ تیرا باپ کیوں نہیں آیا تو اُسنے جواب دیا کہ وہ پیچہے خزانہ لیکر آئے گا۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر تیرا باپ نہ آیا تو اسکا حال وہی ہوگا جو اور امرا کا ہوا۔ پہر بادشاہ نے اُس سے کہا کہ تو قیدخانہ میں جاکر دیکہ لے کہ امیر کس طرح دیوار سے لٹکے ہوئے ہیں۔ دلاور خاں نے قیدخانہ میں جاکر ان امیروں کو جو دیوار سے لٹکے ہوئے دیکہا تو اُسکے ہوش اڑگئے۔ جب وہ بادشاہ پاس آیا تو بادشاہ نے کہا کہ تو نے دیکہا کہ جو لوگ مجہسے بغاوت کی انکا کیا حال ہوا وہ بادشاہ کے آگے ناک رگڑنے لگا۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ کا ارادہ تہا کہ اسکی آنکہوں میں سلائی پہروائے اور دیوار میں لٹکوائے مگر دلاور خاں نے دیکہا کہ میں کسطرح بادشاہ کے پنجہ ظلم سے نہیں بچ سکتا تو وہ دہلی سے بہاگ کر چہ دن میں باپ پاس پہنچا اور باپ سے اُسنے کہا کہ اگر تم اپنی حفاظت نکروگے تو بادشاہ تم کو بری طرح سے ماریگا۔ اب دولت خاں لودہی نے

سوچا کہ اگر میں بغاوت کرتا ہوں تو نا احسانمندی کا الزام مجھ پر لگے گا اور اگر بغاوت نہیں کرتا تو کسی طرح بادشاہی قہر و غضب سے نجات نہیں پا سکتا۔ ناچار علم مخالفت بلند کیا اور ظہیر الدین محمد بابر شاہ سے کہ کابل میں تشریف رکھتا تھا التجا کی کہ ہندوستان کی تسخیر کا ارادہ فرمائیے۔ یہ التجا کیونکر کی مختلف طور سے مورخ بیان کرتے ہیں کہ عالم خاں جسکو علاء الدین بھی کہتے ہیں اور وہ سلطان ابراہیم کا چچا زاد بھائی تھا وہ قید سے بھاگ کر بابر کی خدمت میں چلا گیا تھا اس کی معرفت ہندوستان کی فتح کی بابت گفتگو ہوئی۔ احمد یادگار اپنی تاریخ سلاطین افغانی میں یہ دلچسپ کہانی لکھتا ہے کہ اُسنے اپنے بیٹے دلاور خاں کو بابر شاہ کی خدمت میں بھیجا کہ وہ سلطان ابراہیم کی بدمزاجی سے اور امرا کی آپس کی نااتفاقی سے اور سپاہ کی خواری سے مطلع کرے اور ہندوستان پر حملہ کرنے کی درخواست کرے۔ دلاور خاں دوڑ کر دس روز میں کابل پہنچا اور بابر کی خدمت میں تمام یہاں کا حال عرض کیا کہ سلطان ابراہیم اپنے باپ کے زمانہ کے امیروں کو بہت ستاتا ہے تئیس ارکین سلطنت کو بلاقصور و وجہ مار چکا ہے اور اُنکے خاندانوں کو تباہ کر دیا ہے وہ امیروں کو دیوار روزنی لٹکاتا ہے اور زندہ جلاتا ہے جب امرا نے یہ حال دیکھا ہے تو مجھے حضور پاس بھیجا ہے وہ سب حضور کی تشریف آوری کے منتظر بیٹھے ہیں جسوقت حضور نے ہندوستان میں قدم رکھا اسیوقت وہ کمربستہ طاعت خدمت کیلئے حاضر ہونگے۔ مرزا کامران کی شادی میں اُسوقت بابر شاہ مصروف تھا جب اُس سے فارغ ہوا تو وہ خدا تعالیٰ کی درگاہ میں دوگانہ شکر بجالایا اور دعا مانگی کہ اے خدا اگر ہندوستان کی سلطنت میری قسمت میں لکھی ہے تو ہندوستان کے آم اور پان میرے لئے تحفہ میں بھیج اُسکو اپنے لئے نیک فال سمجھونگا اتفاق ایسا ہوا کہ آموں کا موسم تھا کہ دولت خاں نے شہد کی ہانڈیوں میں کچے آم رکھکر اور احمد خاں کے ہاتھ بابر پاس تحفتہً بھجوائے۔ دلاور خاں نے یہ تحفے نذر میں دئے تو وہ تخت سے اُتر کر شکر الٰہی بجالایا۔ اور اسنے دلاور خاں اور احمد خاں کو خلعت اور گھوڑے دئے اور انکے ہاتھ دولت خاں پاس دس گھوڑے عراقی اور بعض نفیس کتانی کپڑے بھجوائے۔ اس وقت سے اسنے ہندوستان کی فتح کی تیاری کی اور جہانگیر قلی خاں کو دو ہزار مغلوں کے ساتھ آگے روانہ کیا کہ وہ راہوں اور پلوں کی درستی کرے اور کشتیوں کے بنانے کے لئے لکڑی بہم پہونچائے بابر کی جہات جو ہندوستان پر ہوئیں اس کو ہم بابر کی سلطنت کے ذکر میں لکھینگے یہاں یہ فقط [illegible]

بابر شاہ نے علاء الدین (عالم خان) کے ساتھ مغل اور اپنے امرا ساتھ کردیے کہ وہ ملک ہند کی تسخیر کریں علاء الدین اس لشکر کے ساتھ سیال کوٹ تک آیا۔ اور بعد ازاں رئیسوں کو تابع بناتا ہوا لاہور میں آیا یہاں علاء الدین اور دولت خاں نے مغل سرداروں سے کہا کہ بابر کے آنے سے پہلے تم ہماری اعانت و کمک سے دہلی کو تسخیر کرو مگر انہوں نے یہ کہنا نہ مانا تو علاء الدین ان سے علیحدہ ہوگیا اور دھلی کی طرف روانہ ہوا۔ اسمٰعیل جلوانی اور امرا جو ابراہیم بادشاہ سے مایوس ہوگئے تھے اور پرگنوں میں رہتے تھے اس سے ملگئے اور اس پاس چالیس ہزار لشکر یک دل و یک جہت جمع ہوگیا اور اس نے جا کر دہلی کا محاصرہ کرلیا ابراہیم بادشاہ نے جب یہ اخبار وحشت اثر سے تو وہ اُن کی طرف متوجہ ہوا۔ دھلی سے چھ کوس کے فاصلہ پر ابراہیم شاہ کے لشکر پر علاء الدین نے شبخون مارا اور صبح کے ہونے تک تمام لشکر ابراہیم کو درہم برہم کردیا اور علاء الدین سے بادشاہ ابراہیم کے امرا آن ملے۔ سلطان ابراہیم چند خواصوں کے ساتھ اپنے خیمہ میں نہایت استقلال سے کھڑا رہا اور صلاکتام کارزار میں پاؤں نہ ہلایا۔ جب صبح صادق ہوئی تو علاء الدین کا لشکر لوٹ پر پل پڑا اور اس پاس تھوڑے آدمی رہ گئے تو بادشاہ ابراہیم نے پیش دستی کرکے سلطان علاء الدین پر حملہ کیا اور اوّل ہی صدمہ میں اس کو اپنے آگے سے بھگا دیا۔ اس کا لشکر جس جگہ لوٹ رہا تھا وہاں سے بھاگ گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ علاء الدین اور امرا شکست پاکر پنجاب گئے اور سلطان ابراہیم نے دہلی میں قیام کیا۔ ۹۳۲ھ میں ظہیر الدین محمد بابر شاہ نے خود سلطان ابراہیم پر لشکر کشی کی اور موضع پانی پت میں ان دونوں بادشاہوں میں جنگ عظیم ہوئی اور بابر شاہ کو فتح نصیب ہوئی اور اس معرکہ جانستاں میں اس کی جان گئی اور خاندان لودھی کی سلطنت انتہا اور سلطنت خاندان چغتائیہ کی ابتدا ہوئی۔ سلطان ابراہیم نے بیس سال سلطنت کی ان واقعات کا بیان مفصل بابر شاہ کی سلطنت میں ہم لکھیں گے۔

سلطان ابراہیم کے زمانہ کی ارزانی اور پیداوار کی افراط

سلطان ابراہیم کے عہد سلطنت کے واقعات عجیبہ میں سے یہ ایک ہے کہ اناج کپڑا اور ہر قسم کی تجارت کی اشیا ایسی ارزاں تھیں کہ پہلے کسی بادشاہ کے زمانہ میں نہیں ہوئی۔ شاید سلطان علاء الدین کے عہد میں یہ ارزانی ہوئی ہو مگر اس ارزانی میں سلطنت کی مداخلت و ظلم اور صدہا

سلطان علاءالدین کے عہد میں یہ ارزانی ہوئی ہو مگر اس ارزانی میں سلطنت کی مداخلت وظلم اور حد یا طرح کے دباؤ اور سزائیں تہیں مگر اس سلطنت میں ارزانی زمین کی پیداوار کی افراط کے سبب تھی۔ سلطان سکندر کے عہد میں بھی ارزانی تھی مگر وہ سلطان ابراہیم کے زمانہ کی ارزانی کی برابر نہ تھی۔ ایک بہلولی کا دس من اناج آتا تھا۔ پانچ سیر گھی کی۔ اور دس گز کپڑے کی بھی یہی قیمت ایک بہلول تھی۔ ہر چیز کی ارزانی کا یہی حال تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بارش حسب ضرورت ہوتی تھی جس سے معمولی پیداوار سے دس گنا پیداوار ہوتا تھا۔ سوائے اسکے سلطان نے یہ حکم دیدیا تھا کہ لگان میں رعایا سے اناج لیا جائے اور کسان سے نقدی کسی بابت نہ لیجائے۔ جن امیروں کی جاگیروں میں لاکھوں من اناج پڑا رہتا تہا وہ اسکو بہت سستا اسلئے بیچ ڈالتے تہے کہ نقد روپیہ آئے تو انکا خرچ چلے۔ سونا چاندی مشکل سے ملتا تہا۔ یہ خدا کی بڑی رحمت تھی کہ ایک بہلولی کو دس من اناج بکتا تہا۔ ایک معزز آدمی جسکے اہل وعیال بھی ساتھ ہوں پانچ ٹنکہ ماہوار کی آمدنی میں اپنی اوقات اچھی طرح بسر کرسکتا تہا۔ ایک سوار کی تنخواہ بیس سے تیس ٹنکہ تک تھی۔ اگر کوئی مسافر دہلی سے آگرہ تک جانا چاہتا تو ایک بہلولی اس کو اور اس کے گھوڑے اور سائیس کو کافی تھی فقط

تاریخ عہد سلطنت ملکہ معظمہ قیصر ہند مؤلفہ جناب خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب مرحوم یہ تاریخ پانچ حصوں میں لکھی گئی ہے (حصہ اول) بطور تمہید سنہ ۱۸۳۷ء تک لکھا ہے کہ انگلینڈ کو ہندوستان سے کس طرح تعلق پیدا ہوا۔ اور انگریزوں نے فرانسیسیوں وغیرہ کو کیونکر نکالا۔ اور اپنی فرمانروائی کا سلسلہ کس طرح جمایا۔

(دوسرے حصے) میں سنہ ۱۸۳۷ء سے سنہ ۱۸۴۸ء تک کے حالات لکھے ہیں جس میں والیان ہند سے جنگ و پیکار میں برٹش گورنمنٹ کو فتح پانے کے حالات تفصیلی درج ہیں۔

(تیسرے حصے) میں سنہ ۱۸۴۸ء سے سنہ ۱۹۰۱ء تک کے جس میں حضرت علیا نے وفات پائی، حالات لکھے ہیں اور واقعات عظیمہ سنہ ۱۸۵۷ء کے غدر و بغاوت کو بالتفصیل بیان کیا ہے، دہلی کا بیان مؤلف نے اپنی چشم دید لکھا ہے۔

(حصہ چہارم) میں ان محاربات عظیمہ کا ذکر کیا گیا ہے جو انگلستان کے اور ملکوں سے یورپ ایشیا افریقہ میں سوائے ہندوستان کے ہوئے ہیں جیسے جنگ کریمیا، جنگ ٹرانسوال جنگ سوڈان اور مصر ہیں۔

(پانچویں حصے) کا نام آئین قیصری ہے اس میں مفصلہ ذیل مضامین ہیں۔
ساری دنیا میں قیصر ہند کی سلطنت کہاں کہاں ہے۔ ہند اور انگلینڈ میں گورنمنٹ کیونکر منتظم ہوئی۔ وقتاً فوقتاً کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں۔ ہندوستان کے لیے قوانین کیونکر مدون ہوئے۔ عدالتیں کیونکر متقرر ہوئیں۔ بحری و بری حدود کس طرح مستحکم ہوئیں سپاہ کیونکر مرتب ہوئی وغیرہ وغیرہ تعداد صفحات (۲۱۳۰) قیمت ہر پنج حصص بلا جلد [illegible]

ملنے کا پتہ آنریری منیجر بکڈپو مدرستہ العلوم علی گڑھ
(دیگر ہر قسم کی کتابوں کے لیے مفصل فہرست طلب فرمائیے جو بالکل مفت روانہ کیجاتی ہے)

مزید کتب کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ ب

بفضلِ خدا

انسٹیٹیوٹ پریس میں (جو سرسید علیہ الرحمۃ کا قائم کیا ہوا اور محمدن کالج کی ملک ہونے کی وجہ سے حقیقی معنوں میں ایک قومی پریس ہے) لوہی اور پتھر دونوں قسم کے چھاپوں میں اُردو و انگریزی ہر قسم کا کام بہت صحت اور کفایت کے ساتھ ہوتا اور وقت پر دیا جاتا ہی۔ اہلِ ذوق و ضرورت کم از کم ایک بار ضرور امتحان فرمائیں۔ نرخ زبانی یا خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہی۔

مطبع کو اس کے قدیم و اہلِ نظر سرپرستوں کی جانب سے جو اطمینان بخش اسناد حاصل ہوئی ہیں اُن کی نقل عندالطلب روانہ کیجا سکتی ہی۔

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ نامی ایک اخبار بھی اس پریس سے نکلتا ہی جو کالج کا سرکاری اخبار ہی اور جو سرسید علیہ الرحمۃ نے کالج کی بنا سے بھی قبل جاری کرنا شروع کیا تھا اور جسمیں کالج کی خبروں کے علاوہ عام اور مفید و دلچسپ مضامین شایع ہوتے ہیں۔ قیمت سالانہ چار روپیہ ششماہی دو روپیہ آٹھ آنے۔ نمونہ مفت۔ اشتہارات کا نرخ زبانی یا خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہی۔ ہر قسم کی خط و کتابت کے لیے پتہ:

مینیجر صاحب انسٹیٹیوٹ پریس علیگڈھ